پُرنور کلام

در

سیرتِ سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

مولانا اخ الاسد محمد راجھستانی

جامعۃ الرشید، کراچی

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب دامت برکاتہم

اُستاذ و معین مفتی جامعۃ الرشید، کراچی

إدارۃ الرشید کراچی

Marfat.com

پرنور کلام
در سیرت سید الانام

DATA ENTERED

تالیف
مولانا اخ الاسد محمد راجھستانی
فاضل جامعۃ الرشید کراچی

پسند فرمودہ
مفتی احسان اللہ شائق
استاذ الحدیث جامعۃ الرشید کراچی

ادارۃ الرشید کراچی

Marfat.com

۲۹۷۶۹۹۲۱

641

۹۲۷۸۵۵

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام	پرنور کلام در سیرت سید الانام
مصنف	مولانا ناخ الاسد محمد راجھستانی
پسند فرمودہ	مفتی احسان اللہ شائق
اشاعت اول	اگست ۲۰۱۳
باہتمام	فیصل رشید
تعداد	۱۱۰۰

ادارۃ الرشید کراچی

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

Tel: 021-34928643 Cell: 0321-2045610
E-mail: Idaraturrasheed@gmail.com
Idaraturrasheed@yahoo.com

Marfat.com

فہرست عنوانات

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۲۰
۲	اظہار تشکر	۲۱
۳	تقریظ	۲۲
۴	مقدمہ	۲۵
۵	مقاصد سیرت	۳۰
۶	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پاکیزہ نسب نامہ	۴۷
۷	حضرت عبداللہ کی بی بی آمنہ سے شادی	۵۳
۸	سرورِ دو عالم ﷺ کی رضاعت یعنی ''شیر خواری''	۵۴
۹	حضور ﷺ کے سینے مبارک کے چاک ہونے کا واقعہ	۵۵
۱۰	نبی اکرم ﷺ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کی وفات	۵۶
۱۱	نبی اکرم ﷺ کا اپنے دادا عبدالمطلب کے زیر سرپرستی آنا	۵۶
۱۲	آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات	۵۶
۱۳	نبی اکرم ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب کے زیر سرپرستی آنا	۵۶
۱۴	حضور ﷺ کا پہلا سفر شام	۵۷
۱۵	جنگ فجار	۵۸
۱۶	حضور اقدس ﷺ کی حلف فضول میں شرکت	۶۰
۱۷	حضور ﷺ کا دوسری بار شام کا سفر کرنا	۶۱
۱۸	اُمّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سیّد المومنین ﷺ سے نکاح مبارک	۶۱

Marfat.com

۱۹	کعبۃ اللہ کی تعمیر	۶۳
۲۰	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی بننے سے پہلے روزگار	۶۶
۲۱	نبوت ملنے سے پہلے قریش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی	۶۸
۲۲	نبوت ملنے سے پہلے اللہ عزوجل کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ انعامات	۷۰
۲۳	انجیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دی ہے!	۷۶
۲۴	نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں کے خیالات	۷۷
۲۵	سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء	۸۱
۲۶	وحی کے سلسلے کا انقطاع	۸۴
۲۷	اور وحی پھر آنے لگی!	۸۵
۲۸	خفیہ طور پر اسلام کی دعوت	۸۶
۲۹	ابتداء اسلام میں مشرف باسلام ہونے والے چند خوش نصیبوں کا تذکرہ	۸۶
۳۰	اسلام کی دعوت کا اعلانیہ سلسلہ شروع ہوا	۹۵
۳۱	راہ حق میں مسلمانوں کو دی جانے والی تکالیف	۱۰۱
۳۲	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	۱۱۱
۳۳	تذکرہ چند مظلوم صحابہؓ کا	۱۱۱
۳۴	مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت	۱۲۸
۳۵	آج شیر خدا ورسول عمر خطاب حلقہ بگوش ہونے آئے	۱۲۸
۳۶	پروپیگنڈے کی وجہ سے مسلمانوں کی حبشہ سے واپسی	۱۳۰
۳۷	ایک تحریری بائیکاٹ......	۱۳۳
۳۸	مسلمانوں کو ایک بار پھر حبشہ ہجرت کی صعوبتیں لاحق	۱۳۴

Marfat.com

۳۹	صحیفہ چاک ہوگیا!	۱۳۵
۴۰	نجران سے آنے والے وفد	۱۳۶
۴۱	حضرت امّی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال پُر ملال	۱۳۸
۴۲	اُمّ المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کا سیّد المرسلین ﷺ کے نکاح میں آنا	۱۳۹
۴۳	اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیّد المرسلین ﷺ کے نکاح میں آنا	۱۳۹
۴۴	رسول اللہ ﷺ کی طائف کی جانب ہجرت	۱۴۱
۴۵	تذکرہ اُس شب کا جب سرور کونین ﷺ مطعم بن عدی کی پناہ میں مکے میں داخل ہوئے	۱۴۵
۴۶	دوس کا وفد	۱۴۵
۴۷	واقعہ معراج	۱۴۶
۴۸	مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ	۱۵۲
۴۹	جنگ بعاث	۱۵۳
۵۰	اور مدینہ میں اسلام کا سورج طلوع ہوا!	۱۵۴
۵۱	انصار مدینہ کا عہد و پیماں	۱۵۴
۵۲	اوس و خزرج کے سرداروں کی آقائے دو جہاں ﷺ کے در پہ حاضری	۱۵۶
۵۳	مسلمان دار الہجرت کی جانب رواں دواں	۱۵۹
۵۴	دار الندوہ کی میٹنگ	۱۶۰
۵۵	اور آپ ﷺ نے مکہ کو خیر باد کہہ دیا!	۱۶۴
۵۶	وادی قباء میں آمد	۱۶۸
۵۷	دین کے لیے ترک وطن انبیاء کی سنت ہے!	۱۶۸

Marfat.com

۵۸	مکہ میں نازل شدہ چند احکام	۱۶۹
۵۹	مسجد قباء، اسلام کی پہلی مسجد	۱۷۱
۶۰	سرکار کی آمد مرحبا	۱۷۱
۶۱	تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ	۱۷۲
۶۲	مسلمان مدینہ میں	۱۷۵
۶۳	اسلامی بھائی چارہ	۱۷۵
۶۴	خاندان نبوت بھی مدینہ کی طرف	۱۷۷
۶۵	مدینہ کی گرمی	۱۷۷
۶۶	ستم ظریفی!! کمزور مسلمانوں کو ہجرت سے بھی روک دیا گیا	۱۷۸
۶۷	مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر	۱۸۰
۶۸	اذان کی ابتداء	۱۸۱
۶۹	مدینہ کے یہودی	۱۸۴
۷۰	آستین کے سانپ یا بہروپیے	۱۸۷
۷۱	یہود سے معاہدہ	۱۸۸
۷۲	جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت	۱۸۹
۷۳	قتال کی ابتداء	۱۹۳
۷۴	غازیان اسلام کا قافلہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عیص چلا	۱۹۴
۷۵	غازیان اسلام کا قافلہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بطن رابغ چلا	۱۹۴

Marfat.com

۷۶	اس سال کی چند خاص فوتگیاں	۱۹۵
۷۷	ہجرت نبوی کا دوسرا سال	۱۹۷
۷۸	غزوۂ ودّان	۱۹۸
۷۹	غزوۂ بُواط	۱۹۸
۸۰	غزوۂ العشیرۃ	۱۹۸
۸۱	غزوۂ بدرالاولیٰ	۱۹۸
۸۲	غازیان اسلام کا ایک لشکر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں وادی نخلہ کی طرف چلا	۱۹۹
۸۳	مسلمانوں کے قبلے کا بدلنا	۲۰۱
۸۴	مسلمانوں پر رمضان کے روزے کی فرضیت	۲۰۲
۸۵	مسلمانوں پر صدقہ فطر کی فرضیت	۲۰۲
۸۶	مسلمانوں کے مال پر زکوٰۃ کی فرضیت	۲۰۳
۸۷	غزوہ بدر	۲۰۴
۸۸	غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں بننے والے قیدی	۲۲۲
۸۹	فدیہ	۲۲۴
۹۰	فدیہ لینے پر تنبیہ	۲۳۰
۹۱	معرکہ بنوقینقاع	۲۳۲
۹۲	یہود کی جلاوطنی	۲۳۴
۹۳	جنگ سویق	۲۳۵
۹۴	عید کی نماز	۲۳۶

Marfat.com

۹۵	حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی	۲۳۷
۹۶	مدینہ منورہ کی خوشگوار زندگانی کا تیسرا سال	۲۳۸
۹۷	کعب بن اشرف کا قتل	۲۳۹
۹۸	غزوہ غطفان	۲۴۰
۹۹	غزوہ بحران جسے غزوہ بنی سلیم بھی کہا جاتا ہے	۲۴۳
۱۰۰	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر ''قردہ'' کی طرف	۲۴۳
۱۰۱	معرکہ احد	۲۴۳
۱۰۲	حمراء الاسد کی جانب پیش قدمی! ایک جنگی حکمت عملی سے بھرپور قدم	۲۵۸
۱۰۳	اس سال پیش آنے والے دیگر واقعات	۲۶۰
۱۰۴	ام المؤمنین حضرت حفصہ و زینب بنت خزیمہؓ کا نکاح	۲۶۰
۱۰۵	شراب کی حرمت کے مراحل	۲۶۰
۱۰۶	ہجرت نبوی ﷺ کے چوتھے سال کا آغاز	۲۶۳
۱۰۷	غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت عبداللہؓ بن عبدالاسد کی قیادت میں قطن چلا	۲۶۴
۱۰۸	غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی قیادت میں عرنہ چلا	۲۶۴
۱۰۹	غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کی قیادت میں رجیع چلا	۲۶۵

Marfat.com

۱۱۰	غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت منذر بن عمروؓ کی قیادت میں بئر معونہ چلا	۲۶۶
۱۱۱	غزوہ بنو نضیر، یہود کی جلاوطنی	۲۶۷
۱۱۲	غزوہ ذات الرّقاع	۲۷۰
۱۱۳	اک وعدہ تھا کسی کا! (''بدر کے مقام پر پھر ملیں گے!'')	۲۷۱
۱۱۴	اس سال پیش آنے والے دیگر واقعات	۲۷۳
۱۱۵	غزوہ دومۃ الجندل	۲۷۵
۱۱۶	بنو المصطلق والوں کی سرکوبی	۲۷۵
۱۱۷	بہتان اور الزام تراشی سے آنے والی قیامت صغریٰ کا تذکرہ	۲۷۹
۱۱۸	غزوہ خندق جس کو جنگ احزاب بھی کہا جاتا ہے	۲۸۷
۱۱۹	دھوکہ!!! ایک جنگی حکمت عملی	۲۹۲
۱۲۰	دشمن کے لشکروں کی پسپائی	۲۹۴
۱۲۱	غزوہ بنی قریظہ	۲۹۶
۱۲۲	امّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سرور کونین ﷺ کے نکاح میں آنا	۳۰۱
۱۲۳	پردہ!	۳۰۵
	(ایک اسلامی شعار و وقار)	
۱۲۴	حج کی فرضیت	۳۱۰

Marfat.com

۱۲۵	مدینہ منورہ کی خوشگوار زندگانی کا چھٹا سال	۳۱۱
۱۲۶	غازیان اسلام کا ایک قافلہ محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں قرطاء چلا	۳۱۲
۱۲۷	ثمامہ کا قصہ	۳۱۲
۱۲۸	غزوۃ بنی لحیان	۳۱۴
۱۲۹	غزوۃ الغابۃ اوذی قرد	۳۱۵
۱۳۰	غازیان اسلام کا ایک قافلہ عکاشہ بن محصنؓ کی سرکردگی میں غمر کی جانب چل پڑا	۳۱۶
۱۳۱	غازیان اسلام کا ایک قافلہ سیدنا محمد بن مسلمہؓ کی سرکردگی میں ذی القصہ کی جانب چل پڑا	۳۱۷
۱۳۲	زید بن حارثہؓ جموم کی طرف	۳۱۸
۱۳۳	غازیان اسلام کا ایک قافلہ زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں عیص کی جانب چل پڑا	۳۱۸
۱۳۴	غازیان اسلام کا ایک قافلہ سیدنا زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں طرف کی جانب چل پڑا	۳۱۹
۱۳۵	سرفروشان اسلام کا ایک قافلہ زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں وادی	۳۱۹
	القریٰ کی جانب بڑھتے ہوئے	
۱۳۶	غازیان اسلام کا ایک قافلہ سیدنا عبد الرحمٰنؓ کی سرکردگی میں دومۃ الجندل کی جانب چل پڑا	۳۲۰
۱۳۷	مجاہدین اسلام کا ایک قافلہ سیدنا علی المرتضیٰؓ کی سرکردگی میں فدک کی جانب چل پڑا	۳۲۱

Marfat.com

۱۳۸	گستاخ رسول ابورافع کے قتل کا ایمان افروز واقعہ	۳۲۲
۱۳۹	عبداللہ بن رواحہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسیر بن رزام کی سرکوبی کے لیے	۳۲۵
۱۴۰	عکل و عرینہ کا ایک مشہور واقعہ	۳۲۶
۱۴۱	عمرو بن امیہ کا لشکر ابوسفیان کے تعاقب میں	۳۲۷
۱۴۲	سفر حدیبیہ	۳۲۸
۱۴۳	موت پر بیعت	۳۳۴
۱۴۴	صلح حدیبیہ	۳۳۴
۱۴۵	بادشاہوں کو خطوط	۳۴۱
۱۴۶	قیصر روم کی جانب خط	۳۴۱
۱۴۷	قیصر روم کی ابوسفیان سے تصدیق	۳۴۲
۱۴۸	امیر بصریٰ کو آپ ﷺ کا پیغام	۳۴۶
۱۴۹	دمشق کے گورنر کی طرف آپ ﷺ کا پیغام	۳۴۶
۱۵۰	مقوقس کی طرف بھیجا گیا والا نامہ	۳۴۷
۱۵۱	حبشہ کے فرمانروا کی طرف حضور ﷺ کا پیغام	۳۴۹
۱۵۲	کسریٰ کے ایوانوں میں پیغمبر ﷺ کا خط	۳۵۰
۱۵۳	بحرین کے بادشاہ کی طرف حضور ﷺ کا نامہ مبارک	۳۵۱
۱۵۴	عمان کے بادشاہوں کے پاس حضور ﷺ کا خط	۳۵۳
۱۵۵	مدینہ منورہ کی زندگی کا ساتواں سال	۳۵۶
۱۵۶	جنگ خیبر	۳۵۷

Marfat.com

۱۵۷	ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کا حضور ﷺ سے نکاح	۳۶۲
۱۵۸	متعہ کی ممانعت	۳۶۳
۱۵۹	مہاجرین حبشہ کی واپسی	۳۶۳
۱۶۰	فدک کی کامیابی	۳۶۴
۱۶۰	تیماء کے یہودیوں کی صلح	۳۶۴
۱۶۲	وادی القریٰ کی فتح	۳۶۴
۱۶۳	حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاص کا اسلام	۳۶۵
۱۶۴	عمر بن خطابؓ اپنے ساتھیوں سمیت ''تربہ'' کی جانب	۳۶۵
۱۶۵	بنو مرّہ کی ستم ظریفی	۳۶۶
۱۶۶	غازیان اسلام سیدنا عبداللہ اللیثیؓ کے ساتھ میفعہ کی طرف	۳۶۶
۱۶۷	بشیر بن سعدؓ کی قیادت میں مسلمان یمن کی طرف	۳۶۷
۱۶۸	عمرے کی قضاء	۳۶۸
۱۶۹	حضرت میمونہؓ کی شادی	۳۶۹
۱۷۰	ہجرت کا آٹھواں سال	۳۷۱
۱۷۱	مسلمانوں کی ایک جماعت غالب بن عبداللہ لیثیؓ کے ہمراہ قدید کی جانب	۳۷۲
۱۷۲	فدک کی جانب سیدنا عبداللہ لیثیؓ کی پیش قدمی	۳۷۲
۱۷۳	مسلمانوں کی ایک جماعت سیدنا کعب بن عمیرؓ کے ہمراہ ذات اطلاع کی جانب	۳۷۳

Marfat.com

۱۷۴	غزوہ موتہ! ایک عظیم معرکہ	۳۷۴
۱۷۵	مسلمانوں کی ایک جماعت سیدنا عمرو بن عاص ؓ کے ہمراہ ذات سلاسل کی جانب	۳۷۸
۱۷۶	غزوہ خبط جسے غزوہ سیف البحر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے	۳۸۰
۱۷۷	اب ایک عظیم الشان فتح کا وقت آن پہنچا ہے	۳۸۱
۱۷۸	معافی تو وہ ہے، جو طاقت کے ہوتے ہوئے دی جائے	۳۹۰
۱۷۹	کعب بن زہیر کا وفد	۳۹۶
۱۸۰	عورتوں کی بیعت	۳۹۸
۱۸۱	عزیٰ بت زمین بوس ہو گیا	۳۹۸
۱۸۲	سواع بُت کو بھی ڈھایا گیا	۳۹۹
۱۸۳	منات بت کو بھی پاش پاش کر دیا گیا	۳۹۹
۱۸۴	غزوہ حنین تاریخ کا اہم معرکہ	۳۹۹
۱۸۵	اوطاس والوں کی سرکشی	۴۰۵
۱۸۶	قیدیوں کی تقسیم کا مرحلہ	۴۰۷
۱۸۷	قبیلہ ہوازن کے وفود	۴۱۲
۱۸۸	جعرانہ والا عمرہ	۴۱۴
۱۸۹	صداء والوں کو اسلام کی دعوت	۴۱۵
۱۹۰	عیینہ بن حصن، بنو تمیم کی طرف	۴۱۶

Marfat.com

۱۹۱	بنو تمیم کا وفد	۴۱۶
۱۹۲	سیدنا ولید بن عقبہؓ بنو مصطلق میں	۴۱۸
۱۹۳	سیّدنا علقمہ بن مجزرؓ حبشہ والوں کی طرف	۴۱۹
۱۹۴	ہجرت کا نواں سال	۴۲۱
۱۹۵	بت شکنی کی داستان کا ایک اور ایمان افروز واقعہ	۴۲۲
۱۹۶	عدی بن حاتم کا وفد	۴۲۳
۱۹۷	غزوہ تبوک	۴۲۴
۱۹۸	اہل ایلیا کی طرف والا نامہ	۴۲۹
۱۹۹	اذرح اور جرباء والوں کی طرف حضور ﷺ کا والا نامہ	۴۳۰
۲۰۰	مسجد ضرار، سازشوں کا مرکز!	۴۳۱
۲۰۱	جنگ سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کرامؓ کا قصہ	۴۳۱
۲۰۲	وفو ثقیف	۴۳۳
۲۰۳	طائف والوں کو پیغمبر کا پیغام	۴۳۵
۲۰۴	میرا مذہب بت شکنی ہے!	۴۳۶
۲۰۵	نیابت نبوی کا ایک اور مظہر	۴۳۶
۲۰۶	عبداللہ بن ابی کا قصہ تمام ہوا	۴۳۷
۲۰۷	ام کلثومؓ کا انتقال	۴۳۸
۲۰۸	ہجرت کا دسواں سال	۴۳۹
۲۰۹	خالد بن ولیدؓ کی جماعت نجران والوں کی طرف	۴۴۰
۲۱۰	حضرت علیؓ کے ساتھی بنو مذحج والوں کی طرف	۴۴۰

Marfat.com

۲۱۱	زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی جماعت یمن کی طرف	۴۴۱
۲۱۲	پہلا اور آخری حج	۴۴۲
۲۱۳	انسانیت کا سب سے پہلا عالمی منشور	۴۴۳
۲۱۴	نومسلموں کے وفود	۴۴۷
۲۱۵	نجران والوں کا وفد	۴۴۷
۲۱۶	ضمام بن ثعلبہ کا وفد	۴۴۹
۲۱۷	عبد قیس کا وفد	۴۵۰
۲۱۸	مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کا قبیلہ	۴۵۱
۲۱۹	بنو طیء کا وفد	۴۵۲
۲۲۰	کندہ والوں کی جماعت	۴۵۲
۲۲۱	ازدشنوءہ کے لوگ	۴۵۴
۲۲۲	حمیر کے بادشاہوں کے قاصد کا وفد	۴۵۴
۲۲۳	ہمدان قبیلہ کا قافلہ	۴۵۵
۲۲۴	تجیب والوں کی جماعت	۴۵۷
۲۲۵	ثعلبہ والوں کا وفد	۴۵۸
۲۲۶	سعد بن ہذیم کا وفد	۴۵۸
۲۲۷	بنو فزارہ کی جماعت	۴۵۸
۲۲۸	بنی اسد کا وفد	۴۶۰
۲۲۹	بنی عذرہ، بنی بلی، بنی مرہ اور خولان کے وفود	۴۶۱
۲۳۰	بنو محارب کا وفد	۴۶۱

Marfat.com

۲۳۱	غسان، بنو عبس اور نخع کا وفد	۴۶۲
۲۳۲	جگر گوشہ رسول ﷺ کی وفات	۴۶۲
۲۳۳	ہجرت کا گیارہواں سال	۴۶۳
۲۳۴	جیش اسامہ	۴۶۴
۲۳۵	جدائی کی دہلیز پر!	۴۶۵
۲۳۶	امامت ابوبکر رضی اللہ عنہ	۴۶۶
۲۳۷	حضور ﷺ کا وصال پر ملال	۴۶۸

Marfat.com

اجمالی فہرست

☆باب نمبر۱= اہداف دراسۃ السیرہ ۳۰
☆باب نمبر۲= نسب نامہ ۴۶
☆باب نمبر۳= بعثت سے قبل کے حالات ۵۲
☆باب نمبر۴= مکّی زندگی ۸۰
☆باب نمبر۵= مدنی زندگی ۱۶۳
☆باب نمبر۶= السنۃ الاولیٰ ۱۷۹
☆باب نمبر۷= السنۃ الثانیہ ۱۹۷
☆باب نمبر۸= السنۃ الثالثہ ۲۳۸
☆باب نمبر۹= السنۃ الرّابعہ ۲۶۳
☆باب نمبر۱۰= السنۃ الخامسہ ۲۷۴
☆باب نمبر۱۱= السنۃ السادسہ ۳۱۱
☆باب نمبر۱۲= السنۃ السابعہ ۳۵۶
☆باب نمبر۱۳= السنۃ الثامنہ ۳۷۱
☆باب نمبر۱۴= السنۃ التّاسعہ ۴۲۱
☆باب نمبر۱۵= السنۃ العاشرہ ۴۳۹
☆باب نمبر۱۶= السنۃ الحادیہ عشرہ ۴۶۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Marfat.com

لقد کا ن لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اللھم صلّ علی محمد و علی اٰل
محمّد کما صلّیت علی ابراھیم
وعلیٰ آل ابراھیم انّک حمید
مجید
اللھم بارك علیٰ محمّد و علی اٰل
محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم
و علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید
مجید۔

Marfat.com

انتساب

تاریخ کے ان مجاہدین اسلام کے نام

جنہوں نے سیرت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا!

جو اس عالم میں سیرت کی زندہ وجاوید داستان بنے!

جو اپنی سینوں میں نفاذ شریعت کا جذبہ لئے ہر راہ پر سیرت کو مشعل راہ بنا کر آگے بڑھتے چلے گئے!

سیرت نگاروں کے اس قافلے کے نام

جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں سیرت کی اہمیت کو اجاگر کیا!

جنہوں نے تمام میدانوں میں سیرت کے ذریعے کی گئی رہنمائی سے لوگوں کو متعارف کرایا!

جنہوں نے ہر دور میں سیرت کی اہمیت سے خلق خدا کو آشنا کیا!

عصر حاضر کے ان جوان بھائیوں کے نام

جو سیرت کا علم تھامے عالم میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں!

جو قاصد نبوی بن کر امن وآشتی کی خاطر جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں!

جو سیرت کے ناپید کرداں سمندر سے گہر نایاب تلاش کرنے کے فن سے آشنا ہو چکے ہیں!

خالق ارض وسماء سے اس دعا کے ساتھ کہ ہمیں بھی ان عظیم قافلوں کی ہمراہی عطا فرمائیں!

Marfat.com

اظہار تشکر

واللہ اپنی کم علمی، بدعملی اور بے سروسامانی کو دیکھتے ہوئے اور اپنی ذات کو کسی طور سے اس لائق نہیں سمجھتا کہ سرور کونین ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک گوشہ بھی آگے پیش کر سکوں۔ مگر خدا گواہ ہے کہ میری بے بضاعتی کے باوجود یہ باسعادت کام علم وعمل کے پہاڑوں اور فن وہنر کے ان شہ پاروں کی ہم راہی کے شرف سے ممکن ہو کو سکا، جو اخلاص کے یکتا موتی ہیں۔

بندہ فقیر خدائے بزرگ وبرتر کے من جملہ احسانات میں سے ایک قابل شکر نعمت ان یاران غار کی رفاقت ہے، جو ہر گھڑی ہر آن صراط مستقیم پر دلالت کرتے ہیں۔ جو ہاتھ پکڑ کر چلانے کا گر بھی جانتے ہیں تو غلط راہ پر بھٹکتے کو روکنے تھامنے کے طریقہ کار سے بھی آشنا ہیں!

جنہوں نے ہر بار میرے سامنے بھی یہ راہیں متعین کیں اور درست راہ دکھائی!

میں ان کے علمی اور عملی مقام سے مکمل مرعوب ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے علمی قرضوں تلے دبا ہونے کے باوجود ان سب کے سب کا ذکر خیر تو نہیں کر پاؤں گا!

البتہ مختصراً استاذ محترم حضرت مفتی احسان اللہ شائق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور عزیزم مولانا عارف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ ضرور کروں گا! جو ہر دم شفیق باپ اور محسن بھائی کے روپ میں ہر موڑ پر رہنمائی کرتے رہے!

ان کے علاوہ میں ہر اس شخص کا انتہائی شکر گزار ہوں جس نے کسی بھی درجہ میں اس کتاب کی تیاری میں اپنا حصہ ڈالا۔ اللہ پاک سب سے راضی ہو جائیں۔

خداوند کے حضور التجا ہے کہ باری تعالیٰ! ہم سے اپنی رضا والے کام لیں۔ اور اپنی خوشنودی والی زندگی عطا فرمائیں۔

اخ الاسد محمد راجستانی

Marfat.com

تقریظ

فضیلۃ الشیخ حضرت استاذ محترم مفتی احسان اللہ شائق

دامت برکاتھم العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ اللذین اصطفیٰ

امابعد!

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین."

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ نہ ہوجائے۔

مومن کے ایمان کا کامل ہونا، رسول اللہ ﷺ سے کامل محبت پر موقوف ہے۔ اور کامل محبت تب ہی حاصل ہوگی، جب نبی ﷺ کی سیرت سے واقفیت ہوگی، تاکہ خود بھی سیرت پر عمل کرسکیں اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی دعوت دے سکیں، کیونکہ کامیابی کا راز اطاعت رسول ﷺ میں مضمر ہے۔

خود حق تعالیٰ شانہ نے سورہ ہود میں انبیاء کرامؑ کی سیرت بیان کرنے کی یہی حکمت بیان فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے:

وکلًّا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت فؤادک وجائک فی ھٰذہ الحق وموعظۃ وذکریٰ للمؤمنین(سورہ ھود، آیت نمبر ۱۲۰)

ترجمہ: اور ہم آپ کے سامنے انبیاء کے واقعات بیان کرتے ہیں، جس سے آپ کے قلب کو قوت اور سکون عطا کریں۔ اور ان واقعات کے ضمن میں اہل ایمان کے لیے حق اور حقیقت اور موعظۃ اور نصیحت اور تذکیر اور یاددہانی سامنے آئی ہے۔

۱۲۴۸۵۵

Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرامؑ کی سیرت لکھنا بہت ضروری ہے۔آپ ﷺ کی سیرت لکھنے سے آپ ﷺ کے فضائل وکمالات کا علم ہوگا۔اس کے ساتھ حضور ﷺ کے صحابہؓ کے فضائل وکمالات معلوم ہوں گے،جس سے ایمان میں زیادتی (اضافہ)اورقوت پیدا ہوگی۔بہت سی آیات واحادیث کے معانی معلوم ہوں گے۔اور بار بار رسول اللہ ﷺ پر درود کے الفاظ لکھے اور پڑھے جائیں گے۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فضائل حاصل ہوں گے۔انہی باتوں کو مدنظر رکھ کر علماء نے سیرت نبوی ﷺ کی مختلف زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں۔یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری سے اب تک جاری ہے۔انہی کتابوں میں سے ایک کتاب ''نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین'' تالیف ''المرحوم الشیخ محمد الخضری'' کی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے درجہ ثالثہ میں داخل نصاب ہے۔میں نے بھی ۱۹۸۰ میں یہ کتاب درساً پڑھی۔پھر دو مرتبہ پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا۔اس میں عربی کے قدیم الفاظ کے علاوہ بہت سے جدید الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں،جو بعض مواقع میں طلبہ عزیز کے لیے مطلب اخذ کرنے میں مخل ہو جاتے ہیں۔اور استعداد کمزور ہونے کی وجہ سے پوری بات ان پر واضح نہیں ہو پاتی۔پھر طلبہ کرام اس کتاب کو چھوڑ کر سیرت کی دوسری کتابوں کا رخ کر لیتے ہیں۔اس طرح اس اہم ترین کتاب سے کما حقہ فوائد حاصل نہیں کر پاتے،یہ ایک نقصان وہ بات ہے۔جو کتاب اپنی اہمیت کے پیش نظر نصاب میں داخل ہو،اس کو چھوڑ کر دوسری کتابیں دیکھی جائیں۔

حال ہی میں ہمارے جامعۃ الرشید کے ایک ذی استعداد طالب علم عزیزم مولوی اخ الاسد محمد صاحب نے طلبہ کرام کو اس مشکل سے نکالنے کے لیے یہ قدم اٹھایا کہ سبق کے دوران ہی اس کا لفظی ترجمہ لکھ لیا،چونکہ وہ ابھی درجہ ثالثہ کا ہی طالب علم تھا،اس لیے اپنی استعداد اور سمجھ کے مطابق ہی ترجمہ کیا۔اور مجھے کا بعض حصہ دکھایا۔مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ موصوف نے عنفوان شباب ہی میں یہ ہمت کی اور ترجمہ مکمل کر لیا۔لیکن اس کے مزید آسان بنانے کے لیے میں نے مشورہ دیا کہ اس کا اسلوب بدل دیا جائے۔لفظی ترجمہ کے بجائے بامحاورہ ترجمہ ہو جائے،تاکہ یہ کتاب ''نور الیقین'' کا ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں ایک مستقل کتاب بن جائے۔چنانچہ موصوف نے تین سال

Marfat.com

انتھک محنت کر کے بامحاورہ ترجمہ کیا۔ پھر مکمل نظر ثانی کے لیے ہمارے جامعۃ الرشید کے فاضل عزیزم مولانا محمد عارف اسد صاحب کو مقرر کیا، جو اس وقت جامعۃ الرشید کے استاذ بھی ہیں۔ مولانا موصوف نے بڑی محنت کے ساتھ اس کتاب پر نظر ثانی کی۔ اور ترجمہ کی خامیوں کو دور کیا۔

اب الحمد للہ یہ کتاب سیرت نبوی ﷺ پر مستقل کتاب ہے، جس سے طلبہ کے علاوہ علماء کرام اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات نیز اسکول، کالج میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ واساتذہ بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عزیز موصوف مولانا اخ الاسد صاحب کی اس محنت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ اور مزید ایسی مفید کتابیں لکھنے کی توفیق دے۔ اور دارین میں سرخروئی نصیب فرمائے۔

ساتھ ہی عزیزم مولانا محمد عارف اسد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ اور میرے لیے اور دیگر اساتذہ کرام کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین)

وصل اللهم علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ آله واصحابه اجمعين.

بندہ

احسان اللہ شائق

خادم افتاء وتدریس جامعۃ الرشید کراچی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

Marfat.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد ،فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

لقد کا ن لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (القرآن)

"(اے مسلمانو!) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک ایک بہترین نمونہ ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ رب العزّت نے مسلمانوں کی مکمل کامیابی اور فلاح کا راز، جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ میں مضمر رکھا ہے۔

سیرت:

"رسول اللہ ﷺ کے شب وروز کے افعال واعمال، کردار معاملات اور معمولات کو کہا جاتا ہے۔"

سیرت کی اہمیت صاحب سیرت کی زبانی:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین."

(مسند احمد)

"کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اسے اس کے والدین، اولاد حتیٰ کہ تمام انسانوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔"

حدیث مبارکہ کی روشنی میں دنیا میں سب سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کامل ایمان کی دلیل ہے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ سیرت کو پڑھا، پڑھایا اور لکھا، بتایا نہ جائے۔

چنانچہ اس فلسفے کے پیش نظر ہر دور میں علماء، محققین اور صاحب ایمان لوگ سیرت نگاری کے عمومی

Marfat.com

انداز سے لیکر سیرت مبارکہ کے چنیدہ اور نمایاں پہلو پر روشنی ڈال کر اس حدیث کو سرمایہ افتخار سمجھتے رہے۔خود بھی ابدی سعادتیں سمیٹے رہے،اور لوگوں کے لئے بھی سامان ہدایت تیار کر کے ان کی عاقبتوں کو خوش بختی سے ہم کنار کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہے۔

رحمهم الله و ارضاهم اجمعين

اس سلسلے کی ایک کڑی بیسویں صدی عیسوی میں لکھی جانے والی شہرہ ءآفاق تصنیف ''نور الیقین فی سیرۃ سیّد المرسلین'' بھی ہے۔ جسے ''علامہ شیخ محمد الخضری ؒ'' نے سرور کونین ﷺ سے جس عشق و محبت اور لگاؤ میں ڈوب کر تحریر فرمایا،اس کا اندازہ کتاب پڑھ کر ہی ہوسکتا ہے۔

کتاب کی خصوصیات:

(۱) مختصر مگر جامع:

بظاہر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ان کی یہ تصنیف ان کی زندگی بھر کے ''مطالعہ سیرت'' کا نچوڑ ہے۔ان کی یہ تصنیف سیرت کا مختصر اشاریہ کہلانے کی مستحق ہے، کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کی مکمل حیات طیبہ کو محیط ہے۔سیرت کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا۔البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ امور جو سیرت کا مطالعہ کا بنیادی مقصد ہیں،ان پر علامہ موصوف نے مکمل زور دیا ہے اور تفصیل کے ساتھ سیر حاصل تبصرہ فرماتے ہوئے ان کو کھول کھول کر پیش کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کتاب کی جامعیت میں قدرے اضافہ ہوا ہے۔

اسی اعجاز واختصار کے پیش نظر مصنف ؒ نے سب سے پہلے نسب نامہ ذکر کیا ہے اور پھر فوراً جناب عبداللہ اور بی بی آمنہ کی شادی کا تذکرہ فرما کر بعثت سے پہلے کے اہم اہم واقعات کو مختصر انداز میں پیش کیا اور پھر بعثت اور اس کے بعد ہجرت مدینہ تک اہم اہم حصوں کو اچھوتے انداز میں ذکر کر کے مدنی زندگی بیان کی۔

(۲) کتب سماویہ کی بشارتیں:

سیرت نگاروں کے عام اسلوب سے ہٹ کر مصنف ؒ نے ایک امتیازی انداز یہ اختیار فرمایا کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کی جو بشارتیں بیان کی گئی ہیں، انہیں بھی اپنی تصنیف کا حصّہ

Marfat.com

بنایا ہے۔

(۴) معنی خیز اسلوب بیان:

صاحب کتابؒ نے اگرچہ کسی قصے یا بحث کے آخر میں "دروس وعبر" کا عنوان قائم نہیں کیا، البتہ اسلوب بیان ایسا معنی خیز ہے کہ اس عنوان کی حاجت ہی نہیں رہ جاتی اور پڑھنے والا از خود نتیجہ اخذ کر لیتا ہے۔

ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ مزید اور امتیازات کے پیش نظر یہ کتاب وفاق المدارس کی طرف سے ملحقہ اداروں میں درجہ ثالثہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اور کافی عرصے سے پڑھی پڑھائی جارہی ہے۔

اس کتاب کے شامل نصاب ہونے کی وجہ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ اور یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس شاہکار تصنیف کے مزید افادہ عام کے لئے اسے اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے، تا کہ وہ طلبہ جو اسے درساً پڑھتے ہیں، ان کے لئے سمجھنے میں آسانی ہو۔

دوسری اور اہم بات یہ کہ ترجمہ ایسے انداز سے کیا جائے کہ وہ عوام جو اردو زبان میں سیرت کا مختصر مگر جامع مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، ان کی سیرابی کا سامان بھی ممکن ہو سکے، اس لئے ہم نے اس کتاب کو درساً پڑھتے ہوئے ہی ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اور اپنے شفیق اساتذہ اور مخلص ساتھیوں کی رہنمائی میں کام کو آگے بڑھاتے رہے۔ اور اب بحمد اللہ وبفضلہٖ تعالیٰ کام آخری مراحل میں ہے۔

ترجمہ کی کچھ خصوصیت ذکر کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا۔

ترجمہ کی کچھ خصوصیت:

(۱) بنیادی طور پر کتاب کے پانچ حصے بنائے ہیں:

☆ اہداف دارستہ السیرہ

☆ بعثت سے قبل کے حالات

☆ مکی زندگی

☆ مدنی زندگی

Marfat.com

☆شمائل نبوی ﷺ (زیر تکمیل)

(۲) کتاب کو کل سولہ ابوب میں تقسیم کیا گیا ہے، ابتدائی چار ابوب تو (اہداف دراسۃ السیر ہ، النسب الشریف، السیر ۃ قبل البعثۃ اور مکی زندگی) ہی ہیں، جب کہ پانچواں باب (مدنی زندگی) ہے۔اس کے بعد مدنی زندگی کے ہر سال کو ایک باقاعدہ با۔ ۔کی صورت دی گئی ہے۔اور یہ باب گیارہ سالوں پر مشتمل ہیں۔اس طرح یہ کل ملا کر سولہ ابواب ہوئے۔

(۳) ترجمہ کو من وعن عربی سے اردو میں بدلا ہے مگر بامحاورہ ترجمہ کی افادیت کے پیش نظر اس سے چھٹکارہ کسی طور ممکن نہیں۔پھر بھی اوّلین ترجیح یہی رہی کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہ آئے۔البتہ بسا اوقات جملے کا مطلب واضح کرنے کی غرض سے کچھ اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

(۴) مین ہیڈنگ کا ترجمہ کرتے ہوئے ترجمہ کے ا- ولوں کو ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکہ اس عنوان کو اردو ادب کے سانچے میں ڈھالنے کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے۔

(۵) سلیس اردو زبان کو اختیار کیا گیا ہے۔چنانچہ عربی محاوروں کا ترجمہ کرتے ہوئے ازحد کوشش کی گئی ہے کہ اردو زبان میں ان کا متبادل کوئی محاورہ ہی لکھا جائے۔اسی طرح جہاں عبارت میں وضاحت کی ضرورت تھی، وہاں کچھ الفاظ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔البتہ ان الفاظ کو قوسین (بریکٹ) میں رکھا گیا ہے۔

(۶) میں ہیڈنگ کے علاوہ گاہے گاہے جہاں کہیں جیسا مناسب سمجھا گیا، عنوان لگایا گیا ہے۔امید ہے کہ یہ عنوانات کتاب کی کشش (attrection) کو بڑھانے میں معاون ہوں گے، جس سے قاری کا استفادہ مزید بہتر انداز میں ممکن ہو سکے گا۔یہ عنوانات ذیلی سرخی (sub heading) کے طور پر جا بجا دکھائی دیں گے۔

(۷) قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی دامت برکاتھم العالیہ کے ''آسان ترجمہء قرآن'' کی مدد سے کیا گیا ہے، جس میں سیاق کلام کو ملحوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

(۸) کتاب کی افادیت میں افادے کے پیش نظر 'اہداف دراسۃ سیرۃ النبویۃ' (''سیرت مجتبی ﷺ کا مطالعہ کیوں کیا جائے؟'') کے عنوان سے ایک ضمیمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔یہ ایک خود نوشتہ

Marfat.com

تحریر ہے، جس میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ، زندگی کے ہر شعبے میں آخر کس طرح ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اس ضمیمے کو اصل کتاب کے شروع میں رکھا گیا ہے تاکہ مبتدی اور محقق جو بھی اس کو پڑھے، وہ خالی الذہن ہو کر اس بات کا ادراک (احساس) کرے کہ مجھے سیرت کا مطالعہ کیوں کرنا چاہیے۔ آیا میں جس شعبے سے تعلق رکھتا ہوں، کیا اس حوالے سے بھی سیرت میں رہنمائی موجود ہے؟؟

Marfat.com

باب اول

اهداف دراسة السّيرة

مقاصد سیرت

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم میں اللہ رب العزّت کا ارشاد ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ."

(سورۃ احزاب ۲۱)

ترجمہ: "(اے لوگو!) تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ہے۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وان تطیعوہ تھتدوا."

(سورۃ النور ۵۴)

ترجمہ: "اگر تم اس (نبی ﷺ) کی اطاعت کرو گے، تو ہدایت پاؤ گے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

"قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم."

(سورۃ آل عمران ۳۱)

ترجمہ: "(پیارے نبی! ان لوگوں سے) کہہ دیجئے، کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ کو تم سے محبت ہو جائے گی۔ اور وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔"

اس طرح سرکار دو عالم ﷺ کے ذخیرہ احادیث میں سے ہے:

"لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین."

(مسند احمد، کنز العمال)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک پکا مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور پوری انسانیت سے زیادہ عزیز (محبوب اور پیارا) نہ ہو جاؤں۔"

Marfat.com

محترم قارئین! ان تمام آیات واحادیث کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضورﷺ کی ذات گرامی کا تقدّس، آپﷺ کا مرتبہ اور ایک عام مسلمان کی زندگی میں آپﷺ کی حیثیت اور مقام واضح ہو جائے، جو نصوص مذکورہ سے بخوبی عیاں ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ لمن کان یرجو اللہ و الیوم الآخر وذکر اللہ کثیراً."

(سورۃ الاحزاب ۳۱)

اس آیت کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہر وہ شخص جو قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ نبی اکرمﷺ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرے۔ اس کے ساتھ ہی آیت مبارکہ سے یہ امر بھی مفہوم ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اگر رہنمائی کسی کو مطلوب ہے تو اس کی سیرابی کا سامان دربار رسالت کے شیریں ووافر چشمے ہی سے ممکن ہے۔

جہاں رسالت مآبﷺ کی حیات طیبہ کا انفرادی پہلو سراپہ ہدایت ونور ہے، تو اجتماعی زندگی میں بھی آقائے نامدارﷺ مینارۂ نور ہیں۔

خانگی زندگی میں آپﷺ کے کردار کی نظیر پیش کرنا محال ہے، تو معاشرتی اقدار کی پاسداری میں آپﷺ کا ثانی نہیں ملتا۔ عبادات کے معاملے میں حرص ومسابقت عروج پر ہے، تو معاملات وتجارت معیشت کے دنیا میں بھی آپ کی مہارت کامیابی اور دوررسی کا اقرار کیے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ دعوت و ارشاد تو جیسے باری تعالیٰ کا عطیہ تھا ہی، میدان کارزار میں ثابت قدمی، بہادری اور حسن تدبیر بھی گویا ورثے میں ملی تھی۔ غرض زندگی کا کوئی پہلو اور گوشہ ایسا نہیں جس میں سرکار دو جہاں حضرت محمدﷺ حیات طیبہ سے رہنمائی نہ ملتی ہو۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

Marfat.com

اور۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اھداف دراسۃ سیرۃ النبویۃ

بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتی ہے، لہٰذا ہر خاص و عام کو حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنا شاہئے۔ تاکہ ہر ایک اپنی زندگی کو حسین تر بنانے اور دائمی فلاح و بہبود اور کامیابی و کامرانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

جہاں ایک عام مسلمان حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے سہارے اپنی زندگی میں فوز و فلاح سمیٹ سکتا ہے، وہیں علماء، فقہاء اور دانشور بھی اپنے فرائض کی کماحقہ پاسداری میں محبوب خدا ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں مراد کو پہنچ سکتے ہیں۔ ایک داعی کے لئے بھی حضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اشد ضروری ہے، تو اسلام کی جغرافیائی سرحدوں کے محافظ، مجاہدین کے لئے بھی آپ ﷺ کی لازوال تعلیمات ناگزیر ہیں۔ قائدین اور سیاسی رہنماؤں کے لیے بھی سیرت نبی ﷺ کے درخشاں پہلو آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں، تو نظریاتی سرحدوں کے محافظ، معلّمین و مدرّسین کے فرائض منصبی کی ادائیگی کا مسئلہ بھی دربار رسالت سے حل ہوتا ہے۔ غرض زندگی کا ہر گوشہ اور فیصلہ کن موڑ، سیرت نبی ﷺ کا ہر ہر قدم پر محتاج ہے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر ہم نے اپنے اس مختصر مقالے کا موضوع پڑھنے پڑھانے کے اغراض و مقاصد کو بنایا ہے۔ ہم اپنے موضوع "اھداف دراسۃ سیرۃ النبویۃ" کو مندرجہ ذیل حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱......عمومی اہداف

۲......خصوصی اہداف

Marfat.com

عمومی اہداف:

ان اہداف کے تحت بالعموم پوری امت مسلمہ کے رہنمائی کے پہلو کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

خصوصی اہداف:

ان اہداف کا تعلق مخصوص طبقات سے ہے کہ انہیں سیرت مصطفی ﷺ کا مطالعہ، رہنما اور مسیحا دکھائی دے۔ ان طبقات میں علماء وفقہاء، مدرسین و اساتذہ، مجاہدین و مبلّغین، مفسّرین و محدّثین، قائدین و حکّام اور اسی طرح دیگر شعبہ جات زندگی سے تعلق رکھنے والے خصوصی لوگوں کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

اب ہم ان اہداف کو قدرے تفصیل سے دیکھتے ہیں۔

عمومی اہداف:

۱) ہدایت کا حصول

۲) دونوں جہانوں میں عظیم تر کامیابی

۳) پیغمبر اسلام ﷺ کی معرفت

۴) محبت نبوی ﷺ کا حصول

۵) اتباع سرورِ کونین ﷺ

۶) مزاج شریعت سے روشناسی

۷) اخلاقیات کا سرچشمہ

۸) آغوش نبوت میں پروردہ نفوس کی پہچان

۹) گھریلو زندگی میں رہنمائی

۱۰) امّہات المؤمنین کے لیل ونہار۔

Marfat.com

پیغمبر اسلام ﷺ کی معرفت:

اس موقع پر علامہ ادریس کاندھلویؒ کا اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''سیرت مصطفیٰ ﷺ'' کے مقدمے میں تحریر کردہ اقتباس ذکر کیا جاتا ہے:''...ایک مسلمان اور مؤمن کے لئے اپنا جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ محمد ﷺ کا جاننا ضروری ہے، جو شخص محمد ﷺ کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان اور اسلام کو کیسے جان سکتا ہے؟ مؤمن اپنے وجود ایمانی میں سراسر وجود پیغمبر کا محتاج ہے۔ العیاذ باللہ اگر وجود پیغمبر ﷺ سے قطع نظر کرلی جائے، تو ایک لمحہ کے لئے بھی مؤمن کا وجود ایمانی برقرار نہیں رہ سکتا۔ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ۔(سورۃ احزاب ۶) نبی کے حق میں مؤمن اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ مؤمن کا وجود ایمانی آفتاب نبوت کا معمولی سا عکس اور پرتو ہے اور ظاہر ہے کہ پرتو کا جو قرب اور تعلق اپنا اصل اور منبع یعنی آفتاب سے ہوسکتا ہے وہ آئینے سے نہیں ہوسکتا۔ مومن کو جو ایمان پہنچتا ہے، وہ نبی کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان نبی سے قریب ہے اور مومن سے بعید ہے۔ اس لیے کہ ایمان نبی کے ساتھ متصف بالذات ہے اور مومن ایمان کے ساتھ متصف بالعرض ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ مومن اپنے ایمان کے بارے میں جاننے سے پہلے اپنے نبی کی سیرت کو جانے تا کہ نبی کے راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی چلنے کی دعوت دے۔''(سیرۃ مصطفیٰ ﷺ)

اس اقتباس کو ذکر کرنے کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں!

محبت نبوی ﷺ کا حصول:

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ کا مطالعہ کرنے کا ایک اور اہم اور بڑا مقصد ''محبت نبوی ﷺ'' بھی ہے۔ نبی ﷺ کی کامل محبت کے بغیر ایمان ہی نامکمل ہے۔ جیسا کہ روایت ہے:

''لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین.''

Marfat.com

حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایسی والہانہ محبت کو ایمان کامل کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے، جو دنیا و مافیہا پر بھاری ہے۔ جب تک محبت رسول اللہ ﷺ ہی دل میں نہ ہو، یا ہو لیکن کمال درجہ کی نہ ہو، یا اگر کامل درجہ کی ہے لیکن اس کا ادراک نہ ہو تب بھی ایمان میں خلل بہر حال موجود ہے۔

اس موقع پر سیّدنا فاروق اعظمؓ کا واقعہ فراموش کرنا خیانت ہوگی، کہ جب فاروق اعظمؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا؛ ''یارسول اللہ! اپنی جان کے علاوہ دنیا کی تمام چیزوں پر آپ ﷺ کی محبت غالب ہے۔'' تو سرورکونین ﷺ نے فرمایا: ''عمر! ایمان کامل نہیں۔'' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اب آپ مجھے دنیا ومافیہا حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی عزیز تر ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اب ایمان مکمل ہے۔''

حضور ﷺ کی محبت ہمارے دلوں میں تب ہی پیدا ہوسکتی ہے جب ہم سیرت کا مطالعہ کریں، آپ ﷺ کے احوال سنیں، سیرت کے موضوع پر ہونے والی مجالس میں شرکت کریں، غرض جتنا ممکن ہو آقائے نامدار کا تذکرہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کریں۔ تاکہ دلوں میں آپ ﷺ کی سچی محبت جاگزیں ہوجائے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ جس سے انسان کو محبت ہوتی ہے، بات بات میں اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ تو جب ہم (چاہے سننے سنانے کے اعتبار سے ہو، چاہے پڑھنے پڑھانے کے اعتبار سے ہو) کریں گے یہ ہماری آپ ﷺ سے محبت پر دلیل ہوگی۔ اور ساتھ ساتھ محبت میں اضافے کا سبب بھی۔

اتباع سرورکونین ﷺ:

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا مقدس ارشاد ہے:

"قل اطیعوا اللہ و اطیعو الرّسول." (سورۃ النور ۵۶)

آیت مبارکہ میں رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس حکم کی پاسداری ہر ایمان والے پر ضروری اور لازم ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اطاعت کیسے کریں؟ تو خود قرآن کریم کی سورۃ الحشر کی آیت نمبر سات میں اس کا یوں جواب ملتا ہے: "ما اتا کم الرّسول فخذوہ و ما نھیٰ کم فانتھوا." کہ نبی کریم ﷺ جس چیز کا بھی حکم دیں، اسے لازم پکڑو، اور جس چیز سے وہ منع کرے، اس سے لازمی طور پر کنارہ کش ہوجاؤ۔

Marfat.com

محترم قارئین! وہ احکام جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور وہ نواہی جن کے ارتکاب سے روکا گیا ہے، سیرت کے مطالعہ کے بغیر آخر کیونکر پتہ چل سکتے ہیں؟ اور اگر قرآن مجید سے احکام پتہ چل بھی جاتے ہیں تو اس کے عملی تطبیق تو حضور ﷺ کی سیرت کے بغیر ناممکن ہے، کیونکہ اطاعت رسول ﷺ کا تو مصداق ہی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کو حضور کی شخصیت کی روشنی میں سمجھا جائے۔ بہر کیف ضروری ہے کہ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تا کہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع نصیب ہو، اور آپ ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں ہوتا کہ اللہ کے محبوب کی اتباع اس کی منشاء و مرضی کے عین مطابق ہو سکے۔

مزاج شریعت سے روشناسی:

اللہ کے نزدیک معتبر دین اسلام ہی ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "انّ الدّین عند اللہ الاسلام." (سورہ آل عمران ۱۹) یہ دین اسلام نبی ﷺ کو دیا گیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہونے والی آیت کریمہ "الیوم اکملتُ لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا." (سورۃ المائدہ ۳) سے اسی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ دین اسلام کو سمجھنے کے لیے صاحب شریعت ﷺ کے دربار پر حاضری ضروری و ناگزیر ہے، کیونکہ کسی بھی چیز کو اس کے مالک (رسول اللہ ﷺ) سے زیادہ بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا!

اخلاقیات کا سرچشمہ:

اخلاقیات کے باب میں جو اعلیٰ اقدار حضور سرور کائنات ﷺ کے حصے میں آئے، ان کا تو کہنا ہی کیا ہے کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انک لعلیٰ خلق عظیم." (سورۃ القلم ۴) کہ آپ ﷺ تو اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "انما بعثتُ لاتمّم مکارم الاخلاق." (السنن الکبریٰ، کنز العمال) مجھے تو اعلیٰ پیمانے کے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

معزز قارئین! آخر یہ سب کچھ سیرت کے مطالعے کے بغیر کیونکر ممکن ہے؟؟ نہیں ہے اور بالکل

Marfat.com

نہیں ہے کہ ہم حضور ﷺ کی سیرت طاہرہ کا مطالعہ کئے بغیر ہی منشائے خداوندی پر عمل پیرا ہونے میں کامیاب ہوسکیں۔

آغوشِ نبوت کے پروردہ نفوس کی پہچان:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "امنو کما امن النّاس" (سورہ بقرہ ۱۳) "اے لوگو! تم ایسا ایمان لاؤ جیسا یہ لوگ (صحابہؓ) ایمان لائے۔" اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے: "فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا" (سورہ بقرہ ۱۳۷) اگر وہ ایمان لائے جیسا کہ تم (صحابہؓ) ایمان لائے تو پکی بات ہے کہ وہ ہدایت پا گئے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے ذخیرہ حدیث میں متعدد ارشادات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اور ان کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً: "اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولو لعنة الله علیٰ شر کم" (مشکوۃ) لوگو جب تم دیکھو کہ کوئی بد بخت میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہتا ہے تو کہہ دو "تیرے اس شر کی وجہ سے تجھ پر لعنت ہو۔" اسی طرح کی بے شمار احادیث اور قرآنی آیات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں پر ان آیات و احادیث کو ذکر کرنے سے اس طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے کہ آخر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو یہ مقام کیونکر حاصل ہوا کہ ان کے ایمان کو معیار قرار دینا قرآن مجید کا فیصلہ ہوا اور ان سے رضائے الٰہی کا اعلان قرآن پاک میں کیا گیا، حضور ﷺ کے دربار سے آخر جنت کی بشارتیں انہیں کیونکر ملیں؟؟ اور پیغمبر ﷺ کو کس چیز نے مجبور کیا کہ وہ اعلان فرمائیں: "اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولو لعنة الله علیٰ شر کم" آخر وہ کیا اوصاف ہیں جن کی بناء پر انہیں "اشداء علی الكفار رحماء بینهم" کا طمغہ امتیاز دربار ایزدی سے دیا گیا؟

ان تمام سوالات کے جوابات جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ان برگزیدہ شخصیات کو پڑھا جائے، ان کی کیفیت ایمانی کو پرکھا جائے، ان کے حالات زندگی کو بھرپور طریقے سے جانا جائے۔ اور یہ مقصد سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے، کیونکہ سیرت النبی ﷺ میں ان کے حالات قلم بند کئے جاتے ہیں۔ اور گاہے گاہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ سیرت کی وسعت کے پیش نظر بعد ازاں اگرچہ یہ فن سیرت صحابہ کا عنوان اختیار کر لیتا ہے، لیکن بنیادی طور پر اس کا ماخذ اور مرجع

Marfat.com

"سیرت النبی ﷺ" ہی ہے۔

گھریلو زندگی میں رہنمائی:

انسان کی زندگی کا ایک اہم گوشہ "خانگی زندگی" سے موسوم ہے۔ صالح معاشرے کے قیام میں اس شعبہ کی حیثیت، اہمیت اور قدر و منزلت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انسان کی پہلی تربیت گاہ اس کی ماں کی گود ہے، اس کے بعد اردگرد کا ماحول، جس میں اس کا خاندان، قوم اور قبیلہ انسان کی شخصیت سازی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اگر بنیادی تربیت گاہوں میں تربیت اچھی ہو تو معاشرے کی فلاح و بہبود کی ضمانت دی جا سکتی ہے، بصورت دیگر صالح معاشرے کا قیام ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔
خانگی زندگی کو کن خطوط پر استوار کیا جائے؟ والدین کے حقوق، میاں بیوی کے تعلقات کی نوعیت، حقوق و فرائض کی ادائیگی، اولاد کی تربیت، اعزہ و اقارب سے رویہ اور پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات اور ان کے حقوق سے متعلق ہمارے پیارے نبی ﷺ کی کیا تعلیمات ہیں؟ وہ کیا درس دیتے ہیں؟ یہ سب جاننے کے لیے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کے اس گوشے کا مطالعہ کیا جائے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیل و نہار:

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا امت محمدیہ کی تربیت میں بڑا اہم کردار ہے۔ بالخصوص خواتین اسلام کی ازدواجی زندگی کا پہلو ازواج مطہرات کے بغیر ادھورا ہے، چنانچہ صحابیاتؓ کے امور خانہ داری، شوہر سے معاملہ اور اولاد کی تربیت جیسے حساس پہلوؤں کو عملی طور پر سیرت سرور کونین ﷺ میں ہی زیر بحث لایا جاتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات اور مسلمانوں کی ماؤں کی حیات طیبات کا مطالعہ کرے تاکہ ہادی برحق ﷺ کی ہدایت برحق کا عملی نمونہ امت مرحومہ کے فرزند کی زندگی میں بھی نمایاں ہو جائے۔

Marfat.com

خصوصی اہداف:

۱) داعی حق کی دعوت حق کا نرالا اسلوب

۲) میدان کارزار میں قیادت وسیادت کا جوہر نایاب

۳) حضور ﷺ کی سیاسی بصیرت

۴) قرآن فہمی

۵) دربار رسالت کی تدریسی ضیاء پاشیاں

داعی حق کی دعوت حق کا نرالا اسلوب:

اللہ پاک کا قرآن مجید میں ارشاد ہے: "یا ایّھا الرّسول بلّغ ماأنزل الیک من رّبک وان لم تفعل فما بلّغت رسالته۔ (سورۃ المائدہ ۱۲۵) نبی کریم ﷺ کو دربار ایزدی سے حکم دیا گیا کہ جو کچھ بھی ہماری طرف سے آپ پر وحی کی صورت میں اتارا جاتا ہے، اسے امت تک پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے: "ادع الیٰ سبیل ربّک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالّتی ھی احسن." (سورۃ النحل ۱۲۵) چنانچہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ جب بھی خطبہ ارشاد فرماتے تو حاضرین کی ذہنی سطح، ان کے اردگرد کے ماحول، اور ان کی مکمل صورت حال کو دیکھ کر گفتگو فرماتے، مثال کے طور پر جب آپ ﷺ نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر نبوت کا اعلان فرمایا تو روایات میں "یا صباحا" کے الفاظ ملتے ہیں جو اس وقت کے مخاطبین کے لیے سب سے بلیغ تعبیر تھی۔ تفصیلات کے لیے سیرت کی کتب کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کا مثالی خطبہ، دعوت وتبلیغ کا حسین شاہکار ہے، جس کی جہانگیریت کے سبب اسے "دنیا کا سب سے پہلا

Marfat.com

انسانی دستور'' کہا جاتا ہے۔

یہ تمام دورس وعبر اور زرین اصول وتعلیمات سیرت النبی ﷺ کے مطالعے کے متقاضی ہیں۔ ہر داعی ۔کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرے۔ جب کوئی داعی سیرت کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے پیش نظر دعوتی اسلوب بھی ہونا چاہیے۔ خاص اس موضوع پر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں، جن سے ہر دور میں داعیان حق نے استفادہ کیا۔ آج بھی داعی حضرات کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

میدان کارزار میں قیادت وسیادت کا جوہر نایاب:

پیغمبر اسلام ﷺ کا بحیثیت قائد اور رہبر کے غیروں نے بھی برملا اعتراف کیا ہے۔ اور آپ ﷺ کی قیادت کو اعلیٰ درجے کی قیادت میں شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی عظیم انسانوں کی بات کی جاتی ہے، تو غیر مسلم لکھاری بھی حضور ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں کو فراموش کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اور انصاف کے پیمانے اور اصولوں سے مجبور ہو کر حضور ﷺ کا تذکرہ کر کے غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر چہ وہ فقط اس غیر جانب داری کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔

آپ ﷺ کی قائدانہ مہارت کا اندازہ آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے اس شعبے سے تعلق رکھنے والے حضرات کو خصوصی طور پر آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے بالخصوص قیادت کے حوالے سے جو آفاقی تعلیمات اور دروس ملتے ہیں، انہیں ضبط کر کے اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کو پورا کر کے ہدف تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضور ﷺ کی سیاسی بصیرت:

سیرت مقدسہ میں یہود سے معاہدے، صلح حدیبیہ اور مکہ و مدینہ کے گرد و نواح کے سرداروں سے سیاسی معاملات، ایسے عنوانات ہیں، جن سے آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت کا بخوبی

Marfat.com

اندازہ ہو جاتا ہے اور ان واقعات و اقدامات میں ایسی دور رسی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے کہ کمال بصیرت کا مظاہرہ فرمایا۔

مثلاً صلح حدیبیہ میں جب شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف جا رہی تھیں تو صحابہ کرامؓ پر انتہائی بوجھ ہوا۔ اور وہ بہت کچھ سوچنے لگے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نبی برحق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! بالکل ہوں۔'' پھر پوچھا: ''کیا ہم حق پر نہیں؟'' ارشاد ہوا: ''بالکل ہیں۔'' کہا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اتنے دب کر صلح کرنے پر مجبور ہیں؟ اور سامنے ہمارا مسلمان بھائی ابو جندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا فریاد کرتا ہے لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آخر کیوں؟ ان تمام باتوں کو حضور ﷺ نے تحمل سے سنا۔ اور جب وقت گزر گیا تو پھر صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوا کہ یہی صلح حدیبیہ ہے جسے ''فتح مبین'' کہا گیا اور جس نے فتح مکہ کی راہ ہموار کی۔ اور مسلمان جس شان و شوکت کے ساتھ اپنے آبائی وطن میں داخل ہوئے شاید تاریخ اس کی مثال پیش نہ کر سکے۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ نے ہمیں یہ اصول بھی دیا کہ اگر دشمن زیادہ ہوں تو حتیٰ الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ بیک وقت سب سے مقابلے کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ یہود سے معاہدہ اسی سلسلے کی کڑی ہے، اور پھر یہود کے ساتھ معاہدہ کرنے میں یہ حکمت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ دشمن کی نوعیت کا اندازہ لگایا جائے کہ ترجیحی بنیادوں پر کس سے نبرد آزما ہو جائے اور کسے معاہدے کے ذریعے ٹھنڈا کیا جائے۔ اسی طرح غور کرنے سے ان سیاسی معاہدوں کی دستاویز اور عبارات سے نجانے کتنے اصول مستنبط ہو سکتے ہیں۔ جن کا اندازہ تفصیل کے ساتھ سیرت خاتم النبیین ﷺ کے مطالعے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ تو ضرورت ہے کہ سیرت کا مطالعہ کیا جائے۔

قرآن فہمی:

حدیث شریف میں آتا ہے: ''القرآن یفسّر بعضه بعضاً.'' یعنی قرآن کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی شرح و وضاحت کرتی ہیں۔ قرآن مجید بتدریج تیئیس/۲۳ سالوں میں نازل کیا گیا، اس

Marfat.com

کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا اور پھر اس کے بارے میں آیت اترتی تو یہ طریقہ قرآن فہمی میں زیادہ معاون ہوتا۔ چنانچہ متعدد قرآنی آیات ایسی ہیں کہ جب تک ان کا پس منظر بیان نہ کیا جائے انہیں سمجھنا مشکل ہے۔

ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے سیرت کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جس سے ان آیات کا شان نزول اور اللہ رب العزت کی آیت منشاء و مراد کو سمجھنے میں مدد حاصل کی جاتی ہے۔ مفسّر قرآن اس وقت تک ٹھیک تفسیر بیان نہیں کرسکتا، جب تک اس کو سیرت سے آگاہی نہ ہو۔

تفاسیر میں سب سے معتبر تفسیر وہی سمجھی جاتی ہے، جو نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ثابت ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اعلم التفسیر ہونے کی یہی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ''جو بات سمجھ میں نہیں آتی اسے پوچھ لیتا ہوں'' یوں تو اور بھی صحابہؓ تھے، لیکن آپؓ کی تفسیر کے حوالے سے شہرت اور خصوصیت میں اس کا بڑا دخل ہے کہ آپؓ پوچھتے تھے اور ظاہر ہے جس سے پوچھا جائے وہ سرکار کی سیرت سے ہٹ کر تو نہیں بتا سکتا۔ تو معلوم ہوا جو شخص سیرت پر عبور رکھتا ہو وہی تفسیر کو بھی با مہارت بیان کرسکتا ہے۔ لہٰذا کسی مفسر کے لئے گنجائش نہیں کہ سیرت سے بیگانگی کا ثبوت دے۔

دربار رسالت کی تدریسی ضیاء پاشیاں:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''انما بعثت معلماً'' کہ میں استاذ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ ﷺ کے ظل عاطفت میں تربیت پانے والے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ معلم کائنات کا بطور مربّی و استاذ کیا معاملہ تھا۔ انداز تدریس اور طرز تعلیم کس نہج پر تھا کہ جس سے ''انما بعثت معلماً'' کا دعویٰ واضح ہو جائے۔ یہ جاننے کے لئے ہر استاذ کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرے اور جن اصولوں پر تعلیم و تربیت کا اہتمام آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا، انہی پر کاربند رہتے ہوئے اپنے فریضے کی ادائیگی سے انصاف کرتے ہوئے صحیح معنوں میں اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اور جس طرح اصحاب صفہ کی صورت میں صحابہ کرام کی جماعت کا ایک طبقہ تعلیم و تعلم کے شعبے میں ابھر کر سامنے آیا، ویسے ہی بعد کے زمانے کے اساتذہ کے زیر سایہ پڑھنے لکھنے

Marfat.com

والے طلبہ بھی مثالی کارنامے سرانجام دے سکیں۔

حضور ﷺ کی سیرت کے اس گوشے پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی کہ جس کو بھیجا ہی استاذ بنا کر گیا ہو، اس کے کمالات اکٹھے کرتے لوگوں کی زندگیاں تو بیت سکتی ہیں، لیکن کمالات ختم نہیں ہوسکتے بلکہ ان کمالات وخصوصیات میں اضافہ ہی ہوسکتا ہے کمی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خاتمہ

حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کی اہمیت اور اس کے پڑھنے پڑھانے سے جو مقاصد واہداف ہوسکتے ہیں، اپنی حیثیت سے بڑھ کر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ دعویٰ بالکل نہیں کیا جاسکتا کہ اس موضوع پر فقط یہی کچھ لکھا گیا ہے بلکہ اس سے پہلے بھی لکھا گیا ہے اور آئندہ بھی لکھا جائے گا لیکن ہم نے اس موضوع پر تھوڑا بہت مواد جمع کر کے ''انگلی کٹا کے شہیدوں میں نام لکھوانا'' کے فلسفے کو پیش نظر رکھا ہے کہ کل بروز قیامت جب سیرت نگاروں کا دربار لگے تو ہمیں بھی عطائے خداوندی سے سرکار دوعالم ﷺ کی جوتیوں میں جگہ مل جائے تو ''ذالک ھوالمرام۔''

اس ضمیمے میں سیرت کو بنیادی طور پر دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

☆ عمومی اہداف

☆ خصوصی اہداف

عمومی اہداف کے ضمن میں ''نبی کریم ﷺ کی محبت، آپ ﷺ کی اتباع، آپ ﷺ کی معرفت، آپ ﷺ کے صحابہؓ کی معرفت، مزاج شریعت سے آشنائی، آپ ﷺ کی گھریلو زندگی اور آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی'' پر بات کی گئی ہے۔

جب کہ خصوصی اہداف کے تحت ''حضور نبی اکرم ﷺ کی دعوتی زندگی، نبی ﷺ بحیثیت معلم، آپ ﷺ بطور قائد، حضور ﷺ کی سیاسی بصیرت اور قرآن فہمی'' کے عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔

Marfat.com

پیغام یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو خالی الذہن ہو کر رہنمائی حاصل کرنے کی نیت سے اور اول تا آخر سمجھ کر پڑھا جائے، تا کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سدھار آئے۔ اور ہمیں اپنا کھویا ہوا عروج دوبارہ نصیب ہو۔

Marfat.com

باب دوم

نسب نامۂ سرورِ کونین ﷺ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسب شریف

(حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پاکیزہ نسب نامہ)

محمد بن عبداللہ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ وہ قابل فخر سردار ہیں، جن کے وجود سے اس عالم کے لوگ معزز ہو گئے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کے والد صاحب حضرت عبداللہ کی زوجہ محترمہ آمنہ بنت وہب زہری قریشی ہیں۔

عبداللہ کے والد عبدالمطلب ہیں۔ جن کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عمرو مخزومی قریشی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب قریش میں بڑے معزز شخص خیال کیے جاتے تھے۔ ہر معاملے میں ان کی دی ہوئی رائے کا پاس رکھا جاتا تھا اور قریش ان کو اپنی مہمات میں ہمیشہ آگے رکھا کرتے تھے۔

عبدالمطلب ہاشم کے بیٹے ہیں۔ ہاشم کی زوجہ محترمہ سلمیٰ بنت عمرو نجاریہ خزرجیہ ہیں۔

ہاشم عبدمناف کے بیٹے ہیں۔ عبدمناف کی زوجہ عاتکہ بنت مرہ سلیمہ ہیں۔

عبدمناف قصی کے بیٹے ہیں۔ قصی کی زوجہ محترمہ حبی بنت حلیل خزاعیہ ہیں۔

سقایہ ورفادہ:

حضور ﷺ کی آمد سے پہلے یعنی جاہلیت کے زمانے میں بیت اللہ کی نگرانی، سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا، رفادہ یعنی کھانا کھلانا اور ندوہ کے فرائض آپ ﷺ کے جدامجد جناب قصی کے سپرد تھے۔

ندوہ:

قریش کے باہمی مشورہ کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے، جہاں پر ہر معاملہ تکمیل کو پہنچتا تھا۔ (یہ بھی انہی کے اختیار میں تھی)

علمبرداری:

Marfat.com

اسی طرح جناب قصی کو جنگ کے دنوں میں علمبرداری جیسی سردارانہ سعادت بھی حاصل تھی، یہاں تک کہ جنگ کی ابتدا بھی انہی کے ہاتھ سے ہوا کرتی تھی۔

خدمات کی تقسیم کا مرحلہ:

مرض الموت میں آپ نے ان تمام کاموں کی ذمہ داری اپنی اولاد بنوعبدالدار کے سپرد فرمادیں۔ لیکن بنوعبد مناف اپنے چچازادوں میں ایسا منصب چھوڑنے پر تیار نہ ہو سکے کہ جس کی بنا پر وہ اپنے آپ کو دیگر لوگوں پر برتر سمجھیں۔ اس وقت اگر بنوعبدالدار اور بنوعبد مناف دونوں فریقوں کے باشعور اور عقل مند لوگ معاملے کو حل نہ کرتے، تو بات جنگ وجدل تک پہنچ جاتی۔ چنانچہ انہوں نے (اس لڑائی جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے) بنوعبد مناف کو سقایہ اور رفادہ دے دیا (ان دونوں کی وضاحت گزر چکی ہے)۔ یہ دونوں چیزیں سلسلہ درسلسلہ عباس بن عبدالمطلب اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹوں تک پہنچیں۔ جب کہ حجابت یعنی بیت اللہ کی کلید برداری بنوعبدالدار کے پاس باقی رہ گئی۔ اور شریعت محمدیہ نے ان کو اس پر برقرار رکھا جو اب تک برقرار ہے۔

بنوعبدالدار: بنوشیبہ بن عثمان بن ابوطلحہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار ہیں۔

اسی طرح جنگ کے دنوں میں علمبرداری کی ذمہ داری بھی انہی کے سپرد تھی، حتیٰ کہ اسلام نے علمبرداری کی اس طرح کی رسم کو ختم کر کے اس کو مسلمانوں کے خلیفہ کا حق قرار دے دیا کہ خلیفہ جس میں مصلحت دیکھے اس کو عطا کر سکتا ہے۔

اسی طرح ندوہ بھی خلیفہ وقت کی مصلحت پر منحصر کر دیا گیا۔

قصی کلاب کے بیٹے ہیں۔ کلاب کی زوجہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت سعد ہے، جو کہ یمانیہ ہیں اور ازد شنوءۃ قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

کلاب کے والد مرہ ہیں۔ جن کی زوجہ محترمہ ھند بنت سریر ہیں۔ اور بنوفہر بن مالک قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مرہ کے والد صاحب کعب ہیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ وحشیہ بنت شیبان ہیں جن کا تعلق بھی بنوفہر قبیلے سے ہے۔

Marfat.com

کعب کے والد لؤی ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام ام کعب ماریہ بنت کعب ہے،جن کا تعلق قضاعہ قبیلے سے ہے۔

لؤی کے والد صاحب کا نام غالب ہے۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام ام لؤی سلمی بنت عمرو الخزاعی ہے۔

غالب کے والد صاحب کا نام فہر ہے۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام ام غالب لیلی بنت سعد تھا جو کہ ہذیل سے تعلق رکھتی ہیں اور اکثریت کی رائے کے مطابق فہر ہی قریش ہیں۔

قبائل قریش:

قریش کے ۱۲ قبیلے تھے:

(۱) بنوعبد مناف

(۲) بنوعبد الدار بن قصی

(۳) بنو اسد بن عبد العزی بن قصی

(۴) بنوزہرہ بن کلاب

(۵) بنومخزوم بن یقظہ مرہ

(٦) بنوتمیم بن مرہ

(۷) بنوعدی بن کعب

(۸) بنوسہم بن ہصیص بن عمرو بن کعب

(۹) بنوعامر بن لؤی

(۱۰) بنوتیم بن غالب

(۱۱) بنوحارث بن فہر

اور (۱۲) بنومحارب بن فہر۔

قریش البطاح والظواہر:

ان میں سے جو حضرات مکہ میں قیام پذیر تھے ان کو ''قریش البطاح'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اور جو لوگ مکے کے گردونواح میں رہا کرتے تھے ان کو "قریش الظواہر" کہا جاتا ہے۔

فہر کے والد صاحب مالک ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام جندلہ بنت الحرث ہے جو کہ جرہم قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مالک کے والد صاحب نضر ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عدوان ہے جو کہ قیس عیلان سے تعلق رکھتی ہیں۔

نضر کے والد صاحب کنانہ ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام برہ بنت مر ہے جو کہ قبیلہ اُدّ سے تعلق رکھتی ہیں۔

کنانہ کے والد صاحب خزیمہ ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام عوان بن سعد ہے جو کہ قبیلہ قیس عیلان سے تعلق رکھتی ہیں۔

خزیمہ کے والد صاحب مدرکہ ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام سلمی بنت اسلم ہے جو کہ قضاعہ کے قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مدرکہ کے والد صاحب الیاس ہیں،آپ کی زوجہ محترمہ کا نام خندف ہے جو کہ عزّت وشوکت میں ضرب المثل ہیں۔

الیاس کے والد صاحب مضر ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام الرباب بنت جندہ ہے جو کہ معد قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مضر کے والد صاحب نزار ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام سودہ بنت عک ہے۔

نزار کے والد صاحب معد ہیں۔آپ کی زوجہ محترمہ کا نام معانہ بنت جوشم ہے جو کہ قبیلہ جرہم سے تعلق رکھتی ہیں۔معد کے والد صاحب عدنان ہیں۔

ایک بے مثال پاکیزہ نسب نامہ:

یہاں تک ہمارے نبی ﷺ کا وہ نسب مبارک ہے،جس کی درستگی پر مؤرخین ومحدثین کا اتفاق ہے۔جہاں تک اس سے اوپر کے نسب کی بات ہے،تو وہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔البتہ اس بات پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا سلسلہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم

Marfat.com

علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے جو کہ عرب المستعر بہ کے جدِّ امجد کہلاتے ہیں۔

یہ ایک معزز نسب نامہ ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سرورِ دو عالم حبیب خدا ﷺ کا سلسلہ نسب مسلسل پاکیزہ نسبوں سے پاکباز نسب کی جانب منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نسب کے لحاظ سے عرب کی اس بہترین قوم سے آپ ﷺ کو تمام دنیا کے لیے ہادی اور مہدی کے طور پر چن لیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کا خاندان قریش کے ان معزز افراد میں سے تھا، جن کا بزرگی میں بڑا نام تھا۔ اور عرب میں بلند مرتبہ تھا۔ ہادی عالم ﷺ کی سیرت کی ورق گردانی کرنے والا شخص آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کے سلسلہ نسب میں صرف بزرگی و شرافت ہی کا مشاہدہ کرے گا۔ ان میں سے کوئی بے وقعت اور کم درجے کا نہیں تھا، بلکہ تمام کے تمام سردارانہ صفات کے حامل تھے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے آباء واجداد کی والدات بھی اپنے قبیلوں میں سب سے بلند مقام رکھتی تھیں۔ اور اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے کہ نسب کا معزز ہونا اور نجیب الطرفین ہونا، نبوّت کی شرائط میں سے ہے۔ اور ان کے ماؤں باپوں کا ملاپ عربی اصولوں کے تحت شرعی اصولوں کے عین مطابق تھا۔ اور آپ ﷺ کے نسب میں دورِ جاہلیت کی بدکاری کی ذرا آمیزش نہیں تھی۔ بلکہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے نسب کو اس سے پاکیزہ رکھا تھا۔ الحمد للہ۔

Marfat.com

باب سوم

السّیرۃ قبل البعثۃ

نبوت سے پہلے کے حالات زندگی

Marfat.com

زواج عبداللہ بآمنہ وحملھا

(حضرت عبداللہ کی بی بی آمنہ سے شادی)

عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے والد کے سب سے چہیتے بیٹے تھے۔ انہوں نے ان کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب سے کروادی۔ اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر مبارک ۱۸ سال تھی۔ اور حضرت آمنہ اس وقت قریش کی عورتوں میں نسب اور مقام و مرتبے کے لحاظ سے سب سے افضل تھیں۔ ان کے اس ملاپ سے سرور کونین ﷺ کے اس جہاں میں آنے کی امید پیدا ہوگئی۔ اس کے دو ماہ بعد ہی آپ ﷺ کے والد محترم کا انتقال ہوگیا۔ تو وہ مدینے میں اپنے ننھیال میں بنو عدی بن نجار کے ہاں دفنائے گئے۔

قصہ یہ ہوا کہ وہ تجارت کے سلسلے میں ملک شام گئے ہوئے تھے، جہاں سے واپسی پر مدینے میں ان کو موت نے آگھیرا۔ اور جب حضرت آمنہ کی مدت حمل مکمل ہوگئی، تو حضور ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے، تو تمام عالم نے اس مولود مسعود کی پیدائش کی خوشی منائی۔ جس نے دنیا کے کونے کونے میں ادب کی روح کو پھیلایا۔ اور اس نے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کر دی۔

تاریخ پیدائش:

علامہ محمود پاشا فلکیؒ کی تحقیق کے مطابق یہ مبارک دن ۹ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء پیر کی صبح کا وقت تھا۔ اور یہ اصحاب الفیل یعنی ہاتھیوں کی (تباہی) کے واقعے سے ایک سال پہلے کے موافق آتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت ابو طالب کے گھر میں، بنو ہاشم کی گھاٹی میں ہوئی۔ آپ کی دائی ام عبدالرحمٰن بن عوف تھیں۔ جب آپ ﷺ نے اپنے مبارک وجود سے اس دار فانی کو مزین کر دیا تو آپ کی والدہ نے آپ کو آپ کے دادا کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لیے بھجوا دیا۔ وہ آپ کی طرف سرور کے عالم میں خوشی کی کیفیت کے ساتھ متوجہ ہوئے، اور آپ ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔ یہ نام عرب

Marfat.com

میں اس سے پہلے زیادہ مشہور نہیں تھا، لیکن اللہ رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ جو بات اس نے مقرر فرمادی ہے، اس کو کر کے ہی رہیں۔ آپ کا تذکرہ سابقہ انبیاء کو دی جانے والی کتابوں، تورات اور انجیل میں کر دیا۔ اور اللہ نے اپنے کام کو پورا کرنے کے لیے آپ کے دادا کے دل میں بھی یہ بات الہام فرمادی کہ آپ ﷺ کا ایسا نام رکھیں۔

امہات النبی ﷺ:

نبی اکرم ﷺ کی پرورش کرنے والی دائی ام ایمن برکہ حبشیہ تھیں، جو آپ کے والد حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں۔ اور دیگر خواتین میں جس نے سب سے پہلے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، وہ آپ کے چچا ابولہب کی کنیز ثُویبہ تھیں۔ (واضح رہے کہ سب سے پہلے تو آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے تین چار روز تک دودھ پلایا۔ بعد میں دیگر خواتین نے دودھ پلایا۔ ان خواتین میں حضرت ثویبہ الاسلمیہ، خولہ بنت منذر، امّ ایمن، حلیمۃ السّعدیہ، اور آپ ﷺ کے ددھیال کی تین عورتیں تھیں۔)

الرّضاع

(سرورِ دو عالم ﷺ کی رضاعت یعنی "شیر خواری")

اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ دیہاتوں میں اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے خادمہ کے طور پر دیہاتوں کی ایسی عورتیں تلاش کیا کرتے تھے جو ان کو اپنا دودھ پلائیں۔ تاکہ یہ بات بچے کی عمدگی کا باعث ہو اور وہ یہ کہا کرتے تھے: "شہروں میں پلنے والا بچہ تو کند ذہن اور کمزور عزائم والا ہوتا ہے۔" لہٰذا جب بنو سعد بن بکر کی چند عورتیں اہل عرب سے ان کے بچے مانگنے آئیں تاکہ ان کو اپنا دودھ پلائیں تو یہ قابل تعریف پسندیدہ بچہ حلیمہ بنت ابوذویب سعدیہ کے نصیب اور حصہ میں آیا۔ ان کے شوہر کا نام ابو کبشہ تھا۔ اور یہ وہی ابو کبشہ ہیں، جن کی طرف قریش رسول اکرم ﷺ کو بطور استہزاء منسوب کیا کرتے تھے۔ اور وہ یہ کہا کرتے تھے: "یہ ابو کبشہ کا بیٹا آسمانوں سے باتیں کرتا پھرتا ہے۔" وہ حضور ﷺ کی چار سال تک پرورش کرتی رہیں۔ اور اس دوران ان پر برکات کی بارشیں ہوتی رہیں۔

Marfat.com

حادثۃ شق الصدر

(حضورﷺ کے سینے مبارک کے چاک ہونے کا واقعہ)

حضور انورﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے کہ اسی اثناء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو کہ "حادثۂ شق الصدر" کہلاتا ہے۔ یہ واقعہ حضور اقدسﷺ کے سینے مبارک کے چاک ہونے اور آپ سے شیطان کا حصہ نکالنے کا عجیب وغریب واقعہ ہے۔ اس واقعے نے حضرت حلیمہ کو خوف زدہ کر دیا۔ لہٰذا انہوں نے آپ کو آپ کی والدہ کو سپرد کرتے ہوئے اس واقعے کو یوں ذکر فرمایا:

یہ وہی ہیں!

"ایک بار یہ اور اس کا بھائی ہمارے چوپایوں کے پاس چراگاہ میں تھے، جو کہ ہمارے گھر کے پیچھے ہے کہ اچانک اس کا بھائی بھاگتا ہوا آیا۔ اور مجھے اور اس کے والد کو یوں کہا: "ارے وہ میرے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ لیا ہے۔ جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اور ان دونوں نے اس کو چت لٹا کر اس کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے اور وہ اس میں کچھ تلاش کر رہے ہیں۔" یہ سن کر میں اور اس کا والد ابو کبشہ آپ کی جانب لپکے۔ تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے آپ کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اسکے والد نے بھی آپ کو سینے سے لگا لیا۔ اور ہم نے یہ کہتے ہوئے آپ سے پوچھا: "اے میرے لال! کیا ہوا؟" تو آپ نے جواب دیا: "میرے پاس دو آدمی آئے تھے۔ جنہوں نے سفید کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا: "کیا وہ یہی ہیں؟" تو اس نے جواب دیا: "ہاں یہی ہیں۔" تو وہ دونوں جلدی جلدی میری طرف متوجہ ہوئے۔ مجھے سیدھا لٹا کر میرے پیٹ کو چیر دیا۔ اور اس میں سے کوئی چیز ڈھونڈنے لگے۔ پھر انہوں نے اس چیز کو نکال کر پھینک دیا۔ اور مجھے نہیں معلوم وہ کیا چیز تھی۔"

شق صدر کے واقعے کی تحقیق:

شق صدر کا واقعہ کل چار مرتبہ پیش آیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے۔ باقی تین واقعات میں ایک واقعہ نبی ﷺ کی عمر مبارک کے دسویں سال پیش آیا۔ اور ایک واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا۔ جب کہ ایک واقعہ

Marfat.com

معراج کے وقت پیش آیا۔[تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں سیرت مصطفیٰ ﷺ (علامہ کاندھلویؒ) ج۱، ص۷۳تا۷۸۔]

وفاۃ آمنۃ و کفالۃ عبدالمطّلب و وفاتہ و کفالۃ ابی طالب

(نبی اکرم ﷺ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کی وفات)

پھر آپ کی والدہ نے آپ کو حلیمہ کی پرورش سے واپس لے لیا اور آپ کو لے کر مدینے کی طرف آپ کے ننہیال بنوعدی بن نجار کے ہاں تشریف لے گئیں۔ واپسی پر راستے میں ان کی موت نے ان کو آگھیرا۔ اور ''ابواء'' کے مقام پر آپ کی وفات ہوگئی۔

(نبی اکرم ﷺ کا اپنے دادا عبدالمطلب کے زیرِ سرپرستی آنا)

پھر آنحضرت ﷺ کو امّ ایمن نے سنبھال لیا۔ اور اب آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب کرنے لگے۔ اور چونکہ ان پر وہ آثار آشکارا ہو چکے تھے، جو اس بات پر دلالت کرتے تھے کہ آپ مستقبل میں بہت بڑی نرالی شان والے ہوں گے۔ لہٰذا وہ آپ سے ایسی نرمی کا برتاؤ کرنے لگے کہ اس جیسا برتاؤ وہ اپنے بچوں سے بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ اور انتہا درجہ تک آپ کا اکرام کیا کرتے تھے۔

(آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات)

لیکن حضرت ﷺ کی عمر مبارک کے آٹھویں سال حضرت عبدالمطلب بھی وصال فرما گئے۔

(نبی اکرم ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب کے زیرِ سرپرستی آنا)

اب حضور ﷺ کی کفالت آپ کے سگے چچا ابو طالب کرنے لگے۔ وہ آپ پر بڑے مہربان اور آپ کے لیے بے حد غیور تھے۔ ابو طالب کے پاس (آپ ﷺ کی کفالت سے پہلے) مال کی کمی تھی پھر (حضرت ﷺ کی آمد سے) ان کے تھوڑے سے مال میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمادی۔ اور رسول

Marfat.com

اکرم ﷺ اپنے چچا کی کفالت کے زمانے میں قناعت کی ایک مثال بن کر رہ گئے تھے۔اوران بُری عادات سے کوسوں دور تھے، جو عام طور پر بچوں میں پائی جاتی ہیں۔جیسا کہ حضور ﷺ کی پرورش کرنے والی ام ایمن روایت کرتی ہیں کہ:''جب کھانے کا وقت ہوتا تو بچے چھینا جھپٹی کرتے جبکہ آپ اسی پر قناعت فرماتے جو اللہ جلا جلالہ آپ کو آسانی سے عطا فرماتے تھے۔''

السفر الی الشام المرّۃ الاولیٰ

(حضور ﷺ کا پہلا سفر شام)

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ سال ہوئی تو آپ کے کفیل چچا یعنی جناب ابو طالب نے شام کی طرف تجارت کے سفر کا ارادہ فرمایا۔توان کی جدائی رسول اکرم ﷺ پر گراں گزری اور آپ ﷺ غمگین ہونے لگے، آپ ﷺ کی یہ افسردگی دیکھ کر آپ کے چچا کا دل نرم ہو گیا اور ان کی شفقت غالب آ گئی،لہٰذا انہوں نے آپ کو بھی اپنے ساتھ لے کر تجارت کی جانب رخ لیا۔یہ آپ ﷺ کا پہلا سفر تھا۔ اور اس سفر میں کچھ عرصہ ٹھہرے۔

نبی ﷺ کا انتظار ہو رہا تھا!

بصریٰ کے قریب ان قافلے والوں کی بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی،جس نے ان قافلے والوں کا بہت زیادہ اکرام کیا۔اس نے اپنی مقدس آسمانی کتابوں میں اسی زمانے میں عرب میں ایک نبی کی آمد کے بارے میں پڑھا تھا،اس نے ان قافلے والوں سے اس نبی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ابھی تلک تو ظاہر نہیں ہوئے۔اور یہ ایسی بات تھی کہ اس کی بنا پر اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کا شدت سے انتظار کیا کرتے تھے۔قرآن حکیم کے پہلے پارے کی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر نواسی/۸۹ نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

''پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انہوں نے پہچان بھی لیا تو اس کا انکار کر بیٹھے۔سو ایسے کافروں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔''

Marfat.com

حرب الفجار

(جنگ فجار)

جب حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی عمر مبارک بیس/۲۰ سال ہوئی، تو حرب فجار کا واقعہ پیش آیا۔ ''حرب فجار'' وہ جنگ تھی جو کنانہ، جو کہ قریش کے ساتھ تھے۔ اور قیس کے مابین پیش آئی تھی۔

جاہلیت کی انا پرستی:

اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ عرب کے ایک علاقے ''حیرہ'' کے بادشاہ نعمان بن منذر کی تجارت تھی، جسے وہ بیچنے (کرنے) کے لیے ہر سال عکاظ کے مقام پر بھیجا کرتا تھا۔ وہ اسے اپنی قوم کے کسی طاقتور اور معزز شخص کی سرکردگی میں عکاظ کے میلے میں بھیجا کرتا تھا، (تاکہ وہ اسے لوگوں سے محفوظ اور صحیح سالم میلے تک پہنچا سکے۔) ایک دن نعمان اور عروہ بن عتبہ الرّحال بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے ہمراہ برّاض بن قیس کنانی بھی تھا۔ جو کہ اپنی برادری سے دھتکارا ہوا بد کردار آدمی تھا۔ اس کی قوم نے اس کی برائیوں کی کثرت کی وجہ سے اس اپنے سے علیحدہ کر دیا تھا۔ نعمان نے کہا: ''میرا مال تجارت کون پار کرا کے عکاظ کے میدان تک پہنچائے گا؟'' براض نے جواباً کہا: ''بنو کنانہ سے تو میں پار کرا سکتا ہوں۔'' نعمان نے اسے بتلایا کہ میں تو کسی ایسے شخص کو چاہتا ہوں، جو کہ اسے تمام لوگوں سے پار کرا دے۔ یہ سن کر عروہ نے کہا: ''کیا ایک لعنت کا مجموعہ، ایک آوارہ کتا، آپ کے لیے اسے پار کرائے گا؟ میں اسے اہل شیخ، اہل قیصوم، اہل نجد اور تہامہ والوں سے پار کرا دوں گا۔'' برّاض نے پوچھا: ''اے عروہ! کیا تو اسے کنانہ والوں سے بھی پار کرا سکتا ہے؟'' تو اس نے جواب دیا کہ کنانہ کیا چیز ہیں۔ میں تو اسے تمام لوگوں سے پار کرا سکتا ہوں۔

جاہلانہ حمیت:

بات آئی گئی ہوئی۔ اور نعمان نے عروہ سے معاملہ طے کر لیا۔ (لیکن براض نے اسے اپنی بے عزتی سمجھا) اور اس کو اپنے دل میں چھپا لیا اور عروہ کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ تجارت کا سامان لے کر ادھر سے نکلا، تو اسے دھوکے سے مار ڈالا۔ پھر ایک پیغام رساں کو اس بات کی

Marfat.com

خبر پہنچانے کے لیے روانہ کر دیا تا کہ اپنی قوم کنانہ کو اس واقعے کی اطلاع دے کر اسے عروہ کی قوم قیس سے ڈرائے۔ دوسری طرف قیس بھی اس خبر کے پہنچنے کے فوراً بعد انتقام لینے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے قریش اور کنانہ کو کھجوروں کے ایک جھنڈ میں آلیا۔ اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب لڑائی شدت اختیار کر گئی اور قیس گرم ہو گئے، تو قریش نے حرم میں جا کر پناہ لے لی۔ ان میں رسول اللہ ﷺ بھی تھے۔ (حدود حرم کے تقدس کا پاس رکھتے ہوئے قیس والوں نے وہاں قتال تو نہ کیا البتہ) اپنے ساتھ لڑنے والوں کو للکارتے ہوئے کہا: "بے شک ہم عروہ کے خون کو ہدر (رائیگاں) نہیں چھوڑیں گے۔ ہمارا اگلے سال پھر عکاظ کے مقام پر لوٹنا ہوگا۔" (یعنی ہم اس وقت تم سے بدلہ لیں گے۔) اس کے بعد وہ اپنے شہروں کو واپس لوٹ گئے۔ اور ایک دوسرے کو اگلے سال کے لیے ابھارتے رہے۔

اور جاہلانہ جنگ بھڑک اٹھی!

پھر جب ایک سال پورا ہو گیا، تو قیس نے اپنے لشکروں کو جمع کیا، ان کے ساتھ ثقیف وغیرہ بھی تھے۔ اسی طرح قریش نے بھی کنانہ اور احابیش کے لشکروں کو جمع کیا جو کہ ان کے حلیف تھے۔ بنو ہاشم کے سردار زبیر بن عبد المطلب تھے۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی ابو طالب، حمزہ، عباس اور ان کے بھتیجے نبی کریم ﷺ تھے۔ جب کہ بنو امیہ کے سردار حرب بن امیہ تھے۔ اور ان کو اس وقت قریش میں شرافت اور بزرگی کی بناء پر عمومی قیادت کے فرائض بھی سپرد کیے گئے تھے۔ اسی طرح قریش کی ہر جماعت پر ایک سردار کو مقرر کیا۔ پھر اس کے بعد لڑائی بھڑک اٹھی۔

"فجار" وجہ تسمیہ:

جنگ کے وہ ایام اہل عرب پر خوف کے لحاظ سے سخت ترین تھے، کیونکہ ان ایام میں مکہ میں ان حرمات کو پامال کیا گیا تھا، جو کہ اہل عرب کے نزدیک بڑی مقدس تھیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو "یوم الفجار" یعنی گناہوں کا دن کہا جاتا ہے۔

جنگ کا اختتام:

آخر کار لڑائی کا دائرہ کار قیس پر گھوم پڑا یہاں تک کہ اس کے بعض قبائل شکست کھا گئے، لیکن

Marfat.com

فریقین میں سے صلح کی طرف بلانے والوں نے ان کے تحفظ کو برقرار رکھا۔اور اس بات پر صلح ہوئی کہ فریقین کے مقتولین کا شمار کیا جائے۔جس فریق کے مقتولین زیادہ ہوں،وہ زائد کی قیمت دوسرے سے لے لیں گے اور جب شمار کیا گیا تو قیس کے مقتولین کی تعداد زیادہ تھی۔لہٰذا انہوں نے قریش سے اس کی دیت وصول کر لی اور حرب بن امیہ نے ان سے معاہدہ کیا اور دیت کی ادائیگی کے سلسلے میں اپنے بیٹے ابوسفیان کو ان کے پاس گروی رکھوا دیا(اور پھر دیت کی مقرر کردہ رقم ادا کر کے اس نے اپنے فرزند کو ان کی قید سے چھڑا لیا)۔اس طرح یہ جنگ اختتام پذیر ہوئی،جو کہ عرب کی ان بہت سی جنگوں کے مشابہ تھی جو ذرا ذرا سے معاملے سے شروع ہوا کرتی تھیں۔اور یہ سلسلہ یونہی جاری و ساری رہا۔حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں الفت پیدا فرما دی اور ان کے درمیان اسلام کی روشنی پھیلا کر اس طرح کی گمراہیوں سے ان کو بچا لیا۔

حلفُ الفضول

(حضور اقدس ﷺ کی حلف فضول میں شرکت)

حرب الفجار سے لوٹنے کے بعد قریش نے ایک دوسرے کو ایک قسم نامے اور حلف فضول کے لیے مدعو کیا۔جو کہ قریش کے ایک سردار عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر منعقد ہوا۔یہاں حلف اٹھانے والوں میں عبد مناف کے دولڑکوں،ہاشم اور مطلب کی اولاد،بنو اسد بن عبدعزیٰ،بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرّہ شامل تھے۔انہوں نے اس بات پر حلف اٹھایا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم ہوگا،چاہے وہ ان کے خاندان میں سے ہو یا دیگر تمام لوگوں میں سے،کوئی بھی ہو،ہم اس کی مدد ضرور کریں گے۔حتیٰ کہ ظالم سے اس کے مظلوم پر کیے گئے ظلم کا بدلہ لے کر رہیں گے۔

حضور اقدس ﷺ کی شرکت:

اس حلف میں رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لائے تھے۔اور جب اللہ نے آپ کو رسالت کے شرف سے منور فرمایا تو بھی آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

”میں اپنے چچاؤں کے ساتھ عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر میں منعقد ہونے والے معاہدے میں شامل تھا،میں یہ بات پسند نہیں کروں گا کہ اس میں نہ جانے کے عوض مجھے سرخ اونٹ ملیں۔اگر

Marfat.com

اسلام آنے کے بعد بھی کوئی مجھے اس کے لیے بلاتا تو میں ضرور جاتا۔"

(رواہ الامام احمد فی مسندہ ۱/۱۹۰)

حضور ﷺ نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کو تو بھیجا ہی اخلاق کی درستگی کے لیے تھا۔ اور یہ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اور اس حلف کی بہت سی شقوں کو اسلام نے برقرار رکھا۔ اور اے سیرت مصطفیٰ ﷺ کی ورک گردانی کرنے والے! اس بات کی طرف آنحضرت ﷺ کا یہ قول آپ کی رہنمائی کرتا رہے گا:

"میں اخلاق کو سنوارنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

اس معاہدے کی بنیاد پر بہت سے لوگوں نے فریادیں کیں جن کو انصاف دلایا گیا۔

رحلته الى الشّام المرّة الثّانية

(حضور ﷺ کا دوسری بار شام کا سفر کرنا)

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال ہوئی، تو آپ نے شام کی طرف دوبارہ سفر کیا۔ اور سفر کی وجہ یہ ہوئی کہ خدیجہ بنت خویلد اسد یہ مکہ کی ایک سردار خاتون تاجرہ تھیں۔ اور عزت والی اور مالدار عورت تھیں۔ وہ لوگوں کو اجرت پر لے کر اپنے مال کی ان کے ذریعے سے خرید و فرخت کروایا کرتیں تھیں، اور مضاربت بھی کیا کرتیں تھیں۔ اور جب سیّد اکرم ﷺ کی ایسی امانت و سچائی کے بارے میں سنا جو کسی اور میں نہیں پائی جاتیں تھیں حتیٰ کہ ان کی قوم نے ان کو نام ہی امین (امانت دار) رکھ دیا تھا۔ تو انہوں نے آپ کو بھی اجرت پر لے لیا تاکہ آپ تجارت کی غرض سے ان کے مال کو شام کی طرف لے کر جائیں۔ اور یہ بھی پیش کش کی کہ وہ آپ ﷺ کو دوسروں سے زیادہ نفع دیں گیں۔ (تو آپ ﷺ تیار ہو گئے۔) چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ سفر تجارت کا آغاز کیا۔ ملک شام پہنچ کر ان دونوں حضرات نے کئی چیزیں بیچیں اور خریدیں۔ اور بہت زیادہ منافع ہوا۔ اس سفر میں معزز سردار ﷺ کی ان برکات کا ظہور ہوا، جنہوں نے خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے دل میں آپ ﷺ کی محبت راسخ کردی۔

زواجه ﷺ خدیجةؓ

(ام المؤمنین خدیجہؓ کا سید المومنین ﷺ سے نکاح مبارک)

Marfat.com

جب وہ دونوں (حضور انور ﷺ اور حضرت میسرہ) واپس آئے۔ اور حضرت خدیجہؓ نے اتنا زیادہ منافع دیکھا، تو دل سے حضرت امین ﷺ سے خوش ہوئیں۔ اور خود سے شادی کا پیغام بھجوا ڈالا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ۴۰ سال کے قریب تھی۔ اور وہ قریش میں حسب نسب کے لحاظ سے عمدہ اور بہت زیادہ مالدار خاتون تھیں۔ تو وہ امانت کے رکھوالے ﷺ اپنے چچاؤں کے ہمراہ خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس آئے۔ اور اپنے چچا ابو طالب کے ذریعے ان کی خدمت میں پیغام نکاح دیا، لہذا ان ؓ کے چچا نے ان کا نکاح آپ ﷺ سے کروا دیا۔

خطبہ:

اس روز ابو طالب نے خطبہ دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

''تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے ہمیں ابراہیمؑ کی اولاد سے بنایا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی کھیتی بنایا۔ اور معد قبیلے کی اصل سے بنایا۔ اور مضر کا عنصر بنایا۔ اور اپنے گھر کا رکھوالا بنایا۔ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا۔ اور اس ذات نے ہمارے لیے بار بار آنے والا گھر، بار بار چکر (طواف) کیا جانے والا گھر (کعبۃ اللہ) اور پیام امن حرم بنایا۔ اور ہمیں لوگوں پر حکمران بنایا۔ اللہ کی اس حمد وثنا کے بعد مدّعیٰ یہ ہے کہ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہے۔ ایسا باکمال جوان ہے کہ جس شخص سے بھی شرافت، فضل اور عقل کے لحاظ سے اس کا موازنہ کیا جائے گا، یہ اس پر غالب آجائے گا۔ اگر چہ یہ قلیل المال ہے (لیکن اسکی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ) مال تو غائب ہو جانے والا سایہ ہے۔ چھپ جانے والی چیز ہے۔ اور ایسی رکھوائی ہوئی چیز ہے، جو واپس لی جانے والی ہے۔ اور خدا کی قسم! کچھ عرصے بعد اس کے لیے ایک بڑی عظیم خبر ہوگی اور کٹھن مسائل آئیں گے۔ اور یقیناً اس نے تمہاری باعزت خاتون خدیجہ میں رغبت دیکھ کر تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے۔ اور یہ مہر میں اتنے اتنے دراہم ادا کرے گا'' اور اس پر معاملہ تکمیل کو پہنچا، اور سیدہ خدیجہؓ آپ ﷺ سے نکاح کرنے سے پہلے ابو ہالہ کی بیوی تھیں۔ جو انتقال کر گئے تھے۔ اور اس کا ان سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا، جس کا نام ہند تھا۔ جو کہ مصطفیٰ ﷺ کی پرورش میں رہا۔

بناءُ البیت

Marfat.com

(کعبۃ اللہ کی تعمیر)

حضرت محمد ﷺ کی عمر ۳۵ سال ہوئی تو ایک تباہ کن سیلاب آیا، جو سب کچھ بہا لے گیا۔ اور اس سیلاب نے کعبہ کی دیواروں کو پھاڑ ڈالا۔ چونکہ کعبے میں اس سے پہلے ایک بار آگ بھی لگ گئی تھی، جس کی وجہ سے دیواریں کمزور پڑ چکیں تھیں۔ اب قریش نے اس کو گرا کر بلند کرنے اور اس کی چھت قائم کرنے کا سوچا۔ کیونکہ اس سے قبل یہ پتھروں سے جڑاؤ کی ہوئی تھی۔ اور صرف انسانی قد کے برابر تک تھی۔

کعبۃ اللہ کی عظمت:

لہٰذا قریش کے تمام قبائل اس تعمیر کے لیے جمع تو ہوئے، لیکن ان کے دلوں میں بیٹھی اس جگہ کی ہیبت کی وجہ سے تمام کے تمام اس کو گرانے سے ڈرنے لگے۔ اس وقت ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم اس کے ڈھانے سے اصلاح کا ارادہ رکھتے ہو یا فساد کا؟ سب نے جواب دیا: ''بلکہ ہم تو صرف اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں''۔ تو اس نے کہا: ''بیشک اللہ اصلاح کرنے والوں کو ہلاک نہیں فرماتے۔'' اس کے بعد اس نے بذات خود آگے بڑھ کر کعبہ کی دیواروں کو گرانا شروع کیا۔ بس پھر کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے تمام لوگوں نے اس کی اتباع شروع کر دی، اور اس کو گرانے لگے۔ یہاں تک کہ ''اساس اسماعیلؑ'' تک پہنچ گئے۔ وہاں پر انہیں کچھ صحیفے ملے، جن پر کئی حکمت کی باتیں نقش تھیں، اس روش پر کہ اس زمانے میں جو لوگ کسی بابرکت مقام کی تعمیر شروع کرتے تو اس کی بنیادوں میں چند حکمت کی باتوں پر مشتمل مخطوطے رکھتے تاکہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا عمل، بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نصیحت بن جائے۔

پاکیزہ چندہ اور پاکباز لوگ:

اس کے بعد انہوں نے تعمیر شروع کی۔ اور اس کی تعمیر کے لیے حلال چندہ جمع کیا، جس میں زانیہ کی اجرت اور سود کا پیسہ وغیرہ شامل نہ تھا۔ اور قریش کے معزز لوگوں نے پتھروں کو اپنے کاندھوں پر لاد کر لانا شروع کیا۔ حضرت عباسؓ اور رسول اللہ ﷺ بھی انہی میں سے تھے۔ اور تعمیر کا ٹھیکہ اٹھانے والے رومی نجار کا نام ''(باقوم)'' تھا۔ اور انہوں نے ہر ''رکن'' کے لیے شرفاء میں سے ایک جماعت کو مخصوص کر دیا، جو کہ اس کی طرف پتھروں کو منتقل کر رہے تھے۔ اسماعیلؑ کی (تعمیر کردہ) دیواروں کی تکمیل کے

Marfat.com

بعد حلال سرمایہ ختم ہو گیا، تو انہوں نے اس جگہ سے ایک گوشہ نکال دیا۔ اور اس پر ایک چھوٹی سی دیوار بنا ڈالی جو اس بات کی علامت تھی کہ یہ بھی کعبہ کا حصہ ہے۔

حجر اسود کون رکھے:

پھر جب اصل عمارت میں نو/ ۹ گز کے اضافے کے بعد ۱۸ گز کی تعمیر تکمیل کو پہنچ گئی، اور دروازے کو زمین سے اتنا اونچا کر دیا گیا کہ اس پر سیڑھی رکھ کر ہی چڑھا جا سکتا تھا، تو قریش نے حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس سلسلے میں شرفاء میں اختلاف ہو گیا کہ حجر اسود کو اس کے مقام پر کون نصب کرے۔ اور وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ قریب تھا کہ ان کے درمیان ایک خون ریز معرکہ بھڑک اٹھتا۔ ان کے درمیان مسلسل چار راتوں تک یہ جھگڑا چلتا رہا۔

قریش میں ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی جو کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے چچا تھے۔ اس وقت سب سے عمر رسیدہ شخص تھے۔ انہوں نے قریش کو کہا: ''اے میری قوم! تم آپس میں یوں اختلاف میں مت پڑو۔ بلکہ اپنے درمیان کسی ایسے معتبر شخص کو فیصل اور حکم بنالو، جس کے فیصلے پر تم سب راضی ہو جاؤ۔'' تو قریش نے کہا: ''ٹھیک ہے، کل اس جگہ سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص پر معاملہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔''

اور پھر وہ داخل ہونے والی شخصیت امین المامون ﷺ تھے، جن کو دیکھ کر تمام لوگ مطمئن گئے کیونکہ وہ آپ ﷺ کی امانت داری اور سچائی کے صدق دل سے قائل تھے۔ اور وہ سب بول پڑے: ''یہ تو امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں یہ تو محمد (ﷺ) ہیں۔ (اور یہ بات ان کی زبان پر اس لیے جاری ہو گئی) کہ وہ اپنے فیصلوں میں آپ کو حکم بنایا کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپ ایک طرف کان دھرتے تھے نہ طرف داری کرتے تھے۔ اور جب انہوں نے آپ کو یہ قصہ بتلایا تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنی چادر مبارک پھیلا دی کہ ''ہر قبیلے (کا سردار) کپڑے یعنی چادر کا ایک کونا پکڑ لے۔'' اور پھر آپ نے اس چادر میں حجر اسود کو رکھا۔ اور سرداروں کو اٹھانے کا حکم فرمایا، حتیٰ کہ اس کے نصب کرنے کے مقام تک پہنچ گئے تو حضور ﷺ نے اس کو اٹھایا اور اسے اس کے مقام پر نصب فرما دیا۔ اور اس طرح یہ مشکل ختم ہوئی، جو کہ بڑی بڑی جنگوں کا باعث بن سکتی تھی، جیسا کہ اس کی بہت ساری مثالیں آپ کے سامنے

Marfat.com

موجود ہیں۔اور یہاں بھی یہی معاملہ ہونے والا تھا،اگر اللہ جلا جلالہ،اس وقت ابوامیہ جس نے ان کی بھلائی کی طرف رہنمائی کی،جیسے عاقل شخص کے ذریعے سے ان لوگوں پر احسان نہ فرماتے۔اور رسول اکرم ﷺ جیسے حکیم شخص جنہوں نے ان کے مابین ایسا فیصلہ فرمایا جس پر وہ تمام کے تمام رضامند ہو گئے۔

مقام امن وسلامتی:

قریش کا اس جیسی معمولی سی بات پر آپس میں جھگڑا اور معاملے کا جنگ وجدال تک پہنچ جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔کیونکہ بیت اللہ تمام عرب کا قبلہ اور کعبہ تھا،جہاں وہ حج کیا کرتے تھے۔اور اس میں ہونے والا ہر کام ان کے نزدیک بڑا عظیم تھا،جو کہ فخر اور سرداری کا باعث تھا۔قرآن کریم کی شہادت کے مطابق یہ وہ پہلا گھر ہے،جو عبادت کے لیے تعمیر ہوا تھا۔جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وعزّ وجل نے چوتھے پارے کی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۹۶ میں ارشاد فرمایا:

نَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

”یقیناً لوگوں کے لیے بنایا گیا پہلا گھر وہ ہے جو مکّہ میں ہے۔جو کہ مبارک گھر ہے۔اور دونوں جہانوں کے لوگون کے لیے راہ ہدایت ہے۔جس میں واضح نشانیں ہیں۔مقام ابراہیم ہے۔جو شخص اس میں داخل ہو گیا،وہ امن میں ہے۔“

اور اس (کی حفاظت،نگرانی اور صفائی ستھرائی وغیرہ) کا سارا انتظام اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے بعد قبلہ جرہم کے سپرد تھا۔لیکن جب وہ سرکشی پر اُتر آئے۔اور مکے میں داخل ہونے والے لوگوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا،تو قبیلہ خزاعہ والے ان کے خلاف متحد ہو گئے،اور بیت اللہ سے انہیں جلاوطن کر دیا۔اور پھر ایک طویل عرصے تک قبیلہ خزاعہ والے مکہ کے سردار رہے۔پھر قریش نے قصی بن کلاب کے دور میں ان سے یہ فرائض لے لیے۔(اور پھر یہ قریشی کعبۃ اللہ کی نگرانی اور دیکھ بھال جیسے شرف اور قبولیت والے کام کا رکھوالا ہونے کی بناپر) اپنے ملک میں امن وامان سے رہنے لگے۔اور (اسی وجہ سے) عرب کے قبائل بھی ان سے ڈرا کرتے تھے۔اور جب کوئی شخص ان کی پناہ میں آجاتا تھا،تو یہ اس کے لیے دشمنوں کے شر سے محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوا کرتے تھے۔اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بہت سے احسانات فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیسویں پارے کی سورۃ العنکبوت کی آیت

Marfat.com

نمبر ۶۷ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا جب کہ ان کے ارد گرد لوگوں کا حال یہ ہے کہ انہیں اُچک لیا جاتا ہے۔''

معیشته علیه السلام قبل البعثة

(حضور اکرم ﷺ کا نبی بننے سے پہلے روزگار)

عبداللہ کا دریتیم:

نبی اکرم ﷺ کو اپنے والد سے وراثت میں کوئی چیز نہیں ملی تھی، بلکہ آپ ﷺ تنگ دستی اور یتیمی کی حالت میں دنیا میں تشریف لائے تھے۔ پھر قبیلہ بنو سعد میں دودھ پلائے گئے۔ اور جب اس عمر کو پہنچے کہ کوئی کام کر سکتے، تو دیہاتوں میں اپنے رضاعی (دودھ شریک) بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے لگے۔ اور اسی طرح (جب مدت رضاعت کے بعد) گاؤں سے مکہ لوٹے، تو جیسا کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں ذکر فرمایا ہے کہ آپ قراریط (ایک قول کے مطابق یہ ایک جگہ کا نام ہے جب کہ ایک قول کے مطابق یہ قیراط کی جمع ہے جس کا مطلب ہے چند روپے) پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔

حکمت خداوندی:

انبیاء علیہم السلام کے وجود کا دنیا (کی محبت) اور اس کی فضولیات سے خالی ہونا لازمی امر تھا، کیونکہ اگر وہ مالدار ہوتے تو دنیا ان کو غافل کر سکتی تھی، اور اس میں مشغول ہو کر وہ دائمی سعادت سے محروم رہ جاتے۔ اسی وجہ سے تاریخ کے صفحات چھانتے ہوئے آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ تمام آسمانی شریعتیں دنیا سے بے رغبتی کو مستحسن اور اس (دنیا) سے دوری کو اچھا سمجھتی ہیں۔ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خستہ حالی (حالات) اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی اصول اور قاعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھیے کہ اپنے دور میں حضرت عیسیٰ دنیا میں سب سے زیادہ متقی تھے۔ اسی طرح موسیٰ اور ابراہیمؑ تھے۔ حتی کہ ان کی حالت بچپن میں بھی مالداروں والی نہیں ہوا کرتی تھی، بلکہ تمام کے تمام انبیاء برابر تھے۔ اور یہی وہ انتہا درجے کی حکمت ہے، جس کا ظہور اللہ نے اپنے نبیوں پر فرمایا تا کہ وہ اپنے اتباع کرنے

Marfat.com

والوں کے لیے نمونہ بن جائیں۔ اوران کو دنیا کی حرص اور طمع سے کنارہ کشی میں نمونہ بن جائیں۔ اور یہی تنگ دستی دنیا میں آزمائش اور مشکلات کا سبب ہے۔

گلہ بانی، انبیاء کی سنت:

اسی طرح بکریوں کا چرانا بھی (حکمتوں کے مجموعے سے خالی نہیں تھا) کیونکہ دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا نہیں آیا، جس نے بکریاں نہ چرائیں ہوں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں آپ ﷺ سے نقل کیا گیا ہے اور یہ بھی اعلیٰ درجہ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے کہ جب انسان بکریاں چراتا ہے تو بکری چونکہ تمام جانوروں میں سب سے زیادہ ضعیف اور فطرتاً شرارتی جانور ہے، تو اس کی دیکھ بھال کرنے والے کے دل میں دوسروں کے لیے مہربانی اور شفقت سرایت کر جاتی ہے۔ پھر جب وہ (انبیاء) بھیڑ بکریوں کو چرانے سے انسانوں کو سنبھالنے کی جانب جاتے ہیں تو ان کی طبیعت کی تیزی اور فطری ظلم کی اصلاح ہو چکی ہوتی ہے۔ اسی بناء پر وہ سب سے زیادہ معتدل ہوتا ہے۔

تجارت:

پھر جب آپ ﷺ جوان ہوئے، تو آپ تجارت کرنے لگے۔ اور تجارت میں آپ ﷺ کے شریک ''سائب بن سائب'' تھے۔ اور حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت اجرت پر (جو عموماً دی جاتی تھی) لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور جب حضرت خدیجہؓ کو اہلیہ ہونے کا شرف حاصل ہوا تو چونکہ وہ بڑی مالدار تھیں، تو آپ ﷺ ان کے مال میں سے تجارت کرنے لگے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اور اللہ نے اپنے اس احسان کو ثابت فرمایا جو اللہ نے آپ پر اس مال کے ذریعے کیا۔ جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے تیسویں/۳۰ پارے کی سورۃ الضحیٰ کی آیت نمبر ۷، ۸ اور ۹ میں ارشاد فرمایا:

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی

''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر تمہیں ٹھکانہ دیا؟ اور تمہیں راستے سے بے خبر پایا تو راستہ دکھایا اور تمہیں نادار پایا تو مالدار کر دیا۔''

یعنی ٹھکانہ اور مالداری نبوت سے پہلے اور ہدایت نبوت کے بعد عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب، ایمان اور دین ابراہیمی کی صورت میں ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے وہ نہیں جانتے تھے۔ اللہ

Marfat.com

عزوجل نے پچیسویں/۲۵ پارے کی سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر باون/۵۲ میں فرمایا:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

''اوراسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح بطور وحی نازل کی ہے تمہیں اس سے پہلے نہ یہ معلوم تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہوتا ہے لیکن ہم نے اس (قرآن) کو ایک نور بنایا ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں۔''

سیرته فی قومه قبل البعثة

(نبوت ملنے سے پہلے قریش میں آپ ﷺ کے حالات زندگی)

مجموعۂ اوصاف وکمالات:

حضور ﷺ اخلاق کے لحاظ سے اپنی قوم کے بہترین فرد، بات کرنے کے اعتبار سے سب سے سچے شخص، امانتداری کے لحاظ سے بڑے رتبے والے، فحاشی سے بہت دور رہنے والے اور اس کے ساتھ ساتھ آدمی کو پراگندہ کرنے والے اخلاق سے کوسوں دور تھے۔ حتیٰ کہ اپنی قوم میں مردانگی/انسانی اقدار کی پاسداری کے لحاظ سے افضل ترین، میل جول کے لحاظ سے معزز ترین، پڑوسی ہونے کے لحاظ سے سب سے بہترین، تدبیر کے لحاظ سے سب سے آگے اور بات کرنے کے لحاظ سے سب سے سچے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے انہی تمام قابل تعریف نیک امور اور تدبیر کے درست کام، صبر وشکر، عدل وانصاف، عاجزی وانکساری، سخاوت وشجاعت اور حیاء و پاکدامنی کے اجتماع کی وجہ سے آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کا نام ہی امین یعنی ''امانت دار'' رکھ دیا تھا۔

دشمنوں اعترافات:

(حضور انور ﷺ اپنی ان اعلیٰ صفات میں بے انتہا مشہور تھے) یہاں تک کہ اس بات کی گواہی آپ کے سب سے بڑے جھگڑالو (کٹر) دشمن بنو عبد الدّار کے ''نضر بن حارث'' نے یوں کہتے ہوئے دی: ''محمد (ﷺ) تمہارے درمیان ایک جوان لڑکے ہیں، تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، تم میں سب

Marfat.com

سے سچے اور تم میں سب سے زیادہ امانت کے اہل ہیں۔ اب جب کہ تم ان کے سر میں چاندی کے بال دیکھ رہے ہو اور وہ جو لے کر آئے ہیں، اس چیز کو پیش کر رہے ہیں، تو اچانک تم کہنے لگے ہو کہ وہ جادوگر ہیں! نہیں خدا کی قسم! وہ جادوگر نہیں ہے۔"

اس نے یہ بات ایسی مجلس میں کہی (جس کے فیصلوں پر سب کو اتفاق ہوتا تھا اور) جو حج کے دنوں میں آنے والے عربوں کو حضور ﷺ کے بارے میں بتلانے کے لیے منعقد ہوئی تھی اور وہ ایک ایسا قول آپ کے بارے میں بنا رہے تھے کہ جس کے ذریعے وہ ایک قابل قبول بات پر متفق ہو کر حضور ﷺ کو حاجیوں کو دعوت دینے سے روکیں۔

اسی طرح جب روم کے بادشاہ ہرقل نے ابوسفیانؓ کو یہ کہتے ہوئے سوال کیا: "اس بات یعنی دعوی نبوت سے پہلے کیا تم لوگ اس پر جھوٹ کا الزام تراشتے تھے؟ ابوسفیان نے جواباً کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ کے بارے میں جھوٹ بولے"۔ یہ بات صحیح بخاری کے شروع میں وارد ہے۔

جاہلانہ رسوم ورواج سے نفرت:

اللہ نے آپ کو بچپن میں بھی جاہلیت کے ان تمام کاموں سے بچائے رکھا جن کے مخالف احکام شریعت میں وارد ہوئے۔ آپ ﷺ کے دل میں بتوں کی سخت نفرت ڈال دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ بتوں کے پجاری جو میلے یا تہوار وغیرہ منایا کرتے تھے آپ ﷺ ان میں سے بھی کسی میں نہیں جایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جب میں نے ہوش سنبھالا تو میرے دل میں بتوں کی نفرت ڈال دی گئی تھی۔ شعر وشاعری کی نفرت ڈال دی گئی۔ اور دور جاہلیت میں جو کام ہوا کرتے تھے میرا ان سے صرف دو بار پالا پڑا۔ اور ہر مرتبہ اللہ میرے اور میرے ارادے کے درمیان حائل ہو گئے۔ پھر ان دونوں اوقات کے بعد میں نے کوئی ایسا ارادہ نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے رسالت عطا فرمادی۔

پہلا واقعہ: (۱) میں نے ایک رات اپنے ساتھ بکریاں چرانے والے ساتھی کو کہا کہ اگر تو میری بکریوں کی دیکھ بھال کر لے تو میں مکہ چلا جاؤں اور رات گزار دوں جیسا کہ عموماً نوجوان رات گزارتے ہیں۔ میں یہ ارادہ کر کے وہاں سے نکل آیا حتی کہ جب میں مکہ کے پہلے گھر کے قریب تک آ پہنچا۔ اور ان

Marfat.com

(مکے والوں) میں سے کسی کی شادی میں بجنے والے باجے کی جھنجھناہٹ اور بانسری کی آواز میرے کانوں میں پڑی اور میں اس کے لیے بیٹھ گیا۔ مگر اسی وقت اللہ رب العزّت نے میرے کانوں کو اس فحاشی سے لپیٹ لیا۔ اور میں سو گیا۔ پھر تو بس مجھے سورج کی تپش نے ہی اٹھایا اور میں کچھ نہ سن سکا۔

(۲) پھر اللہ رب العزّت نے دوسری بار بھی مجھے اسی طرح بچایا۔''

حضور ﷺ بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا نہیں کھایا کرتے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ شراب نوشی کا رواج آپ کی قوم میں بہت عام تھا۔ آنحضرت ﷺ نے شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ یہ تمام وہ صفات ہیں، جن کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاء علیہم السّلام کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ وحی کا تحمل کر سکیں۔ پس تمام انبیاء کرام علیہم الصّلاۃ السّلام نبوت ملنے سے پہلے اور بعد میں بھی گندگی (خطاؤں کی کدورت اور میل کچیل) سے معصوم و پاک ہوا کرتے ہیں۔ نبوت سے پہلے اس لیے تاکہ وہ اس عظیم معاملے کے اہل بن جائیں، جو عنقریب ان کو سونپا جانے والا ہے۔ اور بعد میں اس لیے تاکہ وہ اپنی امتوں کے لیے پیشوا اور نمونہ بن جائیں۔ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلّم)

ما اکرمہ اللہ بہ قبل النبوّۃ

(نبوت ملنے سے پہلے اللہ عزوجل کے آپ ﷺ کو عطا کردہ انعامات)

شیر خواری میں ظاہر ہونے والے معجزات:

نبی اکرم ﷺ پر اللہ کا سب سے پہلا اعزاز یہ ہے کہ دائی حلیمہؓ کے اہل خانہ پر برکات کا ظہور ہوا، جہاں آپ ﷺ کی شیر خواری کا زمانہ گزرا تھا۔ وہ اس طرح کہ ان لوگوں میں حضور ﷺ کی آمد سے پہلے وہاں فقر و فاقے کا ڈیرہ تھا۔ پھر جب آپ ﷺ ان کے ساتھ رہنے لگے، تو ان کی بکریاں تک اپنی چراگاہوں سے خوب سیر ہو کر آتیں تھیں۔ اور ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ اللہ امام بوصیریؒ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں یوں اشعار پڑھے:

اذا سخر الالہ اناساً

لسعید فانھم سعداء

اور جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو کسی خوش نصیب کا تابع کر دیتے ہیں تو وہ (صحیح معنوں میں) خوش

Marfat.com

نصیب ہو جاتے ہیں۔

شق صدر کا معجزہ:

پھر اس اعزاز کے بعد وہ اعزاز ہے کہ سینہ مبارک چاک کر کے شیطان کا حصہ آپ ﷺ سے نکال دیا گیا۔ اور یہ اللہ کی قدرت کے مقابلے میں کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص اسے بعید خیال کرے گا، وہ کوتاہ چشم ہی ہوگا۔ جو کہ اللہ عزّ وجل کی طاقت وقوّت کو بالکل جانتا ہی نہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام کے لیے عادات کے ناموافق واقعات کوئی نئی بات ہے نہ عجیب شے۔

بادلوں کا حضور ﷺ کو اپنی بانہوں میں لینا:

انہی خدائی اعزازات میں سے شام کے سفر کے دوران آپ پر بدلی کا سایہ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بدلی گرم دن میں صرف آپ پر سایہ کیے رکھتی اور قافلے میں اس بدلی کے سائے میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ آپ کے ساتھ سفر میں شریک ہونے والے خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے روایت کیا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے حضرت خدیجہؓ کے دل میں آپ ﷺ کے لیے محبت پیدا کر دی حتیٰ کہ انہوں آپ ﷺ کو اپنے نکاح کا پیغام بھیج ڈالا۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کی آنے والے وقت میں ایک نرالی شان ہوگی۔ لہٰذا جب آپ ﷺ مشرف برسالت ہوئے، تو وہ سب سے پہلے ایمان لے آئیں اور آپ ﷺ کے سنورے ہوئے اخلاق کا مشاہدہ کر کے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی عجیب وانوکھی عادات کے بارے میں سننے کی بنا پر پہلی وحی کے بعد اگلی آیت کا بھی انتظار نہیں کیا۔

شجر وحجر کا سلام کرنا:

اللہ عزّ وجل کے حضور ﷺ پر کیے ہوئے من جملہ احسانات میں سے آپ ﷺ پر پتھروں اور درختوں کے پڑھے جانے والے درود پاک کو آپ ﷺ کا سننا ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ قضائے حاجت کے لیے کافی دور نکلتے تھے یہاں تک کہ آبادی آپ ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی اور آپ گھاٹیوں میں یا وادیوں کے بیچوں بیچ گھس جاتے تو جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تو اس کو گنگناتے پاتے:

Marfat.com

''الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ!'' ''الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ!''

جب آپ ﷺ اپنے دائیں بائیں اور پیچھے نگاہیں دوڑاتے تو کوئی نظر نہ آتا۔ اور یہ بات آپ ﷺ نے بذات خود ارشاد فرمائی ہے۔ (رواہ مسلم فی کتاب الفضائل ص ۲۲۷)

خدا کا یہی دستور چلا آرہا ہے:

ان معجزات کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی اشکال بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے لیے جمادات کو مسخر کیا ہے۔ جیسا موسیٰ کی لاٹھی کہ جب وہ اژدھا بن کر دوڑی تو فرعون کے جادوگروں کے بنائے ہوئے (سانپوں) کو لقمہ بنا گئی۔ اور پھر اپنی اصل حالت پر لوٹ آئی۔ اور جب اس لاٹھی کو پتھر پر مارا تو اس پتھر سے پانی کے ۱۲ چشمے پھوٹ پڑے تھے، جن میں بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کے لیے الگ چشمہ تھا۔ اسی طرح سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لیے اللہ نے مختلف جمادات کی اقسام میں سے جو انہوں نے چاہا وہ مسخر کر کے رکھ دیا تاکہ عقلمندوں کے لئے ان کے بڑے مرتبے اور واضح نشانیوں پر دلالت کر سکیں۔

تبشیرُ التّوراۃ بہ
(تورات نے آنحضرت ﷺ کی خوشخبری دی ہے)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ پر تورات نازل فرمائی جو ان احکام پر مشتمل تھی، جو اس زمانے کے لوگوں کے لیے مناسب تھے۔ اور اس میں بہت سے ان انبیاء کا تذکرہ کیا کہ جن کا اللہ کو علم تھا کہ عنقریب ان کو بھیجے گا۔ مشہور کر دیا۔ اور اس تورات کی جس آیت میں ہمارے رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ آیا ہے، اس میں اللہ نے موسیٰ کو مخاطب فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

''عنقریب میں آپ جیسا ایک نبی انہی میں سے ان کے پاس بھیجوں گا۔ اور اس کے منہ سے اپنا کلام جاری کرواؤں گا۔ اور وہ ان سے ہر وہ بات کرے گا جس کا میں اس کو حکم دوں گا۔ اور جو شخص اس کے اس کلام کو جو وہ میرے نام کے ساتھ بولے گا نہیں مانے گا، تو میں اس سے خود بدلہ لوں گا۔ اور وہ جھوٹا مدعی النبوۃ جو اپنے نفس کے گھمنڈ میں آ کر میرے خلاف جسارت کرے گا۔ اور میرا نام لے کر وہ باتیں کرے گا، جس کا میں نے اسے حکم نہیں دیا ہو گا یا میری ذات کے علاوہ کسی دوسرے کو خدا مانے گا، تو وہ

Marfat.com

ہلاک ہو جائے گا اور جب آپ سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان فرق کرنا چاہیں تو اس کی علامت یہ ہے کہ جو بات وہ نبی اپنے رب کے نام سے کہے حالانکہ اللہ نے نہ بیان کی ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ وہ عزّت نفس چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ کا خوف نہیں کرتا۔"

ایک غلط فہمی:

یہود یہ سمجھتے تھے کہ یہ بشارت حضرت موسیٰ ۔کے خلیفہ "یوشع بن نون" کے بارے میں ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ حضرت مسیحؑ کی مدت کے دوران مسیح کے علاوہ کسی اور نبی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ تو انہوں نے یوحنا معدان (یحیٰی) کی طرف ایک پیغام نامہ بھیجا، جس میں ان سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تھا: "آپ ایلیا ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: "نہیں۔" تو انہوں نے کہا کہ آپ مسیح ہیں؟ اس پر بھی انہوں نے نفی میں جواب دیا تو یہود نے کہا کہ آپ نبی ہیں؟ انہوں نے کہا: "نہیں۔" یہود بولے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ جب آپ ایلیا ہیں نہ مسیح نہ ہی نبی تو پھر بھی آپ میں سردارانہ صفات ہیں۔

ان کی یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ تورات نے ایسے ایلیا، مسیح اور نبی کی خوشخبری دی تھی، جو مسیح کے زمانے تک نہیں آئے تھے۔ اور تورات نبی کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ وہ موسیٰؑ کی طرح ہونگے۔ (بائبل کے حصّے) "سفر التشبیہ" کے آخر میں یہ بات آئی ہے کہ بنو اسرائیل میں موسیٰؑ کی طرح کے کوئی نبی نہیں آئے۔ اور اس بشارت میں یہ وعید ہے کہ وہ جھوٹا مدّعی نبوّت جو اللہ پر جھوٹ باندھے، وہ ہلاک ہو جائے۔ اور قرآن مجید کے انتیسویں/۲۹ ویں پارے میں اللہ رب العزّت کا سورہ الحاقہ کی آیت نمبر ۴۴، ۴۵، ۴۶ میں اسی طرح کا بیان ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ.

"اور اگر (بالفرض) یہ پیغمبر کچھ (جھوٹی) باتیں بنا کر ہمارے طرف منسوب کر دیتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ تے، پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔"

ہمارے پیارے نبی ﷺ مشرکین و یہود جیسے سخت دشمنوں کے ساتھ تیئیس/۲۳ سال رہے۔ اور ان تیئیس/۲۳ سالوں میں ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ اس کے باوجود اللہ پاک نے آپ ﷺ کو ان

Marfat.com

سے بچایا۔ اور حضور ﷺ کے اطمینان کی خاطر چھٹے پارے کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ستائیس/ ۶۷ نازل فرمائی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس.

''اور اللہ آپ کو لوگوں (کی سازشوں) سے محفوظ رکھیں گے''۔

تو کیا اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز ہیں کہ جس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہو اسے سزا دیں! نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہیں۔ اور اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر چوبیس/۲۴ میں بیان فرمایا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ.

''بھلا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ کلام خود گھڑ کر جھوٹ موٹ اللہ کے ذمے لگا دیا ہے؟ حالاں کہ اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا دے، اور اللہ تو باطل کو مٹاتا ہے، اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے ثابت کرتا ہے۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں تک کو جانتا ہے۔''

اسلام کی حقانیت مسلمہ ہے:

اور یہ بشارت ہمیں اس علامت کی خبر دیتی ہے جس کے ذریعے ہم سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کر سکتے ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ نے کئی اشیاء کی خبر دی اور پھر وہ یوں ہی رونما ہوئیں جیسا کہ آپ نے بتلایا تھا حالانکہ ان میں سے بعض تو ایسی تھیں کہ جن کے بارے میں کوئی گمان واندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا تھا مثلاً یہ بتلا دینا کہ فارس کے شدید ترین غلبے کے بعد روم عنقریب غالب ہونے والا ہے، یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ کو اپنی سلطنت کا دارالحکومت بنائیں گے۔ تو اس وقت یہ اطلاع دے دینا کہ عنقریب چند سالوں میں روم اپنے چھینے ہوئے حصے میں واپس آجائیں گے صرف اللہ جل جلالہ کی طرف سے ہی ہو سکتا تھا اور اسی لیے قریش کے بعض مشرکین نے اس کو بڑا عجیب سمجھا۔ اور اس بات پر حضرت ابوبکرؓ سے شرط لگالی پھر اللہ نے اپنی بیان کردہ خبر کو سچا کر دکھایا اور ابوبکرؓ شرط جیت گئے اور یہ واقعات بہت ساری تکمیل تک پہنچنے والی (سچی) پیشن گوئیوں میں سے ایک ہے، جن کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ:

قاضی عیاضؒ نے شفاء میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت عطاء بن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے رسول اکرم ﷺ کے اوصاف کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے یوں جواب دیا: ''جی ہاں، خدا کی قسم! بے شک آپ ﷺ وہی ہیں کہ تورات میں ان کے بعض ایسے اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو قرآن میں بھی ذکر کیے گئے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔

''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور خبردار کرنے والے ہو۔'' سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۵

''آپ امتیوں کی پناہ گاہ ہیں۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ اور میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے جو کہ نہ ہی بدمزاج ہے۔ نہ فحش باتیں کرنے والا ہے۔ اور نہ ہی بازاروں میں آوازیں لگانے والا ہے۔ اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ درگزر سے کام لیتا ہے۔ اور معاف کرنے والا ہے۔ اور اللہ انہیں موت نہیں دیں گے حتیٰ کہ ان کے ذریعے سے ٹیڑھی (اور سرکش) ملت کو اس طرح کھڑی کر ڈالیں کہ وہ بول اٹھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ آپ ﷺ کے ذریعے اندھوں کی آنکھوں کو کھول دیں گے۔ اور بہروں کے کانوں کو کھول دیں گے۔ اور بند پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔''

اسی طرح کا قصہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا گیا ہے جو کہ زمانہ جاہلیت میں یہودیوں کے سردار تھے مگر (دیگر رؤساء کی طرح انہیں) ان کی سرداری نے اتنا اندھا نہیں کیا تھا کہ وہ سیدھے دین کو چھوڑ دیں۔ اسی طرح سے کعب الاحبارؓ سے بھی اسی طرح کا مفہوم منقول ہے۔

روایات میں ہے کہ آپ ﷺ بازاروں میں آوازیں لگانے والے ہوں گے نہ بری بات کہنے والے ہوں گے۔ حدیث قدسی ہے فرمایا ''میں ان کی ہر اچھی چیز کی طرف رہنمائی کروں گا۔ اور ان کو تمام اچھے اخلاق ہدیہ کروں گا۔ اور اطمینان کو ان کا لباس بناؤں گا۔ اور نیکی کو ان کی فطرت، تقویٰ کو ان کا ضمیر، ان کی باتوں کو حکمت، سچ و وفا کو ان کی طبیعت، عفو و درگزر اور نیکی کو آپ کے اخلاق، انصاف ان کی

Marfat.com

سیرت، حق ان کی شریعت، ہدایت کو آپ کا امام اور اسلام آپ کی ملت بناؤں گا۔ میں ان کے نام کی تعریف کروں گا۔ (ان کا نام احمد ہوگا۔) اور میں آپ کے ذریعے سے گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا، جہالت کے بعد علم دوں گا، گمنامی کے بعد بلند مرتبہ دوں گا۔ اجنبیت کے بعد متعارف کراؤں گا۔ قلت کے بعد فراوانی کر دوں گا۔ فقیری کے بعد غنی (مالدار) کر دوں گا، جدائی کے بعد جمع کر دوں گا، آپ کے ذریعے مختلف دلوں اور مختلف قوموں کے درمیان محبت ڈال دوں گا اور آپ کی امت کو بہترین امت بنا دوں گا جو کہ لوگوں کے لیے نکالی گئی ہوگی۔" نبی اکرم ﷺ نے خود تورات میں اپنی صفات کی خبر دی ہے، اس صادق و امین نے فرمایا: "میرا بندہ جس کو میں نے چن لیا اس کی جائے پیدائش مکہ ہے اور ہجرت کی جگہ مدینہ یا پھر اس کی جگہ طیبہ فرمایا تھا اور آپ کی امت ہر حال میں اللہ کا شکر کرنے والی ہوگی۔"

تبشیر الانجیل بہ
(انجیل نے آنحضرت ﷺ کی خوشخبری دی ہے)

فارقلیط:

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو انجیل میں "فارقلیط" کی خوشخبری دی تھی۔ جس کا مطلب قریب قریب "محمد" یا "احمد" بنتا ہے اور اس بات کی تصدیق قرآن میں اللہ کا وہ فرمان کرتا ہے جو اللہ نے سورۃ الصّف کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ م بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

"اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰؑ بن مریم نے کہا تھا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور اس رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔"

اور حضرت مسیحؑ نے اس "فارقلیط" کے کچھ ایسے اوصاف کا تذکرہ کیا، جو کہ صرف ہمارے نبی پر صادق آتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ عالم کو اس کی غلطی پر ڈانٹیں گے۔ اور آپ ﷺ

Marfat.com

لوگوں کو تمام حق سکھلائیں گے، کیونکہ آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کریں گے، بلکہ تمام کی تمام وہ باتیں کریں گے جو آپ سنیں گے۔"

اسی بشارت کو قرآن شریف کی سورۃ النجم کی آیت نمبر ۴ نے اس پیرائے میں بیان فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى.

"وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، بلکہ (ان کی باتیں تو) وہ وحی ہوتی ہیں جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہیں۔"

اور "انجیل برناباس" میں تو صراحت کے ساتھ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نام مبارک آیا تھا۔ "انجیل برناباس" وہ ہے جو ابھی قریب کے زمانے میں ہی دریافت ہوئی ہے جس کو جاہلیت کے پردوں نے چھپایا ہوا تھا، اس میں تو آپ ﷺ کا نام مبارک صراحت کے ساتھ ہے۔

حرکۃ الافکار قبل البعثۃ

(نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے بارے میں لوگوں کے خیالات)

یہ باب قاری کو نبوت سے پہلے یہود و نصاریٰ کی طرف سے ایک بڑی تحریک کو سمجھنے میں آسانی سے رہنمائی کرے گا کہ یہود مدینے کے عربوں پر ایک جلد آنے والے نبی کے واسطے سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔

انصار کے اسلام کا ایک بنیادی سبب:

حضرت عاصم بن عمرو بن قتادہؓ نے اپنی قوم کے لوگوں سے روایت کیا ہے، وہ بتاتے ہیں کہ ہم اسلام تو اللہ کی رحمت کی نگاہ پڑنے کی وجہ سے لائے، البتہ اس کا ظاہری سبب وہ باتیں تھیں جو کہ ہم یہودی عالموں سے سنا کرتے تھے۔ ہم مشرک اور بت پرست تھے، جب کہ وہ لوگ اہل کتاب تھے، ان کے پاس ایسا علم تھا، جو ہمارے پاس نہیں تھا۔ مگر ہمارے اور ان کے درمیان مڈبھیڑ چلتی رہتی تھی۔ اور جب ہم ان سے ان کی کچھ ایسی چیزوں کو حاصل کر لیتے جن کے ہمارے حصول کو وہ ناپسند کرتے تھے (مثلاً جب ہم ان پر فتح پا لیتے اور ان سے ان کا مال چھین لیتے) تو وہ ہم سے یہ کہا کرتے تھے: "بلاشبہ اللہ کی طرف سے ایک بھیجے جانے والے نبی کا زمانہ قریب آ چکا ہے، ان کو عنقریب بھیجا جائے گا۔ ہم

Marfat.com

ان کے ساتھ مل کر تم لوگوں کو قوم عاد اور ارم کی طرح قتل کر دیں گے۔" اور یہ بات ہم ان سے اکثر سنا کرتے تھے۔ لیکن جب اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو بھیجا اور انہوں نے ہمیں اللہ کی دعوت دی تو ہم نے انکی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور ہم نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہستی ہیں جن کا وہ (یہودی) ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے لہذا ہم نے یہود سے پہلے ان (نبی) کو پہچان لیا اور ایمان لے آئے۔ جب کہ وہ انکار کر بیٹھے۔ اور ان کو یہود، یہ کہ ہم ان کے ساتھ مل کر تمہارا قتل عام کریں گے جیسا کہ قوم عاد اور ارم کا قتل عام ہوا تھا، اس لیے کہا کرتے تھے کہ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی نبوت کی صفت میں یہ بات بھی درج تھی کہ آپ طاقت کے بل بوتے پر مشرکین کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اور شاید انہوں نے یہ بات نہیں سوچی تھی کہ حسد اور بغاوت ان کے دلوں میں پیوست ہو جائے گی اور وہ سیدھے دین کو چھوڑ دیں گے۔ اور ان پر دنیا آخرت کا عذاب برحق ہو جائے گا۔

امیہ بن ابی الصلت نصرانی عربی اکثر و بیشتر یہ کہا کرتا تھا: "میں آسمانی کتابوں میں ایک ایسے نبی کی صفات کو پاتا ہوں جس کا ظہور ہمارے علاقے میں ہوگا۔"

حضرت سلمان فارسیؓ اپنے بارے میں قصہ سناتے ہیں کہ جب وہ قسیس (ان کے شیخ کا نام) کے ساتھی تھے تو وہ ان سے کہا کرتے تھے: "اے سلمان! اللہ تعالیٰ عنقریب ایک نبی بھیجیں گے جس کا نام احمد ہوگا۔ ان کا ظہور "تہامہ" پہاڑوں کی طرف سے ہوگا۔ ان کی ایک علامت یہ ہوگی کہ وہ ہدیہ قبول کریں گے مگر صدقہ کو قبول نہیں کریں گے۔" اور یہی وہ واقعہ ہے جس کی وجہ سے حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح جب آپ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کی طرف خطوط بھیجنے شروع کیے، تو سوائے کسریٰ بد بخت کے جس کے پاس الہامی کتاب سے متعلق کوئی علم نہیں تھا اس کے سوائے کسی نے بھی آپ ﷺ کے خط کی توہین نہیں کی۔ جبکہ دوسرے عیسائی بادشاہوں مثلاً: شاہ حبشہ نجاشی، مصر کے بادشاہ مقوقس، اور شہنشاہ روم قیصر نے قاصدین کے وفود کی عزت افزائی کی۔ ان میں سے کوئی اسلام لے آئے جیسے نجاشی، کسی نے نرمی سے انکار کیا، اگر بادشاہت کا غلبہ نہ ہوتا تو قریب تھا کہ وہ اسلام لے آتے، مثلاً قیصر۔ اور کسی نے تحفے تحائف بھیجے، جیسے مقوقس۔ اور اب تک آپ ﷺ اس پوزیشن میں

Marfat.com

نہیں تھے کہ قوت کے ذریعے بادشاہوں کو دہشت زدہ کرتے۔ بہر حال یہ صرف اس وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری دی ہے۔اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی صفات ان پیشین گوئیوں کے موافق تھیں، جو ان (کی کتابوں کے ذریعہ) ان کے پاس تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اچھے انداز سے جواب دیا۔

اور نبی ﷺ کے زمانے سے کچھ قبل کاہنوں کی اور غیبی طور پر سنی جانے والی آوازوں کا احاطہ ممکن نہیں۔ جتنا کچھ میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے اس کے بعد مزید کسی زیادہ طلب کرنے والے کے لیے وضاحت کی ضرورت نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے اور وہ باتیں جو وہ ہمارے پاس لائے ہیں، آپ ﷺ کی محبت کو تام کرنے کا مضبوط ذریعہ ہیں۔اور آپ ﷺ کی دعوت کی تائید کا بڑا حصہ ہیں۔عنقریب آپ کے سامنے وہ سب کچھ بیان ہو جائے گا۔بس آپ امید رکھیں۔آپ کی رہنمائی کی جائے گی۔اللہ آپ کو سیدھے راستے پر چلائے۔

Marfat.com

باب چہارم

مکی زندگی

Marfat.com

بدءالوحی
(سرور دو عالم ﷺ پر وحی کی ابتداء)

جب آپ ﷺ سن کمال یعنی ۴۰ سال کی عمر کو پہنچے تو اللہ نے آپ کو لوگوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا۔ تا کہ دنیا والوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف لے جائے۔ یہ واقعہ فروری کے مہینے میں ۶۱۰ء میں پیش آیا۔ جیسا کہ مرحم محمود باشا فلکیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ جب کہ ایک پیچیدہ بحث ومباحثہ کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ۱۳ سال پہلے ۱۷ رمضان المبارک بمطابق جولائی ۶۱۰ء میں رونما ہوا۔

آنحضرت ﷺ کے خوابوں کا سلسلہ:

آنحضرت ﷺ پر وحی (کی اقسام) میں جو چیز سب سے پہلے رونما ہوئی، وہ آپ ﷺ کے سچے خوابوں کا سلسلہ تھا۔ پس آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے صبح کی روشنی کی مانند واضح ہو کر اس کی تعبیر سامنے آجایا کرتی تھی۔ اور یہ بات اللہ کے اپنی مخلوق کے بارے میں اس تدریجی اصول کے مطابق ہو رہی تھی جو اللہ تمام معاملات میں ان کو قدم بقدم آگے بڑھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کمال کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور کسی انسان کے لیے یہ بات بڑی دشوار ہوتی ہے کہ اس کی طرف کسی فرشتے کے ذریعے سے پہلی بار وحی بھیجی جائے۔

خلوت پسندی:

اس کے بعد حضور ﷺ کو تنہائی پسند ہوگئی تا کہ آپ اس کائنات کی گمراہیوں سے دور ہو جائیں اور مخلوق سے رابطہ ختم ہو کر اللہ سے تعلق جڑ جائے کیونکہ خلوت نشینی میں باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ اور آپ ﷺ غارِ حرا میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔ اور مسلسل کئی کئی راتوں تک وہاں عبادت فرماتے رہتے تھے۔ کبھی تو دس راتوں تک معاملہ پہنچ جاتا تھا اور کبھی کبھی تو مہینے بھر وہاں قیام فرماتے۔ آپ ﷺ کی عبادت دین ابراہیمی کے مطابق ہوا کرتی تھی۔ اس کے لیے آپ ﷺ توشہ بھی اپنے ساتھ ہی لے جایا کرتے تھے۔ اور جب وہاں سے فارغ ہوتے تو حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس لوٹ آتے وہ آپ ﷺ کو دوبارہ

Marfat.com

توشہ تیار کر کے دے دیتیں۔

حق آن پہنچا:

او. یہ سلسلہ یونہی جاری رہا حتی کہ ایک روز آپ غار حرا میں تھے کہ حق ظاہر ہو گیا۔ اسی اثناء میں کہ آپ اس غار کی پہاڑی پر کھڑے تھے اچانک ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور کہا: ''اے محمد! (ﷺ) مبارک ہو، میں جبریل ہوں۔ اور تم اس امت کی طرف اللہ کے رسول ہو۔ پھر اس (جبریل) نے کہا: ''پڑھو۔'' آپ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' کیونکہ حضور ﷺ اُمی تھے۔ اس سے پہلے پڑھنا نہیں جانتے تھے تو انہوں نے حضور ﷺ کو اپنا پورا زور لگا کر پکڑا اور اس چادر کے ساتھ جس پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے خوب زور سے کھینچا۔ پھر چھوڑ کر فرمایا: ''پڑھو!'' آپ نے پھر فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' پھر انہوں نے دوبارہ پکڑ لیا اور بھینچا پھر چھوڑ کر کہا: ''پڑھو۔'' آپ نے پھر وہی بات دہرائی کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو انہوں نے تیسری بار پھر پکڑ کر دبایا اور پھر چھوڑ کر فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ

''پڑھو اپنے رب کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو! اور تمہارا رب سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے، جس نے (انسان کو) قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' سورۃ العلق آیت نمبر ۱ تا ۵۔

آپ ﷺ کو گھبراہٹ نے آ گھیرا:

اس کے بعد آپ کانپتے بدن کے ساتھ اس خوف سے بھرے ہوئے جو پہلی بار فرشتے کو دیکھنے سے آپ پر طاری ہو گیا تھا، واپس لوٹ آئے۔ اور آپ اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا: ''مجھے چادر اڑھا دو مجھے چادر اڑھا دو'' تاکہ آپ سے یہ کپکپی ختم ہو جائے تو انہوں نے چادر اڑھا دی حتی کہ جب آپ سے خوف جاتا رہا تو آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یوں کہتے ہوئے واقعہ سنایا: ''مجھے اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔'' کیونکہ فرشتے نے آپ کو اتنا زور سے دبایا تھا کہ آپ ﷺ کی جان نکلنے کو ہو گئی۔ اور صورتحال یہ تھی کہ حضور ﷺ اس سے پہلے، نہ تو جبریلؑ کو جانتے تھے نہ ہی ان کی شکل و صورت سے

Marfat.com

واقف تھے۔

نیک سیرت بیوی کی دانشمندانہ تسلی:

حضرت خدیجہ نے فرمایا: ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کمائی کر کے دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے راستے میں پیش آنے والے مسائل کے سلسلے میں آپ ہمیشہ مدد کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ آپ پر شیطانوں اور وہموں کو مسلط نہیں فرمائیں گے۔ اور اس بات میں بھی کسی قسم کا تردد نہیں کہ اللہ آپ کو آپ کی قوم کی ہدایت کے لیے چن لیں گے۔''

ورقہ بن نوفل کی پیشین گوئی اور حسرت:

جب حضرت خدیجہؓ نے اپنے اس گمان کو اور بھی پختہ کرنے کے لیے ان لوگوں سے مزید تحقیق کا ارادہ کیا جنہیں گذشتہ رسولوں کے حلات کا علم تھا جو انہوں نے پہلی کتابوں میں پڑھی تھیں تو انہوں نے اپنے چچازاد بھائی کے پاس جانے کا ارادہ کیا جو گذشتہ آسمانی کتابوں کا علم رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس چلی گئیں۔ یہ وہ بندہ تھا جو جاہلیت میں نصرانی بن گیا تھا اور عبرانی کتاب لکھا کرتا تھا۔ اور انجیل کو اللہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق عبرانی میں لکھا کرتا تھا۔ بہت بوڑھا تھا، اندھا بھی ہو گیا تھا حضرت خدیجہ نے ان کو فرمایا: ''اے میرے بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔'' انہوں نے کہا: بھتیجے تو نے کیا دیکھا؟ تو حضور ﷺ نے جو دیکھا تھا وہ ذکر فرما دیا۔ ورقہ یہ سن کر بول اٹھا: ''یہ تو وہی ناموس ہے جس کو اللہ جل جلالہ نے موسیٰ پر اتارا تھا۔'' (انہوں نے یہ بات اس لیے کی) کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کی طرف بھیجے جانے والے پیغام رساں ''جبرائیل'' ہیں۔ پھر انہوں نے حسرت سے کہا: ''اے کاش! میں اس وقت ایک طاقت ور جوان ہوتا، جب آپ اپنی قوم سے ان کے اعتقادات بدلنے کا تقاضا کرو گے، جن پر انہوں نے اپنے باپ دادا کو پایا تھا تو آپ سے ان کی دشمنی اور ناپسندیدگی کی وجہ سے آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی جس میں آپ نے پرورش پائی ہے۔''

صادق و امین ﷺ حیرت میں ڈوب گئے:

حضور ﷺ کو ورقہ کی آپ کی قوم سے متعلق بتائی گئی یہ بات بڑی عجیب لگی، کیونکہ حضور ﷺ تو عمدہ

Marfat.com

اخلاق سے متصف ہونے اور قول کی سچائی کی بناء پر اپنی قوم کی طرف سے محبت ہی جانتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کا نام ہی امین رکھ دیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے حیرت سے پوچھا: ''کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے جواب دیا: ''جو شخص بھی وہ پیغام لایا ہے جس کے ساتھ آپ کی بھیجا گیا ہے اس کے ساتھ دشمنی کی گئی ہے۔'' قران نے بھی یہی فرمایا اللہ نے اپنے کلام کے تیرہویں پارے کی سورۃ الابراہیم کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا

''اور جب لوگوں نے کفر اپنالیا تھا، انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے، ورنہ تمہیں ہمارے دین میں واپس آنا پڑے گا۔''

ورقہ نے رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے مکمل ہو جانے پر کہا: ''اگر میں نے وہ دن پا لیا تو تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔'' پھر کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

فترۃ الوحی

(وحی کے سلسلے کا انقطاع)

اس کے بعد وحی کا سلسلہ کچھ دنوں کے لیے منقطع ہو گیا۔ جس کے دنوں کی تعداد کے بارے میں مؤرخین متفق نہیں ہیں مگر سب سے راجح قول چالیس دنوں کا ہے۔ (یہ الشیخ محمد الخضری کی تحقیق ہے۔) وحی کا یہ سلسلہ اس لیے منقطع ہوا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کا وحی کا شوق بڑھ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، بلکہ نبی ﷺ کی حالت تو اس سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی حتی کہ جب آپ ﷺ کسی بلندی وغیرہ پر چڑھتے، تو یہ دل کرتا کہ یہاں سے اپنے آپ کو گرالیں۔ کیونکہ آپ کو اللہ کی بہت بڑی نعمت کو دیکھنے کے بعد اس کے چھن جانے کا ڈر تھا۔ وہ بڑی نعمت آپ کا انتخاب تھا کہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے مابین ایک واسطہ بن جائیں۔ (تو جب آپ یہ ارادہ کرتے) تو فوراً ایک فرشتہ یہ کہتے ہوئے ظاہر ہوتا: ''آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔'' جس سے آپ کے دل کو اطمینان ہو جاتا تھا۔ اور آپ اپنے ارادے کو ترک فرما دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے لوگوں کے لیے دین کے نور کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ وحی

Marfat.com

آپ پر دوبارہ آنے لگی۔

عودالوحی
(اوروحی پھر آنے لگی)

دیدار جبریل:

ایک بار حضور ﷺ جا رہے تھے کہ آسمان سے ایک آواز سنائی دی، نگاہ اوپر اٹھائی تو دیکھا وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ غار حرا کی ان باتوں کو یاد کر کے اس سے خوفزدہ ہو گئے، اور گھر لوٹ آئے۔ اور (اپنی زوجہ محترمہ کو) فرمایا: ''مجھے چادر اڑھا دو مجھے چادر اڑھا دو۔''

دوسری وحی:

اس وقت اللہ نے سورۃ المدثر کی آیت نمبر ۱ تا ۷ نازل فرمائیں:

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَ الرُّجْزَ فَاھْجُرْ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ وَ لِرَبِّکَ فَاصْبِرْ

''اے کپڑے میں لپٹنے والے! کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو ڈراؤ'' یعنی لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ (لیکن اگر وہ آپ کا کہا نہ مانیں، اور سرکشی پر اتر آئیں اور پھر) وہ اپنی اس سرکشی سے باز نہ آئیں اور نہ ہی ان بتوں سے (رکیں) جن کی ان کے آباءاجداد پوجا کیا کرتے تھے'' (تو آپ) اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔'' یعنی تعظیم کے لیے اسی کو خاص کر: اور اس سلسلے میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک مت ٹھہراؤ۔ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' تا کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہ سکو کیونکہ مومن کی شان کے مناسب نہیں کہ وہ گندا اور ناپاک رہے۔'' اور گندگی سے کنارہ کرلو۔'' یعنی گندگی کے اسباب چھوڑ دو جو کہ عذاب کا باعث ہیں۔ وہ اس طرح کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے احکام کو نافذ کرو۔'' اور زیادہ واپس لینے کی نیت سے احسان مت کرو۔'' یعنی کسی کو اس وجہ سے تحفہ مت دو کہ آپ اس کے بدلے میں زیادہ وصول کرنے کی لالچ ہو کیونکہ یہ سخاوت کرنے والوں کی شان کے خلاف ہے۔'' اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔'' یعنی اپنی قوم کی طرف سے دی جانے

Marfat.com

والی اس تکلیف پر صبر سے کام لو، جو عنقریب وہ لوگ آپ کو اس وقت پہنچائیں گے، جب آپ ان کو اسلام کی دعوت دیں گے۔

الدّعوۃ سراً والسابقین الی الاسلام

(خفیہ طور پر اسلام کی دعوت)

(اس فرمان الٰہی کا آنا تھا کہ) حضور ﷺ حکم کی بجا آوری کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اور ایسی سخت دل قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینی شروع کی جن کا کوئی دین و مذہب نہ تھا سوائے اس کے کہ ایسے بتوں کی پوجا کرنا جو نہ نفع دیتے تھے نہ ہی نقصان کے مالک تھے۔ اور ان پاس اس عبادت کی دلیل بھی نہیں تھی۔ اگر تھی بھی تو فقط یہ کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا تھا۔ اور وہ انہی کی پیروی کرتے تھے۔ ان کے پاس اس فرسودہ عزت اور بے تکی خودداری کے علاوہ اخلاق حسنہ نامی کوئی شے نہ تھی جو کہ بہت زیادہ لوٹ مار، جنگ وقتال اور خون بہانے کا سبب بنتی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس ایک ایسی چیز لے کر آئے تھے، جسے وہ جانتے تک نہیں تھے۔ چنانچہ ان میں سے جو اہل عقل تھے، انہوں نے تو اس ہدایت کے سرچشمے کی فوراً تصدیق کی۔ اور (اسی روز ہدایت سے) بتوں کی عبادت کو ترک کر دیا اور جنہیں ان کی سرداری نے اندھا کر رکھا تھا انہوں نے رخ پھیر لیا، اور تکبر کیا، تاکہ ان سے ان کا مرتبہ نہ چھن جائے۔ (اعاذنا اللہ منہا)

(ابتداء اسلام میں مشرف باسلام ہونے والے چند خوش نصیبوں کا تذکرہ)

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ:

سب سے پہلے جس پر اسلام کا نور پھیلا وہ (آپ کی زوجہ محترمہ) خدیجہؓ بنت خویلد اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ بن ابوطالب تھے، جو کہ آپکے ہاں ہی قیام پذیر تھے۔ اور جن کا قیام وطعام آپ ﷺ کی سرپرستی میں ہوا کرتا تھا۔ اور وہ (علیؓ) آپ ﷺ کی تابعداری کیا کرتے تھے۔

چونکہ قریش کو قحط سالی نے آگھیرا تھا۔ اور ابوطالب اتنے زیادہ مالدار نہیں تھے البتہ زیادہ بال بچوں والے تھے تو حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو فرمایا: ''بلاشبہ آپ کے بھائی ابوطالب

Marfat.com

زیادہ بچوں والے ہیں۔ اور لوگوں پر تنگی کے جو حالات گزر رہے ہیں آپ کے سامنے ہیں۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ چلو چل کر ان کے سر سے ان کی آل عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ان کے بچوں میں سے ایک کو آپ لیں لیں اور ایک کو میں لے لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ دونوں چل پڑے اور ابو طالب کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ یوں حضرت عباسؓ نے جعفر بن ابو طالبؓ کو اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو لے لیا۔ پھر حضرت علیؓ آپ کی کفالت میں آپ کے بیٹے کی طرح رہنے لگے۔ اور جب وہ قریب البلوغ ہوئے تو حضور ﷺ پر نبوت آچکی تھی۔ چونکہ وہ ہر کام میں حضور ﷺ کی پیروی کیا کرتے تھے، لہٰذا ان کو جاہلیت کی گندگی یعنی بتوں کی پوجا اور خواہشات نفس کی پیروی کی آلودگی نے میلا نہیں کیا۔

سیّدنا زید بن حارثؓ:

اسی طرح زیدؓ بن حارثہ بن شرحبیل کلبی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ یہ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور ان کو زید بن محمد بھی کہا جاتا تھا، کیونکہ حضور ﷺ نے ان کو خریدنے کے بعد آزاد کر کے منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اس زمانے میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح ہی سمجھا جاتا تھا۔ یعنی اسے وراثت میں حصہ ملتا تھا اور اس کی چھوڑی ہوئی وراثت میں سے سب کو حصہ دیا جاتا تھا۔

حضرت ام ایمن:

آپ کی دائی حضرت ام ایمنؓ نے بھی اسلام قبول فرما لیا۔ جن کی شادی آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ سے کرائی تھی۔

سیّدنا ابوبکر صدیقؓ:

سرور دو عالم ﷺ کے اہل خانہ کے علاوہ جس شخصیت نے سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت حاصل کی، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ عبداللہ بن ابوقحافہ بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تیمی قریشی ہیں۔ یہ نبوت سے پہلے سے آپ ﷺ کے دوست تھے اور آپ کے اخلاق حسنہ سے متصف ہونے کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اور جب سے آپ ﷺ سے ملے تھے کبھی آپ پر جھوٹ کا الزام نہیں لگا دیکھا تھا

Marfat.com

لہٰذا جب آپ ﷺ نے اپنے مشرف بالرسالۃ ہونے کی خوش خبری سنائی تو فوراً تصدیق کر دی۔ اور فرمایا: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ تو سچ بولنے والوں میں سے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' سیدنا ابوبکر صدیقؓ مال کی وسعت و فراوانی اور اخلاق حسنہ کی بناء پر وہ قریش میں بڑے ذی قدر تھے۔ اور لوگوں میں بہت زیادہ پاک دامن اور نیک تھے، (امور خیر میں) اپنے مال کو خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنی قوم میں اٹھ بیٹھ کے اعتبار سے پسندیدہ شخصیت تھے۔ اور اسی لیے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بحیثیت وزیر کے تھے۔ اور آپ ﷺ ان سے ہر کام میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''میں نے ابوبکرؓ کے علاوہ جس کو بھی اسلام کی دعوت دی، اس کے دل میں کچھ نہ کچھ تردّد تھا۔''

اس جیسے عظیم اور بڑے کام کو اہل عرب کے سامنے اچانک پیش کرنے سے کہیں ان کا اسلام میں داخل ہونا مشکل نہ ہو اسی مصلحت کے پیش نظر اس وقت تک اسلام کی یہ دعوت خفیہ چل رہی تھی لہٰذا حضور ﷺ کو جس شخص پر اعتماد ہوتا، صرف اسی کو ہی اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔

ابوبکرؓ کی تبلیغ سے اسلام لانے والے لوگ:

اسی طرح قریش میں سے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اعتماد ہوتا، ان کو دعوت دیتے تھے۔ اور ان کی دعوت سے بہت سے لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سیدنا عثمانؓ بن عفان:

ان میں حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی قریشی تھے۔ جب ان کے چچا حکم کو ان کے اسلام لانے کے بارے میں پتا چلا تو ان کے کاندھوں کے پیچھے ہاتھ باندھ کر خوب زور سے مشکیں کس دیں۔ اور کہا: ''تو باپ دادا کے دین سے منہ موڑ کر ایک گھڑے ہوئے نئے دین کی طرف پھر گیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تجھے آزاد نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو اس کو چھوڑ دے۔'' تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! نہ میں ان کو چھوڑوں گا نہ ان سے جدائی اختیار کروں گا۔'' پھر جب حکم نے دین پر ان کی ثابت قدمی کو دیکھا تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس وقت وہ جوان تھے تقریباً ۳۰ سال عمر تھی۔

Marfat.com

حضرت زبیرؓ بن عوامؓ:

ن میں سے ایک زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قریشی بھی ہیں جن کی والدہ محترمہ صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں۔ زبیر کے چچا ان کو جکڑ کر ان پر دھویں کے ذریعے سے تشدد کیا کرتے تھے، تاکہ وہ اپنے باپ دادا کے دین پر واپس لوٹ آئیں مگر ان کو اللہ نے ثابت قدمی کی توفیق دی۔ وہ جوان تھے سن بلوغت سے زیادہ کے نہ تھے۔

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ:

اوران میں سے ایک عبدالرحمٰنؓ بن عوف بن عبدعوف بن الحارث بن زہرہ بن کلاب قریشی ہاشمی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدعمرو تھا، پھر آپ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔

سعد بن ابی وقاصؓ:

ان میں سے ایک سعدؓ بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب زہری قریشی ہیں۔ جب ان کی والدہ حمنہ بنت ابوسفیان بن امیہ کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو ان سے کہا: ''اے سعد! مجھے خبر ملی ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! (تب تک) سردی و گرمی سے چھت میرے اوپر سایہ نہیں کرے گی اور بلاشبہ کھانا پینا میرے اوپر اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ تو محمد (ﷺ) کا انکاری نہ ہو جائے۔'' اور اسی حالت میں تین دن گزر گئے۔ تو حضرت سعدؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اپنی والدہ کے معاملے کی شکایت کی۔

والدین کی اطاعت کا اصول قرآنی:

اس سلسلے میں تعلیم کے طور پر سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۸ نازل ہوگئی:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ لیکن اگر وہ (ان میں سے کوئی ایک) تجھ کو مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو بھی شریک ٹھہرا جس کے بارے میں تیرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر ان دونوں کی بھی اطاعت مت کر۔ میری طرف ہی تم کو لوٹ کر آنا

Marfat.com

ہے۔اور میں تم کو تمہارے اعمال کے بارے میں بتلاؤں گا۔‘‘

اللہ جل جلالہ نے بندے کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم وتاکید فرمائی ہے چاہے وہ مومن ہوں یا کافر۔لیکن جب وہ شرک کی دعوت دے تو ان کی بات نہ ماننا لازم ہو جاتا ہے۔کیونکہ توحید کے مقابلے میں والدین کا کوئی حق اور معاملہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ختم ہو جاتا ہے۔کیونکہ مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی کی کوئی گنجائش نہیں۔پھر ارشاد ربانی ہوا: ’’میری طرف ہی تم کو لوٹ کر آنا ہے۔اس کو بھی جو ایمان لایا اور اس کو بھی جس نے شرک کیا۔تو میں تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔‘‘

اس آیت کے خاتمے میں دو فائدے ہیں:

(۱) اس بات پر تنبیہ کی کہ جزا اللہ کی طرف سے ہوتی ہے لہذا والدین کے شرک کرنے کی وجہ سے ان سے بدسلوکی جائز نہیں۔

(۲) دین پر ثابت قدمی، تاکہ آخرت میں انجام بد سے محفوظ رہ سکیں۔

طلحہؓ بن عبید اللہ:

ان میں سے ایک طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ التیمی قریشی ہیں۔یہ یہودی عالموں سے سن سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور آپ کی صفات کو پہچان چکے تھے۔اور جب ان کو ابوبکر صدیق نے دعوت دی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دین کے بارے میں جس سے یہ اللہ نے ان کو نفع پہنچایا، سن لیا، اور قوی اور سیدھے دین کی راہیں عربوں کے سراپا عیب مذہب سے بالکل مختلف دیکھیں تو اسلام لانے میں کوئی تاخیر نہ کی۔

سیدنا صہیبؓ اور عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدین:

جن لوگوں نے اسلام لانے میں پہل کی ان میں سے حضرت صہیب رومیؓ بھی ہیں۔یہ غلام تھے۔ور (انہی سابقین اولین میں) عمار بن یاسر عنسیؓ بھی ہیں۔یہ ذکر فرماتے ہیں: ’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے ہمراہ پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکرؓ تھے۔‘‘

اسی طرح ان کے والد یاسرؓ اور والدہ سمیہؓ بھی اسلام لائے تھے۔

Marfat.com

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ:

اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں میں سے عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں۔ یہ قریش کے کسی مشرک کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب انہوں نے واضح نشانیاں دیکھیں اور بلند اخلاق جن کی اسلام دعوت دے رہا تھا، مشاہدہ کرلیا تو بتوں کی عبادت کو چھوڑ چھاڑ کر رسول اللہ ﷺ کو لازم پکڑ لیا۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں کثرت سے آیا جایا کرتے تھے۔ اور ان کو وہاں سے روکا نہیں جاتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ جب آپ غسل فرماتے تو یہ پردہ کرتے۔ جب آپ ﷺ سوتے تو یہی جگایا کرتے تھے۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کو جوتیاں پہنایا کرتے تھے۔ اور جب آپ تشریف فرما ہوتے تو فرط محبت میں جوتیوں اپنے بازوں میں ڈال لیا کرتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ:

ابتدا میں ہی اسلام لے آنے والوں میں سے حضرت ابوذر غفاریؓ بھی ہیں۔۔ یہ گاؤں کے عربوں میں سے تھے۔ اور بڑے فصیح اللسان اور شیریں گفتگو کرنے والے تھے۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت خبر ملی تو انہوں نے اپنے بھائی کو کہا: ”اس وادی کی جانب سوار ہو جاؤ۔ مجھے اس شخص کی خبر لا کر دو، جو سمجھتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اور آسمان سے اس پر وحی آتی ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے مجھے بتاؤ۔ تو ان کے بھائی چل پڑے، حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنیں۔ اور جناب ابوذرؓ کے پاس واپس لوٹ آئے اور یوں بیان کیا: ”میں نے دیکھا کہ وہ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ وہ ایسا کلام پڑھتے ہیں جو شعر نہیں ہے۔“ انہوں (ابوذرؓ) نے کہا: جو میں چاہتا تھا اس حوالے سے تو نے مجھے مطمئن نہیں کیا۔

تلاشِ منزل:

خیر! پھر انہوں نے توشہ تیار کروایا اور اپنے ساتھ ایک مشکیزہ لیا جس میں پانی تھا۔ اور مکے پہنچ گئے وہاں مسجد میں قیام فرمایا۔ اور نبی ﷺ کو تلاش کرنا شروع کر دیا وہ آپ ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں کسی سے پوچھنا مناسب نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ قریش ایسے شخص کو ناپسند کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بات کرے۔ حتیٰ کہ جب رات ہو گئی، تو حضرت علیؓ نے انہیں دیکھا۔ حضرت علی نے پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہیں، تو انہوں نے اپنے ہاں ان کی مہمان

Marfat.com

نوازی فرمائی اور دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ (اس اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کہ عربوں میں مہمان سے اس کی آمد کا مقصد تین دن سے پہلے نہیں پوچھا جاتا تھا) جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنا مشکیزہ اور توشہ دان اٹھایا اور مسجد کی طرف چل دیے۔ اور یہ دن بھی گزر گیا۔ اور رسول اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ تو اپنے بستر پر واپس لوٹ آئے۔ پھر جب حضرت علیؓ ان کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا: ''کیا اب تک بندے کے لیے وہ وقت نہیں آ گیا کہ کل جس مکان میں اس کی مہمان نوازی ہوئی تھی اس کو پہچان لے؟ (یہ کہہ کر) ان کو اٹھایا اور وہ ان کے ساتھ چل پڑے۔ اور کسی نے دوسرے سے کچھ نہیں پوچھا، حتی کہ تیسرا دن بھی آ گیا تو حضرت علیؓ نے وہی عمل دہرایا۔ پھر حضرت علیؓ نے ان سے کہا: ''کیسے آنا ہوا؟'' تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ تم میری رہنمائی کرو گے تو میں تم کو بتلاؤں گا۔ انہوں نے وعدہ کر لیا تب ان کو بتلا دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یقیناً یہ بات سچی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب صبح ہو جائے تو آپ میرے پیچھے پیچھے آئیے گا۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں گا جس سے آپ کو کوئی ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو تو میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا گویا کہ میں پانی بہا رہا ہوں۔ پھر اگر میں چل پڑوں تو تم مسری پیروی کرنا یہاں تک کہ جہاں میں داخل ہو جاؤں تم بھی وہاں داخل ہو جانا۔''

دیدار حضرت ﷺ:

چنانچہ وہ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ حضرت علیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور وہ بھی آپؓ کے ہمراہ ہادی عالم کے دربار میں حاضر ہو گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور اسی وقت اسلام لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو فرمایا: ''اپنی قوم کی طرف جایئے اور میرا اگلا حکم آنے تک ان میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیجئے۔ تو انہوں نے جواب دیا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں اس کلمہ حق کی صدا ان (مشرکین) کے سامنے بلند کروں گا۔'' اتنا فرما کر یہ عظیم الشان صحابیؓ وہاں سے نکل پڑے۔ اور سیدھے مسجد جا پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔''

آزمائش:

Marfat.com

کلمہ شہادت کی یہ صدا سن کر ساری قوم ان پر پل پڑی۔ اور ان کو مار مار کر چت لٹا دیا۔ یہ منظر دیکھ کر جناب عباسؓ آگے بڑھے، اور ان کے اوپر جھک گئے۔ اور فرمایا: ''ارے تمہارا ناس ہو کیا تم لوگوں کو یہ علم نہیں ہے کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے تعلق رکھنے والا ہے؟ اور تمہاری شام سے تجارت کرنے کا راستہ اسی شہر سے ہو کر جاتا ہے؟'' اس طرح انہوں نے جناب ابوذرؓ کو ان درندوں سے بچا لیا لیکن ان صحابی رسول نے اگلے روز پھر یہی جرات آزما کام کیا تو اس قوم نے پھر سے انہیں اچھا خاصا زدوکوب کیا۔ اور اسی طرح جور و جبر کر کر کے انہیں چت لٹا دیا۔ آج بھی اسی طرح سیّدنا عباسؓ نے ان کا دفاع کیا۔ (اس واقعے کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔)

جناب ابوذرؓ بات کرنے کے لحاظ سے سب سے سچے تھے۔ اور سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے۔

چند اور سابقین:

انہی اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں میں سے حضرت سعید بن زید عدوی قریشیؓ اور ان کی زوجہ محترمہ جناب فاروق اعظمؓ کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطابؓ اور امّ الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ جناب عباس بن عبدالمطلبؓ کی زوجہ محترمہؓ اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد ہیں۔ اور ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی قریشی رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور ان کی زوجہ محترمہ امّ سلمہؓ اور عثمان بن مظعون جمحی قریشی اور ان کے بھائی قدامہ اور جناب عبداللہ اور ارقم بن ابوالارقم مخزومی قریشی شامل ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

خالد بن سعیدؓ:

ان سبقت لے جانے والوں میں سے خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس اموی قریشیؓ بھی ہیں۔ ان کے والد صاحب قریش کے سردار تھے۔ جب وہ عمامہ باندھتے تو قریش میں سے کوئی شخص ان کے رعب وجلال کی وجہ سے عمامہ نہیں باندھا کرتا تھا۔

ایک خواب ہدایت بن کر آیا:

ورقصہ کچھ یوں ہوا کہ جناب خالد بن سعیدؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ میں

Marfat.com

گرنے والے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو تھام لیا اور اس دہکتی ہوئی آگ سے ان کو بچا لیا۔ یہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: اے محمد! (ﷺ) تم کس چیز کی دعوت دے رہے ہو؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اس اللہ کی عبادت کی دیتا ہوں جو اپنی بادشاہی میں اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم ایسے پتھروں کے بتوں کی عبادت کو ترک کر دے جو کہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور یہ دعوت دیتا ہوں کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ اور اپنے بچوں کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل مت کرو۔ اور کسی بھی قسم کی ظاہری یا باطنی بے حیائی و فحاشی کے قریب بھی مت پھٹکو۔ اور کسی ایسے نفس (شخص) کو قتل مت کرو، جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو۔ البتہ کسی حق کے بدلے میں (قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔) اور یہ کہ یتیم کے مال کے پاس مت جاؤ، ہاں البتہ اچھے طریقے سے (یعنی ان کی دیکھ بھال اور سرپرستی کرنے کی غرض سے) جب تک کہ وہ جوان ہوں، (جا سکتے ہیں۔) اور یہ کہ انصاف کے ساتھ ناپ تول میں برابری کرو۔ اور یہ کہ اپنی بات میں انصاف کا پہلو روا رکھو اگرچہ تم اپنے قریبی رشتے دار کے خلاف فیصلہ کر رہے ہو۔ اور یہ کہ آپ جو وعدہ کرو اس کو بہر حال پورا کرو۔'' (یہ سن کر آپؓ مشرف باسلام ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ)

کڑی آزمائش:

دین اسلام کے یہ درخشاں اصول سن کر آپؓ حلقہ اسلام میں تو داخل ہو گئے۔ لیکن ادھر سے ان کے والد سخت غضبناک اور ناراض ہو گئے۔ اور ان کو سخت ایذاء و تکالیف دیں۔ یہاں تک کہ ان کا کھانا پینا تک بند کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنے والد کو چھوڑ چھاڑ کر رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام لیا اور آپ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ اور اپنے والد سے چھپ کر مکہ کے مضافات میں رہنے لگے۔

ان کے اسلام لانے کے بعد ان کے بھائی عمرو بن سعید بھی اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے۔

یہ صرف مرے آقا ﷺ کا اخلاص تھا:

Marfat.com

اور اس طرح یہ معزز و شریف لوگ دین اسلام میں داخل ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی تیر و تلوار نہیں تھے کہ جن سے آپ ﷺ ان کی گردنوں پر وار کرتے ہوں۔ اور اس وجہ سے یہ عاجز و مجبور اور لاچار ہو کر ان لوگوں نے آپ ﷺ کی فرمانبرداری قبول کی ہو۔ اور نہ ہی آپ ﷺ کے پاس ایسی کوئی خاص دنیاوی چیز تھی کہ جس کے لالچ میں آ کر ان معزز ہستیوں نے اپنے آباؤ اجداد اور اپنے مالدار خاندان اور قبیلوں کو چھوڑ دیا ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر لی ہو، کہ یہ بھی آپ ﷺ کے مال و جائیداد کے واسطے سے کھاتے پیتے رہیں۔ ناں ناں! بلکہ حقیقت حال تو یہ تھی کہ ان میں سے اکثر و بیشتر رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ مال و دولت والے تھے۔ مثلاً ابوبکر صدیق، عثمان، خالد بن سعید اور ان کے علاوہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین۔

اور غلاموں میں سے جن لوگوں نے آپ ﷺ کی اتباع قبول کی تھی، ان کے آقاؤں نے ان کو بہت سخت تکالیف، مشقتیں اور بھوک و پیاس کی ایذائیں پہنچائیں۔

باخدا یہ سارا سلسلہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور ان پر دین کے انوار و برکات کا نزول ہی ہے کہ وہ جان گئے کہ وہ گمراہی پر ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ ہدایت پر ہیں۔

الجہر بالتبلیغ

(اسلام کی دعوت کا اعلانیہ سلسلہ شروع ہوا)

دار ارقم بن ابی ارقم، ایک مدرسہ:

اتنی مدت گزر چکی تھی لیکن اس دوران نبی اکرم ﷺ دعوت اسلام کا اظہار قریش کی عمومی مجالس میں نہیں فرمایا کرتے تھے۔ نہ ہی مسلمان قریش کے تعصب کی وجہ سے اپنی عبادات کو کھل کر ظاہر کر سکتے تھے۔ لہٰذا جو بھی عبادت کرنا چاہتا، وہ مکے کی گھاٹیوں میں چلا جاتا۔ اور چھپ کر نماز پڑھتا۔ اور اس وقت جب اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد تیس/۳۰ سے زیادہ ہوگئی، تو یہ بات لازمی تھی کہ ان کا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اجتماع ہوتا کہ آپ ﷺ ان کو مزید دین و حق کا درس دے سکیں اور ان کی رہنمائی کر سکیں۔ اس کام کے لیے آپ ﷺ نے حضرت ارقم بن ابو الارقمؓ کے گھر کو منتخب فرمایا۔ (یہ وہی صحابی ہیں جن کے اسلام لانے کا تذکرہ ہم نے سابقین اولین میں کر دیا۔)

Marfat.com

وادی صفا حق کی صدا سے گونج اٹھی:

آنحضرت ﷺ مسلسل خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ آپ پر اللہ جل جلالہ کا فرمان سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۴ کی صورت میں اترا، ارشاد ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْن

''پس جس بات کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے، اسے علی الاعلان لوگوں کو سنا دو۔ اور جو لوگ پھر بھی شرک کریں ان کی پرواہ مت کرو۔''

اس طرح خفیہ دعوت کو اپنے رب کے حکم کے عین مطابق اور اس کے وعدے اور نصرت پر یقین رکھتے ہوئے عمومی دعوت میں بدل دیا گیا۔ آپ صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے گروہوں کے نام لے لے کر آواز لگانا شروع کی: ''اے بنو فہر! اے بنو عدی! جسے سن کر لوگ اُمڈ آئے حتیٰ کہ وہ شخص جو خود نہیں آ سکتا تھا اس نے بھی اپنے ایک نائب کو بھیج دیا۔ تاکہ وہ اس بات کو معلوم کر کے آئے، ابولھب بن عبدالمطلب قریش کی طرف سے آیا اور حضور ﷺ نے فرمانا شروع کیا: ''تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس وادی میں گھڑ سواروں کا ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟'' سب نے جواب دیا: ''ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس تو میں تم لوگوں کو ایک دردناک عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ یہ سن کر ابو لہب نے کہا: ''تیرا ناس ہو! کیا تو نے ہم کو اس لیے جمع کیا تھا۔'' (لعنہ اللہ) اللہ نے اس کے بارے میں سورۃ اللھب نازل فرمادی:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ

''ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے۔ اور وہ خود بھی برباد ہو چکا ہے۔ اس کی دولت اور جو اس نے کمائی کی تھی وہ اس کے کچھ کام نہیں آئی۔ اور وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی، لکڑیاں ڈھوتی ہوئی، اپنی گردن میں مونجھ کی رسی لیے ہوئے۔'' لکڑیاں اٹھانے کا مطلب مجلس میں چغلیاں کرنا تھا کیونکہ وہ عورتوں کی مجلس میں حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھا کرتی تھی۔

Marfat.com

رشتہ داروں سے میٹنگ:

پھر آپ ﷺ پر سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۱۴، ۲۱۵ اور ۲۱۶ نازل ہوئیں:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

''اور (اے پیغمبر ﷺ!) اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرایئے۔'' یعنی بنو ہاشم، بنو مطلب بنو نوفل اور بنو عبد شمس جو عبد مناف کی اولاد ہیں۔ ''اور جو مومن آپ کی اتباع کرے، ان کے لیے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کے بازوؤں کو جھکا دیجیے۔ اور اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں'' یعنی قریبی خاندان والے ''تو آپ ﷺ فرما دیجیے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو میں اس سے بری ہوں۔''

لہٰذا حضور ﷺ نے اپنے تمام رشتے داروں کو جمع فرمایا اور ان کو یوں خطاب کیا: ''بلاشبہ قائد اپنے گھر والوں سے تو جھوٹ نہیں بولتا۔ خدا کی قسم! اگر میں تمام لوگوں سے بھی جھوٹ بول دوں تو بھی تم سے تو جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور اگر میں تمام کے تمام لوگوں کو دھوکہ دے بھی دوں تو تم کو تو دھوکہ نہیں دوں گا۔ اس اللہ کی قسم! جس کی علاوہ کوئی معبود نہیں میں خصوصی طور پر تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں اور عمومی طور پر تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اللہ کی قسم ایک دن تم سب لوگ مر جاؤ گے جیسا کہ تم لوگ سوتے ہو اور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے جیسا کہ تم بیدار ہوتے ہو اور جو کام تم کرتے ہو، اس کی پوچھ گچھ ہو گی۔ اور ضرور بالضرور تمہیں اچھائی کا بدلہ اچھائی سے اور برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا اور بلاشبہ ہمیشہ کی جنت ہو گی یا جہنم ہمیشہ کا ٹھکانہ ہو گی۔'' تو آپ ﷺ کی یہ تقریر سن کر آپ کے چچا ابولھب جو کہ بڑا جھگڑالو تھا، اس کے علاوہ پوری کی پوری قوم نے نرم انداز سے بات کی۔ جب کہ ابولہب نے کہا: ''اس (محمد ﷺ) کو روک لو قبل اس کے کہ عرب کے لوگ تمہارے خلاف جمع ہو جائیں۔ پھر اگر تم اس وقت محمد ﷺ کو ان کے حوالے کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے۔ اور اگر ان کو منع کرو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے۔'' تو ابو طالب نے کہا: ''اللہ کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں اس کی حفاظت کریں گے۔'' پھر مجمع چھٹ گیا۔

استہزاء اور مذاق کا گھٹیا سلسلہ:

Marfat.com

جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت کو جہری انداز میں شروع فرمایا تو قریشیوں نے آپ ﷺ کا استہزاء کیا، اور اپنی مجلسوں میں آپ ﷺ مذاق اڑایا پس جب آپ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو وہ لوگ آوازیں لگاتے:

''یہ ابو کبشہ کا بچہ آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور یہ عبد المطلب کا لڑکا آسمانوں سے باتیں کرتا پھر رہا ہے۔'' (معاذ اللہ)

وہ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر جب آپ ﷺ نے ان کے معبودوں کے عیوب بیان فرمانا شروع کیے اور ان کی بے وقوفی کا پردہ چاک کیا، اور ان سے کہا: ''اللہ کی قسم! اے میری قوم! تم نے تو اپنے جدامجد سیدنا ابراہیمؑ کے دین کی مخالفت شروع کر دی ہے۔'' تو جاہلیت کی حمیت ان کے دماغوں پہ ان معبودوں پر غیرت کھاتے ہوئے جن کی ان کے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، سوار ہوگئی، تو وہ لوگ جمع ہو کر آپ کے چچا بنو ہاشم کے سردار ابو طالب کے پاس چلے گئے جنہوں نے حضور ﷺ کو دشمنوں کے شکنجے سے بچانے کی ذمہ داری لی ہوئی تھی۔ انہوں نے ان سے یہ مطالبہ کیا وہ کہ حضور ﷺ اور ان کے درمیان سے رستہ چھوڑ دیں یا وہ جو بات کر رہے ہیں، اس سے ان کو روک دیں۔ تو ابو طالب نے ایک اچھے سے انداز میں ان کو لوٹا دیا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ حضور ﷺ اپنے دعوت کے کام لگے رہے کوئی آپ کو روک نہ سکا۔ اور کام پھیلتا چلا گیا۔ مگر قریش نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف دشمنی اور کینے کو اپنے دلوں میں چھپائے رکھا۔ اور ا‌ر ،ہر ایک دوسرے کو ابھارتے رہے۔

ایک بار پھر وہ لوگ ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا: ''یقیناً آپ ہم میں بزرگی، شرافت اور بڑا مرتبے والے ہے، ہم نے آپ سے پہلے بھی مطالبہ کیا تھا کہ اپنے بھتیجے کو روکیے۔ مگر آپ نے اس کو نہیں روکا اور اللہ کی قسم! ہم اپنے آباء و اجداد کو اس طرح گالیاں دینے پر، ہماری عقلوں کو خراب قرار دینے اور ہمارے معبودوں پر عیب لگانے پر صبر نہیں کر سکتے اس لیے کہ جب وہ دین حق کی تقلید نہ کرنے کی دلیل و حجت ان کے آباء و اجداد کے اس راہ کی اتباع نہ کرنے کو بناتے تو اسلام ان کی اپنی اس عطیہ خداوندی سے ملنے والی عقل کو استعمال نہ کرنے پر ان کے باپ دادا کی مذمت کرتا (کہ وہ کیسے بیوقوف تھے کہ ایسی معقول بات بھی نہ سمجھ سکے۔) جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۰ میں ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

''جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے، جن پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا کیا اس صورت میں بھی (ان کو یہی چاہیے) جب کہ ان کے باپ دادا (دین کی) ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں، اور انہوں نے کوئی (آسمانی) ہدایت بھی نہ حاصل کی ہو؟''

اور سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کلام نازل کیا ہے اس کی طرف اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ، تو کہتے ہیں کہ ہم نے جس دین پر اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے، ہمارے لیے وہی کافی ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا کو ذرا علم و ہدایت حاصل نہ ہو (کیا پھر بھی یہ ان کے پیچھے چلتے رہیں گے)؟''

اور سورۃ لقمان کی آیت نمبر اکیس/۲۱ میں فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

''اور جب ان سے کہا جائے کہ اس دین کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے، تو کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ہم تو اسی دین پہ چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے۔ بھلا اگر شیطان ان (باپ دادوں) کو جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو، کیا تب بھی (وہ انہی کے پیچھے چلیں گے؟)''

اور اللہ رب العزت نے ان کے ناقابل قبول دلائل کو سورۃ الزخرف کی آیت نمبر تیئیس/۲۳ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ

Marfat.com

''ان کے مالداروں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پہ چلیں گے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اس مقالے میں جو کہ ان کے تعصب اور عناد کے خلاف دلیل ہے، انہیں پچھلی امتوں کے ساتھ تشبیہ دی تو سورۃ الزخرف کی آیت نمبر چوبیس/۲۴ میں ارشاد فرمایا:

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ

''پیغمبر نے کہا کہ کیا میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت کی چیز نہیں لایا جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تو انہوں نے کہا جو کچھ تمہیں دے کے بھیجا گیا ہے، ہم اس سے انکاری ہیں۔''

قریش بھڑک اٹھے:

پھر ان قریش کے لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ یا تو تم اس کو روک لو، یا ہم اس سے اور تم سے مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک گروہ ہلاک ہو جائے۔'' پھر وہ لوگ چلے گئے مگر ابو طالب کو اپنی قوم کی یوں جدائی بہت گراں محسوس ہوئی اور اپنے بھتیجے کی رسوائی پر دل میں خوش نہ ہوئے۔

چچا کا شکوہ اور پیغمبر انقلاب ﷺ کا استقلال:

(اس وقت ابو طالب نے) آپ ﷺ سے فرمایا: ''اے میرے پیارے بھتیجے! بلاشبہ قوم میرے پاس آئی تھی اور اس اس طرح کی باتیں کی ہیں تو آپ اپنے آپ تک محدود رہیے اور مجھ پر وہ بار مت ڈالیے جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے سمجھا کہ آپ ﷺ کے چچا نے آپ ﷺ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم اے چچا! اس کام کو چھوڑنے کے عوض یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تو بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب فرما دیں یا پھر میں ہی ہلاک ہو جاؤں۔ پھر آپ ﷺ رو دیے اور رخ موڑ لیا تو ابو طالب نے کہا: اے بھتیجے! ادھر دیکھو، آپ ﷺ آئے تو انہوں نے کہا جاؤ اور جو جی چاہے کہو اللہ کی قسم میں آپ کو اس قوم کے حوالے نہیں کروں گا۔''

Marfat.com

الایذاء والمستہزؤن

(راہ حق میں مسلمانوں کو دی جانے والی تکالیف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی طرف سے بہت زیادہ تکالیف اور بڑی سختیاں اٹھائیں۔خصوصاً جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ میں نماز ادا کرنے جاتے تھے۔

(مسلمانوں کا مذاق اڑانے والے چند بدبختوں کا تذکرہ)

اوران میں سے ایک جماعت تو بہت زیادہ رسول اللہ کو تکلیف دینے والی تھی اوران کی تکالیف کی کثرت کی وجہ سے ان کا نام ہی ''مستہزئین'' یعنی مذاق اڑانے والے کی جماعت رکھ دیا گیا تھا۔(ان میں سے چند سرغنہ لوگوں کا احوال ہم ذیل میں پڑھیں گے۔)

ابوجہل:

ان مذاق اڑانے والوں میں سے سب سے پہلا اور سب سے سخت ابوجہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ مخزومی قریشی تھا۔ایک دن اس نے کہا:''اے قریش کے گروہ! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) تمہارے دین پر عیب لگاتا ہے اور معبودوں کو گالیاں دیتا ہے،تمہاری عقلوں کو خراب قرار دیتا ہے اور تمہارے باپ دادا کو گالیاں دیتا ہے۔میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ کل ایک ایسا بڑا پتھر لے کر بیٹھ جاؤں گا کہ اس کا بوجھ میں خود بھی نہ اٹھا سکوں اور جب وہ سجدہ کرے گا تو میں اس کے ذریعے سے اس کا سر کچل کر رکھ دوں گا پھر اس وقت چاہے تم مجھے ان کے حوالے کر دینا یا بچا لینا،اور پھر عبد مناف میرے ساتھ جو ان کا جی چاہے کریں۔''

جب صبح ہوئی تو اس نے جیسا کہ بتایا تھا،پتھر اٹھا کے اور حضور ﷺ کے انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔حضور ﷺ اپنی عادت کے مطابق نماز کے لیے نکلے،جب کہ قریش اپنی محفلوں میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے،کہ ابوجہل کیا کرنے والا ہے۔جب آپ ﷺ سجدہ ریز ہوئے،ابوجہل نے وہ پتھر اٹھایا اور آپ ﷺ کی جانب بڑھا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا،مگر ناکام و نامراد واپس لوٹ آیا۔اور خوف کی بنا پر اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور اس نے اپنے ہاتھوں سے پتھر کو پھینک دیا تو قریش کے کچھ لوگ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے:اے ابوالحکم (ابوجہل کی کنیت) کیا ہوا؟ تو ابوجہل

Marfat.com

نے جواب دیا کہ میں نے کل جو تم لوگوں سے وعدہ کیا تھا، اسے پورا کرنے کے لیے آگے بڑھا تو جب میں ان کے قریب، ہوا تو اچانک! ایک نر اونٹ میرے سامنے آ گیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اس جیسا نر اونٹ آج تک نہیں دیکھا تھا اور قریب تھا کہ وہ اونٹ مجھے نگل لے۔'' جب اس قصے کا تذکرہ رسول اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جبرئیل علیہ السلام (بصورت اونٹ آئے) تھے، اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو وہ اسے ضرور پکڑ لیتے۔'' ابو جہل اکثر حضور ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب اس نے آپ ﷺ کو نماز ادا کرتے دیکھا تو کہا: کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا؟'' تو حضور ﷺ کو بھی اس کی اس بات پر شدید غصہ آ گیا اور اس کو دھمکی دے دی جس کو سن کر وہ بولا ''تو مجھے دھمکی دیتا ہے حالانکہ لوگوں میں میری مجلس سب سے بڑی ہوتی تھی۔ تو اللہ نے تیسویں پارے کی سورۃ علق کی آخری ۱۵ تا ۱۹ آیات نازل فرما کر اس کو یوں دھمکی دی:

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

''خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو پیشانی سے گھسیٹیں گے ایسی پیشانی جو کہ جھوٹی اور گناہ گار ہے، اب وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے، ہم بھی جہنم کی آگ میں دھکیلنے والے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں! آپ اس کی بات مت مانیے، اور سجدہ کیجیے، اور قرب حاصل کیجیے۔''

(آیت سجدہ ہے۔ سجدہ تلاوت لازم ہے، سننے اور پڑھنے والے پر)

ان مشرکین کی رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تکالیف میں سے وہ بھی سرفہرست ہے، جس کو امام بخاری کی روایت: میں عبداللہ بن مسعودؓ نے حکایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ تو ابو جہل نے کہا: کیا کوئی مرد ایسا نہیں جو بنی فلاں کی قربانی کی کھالیں (اوجھری وغیرہ آلائشیں) اٹھا لائے اور اسے محمد (ﷺ) پر ڈال دے جب کہ وہ سجدہ کر رہا ہو؟ یہ سن کر عقبہ بن ابو معیط بن ابو عمرو بن امیہ بن شمس کھڑا ہوا اور وہ گندگی اٹھا لایا اور اس حال میں کہ آپ ﷺ سجدہ ریز تھے وہ گندگی آپ ﷺ پر ڈال دی۔ مسلمانوں میں سے اس وقت جو مسجد میں موجود تھے،

Marfat.com

وہ دشمن کے مقابلے میں اپنی کمزوری کی وجہ سے اس کو ہٹانے پر قادر نہ ہو سکے۔ اور حضرت ﷺ اسی حال میں سجدہ میں پڑے رہے یہاں تک کہ آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ تشریف لائیں، اور اس اوجھڑی کو اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو یہ قبیح فعل کرنے والوں کے خلاف بددعا فرماتے ہوئے یوں گویا ہوئے: ''اے اللہ! قریش کے سرداروں کو سزا دے اور کچھ لوگوں کے نام لیے۔

عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ بدر کے دن تہ تیغ کیے گئے۔

آنحضرت ﷺ کے ابوجہل کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اراشی نامی ایک شخص سے کچھ اونٹ خریدے مگر ثمن (قیمت) کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا تو یہ شخص قریش کی مجلس میں فریادی بن کر آیا کہ وہ ابوجہل سے اپنا مال واپس لینے کے لیے ان لوگوں کی مدد چاہتا ہے۔ تو ان لوگوں نے اس کی رہنمائی حضور ﷺ کی طرف کردی تاکہ آپ ﷺ ابوجہل کے ساتھ انصاف کا معاملہ فرمائیں اور یہ حرکت انہوں نے اس لیے کی کہ وہ اس بدبخت کے حضور ﷺ کے ساتھ رویے سے اچھی طرح واقف تھے۔

ادھر یہ شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے ابوجہل کے خلاف مدد طلب کی۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ نکل پڑے۔ اور جا کر ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اس نے اندر سے پوچھا: ''کون ہے؟''

آپ ﷺ نے جواب دیا: ''محمد (ﷺ)''

تو وہ اس حال میں نکلا کہ اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کو کہا: ''اس کو اس کا حق دے دو۔''

ابوجہل نے بوکھلا کر کہا: ''جی جی! آپ جایئے گا مت یہاں تک کہ اس کا حق لے لیں۔''

تو وہ بندہ وہیں کھڑا ہو گیا۔ اور ابوجہل نے جلدی سے اس کا قرض لا کر اس کے حوالے کر دیا۔

اہل قریش نے یہ منظر دیکھ کر کہا: ''اے ابوالحکم! تیرا ناس ہو، (تھو! تڑے اوئے، ابوالحکم) آج جو کام تو نے کیا ہے ہمارا تیرے بارے میں یہ گمان نہیں تھا۔''

اس نے جواباً کہا: ''تمہاری بدبختی ہے۔ اللہ کی قسم! جب اس نے میرے دروازے کو بجایا تھا، تو

Marfat.com

میں نے اس کی آواز کو سنا تو میں مکمل مرعوب ہو گیا۔ اور پھر میرے سر کے اوپر ایک ایسا نر اونٹ تھا کہ اس جیسا نر اونٹ میں نے نہیں دیکھا۔''

ابولہب:

مذاق اڑانے والوں کی جماعت میں سے ایک بد بخت، رسول اللہ ﷺ کا سگا چچا ابولھب بن عبدالمطلب ہے۔ یہ آپ کے لیے دور کے رشتے داروں سے بھی زیادہ سخت ثابت ہوا تھا، چونکہ یہ آپ ﷺ کا پڑوسی تھا اس لیے آپ کے گھر کے دروازے پر گندگی اور غلاظت وغیرہ پھینک دینا اس نے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ تو آپ ﷺ اس گندگی کو ایک طرف پھینکتے ہوئے فرماتے: ''اے عبد مناف! یہ کیسا پڑوسی پن ہے؟'' اور اس کے اس قبیح فعل میں اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ بھی اس کے ساتھ شریک تھی۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ گالیاں دیا کرتی تھی۔ آپ ﷺ کی چغلی کھاتی تھی۔ خصوصاً جب اس کے شوہر کے خلاف سورۃ لھب کی آیات ''تبت یدا ابی لھب'' نازل ہوئیں (تو یہ سلسلہ اور بھی بڑھ گیا۔)

عقبہ بن ابومعیط:

ان مذاق اڑانے والوں میں سے عقبہ بن ابومعیط بھی ہے۔ یہ بد بخت حضور ﷺ کا پڑوسی تھا اور ابو لھب والا ہی کام کیا کرتا تھا، ایک بار اس نے ولیمے کی دعوت کی اور اس دعوت میں قریش کے تمام بڑے بڑے لوگوں کو مدعو کیا جن میں رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم جب تلک تو اللہ پر ایمان نہیں لائے گا میں تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یہ سن کر اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ یہ خبر اس کے دوست ابی بن خلف جمحی قریشی تک پہنچی تو اس نے کہا: تیرے بارے میں مجھے کیا خبر ملی ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں یار، دراصل میرے گھر میں ایک شریف معزز شخص آیا تھا تو اس نے اس وقت تک کچھ کھانے پینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں کلمہ نہ پڑھ لوں تو مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ کوئی شخص میرے گھر سے بغیر کچھ کھائے پیئے واپس چلا جائے تو میں نے اس کا کلمہ پڑھ لیا''۔ ابی نے یہ سن کر کہا: ''اگر محمد سے تیرا آمنا سامنا ہوا اور تو اس کی گردن نہ دبائے اور اس کے منہ پر نہ تھوکے اور اس کے منہ پر (نعوذ باللہ) طمانچہ نہ مارے تو میرا چہرا تیرے چہرے پہ حرام ہے۔ (یعنی ہمیشہ کے لیے ہمارا تعلق ختم

Marfat.com

ہے۔) تو عقبہ نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو اس بد بخت نے یہ تمام کام کر ڈالے۔(لعنہ اللہ) تو اللہ تعالیٰ نے انیسویں پارے کی سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ میں ارشاد فرمایا:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا

"اور جس دن ظالم انسان اپنے ہاتھوں کو (حسرت سے) کاٹ کھائے گا۔اور کہے گا: اے کاش! میں نے رسول کے راستے کو اپنایا ہوتا۔ہائے میری ہلاکت! کاش! میں فلاں کو دوست نہ بناتا کہ اس نے مجھ تک نصیحت پہنچنے کے بعد بہکا دیا۔اور شیطان تو آدمی کو وقت پر دغا دینے والا ہی ہے۔"

اور اس بد بخت نے جو سختی حضور ﷺ کے ساتھ اختیار کی امام بخاری نے اس کو اپنی کتاب صحیح بخاری میں یوں نقل فرمایا ہے: حضور اقدس ﷺ کعبے کے اندرونی حصے میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور ایک کپڑے کو حضور ﷺ کی گردن مبارک پر رکھا اور اسے بہت زور سے دبایا۔تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کی جانب لپکے اور اس کو اس کے بازو سے پکڑ کر نبی ﷺ سے دور کر دیا۔اور قرآن کریم کے چوبیسویں پارے کی سورۃ الغافر/مؤمن کی آیت نمبر ۲۸ تلاوت فرمائی:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ

"کیا تم ایک آدمی کو صرف اس لئے قتل کرتے ہو، کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔"

عاص بن وائل:

مذاق اڑانے والوں کی جماعت میں سے حضرت عمروؓ بن عاص کا والد عاص بن عائل قریشی سہمی بھی ہے یہ بندہ رسول اکرم ﷺ سے دشمنی میں بڑا سخت تھا۔اور کہا کرتا تھا: محمد (ﷺ) نے اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، کہ وہ موت کے بعد زندہ کیے جائیں گے۔اللہ کی قسم! ہمیں تو گردش زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعوے کے جواب میں پچیسویں پارے کی سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر ۲۴ نازل فرمائی:

Marfat.com

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

''انہوں نے کہا ہماری دنیوی زندگی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ (اسی میں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور سوائے زمانے کے (حوادث کے) ہمیں کچھ ہلاک نہیں کر سکتا۔ حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ فقط بے بنیاد کی بات کرتے ہیں۔''

مسلمانوں میں سے ایک صحابیؓ حضرت خباب بن ارت کا اس پر قرضہ تھا۔ انہوں نے جب اس سے اپنے قرضے کا مطالبہ کیا تو عاص نے ان کو جواب دیا: ''کیا محمد (ﷺ)، جس کے دین پر تو قائم ہے یہ گمان نہیں کرتا کہ جنت میں جنتی سونا چاندی کپڑے اور خادموں میں سے جو دیے جائیں گے وہ ان کو ملے گا؟'' خباب نے جواب دیا: ''کیوں نہیں! بالکل یہی بات ہے۔'' تو اس نے کہا تو مجھے اس دن تک مہلت دے دو کہ عنقریب میں مال اولاد دیا جاؤں تو میں آپ کو آپ کو قرضہ بھی لوٹا دوں گا۔

تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سولہویں پارے کی سورۃ مریم کی آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰ نازل فرمائی:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا

''بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اللہ کی نشانیوں کو ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ عنقریب (آخرت میں بھی) اسے مال اور اولاد ضرور ملیں گے۔ کیا اس نے عالم غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے، یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! عنقریب ہم لکھیں گے جو وہ کہتا ہے۔ اور اس کے عذاب میں اضافہ کر دیں گے۔ اور جس (مال و اولاد) کا یہ حوالہ دے رہا ہے، اس کے بھی ہم وارث ہونگے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔''

اسود بن عبد یغوث:

مذاق اڑانے والوں میں سے رسول اللہ ﷺ کے ننھیال بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والا شخص اسود بن

Marfat.com

عبد یغوث زہری قریشی بھی ہے جب یہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آتے دیکھتا تو کہا کرتا تھا: "دیکھو دیکھو! تمہارے سامنے زمین کے بادشاہ آ رہے ہیں۔" یہ بات وہ صحابہ کا مذاق اڑانے کے لیے کہا کرتا تھا کیونکہ ان میں سے اکثر کے کپڑے پھٹے پرانے ہوا کرتے تھے۔ اور ان کی زندگی کھردری (مصائب و آلام سے اٹی ہوئی) تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے وہ یہ کہا کرتا تھا کہ (اے محمد ﷺ) آج تو نے آسمانوں سے باتیں نہیں کیں؟؟؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

اسود بن المطلب:

ان مذاق اڑانے والوں مین اسود بن المطلب الاسدی بھی تھا، جو حضرت خدیجہؓ کا چچازاد بھائی بھی تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی جب مسلمانوں کے سامنے سے گزرتے تو کن اکھیوں سے اشارے کرتے۔ انہی کے بارے میں تیسویں پارے کی سورۃ المطففین کی آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲ نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ.

"بے شک وہ لوگ جو گنہگار تھے وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو کن اکھیوں سے اشارے کرتے تھے۔ اور جب اپنے گھروں کو لوٹتے تو دل لگی کرتے ہوئے جاتے تھے اور جب مومنوں کو دیکھتے تو کہتے کہ بے شک یہی لوگ بہکے ہوئے ہیں۔"

ولید بن مغیرہ:

مذاق اڑانے والوں میں سے ابوجہل کا چچا ولید بن مغیرہ بھی ہے، جو قریش کے معزز لوگوں اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایک بار اس نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنا تو اپنی قوم بنو مخزوم کو کہنے لگا: "اللہ کی قسم! میں نے ابھی ابھی محمد (ﷺ) سے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ وہ انسان کا کلام ہے نہ ہی جنوں کا۔ اور اس میں تو بڑی مٹھاس ہے اور اس پر تو خوبصورتی کی تہ جمی ہوئی ہے۔ اور اس کے اوپر کا حصہ پھل دار ہے۔ اور نیچے کا حصہ سرسبز ہے اور وہ بلند ہے۔ اور کوئی اس سے بلند نہیں ہے۔" (اس پر) اہل قریش نے کہا: "ارے ولید تو ہو گیا گمراہ! (سن اب تو) سارا قریش ہی گمراہ ہو گیا۔" تو ابوجہل نے کہا کہ میں تم سب لوگوں کے لئے کافی ہو جاوں گا۔ پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور

Marfat.com

غمگین سی حالت میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اس نے اس طرح بات کی جس نے ولید کو بولنے پر برانگیختہ کر دیا۔ لہٰذا وہ کھڑا ہوا اور ان کے پاس آیا اور کہا کہ کتنی عجیب بات ہے کہ تم محمد (ﷺ) کو مجنون قرار دیتے ہو۔ (ذرا مجھے بتلاؤ تو)

کیا تم نے کبھی اسے دیکھا ہے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے؟ .....

اور تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو کیا تم نے کبھی اسے کہانت کرتے دیکھا ہے؟......

اور تم سمجھتے ہو کہ وہ شاعر ہے تو کیا تم نے کبھی اسے شعر پروتے ہوئے دیکھا ہے؟......

اور تمہارا خیال ہے کہ وہ جھوٹا ہے تو کیا تم لوگوں نے کبھی ذرا بھر بھی اس پر جھوٹ کا تجربہ کیا ہے؟......

وہ لوگ ہر ہر سوال کے جواب میں یہی جواب دیتے رہے کہ اللہ کی قسم! ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔

پھر انہوں نے پوچھا تو پھر وہ کون ہے؟

تو اس نے ذرا دیر سوچ کر کہا وہ صرف ایک جادوگر ہی ہے۔ کیا تم لوگوں نے دیکھا نہیں کہ کیسے آدمی اور اس کے خاندان کے بیچ اور اس کے والدین کے درمیان جدائی ڈالتا ہے؟ تو اسی فیصلے پر اہلیان مجلس خوشی سے جھوم اٹھے۔

اللہ رب العزت نے ولید کے بارے میں ۲۹/انتیسویں پارے کی سورۃ مدثر کی آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶ میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کر فرمایا:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًاوَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ.

’’اس شخص کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اس کو بہت کشادہ رزق دیا۔ اور بیٹے دیے جو سامنے موجود رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے ہر کام کے راستے ہموار کر دیے۔ پھر بھی وہ لالچ رکھتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! وہ تو ہماری آیتوں کا دشمن بن

Marfat.com

گیا ہے۔ عنقریب میں اسے ایک کٹھن چڑھائی پر چڑھاؤں گا۔ اس کا حال تو یہ ہے کہ اس نے سوچ کر ایک بات بنائی۔ خدا کی مار ہو اس پر کہ کیسی بات بنائی! دوبارہ خدا کی مار ہو اس پر کہ کیسی بات بنائی، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا، پھر بولا: کچھ نہیں یہ تو فقط ایک روایتی جادو ہے۔ اور کچھ نہیں یہ تو فقط ایک بشر ہی کا کلام ہے۔ عنقریب میں اس کو آگ میں ڈالوں گا۔''

اور ۲۹/انتیسویں پارے کی سورۃ القلم کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۶ میں بھی اسی کو نازل فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِينَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ.

''اور آپ کسی بھی ایسے شخص کی باتوں میں نہ آنا جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقعت شخص ہے۔ طعنے دینے کا عادی ہے، چغلیاں لگاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکنے والا، زیادتی کرنے والا، بدعمل ہے، بد مزاج ہے، اور اس کے علاوہ گھٹیا نسب والا بھی۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ زیادہ مال اور اولاد والا ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔''

حلاف: زیادہ قسمیں اٹھانے والے کو کہتے ہیں اور اس کے ذریعے سے اس شخص کے لیے بھی خاصی ڈانٹ ہے جو قسمیں کھانا اپنی عادت بنالے۔

مہین: ذلت والا، اس سے بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا مراد ہے کیونکہ وہ فی نفسہ حقیر ہوتا ہے۔

ہماز: یعنی عیب لگانے والا طعنے دینے والا۔

مشاء بنمیم: یعنی لوگوں کے درمیان فساد مچانے کی غرض سے باتوں کو نقل کرنے والا۔

مناع للخیر: خیر کے کاموں سے روکنے والا۔

معتد اثیم: حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار۔

عتل: غلیظ اور گویا سڑی ہوئی لاش۔

بعد ذٰلک زنیم: بد باطن حقیر۔

ان کان ذا مال وبنین: یہ کہ وہ مال اور اولاد والا ہے۔

Marfat.com

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں، عنقریب ہم اس کو سونڈ سے پکڑ کر نشان لگائیں گے۔"

یہ ذلت وحقارت سے کنایہ ہے، کیونکہ چہرہ (انسانی جسم کا سب سے) معزز عضو ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی پھر خصوصی طور پر ناک جو کہ غیرت کا باعث ہے۔ اسی لیے اس سے ہر وہ چیز مراد لی جاتی ہے، جو بڑائی پر دلالت کرے۔ لہٰذا جسم کے معزز عضو پر ذلت کا نشان لگانا اس پورے وجود کی ذلت وتوہین کی دلیل ہے۔

نضر بن حارث:

مذاق اڑانے والوں میں سے نضر بن حارث العبدری بھی ہے، جو بنو عبدالدار بن قصی کے قبیلے سے ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنی مجلس میں لوگوں کے سامنے جلوہ افروز ہوتے اور ان کو دین کی باتیں بتلاتے اور ان صحابہؓ کو پہلے لوگوں پر دین کے معاملے میں جو تکالیف آئیں ان کے بارے میں بتاتے، تو نضر کہا کرتا تھا: "اے قریش کے قبیلو! ادھر آؤ کیونکہ میں اس سے اچھی باتیں کر سکتا ہوں پھر وہ فارس کے بادشاہوں کی باتیں کرتا اور وہ ان بادشاہوں کی باتیں جانتا تھا۔ اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ محمد کی باتیں پہلے لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ اور ہیں ہی کیا؟

اس کے بارے میں اکیسویں پارے کی سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۶ اور ۷ نازل ہوئیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.

"ایک شخص وہ ہے جو کھیل کی باتوں کا خریدار ہے تا کہ بنا سمجھے ہی اللہ کی راہ سے بھٹکا دے۔ اور اس بات کو وہ ہنسی مذاق بنائے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ذلت کی مار ہے۔ اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جائیں تو غرور کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لے، گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں، گویا اسکے دونوں کان بہرے ہیں۔ پس اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔"

اللہ عزوجل کی پکڑ:

Marfat.com

اوران تمام مذاق اڑانے والوں سے اللہ نے انتقام لے لیا، جیسا کہ چودھویں پارے کی سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۶ میں فرمایا:

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ

''یقین رکھو کہ ہم تمہاری طرف سے اُن لوگوں سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں جو (تمہارا) مذاق اڑاتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کے ساتھ کوئی معبود گھڑ رکھا ہے۔ چنانچہ عنقریب وہ سب کچھ جان لیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا تاکہ اس واقعے کا پیش آنا پکا ہو جائے، کیونکہ یہ آیات تو مکی ہیں اور اس گروہ کی ہلاکت ہجرت کے بعد ہوئی۔ تو ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ جن کو قتل کر دیا گیا مثلاً ابو جہل، نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط اور کچھ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شدید مرض میں مبتلا کر دیا اور وہ اسی سے ہلاک ہو گئے جیسا کہ ابولہب، عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ۔

اسلام حمزۃ ومن اوذی من الصحابہ

(حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام)

اور مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کو پہنچائی جانے والی تکالیف میں سے ایک، حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ وہ یہ کہ جب ان کے سامنے ان کی ایک لونڈی نے ان ایذاؤں کا تذکرہ کیا جو ابو جہل نے حضور اقدس ﷺ کو پہنچائیں تھیں تو غیرت جاگ گئی اور یہ (اسلام کے یہ جیالے شیر) اس بدبخت کی طرف توجہ ہوئے اور اس پر غصہ کیا۔ اور اس کو گالی دے کر کہا: ''تو محمد ﷺ کو کیسے گالی دیتا ہے حالانکہ میں اسی کے دین پر ہوں۔'' اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے ان کی آنکھوں کو یقین کے نور سے روشن فرما دیا یہاں تک کہ وہ اسلام کے اعتبار سے سب لوگوں سے بڑھ گئے اور مسلمانوں کے معاملے میں کافروں پر بڑے سخت ثابت ہوئے۔ اور دین کے دشمنوں کے خلاف خودداری میں سب سے مضبوط ثابت ہوئے، یہاں تک کہ ان کا نام ہی اسد اللہ یعنی اللہ کا شیر پڑ گیا۔

(تذکرہ چند مظلوم صحابہؓ کا)

جیسے حضور اقدس ﷺ کو تکالیف اور ایذائیں دی گئیں بالکل اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کو بھی

Marfat.com

آپ کی اتباع و پیروی کی وجہ سے تکالیف دی گئیں۔ ان میں خاص طور پر ان لوگوں کو جن کا قبیلہ مکہ میں نہیں تھا، کہ ان کافروں کے ظلم وستم سے ان کی حفاظت کرتا۔ اور ان کے دشمنوں کی شیطانی تدبیروں سے ان کو بچاتا۔ یہ تمام تکالیف ان کی نگاہوں میں شیریں ثابت ہوئی تھیں۔ جب تک ان میں اللہ کی رضا برقرار رہی (یعنی کبھی بھی) وہ اپنے دین کے بارے میں فتنے میں نہیں پڑے۔ بلکہ اللہ نے ان کو ان کے دین پر ثابت قدم رکھا۔ حتیٰ کہ ان کے ہاتھوں اپنے دین کی حقانیت کو ثابت فرمادیا۔ اور وہ لوگ زمین کے بادشاہ بن گئے، بعد اس کے کہ وہ اس میں کمزور تھے۔ جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے بیسویں پارے کی سورۃ القصص کی آیت نمبر ۵ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ

''اور زمین پر جو لوگ کمزور ہیں ہم ان پر احسان کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کو امام اور وارث بنانا چاہتے ہیں۔''

اور اللہ نے ان سے جو وعدہ فرمایا اس کو حقیقت کا روپ عطا کیا۔

سیّدنا بلال بن رباحؓ:

اللہ کی راہ میں جن لوگوں کو سخت تکالیف پہنچائی گئیں، ان میں سے بلال بن رباحؓ بھی ہیں۔ یہ امیہ بن خلف جمحی قریشی کے غلام تھے۔ وہ ان کی گردن میں رسی ڈالتا اور ان کو لڑکوں کے حوالے کر دیتا وہ ان سے کھیلتے پھرتے جب کہ وہ ''احد، احد'' کی صدائیں لگا رہے ہوتے تھے۔ ان کی اس حالت زار نے بھی ان کو اللہ کی وحدانیت سے غافل نہیں کیا۔ امیہ ان کو دوپہر کے وقت میں ریگستان میں نکالا کرتا تھا جو کہ سخت گرم کنکریاں ہیں، اتنی گرم کہ اگر اس میں گوشت کا ٹکڑا بھی رکھ دیا جائے تو وہ بھی بھن جائے، پھر ایک بڑی چٹان لانے کا حکم کرتا اور وہ ان کے سینے مبارک پر رکھ دی جاتی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا رہتا تھا کہ برابر تیری یہ اذیت یونہی چلتی رہے گی یہاں تک کہ یا تو تُو مر جائے یا پھر محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دے، اور لات وعزیٰ کی پوجا کرنا شروع کر دے۔ (مگر وہ) جواب میں وہ احد احد پکارتے رہتے۔

Marfat.com

صدیقؓ کے پاکیزہ مال سے بلالؓ کی غلامی کا خاتمہ:

ایک روز جناب صدیق اکبرؓ ان کے پاس سے گزرے تو اس کو کہا: اے امیہ! کیا تو اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس کو کب تک اسی طرح سزا دیتا رہے گا؟ اس نے جواب دیا: ''تو نے ہی تو اس کو خراب کیا ہے اب تو ہی اس کی اس حالت سے، جس میں تو اس کو دیکھ رہا ہے، چھڑا سکتا ہے۔'' تو ابوبکر صدیقؓ نے ان کو اس سے خرید کر آزاد کر دیا۔ صدیق اکبرؓ اور امیہ بن خلف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تیسویں پارے کی سورۃ الیل کی آیت نمبر ۱۴ تا ۲۱ نازل فرمائیں:

فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی لَا یَصۡلٰهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی وَسَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰۤی اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰی وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی.

''تو میں تم کو شعلے مارتی آگ سے ڈراتا ہوں، جس میں کوئی نہیں، وہی بدبخت داخل ہوگا۔'' یعنی امیہ بن خلف۔ ''جس نے حق کو جھٹلایا۔ اور منہ موڑا۔ اور ایسے پرہیزگار شخص کو بچا لیا جائیگا۔'' یعنی حضرت صدیق اکبرؓ ''جو اپنا مال (اللہ کے راستے میں اس لئے) دیتا ہے، کہ وہ پاک ہو جائے حالانکہ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں تھا، جس کا بدلہ دیا جاتا۔ البتہ وہ صرف اپنے اس پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے، جس کی شان سب سے اونچی ہے۔ یقین رکھو کہ ایسا شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔'' یعنی اللہ ان کو ان کے اچھے کاموں کا جو بدلہ آخرت میں دیں گے، اس سے وہ راضی ہو جائیں گے اللہ جل جلالہ نے اعلان فرما دیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت بلالؓ کو خریدنا صرف اور صرف اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرافت اور فضیلت کے لیے کافی تھا اور اللہ ان سے راضی ہو گئے۔ انہوں نے حضرت بلال کے علاوہ بھی غلاموں کی ایک جماعت کو جو کہ اسلام لے آئی تھی اور اسلام لانے کی وجہ سے ان کے آقا ان کو سزائیں دیتے تھے، آپ نے ان کے ظالم آقاؤں سے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔

سیّدنا بلال کے والدینؓ:

اللہ کی راہ میں جن لوگوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں گئیں ان میں سے بلالؓ کی والدہ حمامہ بھی ہیں

Marfat.com

اور عامر بن فہیرہؓ بھی ہیں، ان حضرات کو اتنی سزا دی جاتی تھی کہ وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتے اور خود ان کو پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

عبد فکیہہؓ:

اور انہی میں سے عبد فکیہہ ہیں، یہ صفوان بن امیہ بن خلف کے غلام تھے۔

سیّدتنا زنیرہؓ:

انہی میں سے ایک مسلمان خاتون جن کو "زنیرہ" کے مبارک نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں ان کو اتنی سزائیں دیں گئیں کہ ان کی بینائی چلی گئی، مگر ان آزمائشوں نے ان کے ایمان کو متزلزل کرنے کے بجائے اسے مزید بڑھا دیا۔ یہ وہی عورت ہیں جن کے بارے میں ابوجہل طنز کرتے ہوئے کہا کرتا تھا: "کیا تم لوگوں کو ان مسلمانوں پر تعجب نہیں ہوتا کہ کیسے محمد (ﷺ) کی اتباع کرتے چلے جا رہے ہیں اگر وہ چیز (دین) جو محمد پر نازل ہو رہی ہے اس میں کسی قسم کی بھلائی چھپی ہوتی تو ہم اس کی طرف سبقت نہ کر جاتے۔ کیا اب زنیرہ ہم سے ہدایت میں آگے بڑھ جائے گی؟" (نعوذ باللہ)

اس کی ان باتوں کا جواب اللہ تعالیٰ نے چھبیسویں پارے کی سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر ۱۱ میں نازل فرمایا:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَآ إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَآ إِفْكٌ" قَدِيمٌ

"کافروں نے مسلمانوں کو کہا کہ اگر اسلام لانے میں خیر ہوتی تو ہم اس کی طرف سبقت کیوں نہ کرتے اور جب وہ اس کے ذریعے سے ہدایت نہیں پا سکے تو کہنے لگے کہ یہ تو پرانے من گھڑت واقعات ہیں۔"

امّ عنیسؓ:

ان غلاموں میں سے جن کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے آقاؤں سے خرید کر آزاد کر دیا تھا، ام عنیس بھی ہیں جو کہ بنو زہرہ کی لونڈی تھیں۔ اسود بن عبد یغوث ان کو سخت عذاب دیا کرتا تھا۔

Marfat.com

عمار بن یاسرؓ اور ان کے اہل خانہؓ:

ان لوگوں میں سے جن کو اللہ کی راہ میں سخت سزائیں دی گئیں، جناب عمار بن یاسرؓ، ان کے والد صاحبؓ، ان کی والدہ محترمہؓ اور ان کے بھائیؓ شامل ہیں۔ انہیں آگ کے ذریعے سزا دی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ایک بار ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''اے آل یاسر! صبر کرو، بے شک تم لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔'' اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما اور آپ نے ایسا کر دیا ہے۔ جناب عمارؓ کے والد اور والدہ، اللہ ان دونوں پر اپنا خصوصی رحم و کرم فرمائے، کہ وہ دونوں تو سزا سہتے سہتے ہی شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔ مگر بذات خود ان پر بڑا سخت اور بھاری عذاب ڈھایا گیا تو انہوں نے اپنی زبان سے کلمہ کفر کہہ دیا۔ کیونکہ ابو جہل روزانہ سخت گرمی میں لوہے کی (گرم گرم) زرہیں لیتا اور ان کو پہنا دیتا تھا۔ تو مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ عمار کافر ہو گیا ہے۔ عمار کافر ہو گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عمار، بالوں کی مانگ سے لے کر پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔

اللہ جل جلالہ نے بھی ان کی شان میں حکم نازل فرمایا جس میں مرتد کے حکم کی ایک استثنائی صورت بیان فرمائی پس اس ذات نے جس کا ذکر بہت بلند ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۰۶ میں ارشاد فرمایا:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ م بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

''جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے۔ وہ نہیں جسے زبردستی (کلمہ کفر پر) مجبور کر دیا گیا ہو، جب کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لیے کھول دیا تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب نازل ہوگا۔ اور ان کے لیے زبردست عذاب تیار ہے۔''

خباب بن ارتؓ:

ان (مظلوموں) میں سے ایک خبابؓ بن ارت بھی ہیں۔ ان کو زمانہ جاہلیت میں قیدی بنا لیا گیا تھا۔ پھر ان کو ام انمار نے خرید لیا تھا۔ یہ ایک لوہار تھے، نبی اکرم ﷺ ان سے نبوت سے پہلے ہی سے محبت کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو اللہ نے نبوت کے شرف سے اعزاز بخشا تو جناب خباب بھی ایمان

Marfat.com

لے آئے تو ان کی مالکن نے ان کو آگ سے عذاب وسزا دینا شروع کر دیا۔ وہ بد بخت گرما گرم لوہا لے کر آتی اور اس کو حضرت خبابؓ کی پیٹھ پر رکھ دیتی، تاکہ یہ اس اذیت کو سہہ نہ سکیں اور واپس کفر اختیار کر لیں۔ مگر یہ تشدد اور سزائیں ان کے اسلام کو پختہ کرنے کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر امر سر انجام نہیں دے سکیں۔ ایک مرتبہ حضرت خباب اس وقت آپ ﷺ کے پاس آئے جب کہ آپ ﷺ کعبہ سے ٹیک لگائے سائے میں ٹھنڈی جگہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے آکر عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ اللہ جل جلالہ سے ہمارے حق میں دعا گو نہیں ہوتے؟ آپ ﷺ اٹھ کے بیٹھ گئے، اور آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا: ''تم سے پہلے بھی (ایسی قومیں گزری ہیں کہ) جن میں سے ان کے کسی شخص (کے جسم میں) لوہے کی کنگھی (آری) پیوست کر دی جاتی، جو گوشت اور پٹھوں سے ہو کر ہڈیوں تک پہنچ جاتی۔ اور ان میں سے کسی کے سر پر آرا رکھ کر چیر دیا جاتا۔ (لیکن) یہ تکلیف بھی ان کو انکے دین سے نہ پھیر سکیں۔'' البتہ ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب فرمائیں گے، یہاں تک کہ ایک سوار شہر صنعاء سے لیکر حضر موت تک سفر کرے گا مگر اللہ کے سوا اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہوگا۔ اور بھیڑیے سے بکریاں مامون ہوں گی۔'' یہ بات آپ ﷺ نے فرمائی اور اس وقت آپ ﷺ ایک ایسی سخت حالت میں تھے کہ کوئی عقلمند سے عقلمند ترین آدمی بھی کسی قوت کا، جس کا اسے انتظار ہو، اور کوئی خوش بختی، جو آئندہ کبھی ملنے والی ہو، تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں کی ثابت قدمی برقرار رکھنے کے لیے بیسویں پارے کی سورۃ العنکبوت کی ابتدائی ۱ تا ۳ آیتیں نازل فرمائیں۔ فرمایا:

الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ

''الم کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ انہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ بس اتنا کہ دیں کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم نے ان سب کی آزمائش کی ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ضرور جان لے گا کہ کون لوگ ہیں جنہوں نے سچائی سے کام لیا، اور وہ یہ بھی معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ جھوٹے ہیں۔''

Marfat.com

سیّدنا صدّیق اکبرؓ:

ان میں سے ایک ابوبکر صدیقؓ بھی ہیں۔(جنہیں اللہ کے راستے میں ستایا گیا۔) کہ جب ان پر کافروں کی تکالیف کے پہاڑ ٹوٹنے لگے تو انہوں نے بھی مکے سے حبشہ کی جانب ہجرت کا ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ آپؓ اس ارادے سے اپنے گھر سے چل دیے یہاں تک کہ برک غماد نامی مقام تک جا پہنچے جہاں آپؓ کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی جو کہ ایک بڑے معزز قبیلے "قارہ" کا سردار تھا۔ اس نے سیّدنا ابوبکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ میری قوم نے مجھے مکے سے نکال دیا ہے اب میرا ارادہ ہے کہ زمین میں چلوں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔" یہ سن کر ابن دغنہ بول اٹھا: اے ابوبکر! آپ جیسے بندے کو نہیں نکالا جا سکتا کیونکہ آپ تو ناداروں کو کمائی کر کے دیتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور خیر وحق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ (میں آپ کا پڑوسی ہوں۔) بس آیئے میں آپ کو پناہ دیتا ہوں واپس چلیے اور اپنے ملک میں رہ کر اپنے رب کی عبادت وریاضت کیجیے۔ تو آپ واپس ہوئے، اور ابن دغنہ نے آپؓ کے ساتھ کوچ کیا۔ اب ابن دغنہ قریش کے سرداروں کے چکر کاٹنے لگا۔ اور ان کو کہا کہ ابوبکر ایسی ہستی ہیں کہ ان جیسے لوگوں کو ملک بدر نہیں کیا جا سکتا۔ ارے! کیا تم ایک ایسے بندے کو اپنے ملک سے نکال رہے ہو، جو مفلسوں کو کمائی کر کے دیتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے، سچائی کے کاموں میں مدد کرتا ہے!!"

قریش ابن دغنہ کی پناہ کو ٹھکرا تو نہ سکے البتہ اس کو صرف اتنا کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرے۔ وہاں وہ جو نماز چاہے پڑھے اور جو دل کرے کتاب یعنی قرآن پڑھے لیکن اس نماز وقراءت سے (نعوذ باللہ) ہمیں تکلیف نہ دے اور نہ ہی تیز آواز میں پڑھے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے بیوی بچوں کو فتنے میں نہ ڈال دے۔" ابن دغنہ نے اس شرط کا تذکرہ جناب صدیق اعظمؓ سے کیا تو آپ انہی قیود پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور نماز میں اپنی آواز کو بلند بھی نہیں فرمایا کرتے تھے اور نہ ہی اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

قرآن کی سحر انگیز تاثیر:

اس کے بعد صدیق اکبرؓ کو خیال آیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور وہاں پر قرآن شریف کی تلاوت کرنا شروع فرمادی۔ تو یہ حسین منظر دیکھ کر کفار کے بیوی بچے جھانک کر ان کو دیکھتے اور ان پر تعجب کیا کرتے تھے۔ اور ان کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ آپؓ بڑے رونے والے شخص تھے۔ جب آپؓ تلاوت فرماتے تو آپ کو اپنی آنکھوں پر اختیار نہیں رہتا تھا۔ تو اس بات سے قریشی سرداروں کو خطرہ لاحق ہوا۔ لہٰذا انہوں نے ابن دغنہ کی جانب پیغام بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوا، تو ان سرداروں نے اس سے کہا کہ ہم نے تیری پناہ کی وجہ سے ابو بکر کو رہنے دیا تھا۔ اور شرط یہ لگائی تھی کہ وہ بس اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرے گا لیکن وہ تو اس حد سے تجاوز کر رہا ہے کہ اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے۔ اور علانیہ اس میں نماز ادا کرتا ہے اور با آواز بلند تلاوت کرتا رہتا ہے جس سے ہمیں ڈر ہے، کہ وہ ہمارے بیوی بچوں کو کسی قسم کے فتنے میں نہ ڈال دے۔ تو اب بات یہ ہے کہ اگر وہ اپنے گھر کے صحن میں رہتے ہوئے اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے تو کرلے۔ لیکن اگر وہ اس بات سے انکار کرتا ہے تو آپ اس سے درخواست کیجیے کہ وہ آپ کی پناہ سے نکل جائے۔ کیونکہ ہمیں یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ ہم آپ سے کیا ہوا معاہدہ توڑیں۔ ہم نے ابو بکر کے علانیہ عبادت پر تو سمجھوتہ نہیں کیا۔ تو ابن دغنہ ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا: "بلاشبہ تجھے وہ شرط معلوم تو ہے جس پر میں نے تیرے لیے عہد کیا تھا۔ تو اب اگر تو اسی پر برقرار رہ سکتا ہے تو بہت بہتر ورنہ تو میری ذمہ داری سے نکل جا۔ کیونکہ میں یہ بات پسند نہیں کروں گا کہ عرب یہ سنیں کہ میں ایک ایسے شخص کی وجہ سے رسوا کر دیا گیا ہوں، جس کے لیے میں نے عقد کیا تھا (جس کو پناہ دی تھی۔)" اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: "میں تمہاری پناہ کو واپس لوٹا رہا ہوں اور اللہ کی پناہ میں راضی ہوں۔"
(اس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے)

یہ بات بھی حضرت ابو بکرؓ کو سخت تکالیف پہنچائے جانے کا محرک ثابت ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی شخص خود کو پیش آنیوالی اذیتوں سے نہیں بچا سکا۔ لیکن یہ تمام کی تمام تکلیفیں اور اذیتیں ان کی ثابت قدمی اور ایمان کی مضبوطی کے مقابلے میں بیکار ثابت

Marfat.com

ہوئیں، کیونکہ یہ لوگ کسی دنیوی غرض کے لیے اسلام نہیں لائے تھے کہ جس کے حصول کی امید لگائے ہوئے ہوں اور آسانی سے دین سے پھر جائیں۔ بلکہ اللہ پاک نے انہیں ایمان کی حقیقت کو پہچاننے کی توفیق دی تھی۔ اس لیے ایمان کے مقابلے میں ہر تکلیف کو سہنا ان کے لیے آسان تھا۔

دشمن کی ایک اور بھیانک چال:

جب قریش کے کفار نے دیکھا کہ یہ تمام تکالیف اور ایذائیں ان کو کوئی نفع نہیں پہنچا رہیں، بلکہ جب بھی مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جاتی ہے اور اس تکلیف میں جوں جوں اضافہ کیا جاتا ہے، مسلمانوں کا یقین بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تو وہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ عبشمی نے جو کہ قبیلہ بنو عبد شمس بن عبد مناف سے تعلق رکھتا تھا اور اپنی قوم کا ایک قابل فخر سردار تھا، جس کی اطاعت ان کی قوم کا شعار تھی، ان سرداروں سے کہا: اے قریشی قبیلو! گروہو! کیا خیال ہے، کیوں نہ میں محمد (ﷺ) کے پاس جا کر اس سے بات چیت کروں۔ اور اس کے سامنے کچھ امور پیش کروں، شاید وہ ان میں سے کچھ کو قبول کر لے، تو ہم اس کو وہ دے دیں گے۔ اور وہ ہم سے رک جائے گا۔ انہوں نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: اے ابوالولید! جاؤ اور اس سے بات کرو۔

آپ ﷺ نے کائنات کے عیش و عشرت کو ٹھوکر ماردی:

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ ﷺ مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے، اس نے کہا: ''جیسا کہ آپ جانتے ہیں بے شک آپ ہم میں سے ہی ہیں۔ حسب نسب کے اعتبار سے بہترین ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کے سامنے ایک بڑا نازک مسئلہ پیش کر دیا ہے، جس کے ذریعے ان کی جماعتوں کے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اور ان کی عقلوں کو خراب قرار دیا ہے۔ اور آپ نے ان کے دین اور معبودوں پر عیب جوئی کی ہے۔ اور ان کے آباء واجداد میں سے جو مر چکے ہیں ان کی تکفیر کی ہے۔ تو میری بات کو دھیان سے سنیں، میں آپ کے سامنے کچھ امور پیش کر رہا ہوں آپ ان میں غور و فکر کریں شاید آپ ان میں سے بعض کو منظور فرما ہی لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بولو، اے ابوالولید میں سن رہا ہوں۔'' اس نے کہا: ''بھتیجے! اگر یہ معاملہ جو آپ لے کر آئے ہیں، اس کے ذریعے سے مال کا حصول چاہتے ہیں، تو ہم آپ کو اپنے اموال جمع کر کے دے دیتے ہیں، اس طرح آپ ہم سب سے زیادہ مالدار

Marfat.com

ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ اپنا اعزاز و اکرام کروانا چاہتے ہیں، تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں حتیٰ کہ ہم آپ کے بغیر اپنا کوئی معاملہ طے نہیں کریں گے۔ اور اگر آپ بادشاہی چاہتے ہیں، تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر یہ جو باتیں آپ کر رہے ہیں کسی جن وغیرہ کے سائے کا اثر ہیں، اور آپ بذات خود اس کا علاج معالجہ نہیں کروا سکتے تو ہم آپ کے لیے طبیب تلاش کرتے ہیں اور اس کو فیس وغیرہ کے خرچ میں ہم اپنے اموال کو خرچ کرنے کو تیار ہیں، حتیٰ کہ اس موذی مرض سے آپ کو چھٹکارہ دلوا دیتے ہیں کیونکہ اکثر و بیشتر بیماری بندے پر غالب آ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا علاج معالجہ کروالیا جائے۔" (یہ باتیں سن کر) آپ ﷺ گویا ہوئے: "اے ابو الولید کیا آپ نے اپنا مدعیٰ بیان کر دیا؟" اس نے کہا "ہاں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب میری بات سنو۔ آپ ﷺ نے چوبیسویں پارے کی سورۃ فصلت/حم سجدہ کی ابتدائی آیتوں میں سے ا سے ۱۴ تک تلاوت فرمائیں:

حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کلام اس ذات کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔ عربی قرآن کی شکل میں، یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں علم حاصل کرنے والوں کے لیے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، یہ قرآن خوشخبری دینے والا بھی ہے، اور خبردار کرنے والا بھی۔ پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ رکھا ہے جس کے نتیجہ میں وہ سنتے نہیں ہیں، اور (پیغمبر ﷺ سے) کہتے ہیں کہ: ''جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو، اس کے لیے ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ لہٰذا تم اپنا کام کرتے رہو، ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔'' (اے پیغمبر ﷺ!) کہہ دو کہ: ''میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ (البتہ) مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ لہٰذا تم اپنا رخ سیدھا اسی کی طرف رکھو، اور اسی سے مغفرت مانگو۔ اور بڑی تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، اور ان کا حال یہ ہے کہ آخرت کے وہ بالکل ہی منکر ہیں۔ (البتہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، ان کے لیے بے شک ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔'' کہہ دو کہ: ''کیا تم واقعی اس ذات کے ساتھ کفر کا معاملہ کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو؟ وہ ذات تو سارے جہانوں کی پرورش کرنے والی ہے۔ اور اس نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ پیدا کیے جو اس کے اوپر ابھرے ہوئے ہیں، اور اس میں برکت ڈال دی، اور اس میں توازن کے ساتھ اس کی غذائیں پیدا کیں سب کچھ چار دن میں تمام سوال کرنے والوں کے لیے برابر! پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، جب کہ وہ اس وقت دھویں کی شکل میں تھا، اور اس سے اور زمین سے کہا: ''چلے آؤ، چاہے خوشی سے یا زبردستی۔'' دونوں نے کہا کہ: ''ہم خوشی خوشی آتے ہیں۔'' چنانچہ اس نے دو دن میں اپنے فیصلے کے تحت ان کے سات آسمان بنا دیئے، اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا۔ اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو چراغوں سے سجایا، اور اسے خوب محفوظ کر دیا یہ اس ذات کی نپی تلی منصوبہ بندی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کا علم بھی مکمل۔ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ: ''میں نے تمہیں اس کڑکے سے خبردار کر دیا ہے جیسا کڑکا عاد و ثمود پر نازل ہوا تھا۔'' یہ اس وقت کی بات ہے

Marfat.com

جب ان کے پاس پیغمبر (کبھی) ان کے آگے سے اور (کبھی) ان کے پیچھے سے یہ پیغام لے کر آئے کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ: "اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے بھیجتا۔ لہٰذا جس بات کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے، ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔"

کلام اللہ کی تاثیر:

ان کو سن کر عتبہ کا منہ بند ہو گیا۔ اور اس نے رشتے داری کا واسطہ دے کر یہ درخواست کی کہ مزید تلاوت سے رک جایئے۔ پھر جب عتبہ واپس قریش کی اس مجلس میں گیا، تو انہوں نے اس سے پوچھا کیا بنا؟ اس نے جواب دیا: "اللہ کی قسم! میں ایسا کلام سن کر آ رہا ہوں کہ اس جیسا کلام میں نے زندگی بھر نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! نہ وہ کوئی شعر و شاعری ہے اور نہ ہی نجومی ہے اور نہ ہی کسی جادو وغیرہ کا اثر ہے۔ اے قریش کے گروہ! میری بات مانو، اس کے اور اس کے دین کے راستے سے ہٹ جاؤ (رکاوٹ نہ بنو) اور اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! اس کے اس کلام میں جس کو میں ابھی ابھی سن کر آ رہا ہوں البتہ ضرور بالضرور ایک بڑی خوشخبری ہے۔ تو اب اگر اس پر عرب چڑھائی کر دیتے ہیں تو وہ اس (رسول اللہ ﷺ) کے خلاف تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ یعنی تمہارا کام وہ کر دیں گے۔ اور اگر یہ عربوں پر غالب آ گیا، تو اس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ قریش نے کہا: "تجھ پر بھی محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے۔" اس نے جواب دیا: "میں تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔

اسلام پر سمجھوتہ ناممکن ہے:

اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر یہ امر پیش کیا کہ آپ ان کی عبادت میں شریک ہوا کریں۔ اور وہ آپ ﷺ کی عبادت میں شریک ہوا کریں گے۔ تو اس بارے میں اللہ عزوجل نے تیسویں پارے کی پوری سورۃ الکافرون نازل فرما کر واضح جواب ارشاد فرما دیا:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ" مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ

"تم کہہ دو کہ: "اے حق کا انکار کرنے والو! میں ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو، اور تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں (آئندہ) اس کی

Marfat.com

عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے، اور میرے لیے میرا دین۔"

پس اس بات کا خیال بھی دل میں مت لانا کہ میں تمہارے اس مطالبے کو کہ میں اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک ٹھہراؤں، قبول کرلوں گا۔ یہ سن کر مشرکین آپ ﷺ سے مایوس ہو گئے۔

اور اس کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ قرآن شریف سے ان آیتوں کو ختم کر دیں جو انہیں غصہ دلاتی ہیں یعنی وہ جن میں بتوں کی مذمت ہو۔ اور (جن میں) سخت وعیدیں ہیں۔ اور اس قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب لے آؤ۔ یا اسی میں تبدیلی کردو۔ تو اللہ عزوجل نے ان کے اس بیہودہ سوال کا گیارہویں پارے کی سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۵/ پندرہ میں یوں جواب دیا:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ

"(اے پیغمبر!) آپ فرمادیجیے میرے پاس اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ میں اس قرآن کو اپنی مرضی سے بدل ڈالوں۔ میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں، جو کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔"

مسلمان بہرحال کفار کی بنسبت زیادہ لائق توجہ ہے:

قریش کے کافروں کے ساتھ ایک ایسا انہونا واقعہ پیش آیا جو اس شخص کے لیے جو ضعیفوں کو کمتر سمجھتا ہے اس چراغ کی مانند ہے، جس سے وہ روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ قریش کے سرداروں اور شرفاء کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور ان سے تعلق استوار کر رہے تھے۔ ان کے سامنے قرآن پیش فرما رہے تھے۔ اور جو کچھ دین کے بارے میں آیا ہے، اس کی وضاحت فرما رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے (یہ وہ صحابی رسول ہیں، جنہوں نے آغاز اسلام میں مشرف با اسلام ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا) اس وقت نبی اکرم ﷺ سرداروں کی اس قوم کے ساتھ مشغول تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے کچھ مانوسیت بھی محسوس کرلی تھی حتیٰ کہ آپ ان کے اسلام کی امید کرنے لگے تھے، کہ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی: "اے اللہ کے رسول! آپ کو اللہ نے جو کچھ سکھایا ہے، ذرا اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھلا دیجیے۔" اور وہ یہ صدا بار بار لگاتے رہے تو یہ بات آپ پر بڑی گراں گزری۔ اور آپ ﷺ کو ان صحابی رضی اللہ عنہ کا یوں گفتگو بیچ میں کاٹنا ناگوار گزرا۔

Marfat.com

اور آپ ﷺ کو یہ اندیشہ ہوا کہ آپ ﷺ کا اس مسکین کی جانب التفات ان معزز لوگوں اور سرداروں کے دلوں میں نفرت پیدا کر دیگا۔ لہٰذا آپ نے ان کی اس ندا سے اعراض فرمالیا۔ لیکن اللہ نے آپ ﷺ کو اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے تیسویں پارے کی سورۃ عبس کی آیت نمبر ۱ تا ۱۰/ دس نازل ہوئی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى.

"(پیغمبر نے) منہ بنایا، اور رخ پھیر لیا، اس لیے کہ ان کے پاس وہ نابینا آ گیا تھا۔ اور (اے پیغمبر!) تمہیں کیا خبر؟ شاید وہ سدھر جاتا، یا وہ نصیحت قبول کرتا، اور نصیحت کرنا اسے فائدہ پہنچاتا! وہ شخص جو بے پرواہی دکھارہا تھا، اس کے تو تم پیچھے پڑتے ہو، حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی، اور وہ جو محنت کر کے تمہارے پاس آیا ہے، اور وہ دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہے، اس کی طرف تم بے پرواہی برتتے ہو!"

اس کے بعد آپ ﷺ نے کسی فقیر کی آمد پر تیوری نہیں چڑھائی۔ بلکہ اس کے بعد جناب عبداللہ ابن ام مکتومؓ جب بھی آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے، تو آپ ﷺ یوں فرماتے ہوئے ان کا استقبال فرمایا کرتے تھے: "اس ہستی کے لیے خوش آمدید جس کی وجہ سے مجھے میرے رب نے تنبیہ فرمائی۔"

مشرکین کے اوچھے ہتھکنڈے:

مشرکین نے جب دیکھا کہ وہ تمام مطالبات جن کو انہوں نے پیش کیا ہے، ان میں سے آپ ﷺ کسی کو قبول نہیں فرمارہے، تو انہوں نے دوسرا حربہ آزمانا چاہا، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کر کے آپ ﷺ کو عاجز کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب جمع ہوئے۔ اور کہا: "اے محمد (ﷺ)! اگر آپ سچے نبی ہیں تو جو معجزہ ہم آپ سے طلب کر رہے ہیں، وہ ہمیں دکھائیے۔ یہ کہ آپ ہمارے سامنے چاند کو دو الگ الگ ٹکڑوں میں توڑ کر دکھائیے۔" پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمادیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ اب تمہاری باری ہے کہ "اب کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔" اس قصے کو عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے، جو کہ ابتدائی دعوت پر اسلام

Marfat.com

لانے والوں میں سے ایک ہیں۔ یہی روایت متعدد واسطوں سے نقل کی گئی ہے۔ اور اسی قصے کو عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ان سے ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔ حتیٰ کہ حدیث متواتر بن گئی۔ قرآن کریم میں بھی اس قصے کو ستائیسویں پارے کی سورۃ القمر کی ابتدائی آیتوں میں ذکر فرمایا ہے فرمایا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ.

''قیامت قریب ہوگئی۔ اور چاند پھٹ گیا۔''

اور جب دشمنوں نے اس واضح بڑی نشانی کو دیکھا تو ان میں سے بعض نے تو یہ کہا:

''ابو کبشہ کے بیٹے نے تم لوگوں پر جادو کر دیا ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں ان کے بارے میں آیات نازل فرمائیں:

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ.

''اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے یہ کہتے ہوئے اعراض کر لیتے ہیں کہ یہ تو ایک مسلسل جادو ہے۔''

اس کے بعد رسول اللہ سے ان مشرکین نے بے شمار ایسے معجزات کا مطالبہ کیا کہ جن کا مقصد دشمنی اور ہٹ دھرمی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جن میں وہ مطالبات سرفہرست ہیں، جن کو قرآن کریم نے نقل فرمایا مثلاً پندرہویں پارے کی سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

''اور کہتے ہیں کہ: ''ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے ایک چشمہ نہ نکال دو، یا پھر تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم

Marfat.com

اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو، یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے ہم پر گرادو، یا پھر اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ، یا پھر تمھارے لیے ایک سونے کا گھر پیدا ہو جائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کر دو جسے ہم پڑھ سکیں۔" (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ:

"سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

کیونکہ اللہ عزوجل اس تعنت اور دشمنی کو جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی ہے، خوب جانتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ چاہے ان کے سامنے واضح دلائل آجائیں۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ساتویں پارے کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۰۹ میں فرمایا:

وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآئَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ.

"اور تمہیں کیا پتہ کہ اگر وہ (معجزے) آ بھی گئے، تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔"

ان لوگوں سے خیر کی امید کیسے کی جا سکتی ہے، جنہوں نے زبانوں پر اتنی بڑی بات لائی ہو کہ جس کو سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۲ نے اس پیرائے میں بند کیا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.

"اے اللہ! اگر یہ قرآن ہی وہ حق ہے جو آپ کی طرف سے آیا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے، یا ہم پر کوئی اور تکلیف دہ عذاب ڈال دے۔"

اس موقع پر انہوں نے یہ دعا نہیں کی کہ اے اللہ! اگر یہ دین برحق ہے تو ہمیں ہدایت دے۔ تو یہ نبیوں کی سنت میں سے ایک سنت ہی ہے، کہ جب وہ معجزات طلب کرنے والوں کی طرف سے ضد و عناد کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اس بات کا اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہ مشرکین و کفار یہ معجزات نبیوں کو عاجز کرنے کے لیے طلب کر رہے ہیں، تو وہ اس کے بعد اللہ سے ان معجزات کے نافذ ہونے کا سوال نہیں کیا کرتے تھے، تاکہ ان کی قوم ہلاکت کے دہانے پر نہ پہنچ جائے۔ جیسا کہ قوم عاد و ثمود کے ساتھ یہی معاملہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۵۹ میں اللہ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جس

Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ.

"اور ہم کو نشانیاں (یعنی کفار کے مانگے گئے معجزات) بھیجنے سے کسی اور چیز نے نہیں، بلکہ اس بات نے روکا ہے کہ پچھلے لوگ ایسی نشانیوں کو جھٹلا چکے ہیں۔"

اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ ہیرودس کے سامنے کھڑے تھے، کہ اس نے آپ سے نشانی طلب کی، آپ نے اس کے مطالبے کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے آپ کا یہ رویّہ دیکھا تو مذاق اڑانا شروع کیا، بعد میں اسے اس پر افسوس ہوا اور ملاقات کی حسرت رہی۔ پھر اس نے اس کا تذکرہ اپنے دشمن بیلاطس کے پاس لوٹا دیا۔ یہ واقعہ اصحاح ۲۳ میں جو کہ انجیل لوقاء کا حصہ ہے، مذکور ہے۔

طاقت کا استعمال:

یہ بات تو یہاں تک مکمل ہوئی۔

دوسری طرف جب مشرکین نے مسلمانوں کے مقابلے میں دلائل کے ذریعے سے اپنے آپ کو کمزور پایا تو طاقت کی سیاست کا راستہ اختیار کیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے لوگوں نے قوت کو اختیار کیا تھا کہ جب وہ دلائل کی روشنی میں بات اور بحث مباحثہ کرنے سے عاجز آگئے۔ انہوں نے کہا تھا:

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ.

"اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔"

(سترہواں پارہ، سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۶۸۔)

یہ ہر اس شخص کو جو اسلام لاتا، سخت تکالیف دینے میں مشغول ہو جاتے (اور اپنے اس حرکت سے انہوں نے یہ توقع کی) کہ وہ اس سے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے روک دیں گے۔ اور اس سلسلے میں انہیں جو بھی طریقہ نظر آیا اسے اختیار کیا۔ یعنی ہر حربہ آزمایا۔ اس وقت مسلمانوں کی تکالیف دیکھ کر آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: زمین میں پھیل جاؤ عنقریب اللہ تعالیٰ تم سب کو ایک ساتھ جمع

Marfat.com

فرمادیں گے۔تو انہوں نے راستے اور سمت کے بارے میں دریافت کیا جہاں وہ ہجرت کریں،تو آپ ﷺ نے حبشہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔

ہجرۃ الحبشۃ الاولی

(مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت)

تو اس وقت مسلمان اپنے دین کو بچانے کے لیے اپنے گھروں اور اموال کو چھوڑ آئے اور نکلنے کی تیاری کرنے لگے۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اشارہ دیا تھا۔یہ مکے سے پہلی ہجرت تھی۔

مہاجرین اوّلین:

ہجرت کرنے والوں میں دس مرد پانچ عورتیں تھیں جو کہ (۱) عثمان بن عفان اور (۲) ان کو بیگم رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، (۳) ابو سلمہؓ (۴) ان کی زوجہ محترمہ ام سلمہؓ اور (۵) ان کے ماں شریک بھائی ابو سبرہ بن ابی رحم اور (٦) ان کی زوجہ ام کلثوم، (۷) عامر بن ربیعہؓ (۸) اور ان کی زوجہ محترمہ لیلیٰؓ، (۹) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ اور (۱۰) ان کی زوجہ محترمہ سھلہ بنت سہیلؓ، (۱۱) عبدالرحمٰن بن عوف، (۱۲) عثمان بن مظعونؓ، (۱۳) مصعب بن عمیرؓ (۱۴) سہیل بن البیضاء اور (۱۵) زبیر بن عوام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ان میں سے اکثر و بیشتر قریشی تھے۔حضرت ابن ہشام کی روایت کے مطابق حضرت عثمان بن مظعونؓ ان کے امیر تھے۔یہ لوگ اللہ کے آسرے پر چل پڑے۔جب یہ لوگ سمندر تک پہنچ گئے تو ایک کشتی کرائے پر لی اور اپنی منزل تک پہنچ گئے۔اور وہاں مشرکین کی طرف سے ان کو پہنچائی جانے والی تمام تکالیف سے محفوظ ہو گئے۔اور مکے میں حضور ﷺ کے ساتھ تھوڑے سے صحابہؓ بچ گئے۔

اسلام عمرؓ

(آج شیر خدا و رسول عمر خطاب حلقہ بگوش ہونے آئے)

اس وقت مسلمانوں کو ناپسند کرنے والا،ان کو سخت تکالیف پہنچانے کے بعد ایک بہادر اور جرأت مند شیر عمر بن خطاب عدوی قریشی کی صورت میں اسلام لے آیا۔حضرت لیلیٰؓ جو کہ اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والوں میں سے ایک ہیں،ان کے اسلام لانے کے قصہ یوں بیان فرماتی

Marfat.com

ہیں: ''عمرؓ بن خطاب ہمارے اسلام لانے کے بارے میں بہت سخت تھے۔ جب میں حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی غرض سے اپنے اونٹ پر سوار ہوئی، تو اچانک عمر میرے سامنے آ گیا اور مجھ سے کہنے لگا: ''اے امّ عبداللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''تم لوگوں نے ہمارے دین قبول کرنے پر ہمیں بڑی تکالیف پہنچائی ہیں، اب ہم اپنے اللہ کی ایسے زمین پر جا رہے ہیں، جہاں ہمیں مزید تکلیف نہ دی جائے۔ تو عمرؓ نے کہا: ''اللہ تمہاری حفاظت کرے۔'' اور جب میرے شوہر عامرؓ آئے تو میں نے ان سے عمر کی طرف سے نرمی کے مشاہدہ کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے کہا کیا تم یہ امید کر رہی ہو کہ عمر اسلام لے آئے گا؟ اللہ کی قسم! وہ اسلام نہیں لائے گا، اگرچہ خطّاب کا گدھا ایمان لے آئے۔ اور یہ بات انہوں نے اپنے اس مشاہدے کی بناء پر کہی کہ انہوں نے سیّدنا عمر کی مسلمانوں کے بارے میں شدت اور سخت دلی دیکھی تھی۔

حضور ﷺ کی دعا رنگ لائی:

لیکن ان کو تو حضور ﷺ کی دعا نے آ گھیرا تھا۔ کہ ان کے اسلام لانے سے کچھ پہلے آپ ﷺ ان کے حق میں یوں دعا گو ہوئے تھے: ''اے اللہ! اسلام کو عمر کے ذریعے سے تقویت دے۔'' اور وہ ارقم بن ابوالارقم کے اس گھر میں جہاں مسلمان جمع ہوا کرتے تھے، مشرّف با اسلام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسلام لانے سے وہ بات بھی ثابت فرما دی، جس کی آپ ﷺ نے آرزو فرمائی تھی۔

عمرؓ سے اسلام قوی اور کفر کمزور ہوا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بخاری کی روایت کے مطابق فرماتے ہیں: ''جس روز جناب عمرؓ اسلام لائے اسی روز سے ہم غالب ہونا شروع ہو گئے۔'' وہ اس طرح کہ انہوں نے حضور ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ نماز مسجد میں ادا فرمائیں۔ اور ایسا ہی ہوا۔

کفر نے سر اٹھایا:

اور جب کافروں نے عمرؓ کے اسلام لانے کو دیکھا تو بہت کڑھنے لگے، اور ان کے قتل کا ارادہ کر لیا حتیٰ کہ ان کے گھر کے گرد گھیرا ڈال لیا اور ان کا انتظار کرنے لگے۔ تو عاص بن وائل سہمی جو کہ بنو سہم کے قبیلے سے ہے، آیا۔ (بنو سہم) عمرؓ کے قبیلے بنو عدی کے حلیف تھے۔ اس نے منقش چادر اور ریشم کی جڑاؤ کی

Marfat.com

ہوئی قمیص پہنی ہوئی تھی اور عمرؓ کو آ کر کہا: ''آپ کو ہوا کیا ہے؟'' حضرت عمرؓ نے جواب دیا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ اگر میں اسلام لے آیا ہوں تو مجھے قتل کر ڈالیں۔'' عاص نے کہا کہ میں آپ کا ضامن ہوں کوئی آپ کی طرف پھٹک بھی نہیں سکے گا۔ حضرت عمرؓ کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ ادھر عاص نکلے تو دیکھا کہ لوگوں کے اژدھام سے گویا وادی بہہ پڑی ہے، انہوں نے ان سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس عمر بن خطاب کو قتل کرنا چاہتے ہیں، جو کہ بے دین ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا: ''اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ (یہ سننا تھا کہ) لوگ جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔

رجوع مهاجری الحبشة وابطال دعوی الغرانیق

(پروپیگنڈے کی وجہ سے مسلمانوں کی حبشہ سے واپسی)

واپسی کی اصل وجہ:

مسلمانوں کے لیے غیروں کے ملک میں رہنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ وہاں وہ قلیل العدد تھے۔ جب کہ کثرت میں محبت اور ہمدردی کا ایک رشتہ قائم ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ قریش کے معزز لوگ تھے، اور ان کے ہمراہ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ ان ساری باتوں کی وجہ سے ان کو ایک اجنبی جگہ میں اس طرح رہنا ان کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ لہذا وہ لوگ ہجرت کے تین مہینوں کے بعد مکہ واپس لوٹ آئے۔

ایک بے تکی بات:

بعض مؤرخین کو ایک من گھڑت حکایت کے ذریعے سے حیرت میں ڈال دیا گیا ہے، کہ وہ مہاجرین کا حبشہ سے لوٹ آنے کا سبب وہ واقعہ بیان کرتے ہیں، مسلمانوں کو خبر لی کہ جب حضور ﷺ نے ستائیسویں پارے کی سورت النجم کی تلاوت فرمائی اور مشرکین کے معبودوں کے بارے میں اچھی باتیں کہیں تو ان کی پوری قوم اسلام لے آئی۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ ہیں:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی

''بھلا کیا تم نے لات و عزیٰ (کی حقیقت) پر بھی غور کیا ہے؟ اور اس ایک اور تیسرے پر جس کا

Marfat.com

نام منات ہے؟''

(آیت یہاں تک ہے آگے مورخین کی غلطی سے یہ سنائی گئی) یہ پرندے ہیں۔(پرندے بول کر فرشتے مراد لیے) جو کہ بہت بلند ہیں۔اوران کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔تو تمام مشرکین اس کی تعظیم میں اور خوش ہو کر سجدے میں گر پڑے۔

مگر یہ بات کم عقل لوگوں کی روایتیں لگتی ہیں۔جو اس کے صحیح ہونے کی تحقیق کیے بغیر ہر وہ بات ذکر کر دیتے ہیں جو سنتے ہیں۔

عقلی و نقلی دلائل:

سنیئے! ہم آپ کے سامنے اس پیچیدہ مسئلے کے غلط ہونے پر عقلی اور نقلی دلائل پیش کریں گے۔

جہاں تک حدیث کی بات ہے تو اس کی سند اور متن دونوں ہی مسترد ہیں۔سند کے بارے میں تو قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ''الشفاء'' میں لکھتے ہیں: ''اہل صحاح میں سے کسی نے بھی اس کو بیان نہیں کیا۔اور تفہیم کے ساتھ اس کی سند کو کسی ثقہ شخص نے نقل نہیں کیا۔'' رہا متن، تو اس کا یہ جواب ہے کہ اصحابؓ رسول ﷺ مجنون نہیں تھے۔اور نہ ہی مشرکین ایسے پاگل تھے کہ مذمت کے دوران تعریف سنیں۔اوران کے لیے جائز ہو جاتا (کہ اب تو بتوں کی تعریف کی گئی ہے۔لہٰذا محمد ﷺ کا ساتھ دو) کیونکہ بتوں کے ذکر کے بعد اس سورت کی آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا:

اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

''ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ تو فقط کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے حق میں کوئی ثبوت نازل نہیں فرمایا۔''

تو بات غیر منضبط ہو گئی۔اور اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو کافر اس بات کو بھی دلیل بنا لیتے۔جس کو وہ جھگڑے اور تنازع کے وقت دلیل بنا کر پیش کرتے۔اور وہ تو وہ لوگ تھے جو دشمنی کی بنا پر ایک ایسی بات کو جس میں دلیل بننے کی کوئی گنجائش نہ ہو، دلیل بنا کر پیش کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔تو اس کو کیسے چھوڑ دیا؟ اور نہ ہی یہ بات تحویل قبلہ سے کچھ کم ہے۔قبلے کے بدلنے پر تو ان کا جو دل چاہا انہوں نے کہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کا نام ہی بے وقوف رکھ دیا۔اوران کے بارے میں سورۃ

Marfat.com

البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۲ نازل فرمائی:

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا

''اب یہ بے وقوف لوگ کہیں گے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے ان (مسلمانوں) کو اس قبلے سے رخ پھیرنے پر آمادہ کردیا جس کی طرف وہ منہ کرتے۔ چلے آرہے تھے؟''

لیکن اس بار ان کے مردوں میں سے کسی سے بھی اس طرح کی کوئی بات نہیں سنی گئی۔ اور نہ ہی اس سے دشمنی صادر ہوئی۔ کہ وہ کہتے: کیا وجہ ہے آپ ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے لیے بہت مناسب موقع تھا کہ وہ اپنی تلواریں نکالتے اور لوگوں کی کوششوں کا دھارا اس طرف کردیتے۔ اس کے باوجود وہ مؤرخین جو اس واقعے کو نقل کرتے ہیں، اور اس کو حبشہ کے مسلمانوں کے واپس لوٹ آنے کا سبب قرار دیتے ہیں، وہ اپنے کلام کے دوران کہتے ہیں: ''بے شک ہجرت رجب میں ہوئی اور واپسی شوال میں اور سورہ نجم کا نزول رمضان میں ہوا تو اس سورت کے نازل ہونے اور مہاجرین کے واپس مکہ لوٹنے کے درمیان ایک مہینے کی مدت کا فاصلہ ہے۔ تو ذرا سی بھی سمجھ رکھنے والا شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس زمانے میں ایک مہینہ مکہ سے حبشہ جانے اور آنے کے لیے کافی نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت سواریاں گیس (انجن و پیٹرول) والی نہیں ہوا کرتی تھیں، کہ سمندر میں آسانی سے اپنا سفر مکمل کرلیں۔ اور نہ ہی ٹیلی گراف وغیرہ تھا کہ قریش کے اسلام لانے کی خبر حبشہ والوں کو پہنچا دی جائے، تو اگر ان تمام باتوں کے پیش نظر اگر ہم یہ کہیں کہ یہ من گھڑت کہانیاں خواہش پرستوں کی ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالی نے اس دین کو آزمایا ہے۔ تو یہ بات اچھنبی محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی بابرکت کتاب کی حفاظت فرما کر ہم پر احسان فرمایا، جو ایسی کتاب ہے کہ ہمارے اور ہر جھوٹے کذاب کے درمیان فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔ اللہ نے اسی سورہ نجم کی آیت نمبر ۳ میں فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى

''وہ کوئی بھی بات اپنی طرف سے (خواہش کی بنا پر) نہیں کرتے۔'' یعنی ایسی قبیح باتیں جو شیطان آپ کے دل میں ڈال دیتا ہو۔

Marfat.com

تو حضور ﷺ ایسی بات کیسے فرما سکتے ہیں یا ان کی زبان مبارک پر ایسا کلمہ کیسے جاری ہو سکتا ہے جو کہ وحی میں شک پیدا کر دے یہ ایسا معاملہ ہے جس کا بے وقوفوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ان کے مکر و فریب کو انہی کے گلے میں ڈال دیں گے۔

اور سجدے کے موضوع پر جو درست بات وارد ہوئی ہے، وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی ہے: ''نبی اکرم ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ تو اس وقت جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے کہ، اس نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر کہا: یہ میرے لیے کافی ہو جائے گی۔'' تو میں نے دیکھا کہ وہ آدمی بعد میں کافر ہو کر قتل کیا گیا۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف ذرا سا بھی اشارہ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے سجدہ کیا تھا وہ مشرکین تھے۔ بلکہ ان (ابن مسعودؓ) کا قول کہ: ''پھر میں نے اس کو بعد میں کافر ہو کر قتل ہوتے دیکھا۔'' تو یہ بتاتا ہے کہ وہ بندہ پہلے مسلمان تھا۔ اس قصہ کی وجہ سے بعض کمزور لوگوں نے، جو تکالیف نہیں سہ سکتے تھے، کفر اختیار کر لیا، جن میں سے علی بن امیہ بن خلف بھی ہیں۔ بعد میں میں نے اس کو مرتد ہوتے دیکھا۔

جسد واحد:

خیر! جب حبشہ ہجرت کرنے والے واپس مکہ لوٹ آئے، تو جس کو کوئی پناہ دے دیتا وہی مکے میں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ابو سلمہ اپنے ماموں ابو طالب کی پناہ میں آئے۔ اور عثمان بن مظعون ولید بن مغیرہ کی پناہ لیکر داخل تو ہوئے، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ولید بن مغیرہ نے مسلمانوں کیساتھ کیسا برتاؤ کیا ہے تو ان کی پناہ واپس لوٹا دی، کیونکہ وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ وہ خود تو آرام میں ہوں اور انکے مسلمان بھائیوں کو عذاب دیا جا رہا ہو۔

كتابة الصحيفة

(ایک تحریری بائیکاٹ)

کفار، نبی ﷺ کی قیمت لگانے لگے:

جب قریش کے تمام کے تمام منصوبے ناکام ہو گئے، تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے خاندان

Marfat.com

والوں یعنی بنوعبد مناف والوں کو پیش کش کی کہ حضور ﷺ کو ان مشرکین کے حوالے کرنے کے بدلے ایک پورے آدمی کی قیمت سے دوگنی رقم لے لیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے ابو طالب کو پیش کش کی کہ وہ (مشرکین) ان کو اپنے جوان سرداروں میں سے ایک دیں گے، جس کو وہ اپنا منہ بولا بیٹا بنالیں۔ اور اپنے بھتیجے یعنی نبی اکرم ﷺ کو حوالے کر دیں۔ جناب ابو طالب نے ان لوگوں کو یوں جواب مرحمت فرمایا: تم لوگوں پر تعجب ہے تم مجھے اپنا بیٹا دو گے تاکہ میں اس کو تمہاری طرف سے کھلاؤں پلاؤں۔ اور میں تم لوگوں کو اپنا بیٹا قتل کرنے کے لیے دے دوں؟''

ایک سفاک تحریر:

مشرکین مکہ نے جب اس طرح بھی دال گلتے نہ دیکھی، تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنوعبد مناف سے بائیکاٹ کرنے کا اور ان کو مکے سے نکالنے کا پروگرام بنایا۔ اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا، جس میں (لکھا گیا کہ) ان لوگوں سے کوئی شخص کوئی چیز خرید سکے نہ ہی ان کو بیچ سکے۔ اور (طے کیا) بائیکاٹ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری وساری رہے جب تک کہ وہ محمد (ﷺ) کو قتل کے لیے حوالے نہ کر دیں، اور ان تمام باتوں کا ایک باقاعدہ صحیفہ لکھا گیا۔ پھر اس کو کعبے کے بیچ میں لٹکا دیا گیا۔

بنو ہاشم، شعب ابی طالب میں:

اس وجہ سے بنو ہاشم، شعب ابو طالب نامی گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ بنوعبد المطلب چاہے وہ مسلمان تھے یا کافر تمام کے تمام داخل ہو گئے، سوائے ابولھب کے کہ وہ قریش کے ساتھ تھا۔ اور اس طرح عبد مناف کے دو بیٹوں یعنی عبد شمس (عبد المطلب) اور نوفل کی اولاد آپس میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔ اور میرے نبی ﷺ کی اس قوم نے بڑا سخت مجاہدہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے اور ان کے دشمن، تاجروں کو ان سے خرید وفروخت سے منع کر دیا کرتے تھے، اور منع کرنے والوں میں سب سے پیش پیش ابولھب تھا۔

هجرة الحبشة الثانية

(مسلمانوں کو ایک بار پھر حبشہ ہجرت کی صعوبتیں لاحق)

Marfat.com

حضور ﷺ اور آپ کی قوم کے گھاٹی میں قید ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا۔ نتیجتاً انہوں نے سفر کے لیے ایک دوسرے کی مدد کی۔ اور ان کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر گئی۔ جو ۸۳ مرد اور ۱۸ خواتین پر مشتمل تھی۔ لوگوں میں جعفر بن ابو طالبؓ اور ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیسؓ، مقداد بن اسودؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبیداللہ بن جحشؓ اور ان کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ شامل ہیں۔ یمن سے ابوموسیٰ اشعری اور ان کے چچازاد رضی اللہ عنہم اجمعین جو کہ مسلمان ہو چکے تھے، (حبشہ کی طرف جانے والے) مسلمانوں کی طرف چل پڑے۔

کفر نامراد ہوا:

جب قریش نے یہ دیکھا تو عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو نجاشی کی طرف بہت سے ہدیے اور تحفے تحائف دے کر ان لوگوں کے پیچھے بھیجا، کہ وہ مسلمانوں کو ان (مشرکین) کے حوالے کر دیں۔ مگر وہ بری طرح ناکام ہو کر لوٹے۔ جب انہوں نے نجاشی سے اس قوم (مسلمان) جس کو اس (نجاشی) نے پناہ دی ہوئی ہے، کے بارے میں بات کی کہ وہ (نجاشی) ان (مہاجرین) سے معاہدہ ختم کر دے، تو نجاشی کی طرف سے فقط ذلت اور رسوائی ہی ملی۔ جب کہ بنو ہاشم نے اسی گھاٹی میں تقریباً تین سال سخت مشقت اور آزمائش میں گزارے کہ ان کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں پہنچتی تھی، مگر خفیہ طور پر۔

نقض الصحیفة

(صحیفہ چاک ہو گیا)

قریش کے پانچ معزز شخص اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس ظالم صحیفے کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا وہ پانچ لوگ درج ذیل ہیں:

1۔ ہشام بن عمرو بن حارث عامری: کہ ان پانچوں میں آزمائش کے لحاظ سے سب سے بڑا تھا۔

2۔ زہیر بن ابو امیہ مخزومی: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کے فرزند۔

3۔ مطعم بن عدی نوفلی۔

Marfat.com

4۔ ابوالبختری بن ہشام اسدی۔

5۔ زمعہ بن اسود اسدی۔

یہ تمام لوگ ایک رات اس بات پر متفق ہوئے تھے۔ پھر جب اگلی صبح ہوئی، تو زہیرہ زیورات سے مزین ہو کر باہر نکلے۔ بیت اللہ کا طواف کر کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''اے مکہ والو! ہم کھانے کھا رہے ہیں اور کپڑے پہن رہے ہیں۔ جب کہ بنو ہاشم ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں کہ نہ کچھ خرید سکتے ہیں نہ ہی کچھ بیچ سکتے ہیں۔ اللہ کی قسم!

میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، جب تک کہ اس ظالم صحیفے کو پھاڑ نہ دوں۔'' ابوجہل بولا تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تو زمعہ نے ابوجہل کو یوں کہتے ہوئے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! تو بڑا جھوٹا ہے کیونکہ جب تم نے یہ صحیفہ لکھا تھا ہم تو اس وقت بھی اس پر راضی نہیں تھے۔'' ابوالبختری نے کہا: ''زمعہ نے بالکل درست بات کہی۔'' تو مطعم بن عدی بھی بول اٹھا: ''تم دونوں نے ہی سچ بات کہی ہے۔ اور جو تمہارے علاوہ بات کر رہا ہے وہی جھوٹ بول رہا ہے۔'' ہشام بن عمرو نے بھی اس کی بھی تصدیق کر دی۔ پھر مطعم بن عدی اس صحیفے کی جانب بڑھے اور اس کو پھاڑ ڈالا۔ زمین کے ایک جانور (دیمک) نے اس کو کھالیا تھا۔ اور صرف وہی حصہ باقی بچا تھا جس میں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کو اس واقعے کے پیش آنے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی۔ اس طرح یہ معزز قوم ایک سخت شدت جھیل کر واپس اپنے گھروں کو لوٹی۔

وفود نجران

(نجران سے آنے والے وفد)

اس گھاٹی سے نکلنے کے بعد حضور اقدس ﷺ کے پاس نجران کے نصاری کا ایک وفد آیا، جن کو آپ ﷺ کی نبوت کی اطلاع حبشہ کے مہاجرین نے دی تھی۔ یہ سن کر انہوں نے آپ ﷺ کی طرف آنے میں جلدی کی، حتی کہ ان کی کتابوں میں نبی آخر الزماں کی جو نشانیاں ذکر کی گئی تھیں، ان سب کا مشاہدہ کر لیا۔ یہ گروہ تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا۔ جب حضور ﷺ نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا، تو وہ سب ایمان لے آئے۔

Marfat.com

کفر کا طعنہ:

یہ دیکھ کر ابو جہل نے ان سے کہا: ”ہم نے تم سے زیادہ بے وقوف کوئی قافلہ نہیں دیکھا، کہ تمہاری قوم نے تو تم کو اس شخص کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا، اور تم بے دین ہو کر بیٹھ گئے۔“ انہوں نے اس سے جان چھڑانے والے انداز میں سلام کر کے کہا کہ جہالت میں ہم تم سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تم اپنے اسی طریقے پر ڈٹے رہو جس پر تم ہو، اور ہم نے اس (محمد ﷺ) کی ہستی کو اختیار کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کا تذکرہ قرآن کریم کے بیسویں پارے کی سورۃ القصص آیت نمبر ۵۲ تا ۵۵ میں اس طرح فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْن وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ" عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ.

”(یہ) وہ لوگ ہیں، جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی۔ اور وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے۔ ہم تو اس سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ ان لوگوں کو ان کی ثابت قدمی کا دہرا اجر دیا جائے گا۔ اور وہ نیکی کر کے برائی کو دور بھگاتے ہیں، اور جو مال ہم نے انہیں دیا ہے، اس کو خرچ کرتے ہیں۔ اور جب کوئی فضول بات سنتے ہیں تو اس سے پیچھا چھڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ”ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ ہم تو جاہل نہیں بن سکتے۔“

بالآخر جب اہل مکہ حضور ﷺ کے معاملے میں ہر طرح عاجز آ گئے اور دلیل کا جواب دلیل سے دینے کے لائق نہ رہے تو کبھی آپ ﷺ پر جادوگری کا الزام تراشنے لگے اور کبھی جھوٹ کا۔ کبھی جنون کا تو کبھی کاہن ہونے کا۔ اور یہ تمام اس بے بس دشمن کی حالتیں ہیں جو (قرآن کے دسویں پارے کی سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۲ کی گواہی کے مطابق) اپنی دشمنی میں یہ کہنے سے نہیں شرماتا:

Marfat.com

"اللھم ان کان ھذا حق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم."

"اے اللہ! اگر یہ دین اسلام آپ کی طرف سے برحق ہے، تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی اور دردناک عذاب نازل کر دے۔"

وفاۃ خدیجۃ رضی اللہ تعالی عنھا

(حضرت امّی خدیجہؓ کا وصال پُر ملال)

اس گھاٹی سے نکلنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد اور ہجرت سے تین سال قبل، آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ انتقال فرما گئیں۔ حضور ﷺ ان کا کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان پر بڑے شفیق تھے۔ اور یہ کوئی اچھنبے کی بات بھی نہیں، کیونکہ یہی وہ پہلی پاکدامن انسان ہیں، جنہوں نے حضور ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کی تھی۔

اولاد:

حضور ﷺ کی جناب ابراہیم کے علاوہ باقی تمام اولاد انہی سے تھیں۔ انہی سے حضرت زینبؓ ہیں جو کہ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں ابوالعاص بن ربیع سے شادی کی تھی۔ اور (ابوالعاص نے) ان کے بعد امامہ سے نکاح کیا۔ جن سے حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کی وفات کے بعد شادی کی تھی۔ اور انہی (حضرت خدیجہؓ) کی اولاد سے رقیہ اور امّ کلثومؓ ہیں، جن دونوں سے حضرت عثمانؓ نے یکے بعد دیگرے شادی فرمائی تھی۔ جن میں سے پہلی (رقیہؓ) سے مکے میں ہجرت سے پہلے شادی کی تھی۔ اور ان کے ساتھ حبشہ ہجرت بھی کی تھی۔ اور دوسری سے ان کی بہن کے انتقال ہونے کے بعد مدینے میں۔ حضرت خدیجہؓ کی اولاد میں سے حضرت فاطمہؓ بھی ہیں جو حضور ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ جنہوں سے حضرت علیؓ نے شادی فرمائی تھی۔ ان کے علاوہ بھی حضرت خدیجہؓ سے کچھ اور اولادیں تھیں، جن کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اولاد میں سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ کوئی اور زندہ نہیں رہا۔ حضرت فاطمہؓ بھی کچھ عرصے بعد انتقال کر گئیں۔ جب حضرت خدیجہؓ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں، تو حضور ﷺ بے حد پریشان ہو گئے کیونکہ وہ حضور ﷺ سے بے حد محبت کرنے والی تھیں۔ اور کفار بھی ان کے خاندان بنو اسد میں ان کا

Marfat.com

ایک خاص مقام ہونے کی بنا پر آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے ایک دوسرے کو منع فرمایا کرتے تھے۔ او رحضرت خدیجہؓ کی اولاد میں سے حضرت قاسمؓ بھی ہیں، جن کی کنیت سے آپ ﷺ مشہور ہوئے۔ اور حضرت عبداللہؓ بھی ہیں جن کو طیب وطاہر کا لقب دیا جاتا ہے۔

زواج سودۃ رضی اللہ تعالی عنہا

(اُمّ المومنین سودہؓ کا سیّد المرسلین ﷺ کے نکاح میں آنا)

جس مہینے میں حضرت خدیجہؓ کا وصال ہوا، اسی مہینے میں آپ ﷺ نے سودہؓ بنت زمعہ عامریہ قریشیہ سے ان کے شوہر اور رشتے میں ان کے چچازاد سکران بن عمرو کے انتقال کے بعد نکاح فرمالیا۔

مصائب جھیلنے کا ثمرہ:

یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاچکیں تھی۔ انہوں نے اپنے رشتے داروں کی اور اپنے چچازادوں کی خوب مخالفت کی تھی۔ اور یہ فتنے کے ڈر سے اپنے شوہر کے ہمراہ دوسری ہجرت میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں تھیں اور جب وہاں سے لوٹنے کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا، تو ان حالات میں جو کام آپ ﷺ نے فرمایا، یعنی ایک ایسے بندے کی بیوی سے شادی کرنا جس کے شوہر کا اسلام لانے کے بعد انتقال ہو گیا تھا، اس سے بہترین کام کوئی نہیں تھا۔ ورنہ اگر آپ ﷺ ان صحابیہؓ کو ان کی قوم کے لیے چھوڑ دیتے، تو ان صحابیہؓ کے لیے ان کے خاندان کی طرف سے رسوائی پیش آتی۔ اور اسلام کی ناپسندیدگی کی وجہ سے وہ لوگ انہیں فتنے میں ڈال دیتے۔ اسی طرح ان کے خاندان میں ان کے نسب کی عمدگی ان کو اس بات سے بھی روکے ہوئے تھی کہ وہ اپنے سے کم نسب اور شرافت والے سے شادی کریں۔

زواج عائشة رضی اللہ تعالی عنہ

(اُمّ المومنین عائشہؓ کا سیّد المرسلین ﷺ کے نکاح میں آنا)

اس شادی کے ایک مہینے بعد حضور ﷺ نے اپنے جگری دوست سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے عقد نکاح فرمالیا۔ جو اپنی عمر کے ساتویں سال سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے علاوہ اور کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں فرمائی۔

Marfat.com

امّی عائشہؓ کی رخصتی مدینے میں اور حضرت سودہؓ کی مکے میں ہی ہوئی۔

غموں کا اتصال:

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تقریباً ایک مہینے بعد ہی آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو دشمنوں کی تکالیف سے حضور ﷺ کو بچایا کرتے تھے۔ (مگر بدقسمتی سے) باوجود اس کے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے پیغام کو نہیں جھٹلایا تھا بلکہ وہ تو آپ ﷺ کے سچے ہونے کا یقین رکھتے تھے، اپنی زندگی کے آخری لمحے تک کلمہ شہادت زبان نہیں پڑھا۔ انہی کے بارے میں بیسویں پارے، سورۃ القصص کی آیت مبارکہ ۵۶ نازل ہوئی:

"انک لاتھدی من احببت و لکن اللہ یھدی من یشاء۔"

"(اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔"

مگر رسول اللہ ﷺ کی بڑی بڑی خدمات کی بناء پر جو انہوں نے (آپ ﷺ کی) کی تھیں، ہم اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ اللہ ان کے عذاب میں کمی فرمائیں گے۔

اعزّاء کی اسلام دوری کے بارے میں......:

رسول اکرم ﷺ کے عزیز واقارب میں سے اکثر کے اسلام نہ لانے میں خداوند قدوس کی ایک ایسی حکمت نظر آتی ہے جو کسی صاحب فہم و ذکاء سے مخفی نہیں، (وہ یہ) کہ اگر رشتے دار جلدی جلدی سے اسلام لانا شروع کر دیتے تو یہ اعتراض ہوتا کہ ارے یہ تو وہ قوم ہے جو ایسی بڑائی اور سرداری کی طلب گار ہے، جو ان میں نہیں ہیں، اس لئے یہ معاملہ گھڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی اتباع کرنے والے تو ایسے لوگ ہیں جو ان کے خاندان میں سے تو در کنار بعض تو ان کے دشمنوں میں سے ہیں، جیسا کہ سیّدنا عثمان بن عفانؓ بنو امیہ میں سے تھے۔ مگر ان لوگوں کے پاس اس طرح کی کوئی چھوٹی موٹی دلیل بھی نہ تھی، جس کو وہ حضور ﷺ کے خلاف پیش کرتے۔

سوائے ان کے وہ جھوٹے دعوے جن کو وہ اس وقت دلیل بنایا کرتے تھے، جب دلیل ان کو ان کے اس قول سے روک دیتی تھی کہ یہ تو ایک ایسا جادوگر ہے، جو میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈال

Marfat.com

دیتا ہے، اور ایسا کاہن ہے، جو غیب کی باتیں کرتا ہے۔

عام الحزن:

آپ ﷺ نے اس سال کا نام جس میں آپ ﷺ نے اپنی پیاری زوجہ محترمہ اور چہیتے چچا جان کی جدائی کا صدمہ جھیلا، غم کا سال (عام الحزن) رکھ دیا۔ جب ابو طالب کا وصال ہو گیا تو قریش کی طرف سے حضور ﷺ پر وہ سختی کی گئی جو ابو طالب کی زندگی میں آپ ﷺ پر نہیں کی جا سکتی تھی۔ اور آپ ﷺ پر طنز و استہزاء اور جور و ستم کا معاملہ یہاں تک سخت کر دیا کہ جب آپ ﷺ راستے سے گزرتے، تو وہ آپ ﷺ کے سر پر مٹی پھینک دیتے تھے۔ اور دوران نماز اونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ پر ڈال دیا کرتے تھے۔ اور ایک بار تو تمام کفار قریش آپ ﷺ پر یہ کہتے ہوئے پل پڑے: ''کیا تو ہی ہے وہ جو تمام معبودوں کو ایک بنانے چلا تھا؟'' اس اذیت بھرے لمحے میں مسلمان بھی اپنی کمزوری کی بناء پر آنحضرت ﷺ کو اس حالت سے چھڑا نہیں سکتے تھے۔ البتہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے:

اتقتلون رجلاأن يقول ربي الله

''کیا تم ایسے بندے کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟''

هجرة الطائف

(رسول اللہ ﷺ کی طائف کی جانب ہجرت)

پھر جب سرور دو عالم ﷺ نے قریش کو اپنی توہین کرتے دیکھا تو آپ ﷺ نے طائف میں اہل ثقیف کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا، جہاں سے آپ ﷺ کو اپنی قوم کے خلاف مدد کی امید تھی۔ اور تعاون کی امید تھی۔ (وہاں کا ارادہ آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا) تاکہ اللہ کا معاملہ پورا ہو جائے کیونکہ وہاں پر مکہ کے قریبی لوگ رہتے تھے۔ اور وہیں آپ ﷺ کا ننھیال تھا، وہ اس طرح کہ امّ ہاشم بن عبد مناف عاتکہ السلیمہ، بنو سلیم بن منصور کے قبیلے سے تھیں۔ جو کہ ثقیف کے حلیف تھے۔

جب آپ ﷺ وہاں روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ بھی تھے، وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے عبد یا لیل، مسعود اور حبیب نامی اس وقت کے جو

Marfat.com

تین بڑے تھے، ان سے ملاقات کی۔ یہ تینوں سردار عمرو بن عمیر ثقفی کے بیٹے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے درخواست کی کہ وہ آپ ﷺ کی مدد کریں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنا پورا پیغام پہنچا دیا۔ تو انہوں نے انتہائی برے طریقے سے اس دعوت کو جھٹلا دیا۔ اور ان کی جانب سے کوئی بھلائی کی آس تو پیدا نہ ہوئی، مگر آپ ﷺ نے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کی اس دعوت دینے کا پرچار نہ کریں تاکہ قریش اس کو جان کر مزید اپنی ایذاؤں میں شدت پیدا نہ کریں کہ حضور ﷺ ان کے دشمنوں سے ان کے خلاف مدد طلب کرنے کے لئے گئے تھے۔

سرورِ کائنات ﷺ، اوباشوں کے نرغے میں:

جس امید سے آپ ﷺ ثقیف والوں کے پاس گئے تھے، وہ تو پوری نہ ہوئی، البتہ انہوں نے اپنے بے غیرت لوگ اور اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور پتھر برساتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جوتے مبارک خون سے بھر گئے۔ حضرت زید بن حارثہؓ ان پتھروں کو آپ ﷺ کو لگنے سے روک رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ انگوروں کے باغ تک پہنچ گئے۔ وہاں سائے میں آرام فرمایا۔ وہیں قریب ہی آپ ﷺ کے دشمن ربیعہ کے دو بیٹے شیبہ اور عتبہ کا باغ تھا۔ اس وقت وہ دونوں اپنے اس باغ میں موجود تھے۔ تو حضور ﷺ کو ان کا اس وقت باغ میں ہونا ناگوار گزرا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائی:

”اے اللہ! میں اپنی قوّت کی کمزوری کا شکوہ آپ سے کرتا ہوں۔ اور تدابیر کی کم مائیگی اور لوگوں کے مقابلے میں کمزوری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الرّاحمین! آپ کمزوروں کے رب ہیں۔ اور آپ میرے بھی رب ہیں۔ آپ مجھے کن لوگوں کے حوالے کر رہے ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کے جو مجھ سے ملاقات کو بھی ناپسند کرتے ہیں؟ یا ایسے دشمنوں کی طرف جن کو آپ نے میرا معاملہ سونپ دیا ہے؟ اگر آپ کی مجھ پر کوئی ناراضگی نہیں تو میں کسی کی پرواہ نہیں کروں گا۔ لیکن آپ کی طرف سے عافیت میرے لئے کافی ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کے چہرے کی روشنی کے واسطے جس سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ اور جسکی برکت سے دنیا و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے ہیں، اس بات سے کہ مجھ پر آپ کا غضب اترے یا آپ کی ناراضگی مول لینی پڑے۔ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں انجام

Marfat.com

کار آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت عداسؓ کا اسلام:

جب ربیعہ کے بیٹوں نے آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھا تو نرم پڑ گئے اور اپنے ایک نصرانی غلام جس کا نام عداس تھا، کو انگوروں کا ایک خوشہ دے کر آپ ﷺ کے پاس بھجوایا۔ رسول اللہ ﷺ نے کھانے سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھا۔ عداس بولا: ''یہ تو ایسا کلام ہے، جو یہاں کے لوگ تو نہیں بولتے۔'' نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ''آپ کون سے شہر کے ہیں؟ اور آپ کا دین کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''میں نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نیک بندے یونس بن متی کے گاؤں کے ہو؟'' اس نے حیران ہوکر پوچھا: ''آپ کو یونسؑ کے بارے میں کیسے پتا؟'' آنحضرت ﷺ نے اس کو قرآن کریم کی وہ سورت پڑھ کر سُنائی، جس میں حضرت یونسؑ کا ذکر ہے۔ عداس نے جب یہ سنا تو اسلام لے آیا۔ (رضی اللہ عنہ)

اس وقت حضرت جبرائیلؑ اللہ کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئے۔ اور کہنے لگے: ''بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی قوم کے خلاف (اس سلوک کے بدلے) جو انہوں نے آپ کے ساتھ کیا ہے، آپ کی اطاعت کروں۔'' آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت نصیب فرما۔ کیونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔'' جبرائیلؑ یہ سن کر فرمانے لگے: ''سچی ہے وہ ذات جس ذات نے آپ ﷺ کا نام رؤوف اور رحیم رکھا۔''

جنّوں کا مسلمان ہونا:

آپ ﷺ کھجوروں کے جھنڈ میں ہی تشریف فرما تھے کہ جنوں کا ایک وفد قرآن سن کر (اس کی حلاوت سے کھنچتا ہوا) آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور ان کی نسبت موسیٰؑ کی طرف کی جاتی ہے۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو اس کے ادب میں خاموش ہو گئے۔ اور پھر اسلام لا کر اپنی قوم کو ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے۔ اپنی قوم کو رسول اللہ ﷺ کی خبر پہنچادی۔ ان کے بارے میں سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲ میں یوں ارشاد ہوا:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا

Marfat.com

اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ م بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

”اور جب جنوں کا ایک گروہ ہم نے آپ کی طرف پھیر دیا، جو کہ قرآن سن رہے تھے۔ جب وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہو گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ بالآخر اپنی قوم کی طرف (اللہ کا ڈر) سنانے والے بن کر لوٹ گئے۔ اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے، جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے، جو اس سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ حق کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔ اور سیدھے راستے کی طرف لے جانے والی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دو۔ اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ اور ایک دردناک عذاب سے تم کو بچا لیں گے۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب نہ دے، تو نہ تو زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتا ہے، اور نہ اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہوگا۔ اور یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔“

اللہ رب العزّت نے جنوں کا قصہ ایک سورت کے طویل مضمون میں بیان فرمایا۔ اور اس سورت کا نام انہی جنوں کے نام پر ”سورۃ الجن“ رکھ دیا۔ جس کی ابتدائی آیتیں یوں ہیں:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا

”(اے نبی ﷺ) آپ ﷺ فرما دیجئے، میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے اس قرآن کریم کو سُنا۔ پھر (سن کر) کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے

Marfat.com

کرتا ہے۔ چنانچہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور (اب) ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

الاحتماء بالمطعم بن عدی

(تذکرہ اُس شب کا جب سرورِ کونین ﷺ مطعم بن عدی کی پناہ میں مکے میں داخل ہوئے)

جب آنحضرت ﷺ طائف سے اس حالت میں لوٹے، تو آپ ﷺ مکے میں داخل ہونے کی قدرت نہیں رکھتے تھے، کیونکہ مکے کے مشرکین کو آپ ﷺ کے طائف جانے، اور ان سے مکہ والوں کے خلاف مدد مانگنے کا علم تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کو پیغام بھیجا کہ عنقریب ہم مکے میں ان کی پناہ میں آ کر داخل ہونا چاہتے ہیں۔ تو اس نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور وہ اور اس کے بیٹے اسلحے سے لیس ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مطاف کی طرف روانہ ہوئے۔ تو کسی مشرک نے ان کو کہا: "تم اس کو پناہ دے رہے ہو یا اس کی اتباع کرنے والے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم صرف پناہ دینے والے ہیں۔ تو مشرکین نے کہا: "پھر تو آپ کی لی ہوئی ذمہ داری کو ہم رسوا نہیں ہونے دیں گے۔"

وفد دوس

(دوس کا وفد)

آپ ﷺ مکے میں ہی تھے کہ آپ ﷺ کے پاس طفیل بن عمرو دوسی آیا، جو کہ مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ کے خاندان دوس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ طفیل اپنی قوم کا ایک شریف انسان تھا۔ عمدہ شاعر تھا۔ جب آپ ﷺ نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا، تو وہ اسلام لے آیا۔ اور رسول اکرم ﷺ نے اس کو کہا: "اپنی قوم کی طرف جاؤ۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دو۔" پھر آپ ﷺ نے ان کی قوم کے لیے یہ کہتے ہوئے دعا مانگی: "اے اللہ! قوم دوس کو ہدایت عطا فرما۔" طفیل اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی، تو ان میں سے اکثریت ان کی دعوت سے اسلام لے آئی۔

اور مدینے میں ان کی قوم کے دوسری مرتبہ آنے کا تذکرہ جلد آنے والا ہے۔

Marfat.com

الاسراء والمعراج

(واقعہ معراج)

ہجرت سے پہلے ہی اللہ جل جلالہ نے آنحضرت ﷺ کو اسراء و معراج کے شرف سے عظمت بخشی۔

اسراء:

آپ ﷺ کا رات کو بیت المقدس کی طرف ایلیا کے ساتھ جانا اور اسی رات واپس آجانا۔

معراج:

آپ ﷺ کا عالم بالا پر چڑھنا۔

جمہور اہل سنت کے مطابق معراج آپ ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب کہ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے دیدار الٰہی کی قائل نہیں ہیں۔ اور فرماتی ہیں: ”جس شخص نے یہ بات کہی کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، وہ شخص اللہ پر بہت بڑا الزام تراشتا ہے۔“ اور اسراء قرآن مجید میں مذکور ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پندرہویں پارے کی سورۃ الاسراء/ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیتوں میں فرمایا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ

”پاک ہے وہ ذات، جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔ (مسجد اقصیٰ) جس کے گرد ہم نے برکت نازل کی ہے تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ یقیناً وہ (اللہ) ہر چیز سننے والی، اور دیکھنے والی ذات ہے۔“

بیت المقدس کا سفر:

معراج کے بارے میں صحیح السنہ اور صحیح حدیثوں میں وہی بات وارد ہوئی ہے، جس کو شیخین (امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ) نے نقل کیا ہے۔ اور قاضی عیاض نے بھی اسی کو اپنی کتاب ”الشفاء“ میں حضرت انس بن مالکؓ کی سند سے نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس براق

Marfat.com

لایا گیا (ایک جانور، جو گدھے سے ذرا بڑا اور خچر سے چھوٹا ہوتا ہے، اور یہ اپنا ایک قدم انسانی نگاہ کی رسائی تک رکھتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس پر سوار ہو گیا، حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گیا۔ اور براق کو میں نے اسی کنڈے سے باندھ دیا، جس سے انبیاء کرام علیہم السّلام باندھتے چلے آرہے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہو گیا، اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر میں نکلا، تو جبرئیل میرے سامنے دو۲ پیالے لے کر حاضر ہوئے، جن میں سے ایک پیالہ شراب کا تھا اور دوسرا دودھ کا تھا، تو میں نے ان میں سے دودھ کو پی لیا۔ یہ دیکھ کر جبرئیلؑ نے فرمایا: ''آپ نے فطرت کو چنا ہے۔'' پھر ہمیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ تو جبرئیلؑ نے پہلے آسمان پر پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہا، تو پوچھا گیا: ''تم کون ہو؟''

فرمایا: ''میں جبرئیل ہوں۔''

پوچھا گیا: ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

فرمایا: ''محمد ﷺ۔''

پوچھا گیا: ''کیا ان کی بعثت ہو گئی ہے؟''

انہوں نے کہا: ''جی ہاں!''

تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو میں دوسرے ہی لمحے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور میرے حق میں بھلائی کی دعا فرمائی۔

یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السّلام سے ملاقات:

پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ بجایا۔ پوچھا گیا: ''تم کون ہو؟''

فرمایا: ''میں جبرئیل ہوں۔''

پوچھا گیا: ''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

فرمایا: ''محمد ﷺ۔''

پوچھا گیا: ''کیا ان کی بعثت ہو گئی ہے؟''

انہوں نے کہا: ''جی ہاں!''

تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ تو دیکھا کہ میں اپنے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت یحییٰ اور عیسیٰ

Marfat.com

بن مریم علیہم السّلام کے روبرو تھا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور میرے لیے خیر کی دعا کی۔

یوسفؑ سے ملاقات:

پھر ہمیں تیسرے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ جبرئیلؑ نے دروازہ بجایا۔ (آپؑ نے وہی پہلی بات بیان کی) تو دروازہ کھول دیا گیا۔ تو ایک دم میں یوسفؑ کے سامنے تھا، ان کو حسن و جمال کا ایک بڑا حصہ دیا گیا تھا۔ انہوں نے بھی مجھے مرحبا کہا۔ اور میرے حق میں بھلائی کی دعا کی۔

ادریسؑ سے ملاقات:

پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور پہلے کی طرح کا معاملہ ہوا، تو اچانک میں ادریسؑ کے سامنے تھا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور میرے حق میں دعائے خیر کی۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سولہویں پارے کی سورۃ المریم کی آیت نمبر ۵۷ میں ارشاد فرمایا:

وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا

''اور ہم نے انہیں رفعت دے کر ایک بلند مقام تک پہنچا دیا تھا۔''

ہارونؑ سے ملاقات:

پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور پہلے کی طرح کا قصہ پیش آیا۔ اس کے بعد میں اچانک ہارونؑ کے سامنے تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور مجھے مرحبا کہا۔

موسیٰؑ سے ملاقات:

پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور پہلے کی طرح کا قصہ پیش آیا۔ پھر اچانک میں موسیٰؑ کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

ابراہیمؑ سے ملاقات:

پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور بالکل اسی طرح سوالات و جوابات ہوئے، جن کے بعد اچانک میں حضرت ابراہیمؑ کے سامنے تھا جو کہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔

بیت المعمور:

Marfat.com

یہ وہی مقام ہے، جس میں ہر روز ستر ہزار/۷۰۰۰۰ فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ اور پھر قیامت تک دوبارہ ان کا کبھی نمبر نہیں آئے گا۔

سدرۃ المنتہٰی:

پھر مجھے سدرۃ المنتہی تک لے جایا گیا، جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے تھے۔ اور اس کے بیر مٹکے جتنے تھے۔ پھر جب اللہ کے حکم سے اس (سدرۃ المنتہٰی) کو مزین کیا گیا، جتنا مزین کرنا تھا تو اس کا رنگ بدل گیا۔ اور مخلوق میں سے کوئی اس کے حسن و جمال کی تعریف نہیں کر سکتا۔ تو اللہ جل جلالہ نے میری طرف جو وحی کرنی تھی، وہ وحی فرمائی۔

نماز کی فرضیت:

اور مجھ پر اور میری امت پر تحفۃً پچاس/۵۰ نمازیں فرض فرمائیں۔ جب میں واپسی میں موسیٰؑ سے ملا، تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ تمہاری امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض فرمایا؟ میں نے جواب دیا: ''۵۰ نمازیں عطا فرمائی ہیں۔'' انہوں نے مشورہ دیا کہ واپس اپنے رب کے پاس جاؤ، اور ان سے آسانی مانگو، کیونکہ تمہاری امت ایک دن میں اتنی نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی کیونکہ میں تم سے پہلے بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ اور میں نے ان تک اللہ کا پیغام پہنچایا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف واپس پلٹا۔ اور میں نے عرض کی: ''اے اللہ! میری امت پر آسانی فرمایئے۔'' تو اللہ نے ۵ نمازیں کم فرمادیں۔ تو میں موسیٰؑ کے پاس واپس آیا اور ان کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم فرمادی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری امت اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتی۔ لہٰذا ایک بار پھر اپنے رب کے پاس جاؤ، اور کمی مطالبہ کرو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے رب اور سیّدنا موسیٰ کے مابین چکر لگاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد! یہ پانچ نمازیں ہیں دن رات میں، اور ہر ایک کے پڑھنے کا ثواب دس کے پڑھنے کے برابر ہے۔ اس طرح یہ نمازیں پچاس ہو جائیں گی۔

اللہ کی رحمت کا عجیب اصول:

اور جس کسی نے بھلائی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو نہ کیا تو اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جس

Marfat.com

نے نیکی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو پورا بھی کیا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جس کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور اس کا ارتکاب نہیں کیا، تو اس کے لئے کچھ نہیں لکھا جائے گا، اور جس کسی نے برائی کا ارادہ کیا، اور اس کا مرتکب بھی ہو گیا تو اس کے لئے ایک برائی لکھی جائے گی۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر میں واپس آ گیا۔ اور جب موسیٰؑ کے پاس پہنچا، اور ان کو یہ اطلاع دی تو انہوں نے ایک بار پھر وہی ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کے پاس جا کر اور بھی تخفیف مانگو۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں اپنے رب کے پاس بہت بار لوٹ چکا ہوں، اور اب مجھے حیاء آ رہی ہے۔''

مکہ والوں کا تعجب:

پھر آپ ﷺ اسی رات وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ جب صبح کے وقت آپ ﷺ قریش کی مجلس میں گئے۔ تو ابو جہل بن ہشام آپ ﷺ کی جانب آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو یہ قصہ سنایا۔ ابو جہل یہ سن کو کر بولا: ''اے بنو کعب بن لوی! ادھر تو آؤ۔ قریش کے تمام کفار آپ ﷺ کے پاس آ گئے۔ تو آپ ﷺ نے ان کو بھی وہی واقعہ ذکر فرما دیا، تو وہ لوگ تعجب و انکار کرنے کی سی حالت میں تالیاں بجانے لگے اور مارے حیرانگی کے سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کچھ کمزور ایمان والے لوگ تو اسی وقت مرتد ہو گئے۔

صدیقؓ کی تصدیق:

کچھ لوگ دوڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے۔ (اور اس معراج کے واقعے کا تذکرہ کیا۔ جس کو سن کر) حضرت ابو بکرؓ فرمانے لگے: ''اگر یہ بات محمد عربی ﷺ نے فرمائی ہے، تو بالکل سچی ہے۔'' انہوں نے تعجب سے پوچھا: ''کیا تو اس کی اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہے؟'' تو آپؓ نے فرمایا: ''میں تو اس سے بھی عجیب و غریب بات پر یقین کرنے کو تیار ہوں۔'' بس اسی روز سے آپؓ کا اسم گرامی ''صدیق'' پڑ گیا۔

سوالات کی بوچھاڑ:

اس کے بعد کفار آنحضرت ﷺ کا امتحان لینے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اور بیت المقدس کی

Marfat.com

نشانیاں پوچھنے لگے، کیونکہ ان کے کچھ لوگوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ ﷺ کے لیے روشن فرمادیا۔ اور آپ ﷺ ان کو ایک ایک دروازے اور ایک ایک جگہ کے بارے میں بتلانے لگے۔ جن کو سن کر مزید ان سے کوئی بات نہیں بنی تو وہ بول اٹھے: ''نشانیاں تو ساری تم نے صحیح صحیح بتادی ہیں، مگر ہمارے شام سے آنے والے قافلے کے بارے میں بھی تو کچھ سناؤ'' آنحضرت ﷺ نے اس قافلے کے اونٹوں کی تعداد اور تمام حال احوال کا تذکرہ فرمایا۔

عناد کی انتہا:

آنحضرت ﷺ نے ان کو مزید یہ بھی بتلایا کہ تمہارا وہ قافلہ فلاں دن سورج نکلنے کے ساتھ ہی آئے گا۔ اور اس کے آگے آگے ایک سیاہی مائل سرخ رنگ کا اونٹ ہوگا۔ تو تمام مشرکین اس بتائے ہوئے دن خوب تیار ہو کر گھاٹی کی طرف نکلے تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: اللہ کی قسم! سورج طلوع ہوگیا ہے۔ تو فوراً ہی دوسرا شخص بولا: ''اور اللہ کی قسم! یہ قافلہ بھی آگیا ہے، جس کے آگے آگے ایک سرخ سیاہی مائل اونٹ جیسا کہ محمد (ﷺ) نے بتایا تھا، آرہا ہے۔'' مگر اس واضح معجزے سے بھی ان کی دشمنی اور تکبر میں زیادتی ہی آئی، یہاں تک کہ انہوں نے اس پر یہ تک کہنا شروع کردیا کہ یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔

طریق صلوٰۃ اور اوقات صلوٰۃ جبرئیلؑ کی شاگردی میں:

معراج کی صبح جبرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور آپ ﷺ کو نماز کا طریقہ سکھایا اور ان کے اوقات کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فجر کے وقت دو رکعتیں پڑھیں، اور جب سورج مائل ہوگیا، (ظہر کے وقت) چار رکعتیں پڑھیں۔ اور اتنی ہی رکعتیں سورج کا سایہ دگنا ہونے کے وقت (عصر میں) پڑھیں، اور تین رکعتیں غروب کے وقت پڑھیں، چار رکعتیں شفق احمر کے چھپ جانے کے بعد (عشاء میں) پڑھیں۔ نماز کی فرضیت سے پہلے آپ ﷺ صبح کے وقت دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اسی طرح دو رکعتیں شام میں پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

العرض علی القبائل

(مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ)

جب رسول اللہ ﷺ نے قریش عرب کا یہ حال دیکھا کہ قریش، آپ ﷺ کے پیغام رسالت کی ادائیگی میں تنگ دل ہیں، اور تکبر و بڑائی ان کے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ تو اللہ تعالی نے دین کے اس عظیم معاملے کو ان کے علاوہ دوسرے عربوں سے غالب کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ، موسم کے دنوں میں تبلیغ کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ موسم وہ بازار ہیں جن کو اہل عرب تجارت اور فخر ونمائش کے لیے منعقد کیا کرتے تھے۔ وہاں آپ ﷺ مختلف قبائل کے سامنے جا کر اپنا مدّعا پیش فرمایا کرتے تھے، تا کہ وہ آپ ﷺ کی حمایت کریں۔ اور آپ ﷺ اپنے رب کا پیغام ان تک پہنچائیں۔ ان میں سے کچھ تو اچھے اور بہتر طریقے سے جواب دے دیا کرتے تھے۔ اور باقی لوگ بڑے بُرے رویے سے انکار کیا کرتے تھے۔

مسیلمہ کذّاب کا گروہ:

ان بد بخت قبائل میں سے ایک قبیلہ بنو حنیف کا بھی ہے۔ جو مسیلمہ کذاب کا گروہ ہے۔ بنو عامر نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر وہ سارے کے سارے ایمان لے آئیں تو کیا آپ اپنے بعد ریاست و مملکت کے تمام معاملات ہمارے ہاتھ میں سونپ دیں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ریاست کے امور تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جس کو چاہے عطا فرمادے۔'' بیت اللہ کا طواف کرنے والوں میں سے یثرب کے عرب بھی تھے۔ (یثرب مدینۃ المنوّرہ کا پرانا نام ہے۔) یہ شہر مکے اور شام کے درمیان واقع ہے۔ اس میں دو قبیلے رہا کرتے تھے ایک قبیلہ ''اوس'' کی اولاد سے تھا۔ اور دوسرا قبیلہ ''خزرج'' کی اولاد سے تھا۔ یہ دونوں (اوس اور خزرج) تو سگے بھائی تھے، مگر ان کی اولاد میں ایسی دشمنی چل پڑی کہ فریقین جب لڑنا شروع کرتے تو لڑائی روکے نہیں رکتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان ہمیشہ سے مخالفت اور جھگڑے کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ اور ان کے ساتھ مدینے میں یہودیوں کی بھی کچھ قبائل رہا کرتے تھے مثلاً: بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ۔ یثرب پر شروع میں ان یہودی قبائل کا ہی غلبہ تھا، مگر پھر عربوں نے ان سے جنگ کی، یہاں تک کہ وہ حاکم اور صاحب

Marfat.com

قوت بن گئے۔ اوران عربوں سے لڑائی کے دوران یہود ذلیل ورسوا ہونے لگے، تو وہ اپنے دشمنوں کے خلاف ایک ایسے نبی کا نام لے کر مدد طلب کیا کرتے تھے، جس کو مبعوث کیا جانے والا تھا، اور اس کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا تھا۔

جنگ بعاث

جب عربوں کے آپس کے اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور محبت کی لاٹھی پھٹ گئی، تو انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف یہود سے معاہدہ کرلیا۔ اوس نے بنو قریظہ اور خزرج نے بنونضیر اور بنو قینقاع سے معاہدہ کرلیا۔ اور نتیجہ جنگ بعاث کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جس میں ان کے اکثر سردار مارے گئے۔ خزرجیوں کے سرداروں میں سے صرف عبداللہ بن ابی بن سلول زندہ باقی بچا۔ اسی طرح اوس کے ابو عامر الراہب ہی بچے۔ اسی لیے تو حضرت امّی عائشہؓ فرماتی ہیں: ''جنگ بعاث کا دن ایک ایسا دن تھا جس کو اللہ نے اپنے پیارے حبیب جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے پہلے سے طے کیا ہوا تھا۔''

جنگ بعاث کا پس منظر:

قصہ کچھ یوں ہوا کہ اوس کے رؤساء کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ خزرج کے خلاف قریش سے معاہدہ کرلیں۔ تو ایاس بن معاذ اور ابو حسیر انس بن رافع کو ایک جماعت کے ہمراہ قریش سے اس معاہدے کے لیے روانہ کردیا۔ جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو حضور ﷺ ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: ''کیا تم لوگ جس کام کے لیے یہاں آئے ہو، وہ بات اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔ اور اس کی خدائی میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ؟ اللہ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو ایاس بن معاذ بول اٹھا: ''اللہ کی قسم! اے میری قوم کے لوگو! یہ راہ ہدایت تو واقعی اس دنگے فساد سے بہتر ہے، جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔'' تو ابو حسیر نے اس کو روکتے ہوئے یوں کہا: ''خاموش ہو جاؤ! ہم تو اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے یہاں آئے ہیں۔'' تو وہ خاموش ہو گئے۔

Marfat.com

بدء اسلام الانصار

(اور مدینہ میں اسلام کا سورج طلوع ہوا!)

جب اگلا موسم آیا، تو ان میں سے چھ افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ یہ تمام لوگ خزرجی تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: ''(۱) اسعد بن زرارہ، (۲) عوف بن حارث بنو نجار قبیلے سے، (۳) رافع بن مالک بنو زریق قبیلے سے، (۴) قطبہ بن عامر بنو سلمہ قبیلے سے، (۵) عقبہ بن عامر بنو حرام قبیلے سے اور (۶) جابر بن عبداللہ بنو عبید بن عدی قبیلے سے تھے۔ آپ ﷺ نے ان حضرات کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنے ساتھ مل کر اللہ رب العزت کے دین کی تبلیغ کی دعوت دی۔ تو انہوں نے آپس میں کہا: ''یہ تو وہی نبی (ﷺ) ہیں کہ جن کی آمد کا یہود تم سے وعدہ کیا کرتے تھے۔ لہٰذا کہیں اب وہ ان پر ایمان لانے میں تم سے پہل نہ کرلیں۔ پس جلدی سے ان پر ایمان لے آؤ۔ اور ان کے نبی ہونے کی تصدیق کرو۔'' پھر انہوں نے نبی ﷺ کو یوں جواب دیا: ''ہم اپنی قوم کو ایسے لوگوں (یہود) میں چھوڑ کر آئے ہیں، جن کے اور ہمارے درمیان دشمنی ہے۔ اگر اللہ آپ کی نبوّت پر ان کو ایک پرچم تلے جمع فرما دیں تو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی معزز شخص نہیں ہوگا۔'' پھر انہوں نے اگلے سال موسم میں آنے کا وعدہ کیا۔ یہی یثرب میں اسلام کی ابتدا تھی۔

العقبة الاولیٰ

(انصار مدینہ کا عہد و پیماں)

اگلے سال بارہ افراد پر مشتمل جنت کے حقداروں کا ایک مقدس قافلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں سے دس لوگ خزرج کے تھے۔ اور دو اوسی تھے۔ اور وہ لوگ یہ تھے:

۱......اسعد بن زرارہ۔ ۲،۳......حارث کے دونوں بیٹے عوف اور معاذ۔ ۴......رافع بن مالک۔ ۵......ذکوان بن قیس۔ ۶......عبادہ بن صامت۔ ۷......یزید بن ثعلبہ۔ ۸......عباس بن عبادہ۔ ۹......عقبہ بن عامر۔

اور ۱۰......قطبہ بن عامر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یہ لوگ تو خزرجی تھے۔ جب کہ دیگر دو

Marfat.com

حضرات:

۱......ابوالہیثم بن تیہان اور ۲......عویم بن ساعدہ رضوان اللہ علیہم، اوس سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ لوگ ایک گھاٹی میں آپ ﷺ کے پاس جمع ہوئے تھے۔ اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی۔ ان مردوں سے یہ بیعت اسی انداز سے ہوئی تھی، جس طرح عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ قرآن میں درج ہے۔ چونکہ بیعت کا یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے، لہٰذا اس میں قتال کا حکم نہیں۔

یہ بیعت اس شرط پر ہوا کرتی تھی کہ خدائی میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ چوری مت کرو۔ زنا مت کرو۔ اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ اپنے ہاتھوں اور پیروں سے (اپنی طرف سے) الزام باندھ کر مت لاؤ۔ اور نیکی کی باتوں میں پیغمبر ﷺ کی نافرمانی نہ کریں۔ پس اگر وہ ان باتوں کا پاس رکھیں تو ان کے لیے جنّت ہے۔ اور اگر اس میں ذرا بھی دھوکہ دہی سے کام لیں گے تو ان کا معاملہ اللہ عزّ وجل کے سپرد ہے۔ اگر اللہ جل شانہ چاہیں تو معاف فرما دیں۔ اور اگر چاہیں تو عذاب دیں۔ یہ واقعہ بیعت "عقبۃ الاولیٰ"، یعنی "پہلی گھاٹی کی بیعت" کہلاتا ہے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی حضرت عبداللہ بن امّ مکتومؓ کو بھیجا۔ جو ان کو قرآن پڑھائیں۔ اور دین سکھائیں۔ حضرت مصعبؓ بیعت کرنے والوں میں سے ایک حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ کے پاس آ گئے۔ اور اوس اور خزرج کے باقی لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔

وہ حضرت اسعد بن زرارہؓ کے ساتھ ایک باغیچے میں بیٹھے تھے، کہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اپنے چچا زاد حضرت اسید بن حضیر سے کہنے لگے: "کیا تم ان دونوں اشخاص کو سزا دینے کی طرف

پیش رفت نہیں کرتے جو ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔" تو اسید بن حضیر لڑنے کے لیئے کھڑے ہوئے۔ تو جب حضرت اسعدؓ نے اس کو آتے دیکھا تو سیّدنا مصعبؓ کو کہنے لگے: "یہ اس قوم

Marfat.com

کے سردار ہیں۔ یہ آپ کے پاس آئے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل میں سچائی ڈال دی ہے۔ پھر وہ ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے: "تمہیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا کہ ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بناؤ۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔" تو مصعبؓ اس کو فرمانے لگے: "کیا بیٹھ کر کچھ سُننا پسند کریں گے؟ پھر اگر آپ کو اچھی لگے تو قبول کر لینا، اور اگر ناپسند گزرے تو ہم آپ سے اس کی ناپسندگی کو دور کریں گے۔ پھر حضرت مصعبؓ نے اس کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی تو انہیں دین اسلام بہت پسند آیا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ہدایت دی۔ اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر دین حق کی گواہی دی۔ اس کے بعد سعد بن معاذ کے پاس لوٹ کر آئے، تو سعد نے ان سے کارگزاری پوچھی تو اسید بن حضیرؓ کہنے لگے: "خدا کی قسم! میں نے تو ان لوگوں میں کوئی خرابی نہیں دیکھی۔" یہ سُن کر سعد بن معاذ غضب ناک ہو گئے۔ اور غصے کی حالت میں ان (مصعب بن عمیرؓ اور اسعد بن زرارہؓ) کی طرف چل پڑے۔ تو حضرت مصعب بن عمیر نے ان کے ساتھ بھی اسیدؓ جیسا برتاؤ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی دین اسلام کی توفیق بخشی۔ اور وہ (حضرت سعد بن معاذؓ) بنو اشہل کے لوگوں کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے: "میرا تمہارے درمیان کیا مقام ہے؟" انہوں نے کہا کہ آپ تو ہمارے سردار ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ جب تک تم اسلام نہیں لے آتے تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے۔ بس پھر کیا تھا کہ یہ سننا تھا کہ بنو عبد الاشہل کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ تو پورے یثرب میں اسلام پھیل گیا حتیٰ کہ ان کے درمیان اسلام کے علاوہ کوئی موضوع نہیں رہا۔

العقبة الثانيه

(اوس وخزرج کے سرداروں کی آقائے دوجہاں ﷺ کے در پہ حاضری)

عقبۂ الاولیٰ کے ایک سال بعد جب حج کا وقت آیا، تو اہل یثرب کی ایک بڑی تعداد حج کرنے مکہ آئی۔ ان کے ساتھ بہت سے مشرکین بھی تھے۔ جب ان یثرب والوں کی حضور اقدس ﷺ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے آپ ﷺ سے رات کو گھاٹی میں ملاقات کا وعدہ کر لیا۔ آپ ﷺ نے حالات کی نزاکت کے باعث احتیاطاً ان کو حکم دیا کہ اس وقت جو بندہ سو رہا ہو اس کو جگانا مت اور جو موجود نہ ہو اس کی آمد کا انتظار مت کرنا کیونکہ یہ تمام باتیں قریش سے خفیہ تھیں۔ اور یہ تاکید صرف اس لیے کہ تا کہ وہ

Marfat.com

اس خفیہ معاملے سے مطلع نہ ہو جائیں کہ وہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے استوار ہوتے مضبوط تعلقات کو ٹھیس پہنچانے کے کوشش میں جت جائیں۔ قریش کا آپ ﷺ کے ساتھ اب تک پہلے جیسا ہی معاملہ تھا۔ جب یہ انصار اپنے حج سے فارغ ہو چکے، تو اپنے وعدہ کی ہوئی جگہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر انہوں نے اپنے ساتھ والے مشرکین سے اس معاملے کو برابر پوشیدہ رکھا۔ وہ اس طرح کہ رات کا تہائی حصہ گزرنے کے بعد یہ لوگ ایک ایک کر کے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد ۷۳/ تہتر کو پہنچ گئی۔ ۶۲/ باسٹھ ان میں سے خزرجی تھے۔ اور ۱۱ گیارہ اوس کے تھے۔ ان کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔ ۱۔ نسیبہ بنت کعب، بنو نجار سے اور ۲۔ اسماء بنت عمرو بنو سلمہ قبیلے سے تھیں۔

حضور ﷺ ان لوگوں سے وہاں پر ملے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ اور یہ خود بھی اس وقت تک اپنی قوم کے ہی دین پر تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے چہیتے بھتیجے کے اس معاملے میں شرکت کا ارادہ کیا تھا تا کہ ان کا اعتماد حاصل کریں۔ پھر جب یہ تمام لوگ گھاٹی میں آ کر جمع ہو گئے، تو عباسؓ نے ان کے سامنے وہ سارے حالات پیش فرمائے، کہ ان کے بھتیجے یعنی کہ حضور اقدس ﷺ ابھی تک اپنی قوم کی پناہ میں رہ کر دعوت و تبلیغ کا یہ کام سرانجام دے رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ سے عداوت و بغض رکھنے والے مشرکین اپنے تمام تر غیض و غضب کے باوجود، آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکے تھے۔

حضرت عباسؓ نے انصار کو بتلایا کہ انہوں نے آپ ﷺ کے دفاع کے سلسلے میں بہت سی تکالیف جھیلی ہیں۔ (اس طرح کہ اس کی قوم والے ان کے دشمنوں کا راستہ روکتے ہیں۔ اور اس کے دشمنوں سے بڑی سے بڑی تکلیف کو روکنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں) پھر حضرت عباسؓ نے ان کو مخاطب کر کے کہا: ''اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ تم جو وعدہ ابھی ان (ﷺ) سے کر رہے ہو، آخر تک اس پر برقرار رہ سکو گے، اور اس کی مخالفت کرنے والوں سے اس کا دفاع کرو گے تو تم پر لازم ہے کہ جو وعدہ کر رہے ہو، اس کو پورا کرو ورنہ اس کو اس کے خاندان میں ہی چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ اس وقت بھی ایک اچھی جگہ پر موجود ہے۔ تو ان کے ایک عمر رسیدہ سردار حضرت براء بن معرورؓ نے جو کہ انصار کی طرف سے بات کر رہے تھے انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم اگر ہمارے دلوں میں اس کے علاوہ کوئی بات ہوتی جو ہم کہہ رہے ہیں،

Marfat.com

تو ہم ضرور اس کا اظہار کرتے لیکن ہم لوگ تو وفا و سچائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔اور اللہ کے رسول ﷺ کے لیے (کی خاطر) اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے سوا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔اور اس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ اپنے اور اپنے رب کے لیے آپ جو چاہیں ہم سے عہد و پیاں لے لیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے رب کے لیے تو شرط لگاتا ہوں کہ تم صرف اس کی عبادت کرو۔اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔اور میری طرف سے عہد دو کہ جب میں تمہارے پاس آؤں گا تو تم میری ویسے ہی حفاظت کرو گے جیسے اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔'' تو ابوالہیثم بن تیہان ؓ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے اور کچھ لوگوں کے درمیان معاہدہ ہے، جس کو ہم توڑنا چاہتے ہیں۔تو ایسا نہ ہو کہ ہم وہ معاہدہ توڑ ڈالیں اور جب اللہ آپ ﷺ کو غالب کر دیں تو آپ اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔'' آپ ﷺ مسکرائے اور آپ نے فرمایا: نہیں میں ایسا نہیں کروں گا میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا معاف کرنا تمہارا معاف کرنا ہے۔(یہ ایک عربی محاورہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہمارا پکا اتفاق و اتحاد ہے۔) مطلب یہ کہ اگر تم کسی سے خون کا مطالبہ کرو گے تو میں بھی کروں گا اور اگر تم لوگ معاف کر دو گے تو میں بھی معاف کر دوں گا۔

اس وقت بیعت شروع ہوئی۔یہ بیعت عقبہ ثانیہ تھی۔اور ان لوگوں نے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق امور پر بیعت کر لی۔سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ ؓ نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔اور ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حضرت براء بن معرور ؓ نے بیعت کی تھی۔پھر ان لوگوں میں سے بارہ ضامنوں (ذمہ داروں) کو تیار کیا گیا، ہر قبیلے پر ایک ضامن تھا، تو نو ضامن خزرج کے ہوئے اور تین اوس کے۔ان نگرانوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱......ابوالہیثم ؓ بن تیہان۔ ۲......اسعد بن زرارہ ؓ۔ ۳......اسید بن حضیر ؓ۔

۴......براء بن معرور ؓ۔ ۵......رافع بن مالک ؓ۔ ۶......سعد بن ابی خیثمہ ؓ۔

۷......سعد بن ابی ربیع ؓ۔ ۸......سعد بن عبادہ ؓ۔ ۹......عبداللہ بن رواحہ ؓ۔

۱۰......عبداللہ بن عمرو ؓ۔ ۱۱......عبادہ بن صامت ؓ اور ۱۲......منذر بن عمرو رضی اللہ عنہم اجمعین۔

Marfat.com

پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم لوگ اپنی قوم پر ایسے ہی ذمہ دار ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین تھے۔ اور میں تمہارا نگران ہوں۔ حکمت خداوندی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر قریش کے مشرکوں تک پہنچادی۔ تو وہ آن پہنچے۔ اور انصار کی گھاٹی میں داخل ہو گئے، پوچھا: "اے خزرج والو! ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ تم لوگ ہمارے بندے کو لینے آئے ہو کہ تم اس کو ہمارے ملک سے نکال کے لے جاؤ۔ اور یہ کہ تم نے اس سے ہمارے خلاف جنگ پر بیعت کی ہے؟" انہوں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں۔ پھر بعض مشرکین جو بیعت کے حوالے سے بالکل بے خبر تھے ان کی طرف سے قسمیں کھانے لگے کہ رات کو ان کی طرف سے ہمیں کچھ بھی اس طرح کی خبر نہیں ملی۔ قبیلہ خزرج کا سردار عبداللہ بن ابی کہنے لگا: "میری قوم مجھے بتائے بغیر کچھ بھی نہیں کرتی۔"

هجرةُ المسلمين الى المدينه

(مسلمان دار الہجرت کی جانب رواں دواں)

جب انصار مدینہ پہنچے تو اسلام پہلے سے زیادہ لوگوں میں پھیل چکا تھا۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر مشرکین کی طرف سے تکالیف بڑھ گئیں، کیونکہ وہ سن چکے تھے کہ آپ ﷺ نے کسی قوم سے ان (مشرکین) کے خلاف معاہدہ کرلیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا۔ مسلمان قریش کی طرف سے روک دیے جانے کے خوف سے چھپ چھپا کے ہجرت کرنے لگے۔ سب پہلے حضرت ام سلمہؓ کے شوہر ابو سلمہؓ نکلے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ ان (ام سلمہؓ) کو ان کی قوم نے ان (ابو سلمہؓ) سے روکا تھا مگر بعد میں چھوڑ دیا تو وہ ان کے ساتھ چل پڑیں۔ مہاجرین اپنے دین کی حفاظت کے لیے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے چل پڑے تاکہ اس اللہ کی عبادت کا ٹھکانہ پاسکیں جس کی محبت ان کے رگ و پے میں بس چکی تھی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اس سلسلے میں اپنے وطنوں کی جدائی، اپنے آباؤ اجداد کی دُوری اور بچّوں سے فرقت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر نچھاور کرنے لگے۔ پھر مسلمان یکے بعد دیگرے ہجرت کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ (مکے میں) سوائے حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت صہیب اور حضرت زید بن

Marfat.com

حارثہ رضوان اللہ علیھم اجمعین اور چند ایک کمزور و نادار صحابہؓ کے جن کی خستہ حالی ان کو ہجرت کی اجازت نہیں دے رہی تھی، کوئی مسلمان نہیں بچا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا، تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: ''ابھی ذرا انتظار کریں کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دی جائے۔'' تو سیّدنا ابوبکرؓ نے عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ بھی ہجرت کی اجازت کی امید رکھتے ہیں۔'' تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے کی غرض سے روک لیا تاکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل کر سکیں۔ اور ہجرت کی تیاری کے لیے ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں، ان کو کیکر کے پتّوں کا چارہ کھلانے لگے۔

دار النّدوہ

(دار النّدوہ کی میٹنگ)

جب مشرکین کا پیمانہ لبریز ہو گیا!

قریش کا تو گویا جینا حرام ہو گیا، جب شیطان نے ان بتوں کے بچاریوں کو انصار کے آنحضرت ﷺ کے دفاع پر اور وقت آنے پر جان کی بازی لگا دینے کی بیعت کے بارے میں کانا پھوسی کی۔ تو اس سلسلے میں ان کے سردار اور لیڈر دار النّدوہ میں جمع ہوئے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ دار الندوہ قصی بن کلاب کا گھر تھا، جس میں قریش اپنے تمام معاملات طے کیا کرتے تھے) جب وہ لوگ حضور ﷺ کے اس خوشبو کی طرح پھیلتے ہوئے دین سے خوفزدہ ہو گئے، تو مشورہ کرنے لگے کہ آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔

ملک بدر کرنے کا مشورہ:

ان میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ ہم اس (محمد ﷺ) کو اپنے ملک سے نکال دیتے ہیں تاکہ اس کے فتنے سے (نعوذ باللہ) ہم محفوظ رہ سکیں۔ مگر اس رائے کو مسترد کر دیا گیا کیونکہ باقی لوگوں نے کہا کہ جب یہ یہاں سے نکلے گا تو لوگ اس کے الفاظ کی مٹھاس و شیرینی اور گویائی کی حلاوت کو دیکھیں گے، تو اس کے ہاں طاقت و قوّت کا تانتا بندھ جائے گا۔

Marfat.com

دائمی گرفتاری:

دوسرے نے رائے دی کہ ہم اس کو باندھ دیتے ہیں اور مستقل گرفتار کیے رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کو موت آجائے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی کئی شعراء کو اسی طرح موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ مگر اس رائے کو بھی پہلی تجویز کی طرح قبول نہیں کیا گیا کیونکہ انہوں نے کہا یہ خبر انصار تک پہنچنے سے ڈھکی چھپی نہیں رہے گی۔ اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جو بندہ بھی اس کے دین میں داخل ہو گیا ہے، وہ اس کے چنگل میں ایسا پھنستا ہے کہ پھر اسی کو اپنے آباؤ اجداد اور بال بچوں پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ تو جب انصار اس کی گرفتاری کے بارے میں سنیں گے تو اس کو چھڑانے کے لیے پہنچ جائیں گے۔ اور پھر یہ بات طعن و تشنیع سے بڑھ کر لڑائی کی صورت اختیار کرلے گی، جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

قتل کا بھیانک منصوبہ اور گھناؤنی سازش:

آخر کار ان میں سب سے سرکش شخص (ابوجہل) نے کہا: ''پھر تو ہم اس کو قتل کردیتے ہیں۔ اور ایسے طریقے سے کریں گے کہ اس کے خاندان کو اس کا انتقام لینے جیسا نہیں چھوڑیں گے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہم ہر قبیلے سے ایک طاقتور جوان کا انتخاب کریں گے، پھر یہ لوگ اس کے گھر کے سامنے جمع ہوجائیں گے۔ اور جیسے ہی وہ گھر سے نکلے گا، یہ تمام کے تمام جوان ایک ساتھ اس پر حملہ کردیں گے۔ اس طرح اس کا خون مختلف قبائل پر آجائے گا تو بنو عبد مناف اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ پورے کے پورے قریش سے ٹکرلیں، تو وہ دیت لینے پر راضی ہوجائیں گے۔'' تو لوگوں نے اس رائے پر اتفاق کرلیا۔ یہ ان کی چال تھی۔ مگر اللہ کا ارادہ تمام ارادوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیت نمبر تیس/۳۰ میں آیا ہے:

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ.

''ادھر وہ چال چل رہے تھے۔ اُدھر اللہ تدبیر فرما رہے تھے۔ اور اللہ سب سے اچھی تدبیر کرنے والے ہیں۔''

تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کی غیر موجودگی میں ان کے دشمنوں کا ہونے والا یہ خفیہ مشورہ

Marfat.com

بتلا دیا۔ اور انہیں ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، جہاں سے اب اسلام کی روشنی آفاق عالم میں پھیلنے والی تھی۔ اور جہاں رسول اکرم ﷺ کے لیے عزّت و طاقت تھی۔ اس میں خداوند تعالیٰ عزّ وجل کی ایک بڑی عظیم الشان حکمت ہے کیونکہ اگر اسلام مکّے سے پھیلنا شروع ہوتا تو اعتراض کرنے والے خواہ مخوہ اعتراض کرتے کہ قریشیوں نے عرب پر حکومت کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اور اس کے لیے انہوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے مطابق اپنے میں سے ہی ایک شخص کو تیار کیا اور اس سے گزارش کی کہ وہ اس قسم کا دعویٰ (یعنی دعوہ نبوّت) کرے، تا کہ ان کو ان کا مقصد حاصل کرنے کا ایک وسیلہ مل جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ مکّے والے تو آپ ﷺ کے سخت دشمن ہو گئے۔ اور آپ ﷺ کو شدید تکالیف پہنچائیں حتیٰ کہ اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ سے ان قریشیوں کے شہر کی جدائی کو اور ان لوگوں سے دُوری کو تجویز کر لیا۔

Marfat.com

باب پنجم

مدنی زندگی

Marfat.com

ھجرۃُ المصطفی ﷺ
(اور آپ ﷺ نے مکہ کو خیر باد کہہ دیا)

آپ ﷺ اسی وقت اپنے دوست حضرت ابوبکر صدّیق ؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو بتلایا کہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کو بھی ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدّیق ؓ نے پوچھا: ''کیا میرے ساتھ اے اللہ کے رسول ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں!'' تو حضرت ابوبکر صدّیق ؓ نے اپنی دو اونٹنیوں میں سے ایک کو حضور ﷺ کے لیے پیش کیا، جس کو حضرت صدّیق اکبر ؓ نے ہجرت کے لیے ہی تیار کیا تھا۔ اور فوراً ہی توشہ سفر تیار کروالیا۔ اور اس کو اپنے مشکیزوں میں بھر لیا۔ سعادت مند صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابوبکر ؓ نے اسی وقت اپنے سر مبارک کا دُپٹہ پھاڑا اور اس سے مشکیزے کا منہ بند کر دیا۔ بنو دیل بن بکر کے ایک ماہر راستہ شناس (گائیڈ) عبداللہ بن اریقط کو راہ دکھانے کے لیے اجرت پر لیا۔ یہ ایک بڑا ماہر راہبر تھا۔ اور کفّار قریش کے ہی دین پر تھا، مگر یہ دونوں حضرات اس سے مامون ہو چکے تھے۔ اور اپنی اپنی سواریاں اس کے حوالے کر دی تھیں۔ اور تین راتوں کے بعد مکّے سے باہر رات کے وقت غارِ ثور میں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

پھر نبی اکرم ﷺ ابوبکر ؓ سے جدا ہو گئے اور ان سے مکہ سے باہر رات کے وقت ملنے کا وعدہ فرمایا۔ (کفار یہ سوچ کر آئے تھے کہ) یہ رات قریش کے مقرّر کردہ فیصلے (یعنی حضور ﷺ کے قتل کی گھناؤنی سازش) کو عملی جامہ پہنانے کی رات تھی۔ چنانچہ وہ لوگ آپ ﷺ کے گھر کے گرد جمع ہو گئے۔ جب کہ رسول اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف رکھتے تھے۔ اور جب باہر نکلنے کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی ؓ کو اپنے بستر پر آرام کرنے کا حکم فرمایا تاکہ دوران رات ان کو آپ ﷺ کے موجود ہونے میں کسی قسم کا شک شبہ نہ ہو۔ (حضور ﷺ نے یہ کام اس لیے کیا کہ) وہ لوگ دروازے کے سوراخوں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے، تاکہ آپ ﷺ کی موجودگی کا پتا چلتا رہے۔ پھر حضرت علی ؓ نے چادر اوڑھ لی۔ (کفار یہی سمجھتے رہے کہ رسول اکرم ﷺ سو رہے ہیں۔)

Marfat.com

جب کہ حضور ﷺ بائیسویں پارے کی سورۃ یٰس کی آیت نمبر نو/۹ تلاوت کرتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے:

وَجَعَلْنَا مِنْ م بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

''اور ہم نے ایک آڑ ان کے آگے کھڑی کر دی ہے، اور ایک آڑ ان کے پیچھے کھڑی کر دی ہے، اور اس طرح انہیں ہر طرف سے ڈھانپ لیا ہے جس کے نتیجے میں انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔''

اور اللہ عزّ وجل نے ان پر ایسی نیند مسلّط فرمادی کہ کوئی بھی آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکا۔ وہاں سے نکل کر حضور ﷺ فوراً صدیق اکبرؓ کے پاس مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔ جہاں سے یہ دونوں حضرات اپنی منزل مقصود کی جانب چل پڑے۔ اور مکّے سے نکل کر غار ثور میں جا چھپے۔

جب مشرکین کو پتا چلا کہ ان کی چال ناکام ہو چکی ہے اور وہ تو ساری رات محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے بجائے علیؓ بن ابو طالب کو گھیرے رہے۔ تو ان کے جذبات بھڑک اٹھے۔ اور وہ لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں چاروں طرف پھیل گئے۔ اور انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی محمد (ﷺ) کو گرفتار کرے یا ان کا پتہ بتائے تو اسے انعام دیا جائے گا۔ اور وہ لوگ آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے اس غار کے دہانے تک بھی جا پہنچے، جس میں ان کے مطلوب (یعنی نبی اکرم ﷺ اور صدیق اکبرؓ) تھے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ اتنے قریب ہو گئے کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لیتا تو دونوں حضرات کو با آسانی دیکھ سکتا تھا۔ اور اس لمحۂ فکریہ نے حضرت ابو بکرؓ کو رُلا دیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو تسلّی دیتے ہوئے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر چالیس/۴۰ تلاوت فرمائی:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

''غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔''

تو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان مشرکین کی آنکھوں کو اس قدر اندھا کر دیا کہ ان میں سے کسی نے بھی اس غار کی طرف توجہ نہیں دی، بلکہ آپ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن امیّہ بن خلف نے لوگوں کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا کہ دونوں مطلوب اس غار میں چھپے ہونگے۔ اس طرح وہ دونوں حضرات اس (غار ثور) میں تین راتوں تک قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ ان کی تلاش چھوڑ دی

Marfat.com

گئی۔ ان تین دن میں ان کے پاس رات کو عبداللہ بن ابو بکرؓ حاضر ہوا کرتے تھے، جو کہ ایک جواں سال سمجھدار صحابی رسول تھے۔ صبح سحری کے وقت وہ مکے کی طرف واپس لوٹ جایا کرتے تھے۔ اور اہل مکہ ان کو صبح کے وقت مکے میں پاتے تھے، گویا کہ انہوں نے رات مکے میں ہی گزاری ہو۔ اور جو بھی تدبیر ان حضرات کے بارے میں بنائی جا رہی ہوتی، وہ اس کو محفوظ کر لیتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو ان کے پاس آ کر اس کو بیان کر دیتے۔ اور عامر بن فہیرہؓ شام عشاء میں ان حضرات کے پاس بکریوں کے اس ریوڑ کو جس کو وہ دن بھر چرایا کرتے تھے، لیکر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور صبح کے وقت ان بکریوں کے دودھ سے ان حضرات کو ناشتہ کرایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ جب ان کے پاس سے واپس لوٹا کرتے تھے، تو اسی راستے سے واپس جاتے تھے جہاں سے حضرت عامرؓ اپنی بکریوں کو لیکر آئے ہوتے تھے، تاکہ ان کے قدموں کے نشانات کسی قسم کی علامت اور نشانی نہ چھوڑ دیں۔

جب مشرکین نے ان دونوں کی تلاش ختم کر دی تو تیسری صبح عبداللہ بن اریقط جو کہ رہبر تھے سواریاں لے کر آئے، تو یہ نکل پڑے۔ اور ساحل کے راستے سے چلتے ہوئے اپنی راہ لی۔ لیکن راستے میں ان کو ان کی تلاش کرنے والے ایک شخص یعنی سراقہ بن مالک مدلجی نے آلیا۔ اس نے مشرکین مکہ کے پیغام رسانوں کو دیکھا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کے قتل کرنے یا ان کو گرفتار کرنے والے کے بارے میں ان دونوں حضرات کی الگ الگ دیت (قیمت) مقرر کر رہے تھے۔ جب کہ وہ اپنی قوم بنو مدلج کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، اچانک ایک آدمی آیا اور سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے بتانا شروع کیا: ''اے سراقہ! ساحل کے قریب ابھی ابھی میں نے دو سائے دیکھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی ہی ہیں۔'' تو سراقہ جان گیا کہ یہ وہی ہیں۔ لیکن انہوں نے اس کو حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی تلاش سے باز رکھنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سراقہ نے فوراً کہا: ''ارے نہیں! آپ نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا۔ جو کہ ابھی ابھی ہمارے سامنے سے گئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔'' اس کے بعد وہ اس مجلس میں ذرا دیر رکے۔ پھر کھڑے ہوگئے۔ اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو سرپٹ دوڑایا۔ اور فوراً ہی رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے قریب جا پہنچے۔ کہ اچانک ان کا گھوڑا پھسلا۔ اور وہ اس سے گر پڑے، مگر فوراً ہی اٹھے اور دوبارہ اس پر سوار

Marfat.com

ہو کر آگے بڑھے۔اور اس قدر قریب جا پہنچے کہ مصطفی ﷺ کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں میں پڑنے لگی مگر حضور ﷺ ان کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ ان کو بار بار دیکھ رہے تھے کہ پھر سے اچانک گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔یہاں تک کہ دھنستے دھنستے گھٹنوں تک جا پہنچے۔اور وہ بھی اپنی سواری سے نیچے گر گئے۔اور پھر اس کو ہانک لگائی تاکہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔مگر گھوڑا اپنے پاؤں کو زمین سے نہ نکال سکا یہاں تک کہ گھوڑا جب اپنی اگلی ٹانگیں زمین سے باہر نکالنے کیلئے پچھلی ٹانگوں سے زور لگانے لگا اور اس کے پچھلے پیروں کے زیادہ مارنے کی وجہ سے غبار ایسے اڑنے لگی جیسے آسمان پر دھوئیں کی مانند بادل ہوں۔تو سراقہ سمجھ گیا کہ اس وقت یہ کام بالکل فضول ہے۔اور اس پر سخت رعب طاری ہو گیا۔تو اس نے ان دونوں حضرات کو امان کے لیے پکارا۔تو حضور ﷺ اور ان کے ساتھی ٹھہر گئے۔یہاں تک کہ سراقہ ان تک جا پہنچے اور اس نے عرض کی: ''میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو دیکھ کر میرے دل میں اس بات کا یقین آ گیا ہے کہ اللہ کے رسول کا دین جلد ہی غالب ہونے والا ہے۔'' تو سراقہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کو بتلا دیا کہ ان کی قوم نے ان کی گرفتاری یا قتل پر انعام رکھا ہے۔اور لوگ ان کے بارے میں کیا ارادہ کر رہے ہیں یہ بھی بتا دیا۔اور ان کے سامنے اپنا توشہ اور اس وقت موجود مال ومتاع پیش کیا۔مگر انہوں نے اس میں سے کچھ نہ لیا بلکہ صرف اتنا کہا کہ کسی کو بھی ہمارے بارے میں مت بتلانا۔تو سراقہ نے ان کو کہا کہ میرے لیے امن کا پیام لکھ دیں۔تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم فرمایا، جو انہوں نے لکھ دیا۔اور اس طرح یہ مشکل گھڑی ختم ہوئی۔جس میں مزید اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اپنی عنایت کا اظہار کیا۔

ادھر اہل مدینہ نے جب سے رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے روانگی اور ان کے پاس مدینے آمد کی خبر سنی، تو ہر صبح حضور ﷺ کی آمد کے انتظار میں ''حرہ'' کے مقام کی طرف جانے لگے یہاں تک کہ دھوپ ان کو لوٹا دیا کرتی تھی۔(یعنی جب سخت دھوپ کا وقت ہو جاتا تو یہ لوگ واپس چلے جایا کرتے تھے۔) تو ایک دن ایک لمبے وقت تک انتظار کرنے کے بعد یہ لوگ واپس جا چکے تھے تو جب گھروں تک پہنچے تو ایک یہودی نے جو اپنے کسی کام سے قلعے پر چڑھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا کہ جن کی وجہ سے صحرائی سراب ختم ہو گیا۔جو کبھی ان کو ظاہر کرتا اور کبھی چھپا دیتا تھا۔تو اس یہودی

Marfat.com

نے باآواز بلند کہا: ''اے عرب والو! وہ تمہارا بڑا رئیس اور سردار تشریف لے آیا، جس کی تم بے چینی سے راہ تک رہے تھے۔'' تو وہ اسلحے پر جھپٹ پڑے۔ اور ''حرّہ'' کے مقام پر دوپہر کے وقت حضور ﷺ سے ملاقات کی۔

النّزول بقباء

(وادی قباء میں آمد)

پھر نبی اکرم ﷺ ان صحابہؓ کو لے کر دائیں طرف چل پڑے یہاں تک کہ قباء کے مقام پر بنو عمرو بن عوف کی بستی میں آ گئے۔

مرحوم محمود پاشا فلکی کی تحقیق کے مطابق یہ دو ربیع الاوّل بمطابقبیس / ۲۰ ستمبر چھ سو بائیس / ۶۲۲ عیسوی کا دن تھا۔ اور یہ اسلام کے ظاہر ہونے کے تیرہ سال بعد نئی اسلامی تاریخ کا پہلا دن تھا۔ اور یہ تیرہ سال کا عرصہ آنحضرت ﷺ پر مشرکین مکہ کی وجہ سے بڑا تنگ رہا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کو واضح طور پر اپنے رب کی عبادت کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، جب کہ اب اللہ نے آپ ﷺ کو اور آپ کے تمام صحابہؓ کو اتنی قلیل مقدار میں ہونے کے بعد ایک مضبوط ٹھکانہ دے دیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کو ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ لوگ ان کو اچک نہ لیں۔

هجرةُ الانبياء

(دین کے لیے ترکِ وطن انبیاء کی سنت ہے!)

اس ہجرت کے ذریعے سے ہمارے نبی ﷺ نے پہلے والے اپنے بھائیوں یعنی پچھلے انبیاء کی سنت کو پورا کر لیا کیونکہ انبیاء میں سے کوئی بھی نبی ایسا نہ تھا کہ اس نے اپنی جائے پیدائش و پرورش کو چھوڑ کر وہاں سے ہجرت نہ کی ہو۔ ابو الانبیاء یعنی سیّدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السّلام سے لے کر سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السّلام تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ تمام کے تمام انبیاء اپنے عظیم درجوں پر مقرر تھے۔ اور بلند مراتب پر فائز تھے۔ مگر ان کے قبیلوں کی طرف سے ان کی توہین کی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا تا کہ ان کا یہ صبر کرنا ان کے بعد آنے والوں کے لیے ثابت قدمی اور صبر کا نمونہ بن جائے جب تک یہ اعمال اللہ کی

Marfat.com

اطاعت کے لیے ہوں۔

آپ مصر اور اس کی تاریخ سے ذرا پوچھیے وہ آپ کو اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السّلام اور ان کے بیٹوں کے بارے میں بتائے گی کہ انہوں نے جب دیکھا کہ مصر والے (سیدنا یوسفؑ) انہیں خوش آمدید کہیں گے تو انہوں نے اس سرزمین کی طرف ہجرت کی تھی، اور اہل شام کو اور جن بتوں کی وہ لوگ عبادت کیا کرتے تھے، یوسف اور ان کی حکمت کا اکرام کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دیا۔ اور جب کئی سال گزر گئے تو اہل مصر یوسفؑ کی تدبیر اور ان کی ان (مصریوں) پر فضیلت کو بھول گئے۔ چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل پر ظلم وستم ڈھائے اور ان کو ستانے لگے۔ تو سیدنا موسیٰ اور حضرت ہارونؑ ان کو لے کر نکلے تا کہ اللہ کی عبادت کا حق ادا کرنے پر قادر ہو سکیں۔

اور جب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ وہاں سے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی اپنے شاگردوں کو تعلیم میں سے یہ بات بھی ہو گئی، ارشاد ہے: ''خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جن کو نیکی کی فکر میں بھاگنا پڑتا ہے، کیونکہ آسمانوں کی بادشاہت انہی کے لیے ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ''خوش وخرم رہو کیوں کہ آسمانوں میں تمہارا اجر بہت بڑا ہے۔ (اس امر کی) وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے تم سے پہلے انبیاءؑ کو بھی بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔'' قوم لوط، عاد اور ثمود کی ان بستیوں سے پوچھو جن پر ان کے کفر کے باعث اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ وہ بستیاں بتائیں گی کہ اللہ کا عذاب نازل ہونے سے پہلے انبیاءؑ نے وہاں سے کیسے ہجرت کی۔ تو اس میں کوئی عجیب بات نہیں کہ نبیؐ نے بھی ایسے ملک سے ہجرت کی جس کے باشندے اللہ کے ارادے کی تکمیل میں حائل ہو رہے تھے۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۶۲ میں ارشاد ربانی ہے:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

''یہ اللہ کا وہ معمول ہے جس پر ان لوگوں کے معاملے میں بھی عمل ہوتا رہا ہے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ اور تم اللہ کے معمول میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے۔''

اعمال مکہ

(مکہ میں نازل شدہ چند احکام)

Marfat.com

قصہ یہاں تک پہنچتا ہے! اب ہم اجمالی طور پر آپ کے سامنے ان اصول دین کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی ہمارے پیارے نبی ﷺ مکہ میں تعلیم و تبلیغ کیا کرتے تھے۔ یہ امور دو قسم کے تھے:

اول: اللہ کی واحدانیت کا اعتقاد اور یہ کہ اس کی عبادت میں اس کے بندے اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر چاہے یہ غیر کوئی بھی ہو۔ بت ہو، جیسا کہ مکہ کے مشرکین کیا کرتے تھے۔ یا باپ ہو یا بیوی یا بیٹی، جیسا کہ بعض دیگر گروہ مثلاً نصاریٰ ایسا کیا کرتے تھے۔ اور یہ اس لیے کہ اگر اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ ان میں راسخ نہ ہو تو کوئی بھی اپنے آپ کو زندگی کی مشقتوں کا مکلف نہ بناتا بلکہ آسانیوں کے اس راستے کا راہ گیر بنتا جس کا مقصد ہی جسم و نفس کو وہ راحت و آرام اور نفسانی خواہشات پہنچانا ہے، جو لوگوں سے چوری چھپے کی جاتی ہیں۔

ثانی: موت کے بعد اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا یقین اور اعتقاد رکھنا کہ ایک روز ایسا آنے والا ہے، جب انسان کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ اگر اس نے اچھے اعمال کیے ہونگے، تو بہتر بدلہ ملے گا۔ ورنہ بُرا حال ہوگا۔

انہی دو طرح کے احکام پر اکثر مکّی آیتیں نازل ہوئیں ہیں۔ اور مکّی سورتوں میں سے بہت کم سورتیں آپ کو ایسی ملیں گی کہ ان دونوں معاملات کی دلیلوں سے بھرپور اور ان کو ترک کرنے پر وعیدوں سے پُر نہ ہوں۔ اور یہ تمام عقل میں آنے والے اسلوب ہیں۔ اور ایسی واضح نشانیاں ہیں، جو کسی فلسفے کی محتاج نہیں ہیں، جو لمبی چوڑی دلیلیں دے، جس میں بے کار وقت ضائع ہو۔ حضور انور ﷺ پر مکّے میں قرآن شریف کا ایک بڑا حصّہ نازل ہوا، جو کہ تیئیس/۲۳ سورتوں کے علاوہ باقی قرآن پر مشتمل ہے۔ یعنی تیئیس/۲۳ سورتیں مدنی ہیں۔ اور باقی سورتیں مکّی ہیں۔ سورۃ البقرہ سورہ آل عمران سورت نساء، سورۃُ المائدہ، سورۃُ الانفال، سورۃُ التوبہ، سورۃُ الحج، سورۃُ النور، سورۃُ الاحزاب، سورۃُ القتال، سورۃُ الفتح سورۃُ التغابن، سورۃُ الطلاق، سورۃُ التحریم اور سورۃُ النصر شامل ہیں۔

یہ تو مدنی سورتیں ہوئیں۔ ان کے علاوہ باقی قرآن مکّی ہے۔

جب حضور اقدس ﷺ قباء تشریف لائے تو بنو عمرو کے رئیس کلثوم بن ھدم کے ہاں قیام فرمایا۔ اور آپ لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ اور ان کو سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں دین کی باتیں بتایا

Marfat.com

کرتے تھے۔ کیونکہ وہ کنوارے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے مدینے کے ایک ''سُخ'' نامی محلّے میں خارجہ بن زید کے پاس قیام فرمایا۔

مسجد القباء

(مسجد قباء، اسلام کی پہلی مسجد)

حضور اقدس ﷺ نے قباء کے مقام پر کچھ راتوں کا قیام فرمایا۔ اور یہاں پر مسجد قباء کی بنیاد بھی رکھی۔ جس کی اللہ نے صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ مسجد ہے، جو روزِ اوّل سے ہی تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے مہاجرین و انصار میں سے جو آپ کے ساتھ تھے، ان کے ہمراہ اس میں نماز ادا فرمائی۔ جب کہ وہ امن کی حالت میں اور پُر اطمینان تھے۔

حضور ﷺ کے دورِ مبارک میں مسجدیں بہت زیادہ وسیع ہوا کرتیں تھیں۔ اور جو قرونِ اخیرہ (یعنی حضور ﷺ اور صحابہؓ کے بعد کا دور مثلاً آجکل) میں مسجدوں کے بنانے کا انداز رائج ہو گیا ہے، اس طرح کی کوئی چیز نہیں تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ مسجدوں اور عمارتوں کو مزیّن و منقّش کرنے کے بجائے اپنے قلب کی روحانیت کو پسند کرتے تھے۔ اور اپنے دلوں کو شیطان کے حصّے سے پاک صاف رکھنے کی طرف توجہ کرتے تھے، اسی لیے تو مسجد کی دیواریں تک انسانی قد سے بلند نہ تھیں، جن کے اوپر چھپر اڈالا ہوا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے سورج کی تپش سے بچا جا سکے۔

الوصول الی المدینه

(سرکار کی آمد مرحبا)

اس کے بعد آپ ﷺ مدینے کی جانب چل دیے۔ اور انصار اپنی تلواروں کو لٹکائے آپ ﷺ کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے بے پناہ خوشی منائی۔ ویسے مدینے والوں کے خوش ہونے میں کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ دن جوان کے مابین حضور ﷺ کی آمد کا دن تھا۔ ایک خوش قسمت دن تھا۔ وہ اس طرح کی خوشی و مسرت میں اس سے پہلے کبھی یوں مگن نہیں دیکھے گئے۔

تو عورتیں، بچے اور ننھی منّی بچّیاں یوں اشعار پڑھتے ہوئے آپ ﷺ کی جانب آگے بڑھے:

طلع البدر علینا

Marfat.com

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا

جئت بالامر المطاع

ترجمہ:

ہم پر چاند طلوع ہو رہا ہے

وداع کی گھاٹیوں سے

ہم پر شکر کرنا لازم ہے

جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارتا رہے

اے ہمارے درمیان بھیجے ہوئے پیغمبر!

آپ ایک ایسے دین کو لے کر آئے ہیں، جس کی اطاعت کی جائے گی۔

اور لوگ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے تھوڑا تھوڑا تیز چل رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام تھامنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اور ہر شخص تمنا و آرزو کر رہا تھا کہ حضور ﷺ اس کے مہمان بنیں۔

اوّل جمعہ

(تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ)

آنحضرت ﷺ جب بنو سالم بن عوف کے مقام تک پہنچے، تو نماز جمعہ کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے۔ اور نماز ادا کی۔ اور یہ حضور ﷺ کا پہلا جمعہ تھا۔ اور پہلا خطبہ تھا۔ جس کو آپ ﷺ نے اللہ کی حمد سے شروع کیا۔ اور اس کی ثناء بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

''حمد و ثناء کے بعد! اے لوگو! اپنے لیے کچھ آگے بھیجو، (یعنی آخرت کی تیاری کرو) کیونکہ اللہ کی

Marfat.com

قسم! وہ دن آنے والا ہے، جب تم میں سے کسی کو اٹھایا جائے، وہ اپنی بکریوں کو اسی حال میں چھوڑے گا کہ ان کے پاس کوئی چرواہا بھی نہیں ہوگا۔ پھر لازمی طور پر اس کو اس کا رب کہے گا کہ کیا تیرے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا، جس نے میرا پیغام تجھ تک پہنچایا ہو؟ اور میں نے تجھ کو مال دیا تھا۔ اور تجھ کو فضیلت بھی دی تھی۔ تو اب تو نے اپنے لیے کیا زادِ راہ تیار کیا ہے؟ اور اس گفتگو کے دوران اللہ اور اس بندے کے درمیان کوئی ترجمان ہوگا نہ ہی کوئی رکاوٹ ڈالنے والا کہ کسی قسم کی رکاوٹ ڈالے۔ پھر بندہ دائیں بائیں نظریں گھمائے گا مگر کسی کو نہ پائے گا۔ پھر سامنے نظریں دوڑائے گا، تو سوائے جہنم کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکے، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر کیوں نہ بچے تو اس کو چاہیے کہ ایسا کر گزرے۔ اور جو کھجور کا ایک ٹکڑا بھی نہ دے سکتا ہو تو وہ اچھی بات کر کے اپنے آپ کو جہنم سے بچائے کیونکہ اس کے ذریعے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھتا ہے۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

النّزول علی ابی ایوبؓ

(اور ابو ایوب انصاریؓ کے کرم جاگ اٹھے)

اس کے بعد چل پڑے۔ اور انصار کے گھروں میں سے جس گھر کے سامنے سے گزرتے تو اس کے گھر والے آپ ﷺ سے اصرار کرتے کہ آپ ﷺ ان کے ہاں قیام فرمائیں۔ اور وہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑ لیتے تھے۔ مگر آپ ﷺ ان کو منع کرتے ہوئے فرماتے: "اس کی لگام کو چھوڑ دو کیونکہ اس اونٹنی کو حکم دے دیا گیا ہے۔" اور آپ ﷺ برابر چلتے رہے حتیٰ کہ بنو عدی بن نجار کے صحن (محلہ) تک پہنچ گئے۔ بنو عدی بن نجار کے لوگ آپ ﷺ کے ننھیال والے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آپ ﷺ کے پردادا ہاشم نے ان لوگوں میں شادی فرمائی تھی۔ تو آپ ﷺ کی سواری ان کے محلوں میں سے ایک محلے میں ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اصل نام خالد بن زیدؓ ہے۔ اور یہی مسجد نبوی کی جگہ ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: "انشاء اللہ یہ ہماری قیام گاہ ہوگی۔" اور پھر قرآن کریم کی سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر ۲۹/ انتیس تلاوت فرمائی:

رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔

Marfat.com

''اے میرے رب! مجھے ایسا اترنا نصیب کر جو برکت والا ہو۔ اور تو بہترین اتارنے والا ہے۔''

تو حضرت ابوایوبؓ نے آپ ﷺ کے کجاوے کو اٹھا کر اپنے گھر میں رکھ دیا۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ تشریف لائے اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام لے لی، جو انہی کے پاس رہی۔

اور بنونجار کی چھوٹی بچیاں یوں اشعار پڑھتے ہوئے نکلیں:

نحن جوار من بني النجار

يا حبذا محمد من جار

''ہم لوگ بنونجار والے پڑوسی ہیں (محمد ﷺ کے)

محمد (ﷺ) کیا ہی بہترین پڑوسی ہیں۔''

یہ سن کر حضور ﷺ ان کی طرف نکلے اور پوچھا: ''کیا تم مجھے پسند کرتی ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ جانتے ہیں کہ میرا دل بھی تم لوگوں کو پسند کرتا ہے۔''

حضور ﷺ نے ابوایوبؓ کے نچلے گھر کو اپنی قیام گاہ کے طور پر متعین فرمایا تھا تاکہ ملاقات کے لیے آنے والوں کو آسانی رہے۔ مگر وہ عظیم صحابیؓ آنحضرت ﷺ کی تعظیم میں اس پر راضی نہ ہوئے کہ وہ خود اوپر رہیں اور سرور دوعالم ﷺ کو نیچے ٹھہرائیں کیونکہ ان کے اوپری منزل میں رہنے سے ہوسکتا تھا کہ چلنے پھرنے کی وجہ سے جھڑنے والی مٹی حضور ﷺ تک جا پہنچے، یا بہایا جانے والا پانی کسی طرح آپ ﷺ تک پہنچ جائے۔ اور پھر ہوا بھی یونہی کہ ایک رات ان کی زوجہ مکرمہ سے پانی کا مشکیزہ کھل گیا۔ تو یہ صحابی اور ان کی بیوی دونوں اپنی چادروں سے اس پانی کو خشک کرنے لگے، حالانکہ ان کے پاس ان چادروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اور اس ڈر سے کہ کہیں یہ پانی رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچ جائے۔ اور آپ ﷺ کے آرام میں کسی قسم کا خلل ہو، اس پانی کو خشک کرنے لگے۔ بس پھر کیا تھا اس سبق آموز واقعے کے بعد تو جناب ابوایوب مسلسل آپ ﷺ سے اوپری منزل میں آنے کی گزارش کرتے رہے، حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ اوپر آگئے۔ اور ان کے ہاں انصار کے سرداروں مثلاً سعد بن عبادہؓ، اسعد بن زرارہؓ اور زید بن ثابتؓ کی طرف سے ہر رات ثرید کے پیالے آیا کرتے تھے۔ اور کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ جس میں ان کے دروازے پر تین یا چار ثرید کے پیالے نہ آئے ہوں۔

Marfat.com

نزول المہاجرین

(مسلمان مدینہ میں)

جب حضورانور ﷺ کے ہمراہ اکثر مہاجرین مدینہ تشریف لے آئے، تو انصار صحابہؓ اُن کو اپنے ہاں مہمان ٹھہرانے میں بڑی رغبت کرنے لگے۔ تو انہوں نے قرعہ اندازی کو فیصلہ کن مقرر کیا۔ لہٰذا جو بھی مہاجر کسی انصاری کا مہمان بنتا تھا، وہ قرعہ اندازی کے ذریعے سے ہی بنتا تھا۔

اخوۃُ الاسلام

(اسلامی بھائی چارہ)

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس شخص پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی محبت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، جس کا کسی عام انسان کی تاثیر سے ہونا ہی محال و ناممکن ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کس طرح اللہ ان قوموں کی ان کے دشمنوں یعنی مشرکین اور اہل کتاب کے خلاف ان کی مدد کرتا ہے باوجود اس کے کہ ان (مسلمانوں) کی تعداد کم اور ساز وسامان تھوڑا ہو۔

انصاری مسلمان اپنے مہاجرین بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے، جیسا کہ اللہ ربّ العزّت نے سورۃُ الحشر کی آیت نمبر نو/۹ میں اس کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

"اور وہ لوگ جو مدینہ میں ایمان کے ساتھ مقیم ہیں جو کوئی ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے، یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔ چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔"

یہ بھائی چارگی کا اعلیٰ درجہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے اعلیٰ اخلاق کی بناء پر اپنے اس ایثار کو اُس ذمہ داری کے مقابلے میں انتہائی کم خیال کر رہے تھے، جو پابندی بھائی چارگی کا رشتہ قائم کرنے

Marfat.com

کے بعد انہوں نے اپنے اوپر لازم کی ہوئی تھی۔ چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے مابین بھائی چارگی کے اس رشتے کو بڑا مضبوط فرما دیا تھا، جس میں آنحضرت ﷺ نے انصار و مہاجرین کے بیچ مواخات قائم فرمائی تھی۔ اور اللہ کی راہ میں ہر انصاری صحابی اپنے مہمان مہاجر صحابی کا بھائی بن گیا تھا۔

قارئین کرام! اتنا کچھ عرض کر دینے کے بعد اب ہمیں یہ بات بے تکی سی لگتی ہے کہ اب ہم اپنے قلم کو اس بات کا پابند بنائیں کہ وہ سیرت طیبہ کی ورق گردانی کرنے والے کے لیے اس امر کی وضاحت کرے کہ یہ اخوت و بھائی چارگی نسلی رشتے داریوں والی بھائی چارگی سے کہیں بلند تر تھی۔ بلکہ یہ ساری باتیں تو اسلامی احساس کے ساتھ مقیّد ہیں۔ اور یہ احساس قلم کی زبان سے زیادہ فصیح تر ہے۔ مختصر طور پر یہی عرض ہے کہ مہاجرین و انصار کے دلوں میں ایمان کا ایسا نور پیدا ہو گیا تھا، جس کی بناء پر اللہ نے ان کے مابین الفت پیدا فرما دی تھی۔ حتیٰ کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان مختلف جسموں میں دل کا یہ ٹکڑا ایک ہی تھا۔ ربّ کائنات سے دعا ہے کہ موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو بھی ایسی بھائی چارگی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ تاکہ وہ بھی ان متحد ہو جانے والی اقوام کی طرح دنیا کے سردار بن جائیں۔ اس بھائی چارگی کی بنیاد ایک دوسرے کی غمخواری اور حق پرستی پر رکھی گئی تھی۔ اور یہ بھی کہ اخوت قائم کرنے والوں میں سے کسی ایک کی موت پر وہی ایک دوسرے کے مال ملکیّت کے وارث بنیں گے، نہ کہ دیگر اعزّاء و اقارب رشتے دار۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہر دو مواخات قائم کرنے والوں کو یہ نصیحت فرما رہے تھے:

''اللہ کی رضا کے لئے دونوں بھائی بھائی بن جاؤ۔''

پھر مہاجرین و انصار میں سے ایک کی موت پر دوسرے کو میراث ملنے کا یہ سلسلہ یونہی جاری وساری رہا یہاں تک کہ ربّ لم یزل نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۶ میں میراث کا حکم نازل کرتے ہوئے فرمایا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ

''(اللہ کی کتاب کے مطابق) پیٹ کے رشتے دار دوسرے مؤمنوں اور مہاجرین کے مقابلے میں ایک دوسرے پر (میراث کے معاملے میں) زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

هجرة اهل البيت

Marfat.com

(خاندان نبوت بھی مدینہ کی طرف)

جب حضور اقدس ﷺ مدینے میں رہنے لگے، تو حضرت زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بقیہ اہل خانہ کو بھی مدینے لانے کے لیے مکے روانہ فرمایا۔ اور ان دونوں کو راستہ بتانے کے لیے عبداللہ بن اریقط کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ تو یہ دونوں حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمہؓ اور امّ کلثومؓ، آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہؓ کو، اور حضرت زیدؓ کی بیوی امّ ایمنؓ کو اور ان کے بیٹے اسامہؓ کو آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔ جب کہ زینبؓ کو ان کے شوہر ابو العاص ابن ربیع نے ہجرت سے روک دیا تھا۔ (یہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔) ان تمام لوگوں کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدّیقؓ کی زوجہ محترمہ حضرت امّ رومانؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ بھی نکل پڑے۔ اسی طرح جناب صدّیق اکبرؓ کی صاحبزادی اور جناب عبداللہؓ کی ہمشیرہ امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ اور زبیر بن عوامؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بھی تشریف لے آئیں۔ اور یہ جناب عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ تھیں، جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے لوگوں کی اولاد میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں۔

حمّی المدینہ

(مدینہ کی گرمی)

شروع شروع میں مکّے سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو مدینے کی ہوا موافق نہیں آ رہی تھی۔ اور ان میں سے اکثر کو گرمی کی لو لگ گئی، یا بیمار ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت فرما رہے تھے تو انہوں نے اس معاملے کا شکوہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

''اے اللہ! ہمارے لیے مدینے کو ہمارا محبوب بنا دے، جیسا کہ آپ نے ہمارے لیے مکہ کو محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دے۔ اور اس کے مُد وصاع میں ہمارے لیے برکت عطا فرما۔ اور اس کی وبا کو جُحفہ بستی کی طرف منتقل فرما دے۔''

مُد وصاع:

یہ اس وقت کے وزن کرنے کے پیمانے تھے۔ اور ان میں برکت کا مطلب غالباً رزق

Marfat.com

میں اضافے کا سوال تھا۔ واللہ اعلم!

(اسی طرح سے جحفہ مکّے سے ۸۲/ بیاسی میل کے فاصلے پر واقع ایک بستی کا نام ہے۔)

خیر! اللہ ربّ العزّت نے آنحضرت ﷺ کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ پھر مہاجرین مدینے میں امن وسلامتی اور خیر و برکت سے رہنے لگے۔

منع المستضعفين من الهجرة

(ستم ظریفی!! کمزور مسلمانوں کو ہجرت سے بھی روک دیا گیا)

مکّے کے مشرکین نے بعض مسلمانوں کو ہجرت سے روک دیا اور ان کو قید کر کے ان کو تکالیف پہنچانا شروع کر دیں۔ جن میں سے ولید بن ولید، عیاش بن ابو ربیعہ اور ہشام بن عاص سر فہرست ہیں۔ آنحضرت ﷺ ان کے لیے نماز میں دعا فرماتے رہے۔

اور یہی قنوت کی حقیقت ہے۔ (یعنی کسی مصیبت کے وقت نماز کے اندر رکوع کے بعد قیام میں دعا مانگنا) اور یہ مختلف اوقات میں کی جاتی ہے۔ اور مختلف نمازوں میں مختلف موقعوں پر کی جاتی ہے۔ یہ عشاء کی نماز میں وتر میں ہوتی ہے، اور فجر میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ہوتی ہے۔ پس ہر صحابی نے جو دیکھا ہے، وہ روایت فرمایا۔ یہی ائمہ رحمھم اللہ علیھم کے قنوت نازلہ کے بارے میں اختلاف ہونے کا سبب ہے۔

Marfat.com

بابِ ششم

السنة الاولیٰ

ھجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا سال

Marfat.com

بناء المسجد

(مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر)

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے بنو مالک بن نجار کے محلے کے سامنے جہاں اونٹنی بیٹھی تھی، مسجد کی تعمیر شروع کی۔ وہ جگہ کھجوروں کے سکھانے کے لئے مقرر تھی، اسعد بن زرارہؓ کے زیر پرورش دو یتیم بچے اس کے مالک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا۔ اور مسجد کی تعمیر کے لئے اس کھجوروں والی جگہ کے بارے میں بھاؤ تاؤ کرنے لگے۔ تو ان دونوں بچوں نے جواباً عرض کی: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم وہ جگہ آپ کو بغیر کسی عوض کے ہدیۃً دیں گے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس جگہ کو ہدیۃً قبول فرمانے سے انکار کر دیا، بلکہ پیسوں کے عوض بچوں سے خرید لی۔

اس جگہ کچھ مشرکین کی قبریں، گڑھے، کھڈے اور کھجوروں کے درخت تھے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے حکم کے مطابق وہ قبریں وہاں سے اکھاڑ دی گئیں۔ اور گڑھوں کو بھر دیا گیا۔ جبکہ کھجوروں کے درخت کو کاٹ کر ختم کر دیا گیا۔ اس مرحلے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی اینٹوں کی تیاری کا حکم فرمایا۔ جب وہ بن گئیں، تو ان کے ذریعے سے تعمیر کی ابتداء ہوئی۔ اور انہوں (صحابہ) نے دروازے کی چوکھٹ پتھروں کی بنا دی۔ اور کھجور کے ٹہنیوں کی مدد سے ان پر چھت ڈال دی۔ اور کھجوروں کے تنوں کے مسجد کے ستون بنا دیئے۔ اور اس کی اونچائی انسانی قد سے ذرا اونچی رکھی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو رغبت دلانے کے لئے بنفس نفیس کام کیا۔ کام کے دوران وہ گنگناتے جا رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ یوں اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

اللهم لا خير الا خير الآخرة

فارحم الانصار والمهاجرة

ترجمہ:

Marfat.com

اے اللہ بے شک آخرت کی بھلائی کے علاوہ تو کوئی بھلائی ہے ہی نہیں!

لہٰذا آپ انصار اور مہاجرین پر رحم فرمایئے۔

مسجد کا قبلہ اس کے شمالی طرف بیت المقدس کی جانب بنادیا گیا۔ اور اس کے تین دروازے بنادیئے گئے۔ پھر اس کی زمین پر کنکریاں بچھادی گئیں، کیونکہ اس میں بارش پڑ جاتی تھی، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں بچھانے کا حکم فرمایا اور قالین کے ذریعے مسجد کو مزین نہیں کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس میں چٹائی تک نہیں بچھائی گئی تھی۔ مسجد کی ایک جانب دو حجرے بنادیئے گئے، جس میں سے ایک حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے علاوہ کسی اور سے منسلک زواج نہیں تھے۔ وہ دونوں حجرے مسجد کی بناوٹ کی شکل کے لحاظ سے مسجد سے ملے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے سے متصل تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی شادی فرماتے حجرے بنادیئے جاتے۔

بدء الاذان

(اذان کی ابتداء)

اللہ نے مسلمانوں پر نماز کو واجب فرمایا ہے، تاکہ وہ ہمیشہ اس بلند و بالا ذات کی عظمت کو یاد کرتے رہیں۔ اور اس کے احکامات کی پیروی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی منع کردہ اشیاء سے باز رہیں۔ اس لئے اللہ نے اپنی فیصلہ کن کتاب کے اکیسویں پارے کی سورۃ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۵ میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

"یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

اور اللہ نے بہترین نماز جماعت کی نماز کو قرار دیا ہے، تاکہ اس کی بدولت مسلمان ایک دوسرے کے حالات اور ضروریات سے واقف رہیں۔ اور ان کے آپس کی محبت اور اتحاد کے روابط مضبوط رہیں۔ اور جب نماز کا وقت ہو تو کوئی ایسا عمل جس کے ذریعے سے بے خبر شخص کو اس سے آگاہ کیا جائے، انتہائی ضروری تھا۔ اور بھول جانے والوں کو بھی یاد دلایا جاسکے، تاکہ ایک عام اجتماع ہو۔ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا تو (مختلف آراء سامنے آئیں۔)

Marfat.com

۱۔ کسی نے کہا: ''جب نماز کا وقت قریب ہوگا تو ہم ایک جھنڈا لہرایا کریں گے، تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں۔'' لیکن اس پر تمام لوگ راضی نہ ہوئے، کیونکہ جھنڈا سوئے ہوئے کو اٹھا سکتا تھا نہ بے خبر کو یاد دلا سکتا تھا۔

۲۔ کسی نے کہا: ''ہم کسی بلند ٹیلے پر چڑھ کر آگ جلایا کریں گے۔'' لیکن یہ بھی قبول نہ کیا گیا۔

۳۔ باقی لوگوں نے ''بوق'' کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن چونکہ یہ وہ بجایا جانے والا آلہ ہے، جسے یہود اپنی عبادت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ رائے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی بھی عمل میں یہود کی تقلید کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ۴۔ کچھ لوگوں نے ناقوس کی طرف اشارہ کیا، جس کو نصاریٰ استعمال کرتے ہیں، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا۔ ۵۔ جبکہ کچھ لوگوں نے ایک ''پکار'' کا مشورہ دیا کہ کوئی شخص کھڑا ہو جائے اور نماز کا اعلان کرے۔ تو یہ رائے قبول کر لی گئی۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ کا خواب:

نماز کا اعلان کرنے والوں میں سے ایک عبداللہؓ بن زید انصاری بھی تھے، ان کو غنودگی کی حالت میں جب کہ وہ کچھ جاگے کچھ سوئے سوئے تھے، ایک شخص دکھائی دیا اس نے کہا: ''کیوں! میں تجھے وہ کلمات نہ سکھا دوں، جس کو تو نماز کا اعلان کرتے وقت کہا کرے؟'' انہوں نے جواباً کہا: ''کیوں نہیں! ضرور سکھلایئے۔'' تو اس شخص نے کہا بولو: اللہ اکبر اللہ اکبر دو مرتبہ پھر شہادتین دو مرتبہ پھر دو مرتبہ حی علی الصلوۃ کہو۔ پھر دو مرتبہ ہی حی علی الفلاح کہو۔ اور اس کے بعد اپنے رب کی تکبیر کہو اللہ اکبر اور اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہو۔ جب عبداللہ بیدار ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خواب کے بارے میں بتلایا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو سچا خواب ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''یہ کلمات بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکھلا دو، کیونکہ وہ زیادہ اونچی، خوبصورت و میٹھی اور دور تک جانے والی آواز والے ہیں۔ اسی اثناء میں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دے رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے کہ جلدی میں اپنی چادر بھی صحیح سے نہ سنبھال سکے، وہ بھی گھسٹتی ہوئی آ رہی تھی۔ فرمایا: ''خدا کی قسم! اے

Marfat.com

اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کے مؤذنوں میں سے ایک بلالؓ ہیں، اور دوسرے عبداللہؓ بن ام مکتوم ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح (فجر) کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دومرتبہ "الصلوۃ خیر من النوم" کی بھی نداء لگایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ان کو دومرتبہ اذان دینے کا حکم فرماتے تھے، جس میں سے پہلی سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے ہوا کرتی تھی، جبکہ دوسری، نماز کے لئے تھی۔

جمعہ کی اذان کا مسئلہ:

جمعہ کی اذان کے بارے میں واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ البتہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین بنے، اور لوگ بھی زیادہ ہوگئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زوراء کے مقام پر ایک اور اذان کا اضافہ فرمادیا۔ (رواہ البخاری) اور جب ہشام بن عبدالملک حاکم بنے تو انہوں نے اس نداء کو زوراء کے مقام سے مینار پر منتقل فرمایا، پھر اس کے بعد یہی اذان جو ابھی تک مینار کی زینت بنی ہوئی تھی، منبر کے سامنے دی جانے لگی، جب کہ امام منبر پر بیٹھ جائے۔ اور یہ قرون اولیٰ کی بات ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان بدعت ہے، جس کو ہشام بن عبدالملک نے گھڑا تھا۔ اور اس اذان کا کوئی مقصد بھی نہیں۔ کیونکہ اذان تو نماز کے لئے بلانے کا نام ہے جو بندہ پہلے ہی سے مسجد میں ہو اس کو بلانے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ جبکہ جو بندہ مسجد سے باہر ہے وہ اس اذان کو سن ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ نداء تو مسجد میں ہو رہی ہوگی۔ محمد بن حاج نے اپنی تصنیف "المدخل" میں اس کو یوں ہی ذکر کیا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ العسقلانی فتح الباری فرماتے ہیں: "بہر حال وہ چیز جس کو لوگوں نے جمعے سے پہلے گھڑ لیا ہے۔ یعنی ذکر اور درود پاک کے ذریعے لوگوں کو جمعے کی طرف بلانا۔ صرف چند ممالک میں ہے۔ جب کہ نیک صالح بزرگوں کی اتباع کرنا ہی بہتر ہے۔

Marfat.com

ان تمام صورتحال سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جمعہ کی اذان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ جب آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے، تو ایک اذان دینے والا مینار پر چڑھ کر اذان دیتا۔اور جب خطبہ مکمل ہوجاتا تو نماز کھڑی ہوجاتی۔اور جو اس کے علاوہ باتیں ہیں وہ سب بدعت ہیں۔

نوٹ:

کیونکہ ہر وہ چیز جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں نہ ہو وہ بدعت (نئی ایجاد کردہ) ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض بدعات حسنہ ہوتی ہیں۔اور بعض سیئہ۔اور گذشتہ تمام بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے یہ طریقہ ایجاد فرمایا تھا، کہ جس طرح دیگر نمازوں میں ان کا وقت شروع ہونے پر لوگوں میں اعلان کیا جاتا ہے، اسی طرح جمعے کی نماز کے لئے اعلان کیا جائے۔چنانچہ آپؓ نے یہ طریقہ جمعے کے لئے اختیار فرمایا۔اور خطیب کے سامنے اذان کی صورت میں اس کو برقرار رکھا۔لہٰذا یہ بدعت تو ہے، مگر سیئہ نہیں ہے۔(جس پر اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے) بلکہ حسنہ ہے (جو خیر کا باعث ہے۔)(عدنان مولود الغربیؒ)

اور اقامت تو مسجد میں نماز کی دعوت ہے۔اور اس کی نص کے بارے میں بھی روایات میں اختلاف ہے۔امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ 'قد قامت الصلوۃ' کے علاوہ تمام کلمات کو فقط ایک بار دہرانے کے قائل ہیں۔امام مالک بن انس رحمہ اللہ تمام کلمات کو ایک مرتبہ دہرانے کے قائل ہیں۔جبکہ امام ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ تمام کلمات کو دو دو بار دہرانے کے قائل ہیں۔

یہود المدینہ

(مدینہ کے یہودی)

یہ بات تو مکمل ہوگئی پھر جیسے اللہ نے مکے میں مسلمانوں کو قریش کے مشرکین کے ذریعے سے آزمائش کی بھٹی میں ڈال کر خالص سونا بنادیا تھا۔اسی طرح مدینے میں یہودیوں یعنی قینقاع، قریظہ اور نضیر سے پالا پڑا۔وہ اس طرح سے کہ انہوں نے باوجود اس کے کہ ان کے سامنے حق ظاہر ہوچکا تھا، محض ذاتی اور خودساختہ حسد کی بناء پر دشمنی اور غصے کا اظہار کیا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل

Marfat.com

تو جب ان لوگوں کے درمیان لڑائی گرم ہو جاتی، تو وہ عرب کے مشرکین کے خلاف ایک نبی، جس کی آمد کا زمانہ قریب آ چکا ہے، کا کہہ کر مدد طلب کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ نبی ان کے پاس آ گیا، جس کو انہوں نے پہچانا ہوا تھا تو ان کے سرداروں نے نبوّت کے شرف کو بنو اسماعیل میں آ جانے کو بعید خیال کیا۔ اور اللہ کی نازل کردہ ہدایت پر انہوں نے بغاوت کرتے ہوئے کفر کیا۔ اس کے باوجود کہ وہ جانتے تھے کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ان تمام کتابوں کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے پیغمبروں پر اتاری ہیں، تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور ان کتابوں میں لوگوں کی طرف سے جو غلط تاویلات کی گئی ہیں، ان کی وضاحت کرنے والے ہیں، ان بدبختوں نے آپ کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ جانتے ہی نہیں ہیں۔

یہود کا اعتراض اور حکمتِ خداوندی:

جن باتوں سے اسلام پر عیب لگاتے تھے، ان میں (ایک) احکام کا بدل جانا تھا۔ حالانکہ وہ جانتے بھی تھے کہ وہ قادر مطلق باخبر ذات انسان کی حاجت کو اس سے زیادہ جانتی ہے۔ اس لیے کہ انسان اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہونے کی وجہ سے ترقی چاہتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو ابتدائی طور پر عربوں کی جس جماعت کی جانب مبعوث فرمایا گیا تھا، وہ ایسے ان پڑھ اور گوار تھے کہ اعتقاد الٰہیہ کے بارے میں کسی عقیدے کے حامل نہ تھے لہٰذا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ شریعت کو ان کے سامنے رفتہ رفتہ پیش کیا جائے، کیونکہ اگر خداوند تعالیٰ عزّ وجل اسلام لانے کے ساتھ فوراً ہی ان پر شراب پینا، سود کھانا حرام کر دیتے، اور ان کو نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا پابند بناتے، اور اسی طرح سے شریعت اسلامیہ کے جو دیگر امور ہیں وہ ان پر لازم فرما دیتے، اور بے شمار اشیاء سے ان کو روک دیتے تو ان مشرکین میں سے جن کے دل نفرتوں سے بھرے ہوئے ہیں، جن کی خواہشات اور تمنائیں بھی مختلف تھیں، تا کہ سرتاپا بے شمار گمراہیوں کے زندہ مجسمے تھے، تو ایسے لوگوں میں سے کوئی اسلام میں داخل ہونے میں رغبت نہ کرتا۔ اسی مصلحت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ اسلام کے ان پاکیزہ امور کو تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے تا کہ اس حکمت عملی کا فائدہ یہ ہو کہ ان کی عقلوں پر پڑے پردے زائل ہو جائیں۔ اور ان کے نفوس تہذیب آشنا ہو جائیں، کیونکہ خداوند قدوس کی طرف سے جو احکام نازل ہوا کرتے تھے، وہ کسی ایسے

Marfat.com

خاص حادثے کے بعد ہی نازل ہوتے تھے، جو اس وقت حل طلب ہوا کرتے تھے تا کہ ان کی ضرورت کے پیش نظر دلوں میں ان کی تاثیر بڑھ جائے۔لیکن یہودیوں نے اسے ''اللہ کی قدرت کے قاصر ہونے'' اور ''مسلمانوں کے اپنے دین کو مزاج کے مطابق ڈھالنے'' کا نام دیا۔قرآن شریف کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۹۴ اور ۹۵ میں اللہ تعالیٰ نے حجت قائم فرمائی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ لوگ دلی طور پر جانتے ہیں کہ یہ حق سے دور ہیں۔اللہ پاک نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

ترجمہ:

''اے پیغمبر ﷺ! کہہ دیجیے کہ اگر لوگوں کو چھوڑ کر خاص تمہارے ہی لئے اللہ کے ہاں آخرت کا گھر ہے۔پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو!''

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ:

''وہ ان اعمال کے سبب جو انہوں نے کیے ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتے ہیں۔''

(یہ بات اس نکتے کو عیاں کرتی ہے کہ) اگر وہ دل سے مانتے کہ حق پر ہیں تو ان سے موت کی تمنا کرنے کا جو مطالبہ کیا گیا تھا وہ اس سے کبھی پیچھے نہ ہٹتے، مگر ان کے نبی صادق الامین ﷺ کی تکذیب کرنے کی حرص کے باوجود ہم تک کوئی بھی ایسی بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے ایسی تمنا کی ہو۔حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے زبان سے کبھی یہ کلمات ادا نہ کیے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام:

بنو قینقاع کے قابل فخر سردار عبداللہ بن سلام کے سامنے ہدایت کی راہیں روشن ہو گئیں۔انہوں نے قرآن سنا۔اور اپنی نفسانی خواہشات کی اندھی تقلید کو چھوڑ چھاڑ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔اور ابدی سعادتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

صورتحال یہ ہوگئی کہ جب یہودیوں کو ان کے اسلام کی اطلاع ملی تو وہی یہودی جو کبھی ان کو اپنا سردار شمار کیا کرتے تھے ان کو بے وقوفوں میں شمار کرنے لگے۔ اسی واقعے کے شان میں اللہ رب العزت نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۹۰ نازل فرمائی:

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

ترجمہ:

"کتنی بری چیز انہوں نے اپنی جانوں کے بدلے میں خرید لی ہے۔ (اور وہ) یہ کہ اپنی سرکشی کی وجہ سے اس ہدایت سے انکار کر دیا جو اللہ نے نازل کی تھی۔ صرف اس حسد کی بنا پر کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں فضل فرماتے ہیں۔"

اور جب ان کے دلوں میں اسلام کی عداوت راسخ ہوگئی تو وہ اسلام کے نور کو بجھانے کی سازشوں میں جت گئے۔

سورۃ النور آیت ۳۲ میں فرمایا:

وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

ترجمہ:

"اور اللہ کو اس کے سوا کوئی اور بات منظور ہی نہ تھی کہ اپنے نور کو مکمل کریں۔ اگرچہ کافر ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔"

المنافقون

(آستین کے سانپ یا بہروپیے)

یہود کو ان کے مقاصد میں کامیاب کرنے میں مدینے کے وہ عرب ان کی مدد کر رہے تھے، جن کی آنکھوں کو اللہ رب العزت نے ہدایت کے نور سے اندھا کر دیا تھا۔ وہ لوگ اپنی زندگانی کے ڈر سے اپنے

Marfat.com

کفر کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اس جماعت کی سرداری عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کر رہا تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینے ہجرت سے قبل اہل مدینے کی ریاست پر براجمان تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ منافقین کا مسلمانوں کو نقصان پہنچانا کافروں کے نقصان پہنچانے سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ منافقین تو مسلمانوں میں ہی گھل مل کر رہتے ہیں، اس وجہ سے ان کے رازوں کو بھی جان لیتے ہیں۔ اور پھر اس کا چرچہ مسلمانوں کے دشمن یہود وغیرہ میں کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ واقعات میں آیا ہے کہ ایسا بارہا ہوا۔ اور وہ بات جس کو بنیاد بنا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کام فرما رہے تھے وہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی ظاہری بات (ظاہری ایمان) کو قبول کرتے۔ اور پوشیدہ باتوں کو اللہ کے سپرد چھوڑ دیتے تھے۔ اس کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے کاموں میں ان سے محفوظ نہیں ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور مدینے پر انصار میں سے کسی شخص کو والی بنا دیتے تھے۔ لیکن کسی منافق کو والی بنانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان لوگوں کو والی بنا دیا تو کیا نتیجہ سامنے آنے والا ہے کہ بالیقین یہ لوگ ان فرصت کے لمحات کو مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لئے غنیمت سمجھیں گے۔

نصیحت:

یہ واقعہ ابھی تک اسلام کے سرداروں (حکمرانوں) کے لئے نصیحت آموز ہے کہ اہم کاموں میں صرف اسی شخص پر اعتبار کیا جائے، جس سے منافقت کا شک شبہ بھی ظاہر نہ ہوا ہو یا اس کو جس کے دل میں جو کچھ ہو وہ اس کے مخالف کا اظہار نہ کرتا ہو۔

معاهدة اليهود

(یہود سے معاہدہ)

بات یہاں تک ہوئی۔ گذشتہ مضمون سے آپ کو معلوم ہوا ہے کہ مدینے میں مسلمانوں کے دو گروپ مخالف تھے:

ا۔ یہود

Marfat.com

۲۔ منافقین

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ان کے ظاہری ایمان کو قبول فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا، جس کے مطابق ایک دوسرے سے جنگ بندی اور ایذاء رسانی کو چھوڑ دینے کا تقاضہ کیا تھا۔ لہٰذا دونوں ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے نہ ہی کوئی دوسرے کو تنگ کرے گا۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف کسی کی مدد کریں گے۔ اور اگر مدینے پر کوئی دشمن حملہ کرے گا تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ (اور مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے دین پر ہی رہنے دیا۔

مشروعیۃ القتال

(جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت)

گذشتہ مضمون سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنے دین میں داخل کرنے کے لئے اس سے لڑائی جھگڑا اور تشدد سے کام نہیں لیا تھا، بلکہ اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ خوشخبری سنانے اور ڈرانے تک منحصر تھا۔ اور اللہ آپ ﷺ پر ایسی آیات نازل فرماتے رہے، جو قریش سے پہنچنے والی تکالیف کو ثابت قدمی سے برداشت کرنے میں مددگار ثابت ہوتی تھیں۔ جیسا کہ سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۳۵ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ

"اور (اے پیغمبر!) آپ ایسا صبر کیجئے جیسا کہ اُولو العزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ اور ان کے معاملے میں جلدی نہ کیجیے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کے دل کو مضبوط فرمانے کے لئے آپ ﷺ سے پہلے بھیجے ہوئے آپ ﷺ کے بھائیوں (انبیاء علیہم السلام) کے واقعات کثرت سے ذکر فرماتے تھے۔

اینٹ کا جواب پتھر سے:

جب اہل مکہ کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی۔ تو آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ بنا کر آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے گھر سے نکلنے پر مجبور کرتے ہوئے چڑھ دوڑے تھے۔ اس لحاظ سے وہ ہی دشمنی کی پہل

Marfat.com

کرنے والے تھے کہ انہوں نے ناحق مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا تھا۔ پھر ہجرت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۹، ۴۰ نازل فرما کر مسلمانوں کو قریش کے مشرکین کے ساتھ قتال کی اجازت مرحمت فرما دی، فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

''وہ مسلمان جن سے جنگ کی جاتی ہے، ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کو ان کے گھروں سے ناحق محض اس وجہ سے نکال دیا گیا کہ وہ کہتے تھے ہمارا پروردگار تو اللہ ہی ہے۔''

اور پھر اس کے بعد سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۳ میں قتال کا حکم فرمایا:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ مگر زیادتی مت کرنا کیونکہ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ اور ان کو وہاں سے نکال دو، جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی سنگین برائی ہے۔ اور ان لوگوں سے مسجد حرام میں اس وقت تک قتال مت کرو، جب تک کہ وہ لوگ خود تم سے اس میں قتال نہ کرنے لگ جائیں۔ ہاں اگر وہاں یہ لوگ تم سے قتال کریں، تو تم بھی ان سے قتال کر سکتے ہو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں، تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور ان

Marfat.com

لوگوں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ (کفر) کا فتنہ باقی نہ رہے۔اور سارے کا سارا دین اللہ کا ہو جائے۔ پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں، تو سمجھ لو کہ تشدد ظالموں کے سوا کسی پر نہیں ہونا چاہیے۔"

اسی کلام کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے صرف قریش سے مقابلہ کیا ہے۔

پھر جب اس کے علاوہ بھی عرب کے مشرکین مسلمانوں پر چڑھ دوڑے۔اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمنوں کے ساتھ اتحاد کر لیا تو اللہ نے تمام مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیتے ہوئے سورۃ التوبہ کی آیت ۳۶ میں فرمایا:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً

"اور تم سب مل کر مشرکین سے اسی طرح لڑو جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں۔"

اور اسی وجہ سے جہاد کا حکم عام ہے۔تمام بت پرستوں سے جس کے پاس کتاب نہیں ہے (یعنی جو اہل کتاب نہیں ہیں) اور یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا مصداق ہے کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔اور وہ نماز قائم کرنے لگیں۔اور زکوۃ ادا کریں۔جب وہ لوگ یہ کام کرنے لگیں گے تو اسلام کے مقررہ حق کے علاوہ اپنی جانیں اور اموال مجھ سے بچالیں گے۔اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔"

عہد و پیماں میں خیانت کی سزا:

جب مسلمانوں نے یہود کی طرف سے کئے گئے عہد و پیمان میں خیانت دیکھی کہ انہوں نے مشرکین کی مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں مدد کی تھی۔تو اللہ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۵۸ میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم یوں فرمایا:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ

"اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو ان سے کیا ہوا معاہدہ ان کی طرف پھینک دینا اور برابر کا جواب دینا (یہ حکم اس لئے ہے) کہ یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

Marfat.com

اوران سے جنگ کرنا واجب تھا حتیٰ کہ وہ دین قبول کرلیں یا پھر وہ لوگ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں تا کہ ان کی جانب سے مسلمان بے خوف رہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دشمن سے قتال مندرجہ ذیل اصولوں کی بنیاد پر ہوا کرتا تھا:

۱۔ قریش کے مشرکین کو "محارب" سے تعبیر کیا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے دشمنی کا آغاز کیا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کا ان سے قتال اور ان کے تجارتی قافلوں پر چھاپہ مارنا اس وقت تک تھا، جب تک کہ مکہ کی فتح کا پروانہ دربار الٰہی سے نہ آجائے یا یہ کہ جانبین میں جنگ بندی کا معاہدہ ہو جائے۔

۲۔ جب یہود کی طرف سے عہد شکنی سامنے آئی۔ اور مشرکین کے لئے ان کی حمایت کا پتہ چلا تو ان سے جنگ کی گئی، بالآخر ان کی جانب سے مسلمان، ان کی جلاوطنی کی صورت میں یا ان کے قتل کی صورت میں پُرامن ہو کر محفوظ ہو گئے۔

۳۔ جب عرب کا کوئی قبیلہ مسلمانوں کے خلاف دشمنی کرتا یا قریش کی مدد کرتا تو اس سے جنگ کی جاتی یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف واپس لوٹ آتا۔

۴۔ اہل کتاب میں سے ہر وہ گروہ جو دشمنی کی ابتداء کرتا، جیسا کہ نصرانی تو اس سے جنگ کی جاتی، یہاں تک کہ وہ اسلام کی حقانیت کو قبول کر لے یا پھر رسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دے۔

۵۔ ہر وہ شخص جو اسلام لے آیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیا، سوائے اس حق کے جو شریعت نے مقرر کیا ہو اور اسلام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں بے شمار آیات دشمنوں سے قتال میں پیش قدمی پر ابھارنے کے موضوع پر نازل فرمائی ہیں۔ اور جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا پہلے موضوع پر سورۃ النساء کے شروع میں آیت نمبر ۷۴ میں ارشاد ربانی ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

"پس چاہیے کہ اللہ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں، جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ

Marfat.com

دیں۔اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرے، پھر شہید ہو جائے یا غالب ہو جائے،تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔"

اور ایک دوسرے موضوع پر سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں فرمایا:

یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

"اے اہل ایمان! جب تمہاری کافروں سے مڈبھڑ ہو جائے،تو پشت مت پھیرنا۔اور اگر کوئی شخص کسی جنگی چال کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو یا اپنی جماعت سے جا ملنا چاہتا ہو،اس کی بات تو اور ہے۔مگر اس کے سوا جو شخص ایسے دن اپنی پیٹھ پھیرے گا تو وہ اللہ کی طرف سے غضب لے کر لوٹے گا۔اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا،اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔"

بدء القتال

(قتال کی ابتداء)

قریش کی عادت تھی کہ وہ خرید و فروخت کے لئے اپنے مال تجارت کو ملک شام لے جایا کرتے تھے۔اور ان تجارتی قافلوں کو"عیر" کہا جاتا تھا۔ان قافلوں کے ہمراہ نگہبانی و دیکھ بھال کے لئے اس قوم کے بہت سے معززاور سردار جایا کرتے تھے۔ان کے شام پہنچنے کے لئے لازمی تھا کہ وہ ہجرت کے مقام یعنی مدینہ منورہ سے ہو کر گزریں۔لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کے آنے جانے والے تجارتی قافلوں پر حملہ کرنے کا سوچا تا کہ اس سے مکہ کے مشرکین کو سزا مل سکے۔اور ان کی مالی قوت کمزور ہو جائے۔اور یہ بات میدان جنگ میں ان کی رسوائی کا سبب بنے۔اس جنگ کو وقوع پذیر ہونا ناگزیر ہو چکا تھا کیونکہ قریش اس بندے کو معاف نہیں کر سکتے تھے جو ان کی عقلوں کو خراب کہہ چکا ہو۔اور خصوصاً جو ان کی عبادت کی مذمت کر چکا ہو۔جب کہ وہ دین کے معاملے میں اہل عرب کے رہنما سمجھے جاتے تھے۔

سریہ حمزہؓ

Marfat.com

(غازیان اسلام کا قافلہ حضرت حمزہ کی قیادت میں عیص چلا)

آنحضرت ﷺ نے ماہ رمضان میں اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو مہاجرین کے تیس/۳۰ آدمیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ اوران کے لئے سفید جھنڈا مقرر فرمایا۔ جس کو حضرت حمزہؓ کے حلیف ابومرثد (کناز بن حصین الغنوی) نے اٹھایا ہوا تھا۔ اس قافلے کو روانہ کرنے کا مقصد شام سے آنے والے قریش کے اس قافلے پرحملہ کرنا تھا، جس میں ابوجہل اپنے تین سو/۳۰۰ مشرکین ساتھیوں کی ہم رکابی میں مکّہ لوٹ رہا تھا۔ تو حضرت حمزہؓ چل پڑے حتیٰ کہ عیص کے کنارے سمندر کے ساحل پر پہنچ کراس قافلے سے آمنا سامنا ہوا۔ اور جب جنگ کے لئے صف بندی کی جانے لگی، تو اسی اثناء میں دونوں فریقوں کے درمیان مجدی بن عمرو جہنی حائل ہو گئے۔ لہٰذا فریقین اس کی بات کو تسلیم کر کے واپس چلے گئے۔ حضور ﷺ نے مجدی کے اس کارنامے پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ کیونکہ بہر حال اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتہائی کم اوران کے دشمنوں کی کثرت تھی۔

سریہ عبیدہ بن حارثؓ

(غازیان اسلام کا قافلہ حضرت عبیدہ بن حارث کی قیادت میں بطن رابغ چلا)

ماہ شوّال میں آپ ﷺ نے قریش کے ایک لشکر سے جس میں دوسو/۲۰۰ بندے تھے، مقابلہ کرنے کے لئے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ کو اسّی/۸۰ مہاجرین شہسواروں کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ اوران کے لئے بھی سفید جھنڈا ہی لہرایا۔ جس کو مسطح بن اثاثہؓ نے اٹھایا تھا۔ اس لشکر کی روانگی کا مقصد قریش کے تجارتی قافلے پر چھاپا مارنا تھا، جس میں دوسو آدمی تھے۔ رابغ کی گھاٹی میں یہ دونوں قافلے آمنے سامنے ہوئے۔ اور جنگ کی ابتداء تیروں کی بوچھاڑ سے ہوئی۔ لیکن پھر مشرکین ڈر گئے کہ کہیں مسلمان گھات لگا کر نہ بیٹھے ہوں۔ اس طرح وہ لوگ اپنے خوف میں ہی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا۔ اور حضرت مقداد بن اسود اور عتبہ بن غزوان مشرکین سے بھاگ کر مسلمانوں سے آملے۔ وہ اسلام لاچکے تھے۔ اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ہی نکلے تھے۔

وفیّات

Marfat.com

(اس سال کی چند خاص فوتگیاں)

ا۔ اسی سال حضور ﷺ کے رضاعی بھائی اور پہلے اسلام لانے والے مہاجرین میں سے عثمان بن معظون اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جنہوں نے دو بار ہجرت کی تھی۔ جب ان کو سپرد خاک کر دیا گیا تو حضور ﷺ نے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرنے کا حکم فرمایا۔ اور ان کی قبر پر ایک پتھر رکھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم جانتے بھی ہو کہ یہ میرے بھائی کی قبر ہے!!! اور میرے اہل خانہ میں سے جو مر جائے میں اسے اس میں دفن کروں گا۔''

قبروں پر پتھر رکھنا:

قبروں پر پتھروں کے رکھے جانے کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے (کہ اس سنّت کی پیروی ہو جائے) نہ کہ قبروں پر عمارت کے کھدوانے کا وہ طرز جس کو آج کل کے زمانے کے لوگ اختیار کرتے ہیں۔ اور اس پر ایسی تصویر کا بنانا، جس کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ کوئی بُت ہے تاکہ میّت کے اقارب وہاں آئیں اور اس مقبرے کے پاس لمبی چوڑی مجلسیں لگائیں۔ کیونکہ یہ مکّہ کے مشرکین کے اس عمل سے مشابہت رکھتا ہے جو وہ اپنے عبادت گاہوں پر کیا کرتے تھے۔ امور آخرت سے متعلقہ کچھ کام ایسے ہیں جنہیں آپ ﷺ نے نہیں کیا، ان کا کرنا ایک فضول مشغلہ ہے۔

۲۔ انصار میں سے اسعد بن زرارہ انتقال کر گئے۔ یہ ان بارہ/۱۲ ضامنوں میں سے ایک تھے جنہوں نے بنو نجار کی ضمانت لی تھی۔ اور جب یہ انتقال کر گئے تو آپ ﷺ نے خود ان کی ضمانت لی، کیونکہ اصول یہی ہے کہ ''ابن اخت القوم منھم'' (کہ بھانجا بھی قوم کا حصّہ ہوتا ہے)۔

۳۔ براء بن معرور بھی جو کہ انہی ضامنوں میں سے ایک ہیں، انتقال کر گئے۔ یہ وہی شخص ہیں، جو عقبہ ثانیہ کے وقت اپنی قوم کی طرف سے متکلم تھے۔

۴۔ مشرکین مکّہ میں سے اس سال ولید بن مغیرہ واصل جہنم ہو گیا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب ہونے لگا، تو اس نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ ابو جہل نے اس کو کہا: ''اے چچا! کس چیز نے آپ کو یوں چیخنے پر مجبور کر دیا؟'' تو اس نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں موت کے ڈر سے نہیں چیخ

Marfat.com

رہا ہوں۔ بلکہ مجھے تو یہ خوف لاحق ہے کہ ابو کبشہ کے بیٹے (حضور ﷺ کی کنیت) کا دین کے میں نہ غالب ہو جائے۔'' یہ سن کر ابوسفیان نے اس کو تسلی دی کہ: ''بے خوف ہو جاؤ، میں ضمانت دیتا ہوں کہ وہ غالب نہ ہوگا۔''

۵۔ اسی سال عاص بن وائل سہمی بھی انتقال کر گیا۔

اور اللہ ان دونوں بدبختوں کے شر سے مسلمانوں کو کافی ہو گیا۔ اور انہیں بچا لیا۔

Marfat.com

باب ہفتم

السنة الثانيه

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سال

Marfat.com

غزوۂ ودّان

(ودان کی طرف پیش قدمی)

دوسرے ہجری سال کی بارہ تیرہ راتیں گزر چکیں تھیں۔ تو اس وقت حضور ﷺ مدینے پر سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنا کر قریش کے ایک قافلے پر حملہ کرنے کی غرض سے وہاں سے چل دیے۔ حتیٰ کہ ودّان کے مقام پر جا پہنچے۔ جب کہ علمبردار آپ کے چچا حضرت حمزہؓ تھے۔ وہاں لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی کیونکہ وہ قافلہ پہلے ہی وہاں سے بھاگ چکا تھا۔ اور اسی غزوے سے بنو ضمرہ سے اس شرط پر صلح ہوگئی کہ ان کو جانوں کے ضیاع (قتل وغارت) کا خوف نہ ہوگا۔ اور جو شخص ان سے جنگ کرے گا تو مسلمان ان کی مدد کریں گے۔ اور مسلمانوں کی مدد کرنا ان پر لازم ہے جب ان کو مدد کے لیے بلایا جائے۔ اور پھر وہاں پانچ راتیں گزار کر حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ بُواط

(مسلمان بواط کی جانب)

آپ ﷺ کو وہاں سے لوٹے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، کہ آپ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے تجارت کر کے لوٹ رہا ہے جس میں امیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی ہیں۔ اور اڑھائی ہزار اونٹ ہیں۔ آپ ﷺ ربیع الاول میں اپنے دو سو مہاجرین سپاہیوں کے ہمراہ نکل پڑے۔ جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے تھاما ہوا تھا۔ یہ قافلہ چلتا رہا حتیٰ کہ بُواط کے مقام پر آن پہنچا۔ مگر وہاں اس قافلے کو گزرے پایا۔ لہٰذا واپس لوٹ آئے اور کسی لڑائی کا منہ دیکھنے کو موقع نہ ملا۔ اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ مشرکین اپنی جانوں کا خوف کھایا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ وہ مدینہ والوں سے اپنی باتیں چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔

غزوۃ العشیرۃ

Marfat.com

(مسلمان عشیرہ کی طرف)

حضرت ﷺ کے وہاں سے لوٹنے کے بعد قریش کا اپنے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ نکلنا ہوا، جس میں انہوں نے اپنے تمام اموال کو اکٹھا کیا تھا۔ یہاں تک کہ مکے میں کوئی قریشی مرد یا کوئی قریشی عورت ایسی نہیں بچی تھی کہ اس کے پاس رتی بھر سامان ہو اور اس نے اس قافلے کے ہمراہ نہ بھیجا ہوا۔ اس قافلے کی نگرانی ابوسفیان بن حرب کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ تقریباً اکیس/۲۱ لوگ تھے۔ آپ ﷺ جمادی الاولی میں اس پر حملے کی غرض سے نکلے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک سو پچاس/۱۵۰ مہاجرین تھے۔ آپ ﷺ نے مدینے پر ابوسلمہ بن عبدالاسد کو خلیفہ مقرر کیا اور علم آپ کے سگے چچا حضرت حمزہؓ نے اٹھایا ہوا تھا۔ یہ قافلہ برابر قدم بڑھاتا رہا حتیٰ کہ عشیرہ کے مقام تک رسائی حاصل کر کے معلوم ہوا کہ وہ قافلہ تو گزر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اس غزوے میں بنو مدلج والوں سے اور ان کے حلیفوں سے معاہدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ اس قافلے کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ بدر الاولیٰ

پس منظر:

آنحضرت ﷺ کی وہاں سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد کرز بن جابر فہری آیا۔ اور مدینے کی چراگاہ پر حملہ کر کے بھاگ گیا۔

حضور ﷺ اس کی تلاش میں نکلے۔ اور مدینے پر زید انصاریؓ کو خلیفہ بنایا۔ اور جھنڈا سیّدنا علیؓ بن ابوطالب نے اٹھالیا۔ اور ان کا مسلسل پیچھا کرتے رہے، یہاں تک کہ ''سفوان'' کے مقام پر پہنچ گئے، مگر کرز بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس طرح لڑائی نہ ہوئی۔ اس غزوے کو ''غزوۃ بدر الاولیٰ'' کہا جاتا ہے۔

سریہ عبد الله بن جحش الیٰ بطن نخلة

(غازیانِ اسلام کا ایک لشکر عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں وادی نخلہ کی طرف چلا)

آپ ﷺ نے اس سال رجب کے مہینے میں ایک سریہ روانہ فرمایا، جس میں آٹھ مجاہدین تھے۔

Marfat.com

ان کی نگرانی عبداللہ جحش کر رہے تھے۔آپ ﷺ نے ان کو ایک مہر لگا ہوا (Seal Pack) خط مرحمت فرمایا تھا۔اور یہ تاکید کی تھی کہ اس کو دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد کھولنا پھر اس پر عمل کرنا۔لہٰذا فرمان کے مطابق حضرت عبداللہ دو دن چلے اور جب وہ خط کھولا تو اس میں درج تھا: "جب تم میرا یہ خط دیکھو تو آگے بڑھتے رہنا یہاں تک کہ نخلہ کے مقام تک پہنچ جاؤ۔وہاں قریش کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جانا اور ان کی اطلاع ہمیں پہنچا دینا۔" حضور ﷺ نے مدینہ میں ہی ان کو ان کی روانگی کا مقصد خبر کے عام ہو جانے کے ڈر سے نہیں بتلایا تھا تا کہ ان کے منافقین یا یہود دشمن (مشرکین) کو اس کی خبر نہ کر دیں اور قریش اس کے لیے تیار ہو جائیں۔

اور یہ بات تو کسی سے پوشیدہ ہی نہیں کہ اس سریہ کی تعداد اتنی کم تھی کہ ان کے لیے جنگ کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔پھر عبداللہ چل پڑے اور چلتے گئے اور انہوں نے سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کو پیچھے چھوڑ دیا کیونکہ ان دونوں حضرات کا وہ اونٹ گم ہو گیا تھا جس پر یہ دونوں باری باری سواری کر رہے تھے جبکہ باقی لوگ چل پڑے حتیٰ کہ نخلہ پہنچ گئے۔

عمرو بن حضرمی کا قتل:

تو ان کے پاس سے مکہ کی طرف روانہ ایک قافلہ گزرا، جس میں عمرو بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور اس کا بھائی نوفل اور حکم بن کیسان تھے۔تو مسلمانوں کا اس پر اتفاق رائے ہو کہ اس قافلے پر حملہ کر کے جو اموال وغیرہ اس میں ہیں ان کو حاصل کر لیا جائے۔اور اس طرح رجب کے آخری ایام میں اس قافلے پر حملہ کیا۔اور عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا۔عثمان اور حکم کو قیدی بنا لیا اور نوفل بھاگ گیا۔اور وہ (مسلمان) اونٹوں کو ہانک کر لے آئے۔

پہلی غنیمت:

"یہ وہ پہلی غنیمت ہے، جس کو مسلمانوں نے اپنے قریش دشمنوں سے حاصل کیا تھا۔"

وہ یہ غنیمت حاصل کر کے لوٹ آئے۔مشرکین ان کو پکڑ نہ سکے۔

کافروں کا اعتراض اور اعلانِ خداوندی:

پھر جب مسلمانوں کا یہ گروہ مدینہ آ گیا اور یہ خبر پھیل گئی کہ انہوں نے احترام والے حرام مہینوں

Marfat.com

میں قتال کیا ہے تو قریش و یہود نے ان پر اس بات کا عیب تھوپا۔ اور اس سے مسلمانوں کو تنگ کر دیا۔ اور جب حضور انور ﷺ نے ان کو یہ فرمایا کہ میں نے تو تمہیں حرمت والے حرام مہینے میں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا (تو پھر بھلا تم نے کس کی اجازت سے لڑائی کی؟) تو وہ نادم ہو کر رہ گئے۔ اس وقت خداوند تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر دو سو سترہ/۲۱۷ نازل فرمائی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ" فِيْهِ كَبِيْر" وَصَدّ" عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْر" م بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَاللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ.

"لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے۔ مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک بہت ہی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت میں مرے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔"

تو اس سے وہ لوگ خوش ہو گئے۔ مشرکین نے اپنے دونوں قیدیوں کے فدیے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے ان کو سعدؓ و عتبہؓ کے لوٹانے کا فرمایا۔ اور جب وہ دونوں لوٹ آئے تو حضور ﷺ نے ان دونوں قیدیوں کا فدیہ قبول کر لیا۔ جب کہ حکم بن قیسان اسلام لے آئے۔ اور مسلمانوں کے ہمراہ اپنے اسلام میں کافی ترقی پذیر ہوئے۔ اور عثمان کفر ہی کی حالت میں مکے والوں کے ساتھ جا ملا۔

تحويل القبلة

(مسلمانوں کے قبلے کا بدلنا)

مدینے میں سولہ/۱۶ ماہ کے عرصے تک حضور ﷺ (اور مسلمان) اپنی نمازوں میں بیت المقدس کی جانب ہی رخ فرمایا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کعبے کو قبلہ بنایا جائے۔ اور اسی کی دعا کرتے ہوئے بار ہا اپنے چہرہ انور کو آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ ایک روز اسی اثناء میں کہ آپ ﷺ

Marfat.com

نماز ادا فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف قبلے کے بدلنے کی وحی فرمائی۔ اور اس طرح آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں نے بھی قبلہ بدل لیا۔

اس واقعے نے بعض کمزور ایمان والے مسلمانوں کو کڑی آزمائش میں ڈال دیا۔ اور ان میں سے کچھ تو مرتد ہو گئے۔ اور اس قبلے کی تبدیلی کے بعد تو یہودیوں نے اسلام پر تنقید کو مزید بڑھا دیا۔ وہ اس بات کو فراموش کر چکے تھے کہ اللہ کے لیے ہی مشرق و مغرب ہیں۔ اور وہ جسے چاہتا ہے، سیدھے راستے کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

صوم رمضان
(مسلمانوں پر رمضان کے روزے کی فرضیت)

اسی سال شعبان کے مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے امتِ مسلمہ پر رمضان کے مہینے کے روزے فرض کر دیے۔ اس سے پہلے حضور ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔ روزے اس دین کی بنیاد اور ایسا فریضہ ہیں، جس پر نظام تکمیل کو پہنچتا ہے کیونکہ انسان طبعی طور پر اپنے نفس سے محبت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں اس کے نفس کا خاص فائدہ مضمر ہو، اس کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اور دیگر جو مساکین و فقراء ہیں، ان کی حالت زار کا اس کو خیال تک نہیں آتا۔ لہٰذا ایک ایسی روکنے والے شے کی اشدّ ضرورت پیش آ گئی، جو لوگوں کو ان کی حاجات پوری کرنے سے روکے اور ان کی اپنی حاجات کے پورا کرنے کی قوّت کے ہونے کے باوجود ان کو تکمیل خواہشات سے باز رکھے۔ اس سلسلے میں بھوک و پیاس کی تکلیف کے چکھنے سے زیادہ کوئی اور مناسب طریقہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی جان نرم پڑ جاتی ہے۔ اور اس کے اخلاق سنور جاتے ہیں۔ تو اس وقت اس کے لیے مال خرچ کرنا بھی آسان ہوتا چلا جاتا ہے۔

صدقۃُ الفطر
(مسلمانوں پر صدقہ فطر کی فرضیت)

اور اسی لیے حکمت والے خداوند تعالیٰ عزّ وجل نے روزوں کے بعد صدقہ فطر کو مقرر کیا ہے۔

زکوۃ المال

Marfat.com

(مسلمانوں کے مال پر زکوٰۃ کی فرضیت)

زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کا نصاب:

اسی طرح اس سال اموال کی زکوٰۃ بھی فرض فرمائی گئی۔ اور یہ وہی پاکیزہ نظام ہے، جس میں فقراء ومساکین اپنے مالدار بھائیوں پر کوئی بوجھ بنے بغیر ان کے اموال سے متعینہ حصہ حاصل کرتے ہیں۔ (زکاۃ کے فرض ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ) دینار بیس/۲۰ یا دراہم دوسو/۲۰۰ ہو جائیں، اور ان کو ایک سال گزر جائے، تو آپ پر ان کے دسویں حصے کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ کے طور پر نکالنا لازم ہے (یعنی ہر سو میں ڈھائی) اور جو اس سے بڑھ جائے، اس کا اسی مقدار کے بقدر حساب لگاتے رہیں۔ اور جب بکریوں کی تعداد چالیس/۴۰ کو پہنچ جائے، گائے کی تیس/۳۰ کو، اونٹ کی پانچ/۵ کو اور ان پر ایک سال بھی گزر جائے تو آپ پر زکوٰۃ لازم ہے کہ آپ اس کا شارع کی طرف سے مقرر حصہ دیں۔ اور یہی حکم تجارت کے سامان اور زراعت کے آلات کا ہے۔ اور یہ تمام اموال امام لے گا۔

مصارفِ زکوٰۃ:

پھر امام اس کو فقراء ومساکین اور صدقے والی آیت میں ذکر کردہ مصارف میں تقسیم کر دے گا۔ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ساٹھ/۶۰ ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

”صدقات تو درحقیقت حق ہیں: ۱......فقیروں کا ۲......مساکین، اور ۳...... ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، ۴......اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے، ۵......نیز غلاموں کی رہائی میں، ۶......مقروضوں کو قرض سے چھٹکارا دلانے میں اور ۷......راہ جہاد میں اور ۸......مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض کردہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والے حکمت والے ہیں۔“

حکمتِ زکوٰۃ:

ایک تعصب سے پاکیزہ خیالات کا حامل صاحب عقل شخص پہلی نظر میں ہی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ نظام مالداروں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اس تنگدستی کو ختم کرنے والا ہے، جو بے شمار فقراء کو مجبور کر کے

Marfat.com

رکھ دیتی ہے کہ وہ اپنی قوم وملّت کے زرّیں اصولوں کو تار تار کریں۔اور جو انہیں مجبور کرتی ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیّدنا عمر فاروقؓ کے اصولوں کی بنیادوں کو ڈھانے اور امن کی دعوت کو گرانے کی طرف پیش رفت کریں، جیسا کہ سوشلزم اور ان جیسوں نے کیا ہے۔

غزوۃ بدر الکبریٰ

(غزوہ بدر)

پس منظر:

شام جانے والے جس قافلے کو لوٹنے کے لیے حضور ﷺ نکلے تھے، اس عظیم الشان قافلے کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔اور مسلسل اس کے لوٹنے کا انتظار کیا جارہا تھا۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے اس کی واپسی کی خبر سُنی، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو پکارتے ہوئے فرمایا: ''یہ قریش کا قافلہ ہے لہٰذا اس پر حملے کی غرض سے نکلو، شاید کہ اللہ جلّ جلالہ تمہیں اس سے غنیمت عطا فرمائیں۔'' یہ سن کر کچھ لوگوں نے حامی بھری، جب کہ کچھ لوگ ڈھیلے پڑ گئے کہ انہوں نے سوچا کہ حضور ﷺ کا جنگ کا تو پروگرام ہے نہیں کیونکہ آپ ﷺ اس کے لیے تیار بھی نہیں ہوئے تھے، بلکہ ویسے ہی فرمایا تھا: ''جس کی سواری حاضر ہو وہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلے۔اور جس کی سواری موجود نہیں اس کا انتظار نہ کرے۔'' تو مدینے پر عبداللہ بن امّ مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر رمضان گزرنے کے تین/۳ دن بعد نکلے۔اور آپ ﷺ کے ساتھ تین سو تیرہ/۳۱۳ لوگ تھے۔ڈھائی سو/۲۵۰ انصار میں سے اور باقی ترپن/۵۳ مہاجرین میں سے۔اور ان کے ہمراہ دو گھوڑے اور ستر/۷۰ اونٹ تھے۔جن پر وہ باری باری سواری کر رہے تھے۔علمبردار حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ تھے۔

ادھر قریش کو بھی اطلاع ہو ہی گئی:

ابوسفیان کو جب حضور ﷺ کے نکلنے کی اطلاع ملی تو اس نے ایک سوار کو اجرت دے کر قریش کو لانے اور یہ خبر پہنچانے کے لیے مقرر کیا۔اور جب قریش کو اس کا پتہ چلا تو ان کو ان کی غیرت نے آلیا۔اور ان کو اپنی تجارت کے ضیاع کا بھی خدشہ ہوا لہٰذا وہ جلدی سے نکلے اور ابولہب بن عبدالمطلب کے سواء اپنے بزرگوں میں سے کسی کو پیچھے نہ چھوڑا کیونکہ اس نے اپنے بدلے عاص بن ہشام بن مغیرہ کو

Marfat.com

روانہ کر دیا تھا۔ اور امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کو سعد بن معاذؓ نے جب کہ وہ ہجرت کے بعد عمرہ کر رہے تھے، بتلایا تھا کہ "(امام بخاری کے الفاظ میں) میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ لوگ تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ تو اس نے پوچھا کیا مکے میں ہی کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لہٰذا وہ گھبرا گیا اور نہ نکلنے کی قسم کھا بیٹھا۔ تو ابو جہل نے اس کو طعنے دینا شروع کر دیئے۔ اور مسلسل طعن و تشنیع کرتا رہا یہاں تک کہ امیہ ذرا دیر قافلے کے ساتھ نکل کر واپس لوٹ آنے کی غرض سے ان کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن تمام ارادوں سے بالاتر تو اللہ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کی موت اس کو نہ چاہتے ہوئے بھی "حقفہ" کے مقام پر لے آئی۔ اسی طرح سے معزز لوگوں کی ایک جماعت نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو ان پر بھی طعنے کسے گئے۔ اسی وجہ سے قریش کے بہت سے لوگ نکلنے پر راضی ہو گئے۔ اور تنگی و ضلالت کی طرف نکل پڑے۔ ان کے آگے آگے گانا گانے والیاں تھیں، جو مسلمانوں کی مذمت کر رہی تھیں۔ خداوند تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن حکیم کی سورۃ الانفال کی آیت نمبر اڑتالیس/۴۸ کے پیرائے میں یوں ذکر فرمایا:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ

"اور وہ وقت (بھی قابل ذکر ہے) جب ان (کافروں) کو شیطان نے یہ سمجھایا کہ ان کے اعمال بڑے خوشنما ہیں۔ اور یہ کہا تھا کہ: "آج انسانوں میں کوئی نہیں جو تم پر غالب آ سکے۔ اور میں تمہارا محافظ ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس عمل کو ایک ایسی مثال بنا دیا کہ اس کے بعد آنے والے صاحب رائے افراد اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اور سورۃ الحشر کی آیت نمبر سولہ/۱۶ میں ارشاد فرمایا:

مثلهم كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

"ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ انسان کو کہتا ہے کہ کافر ہو جا۔ اور جب انسان نے کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، جو کہ سارے جہانوں کا

Marfat.com

رب ہے۔"

اسی طرح اس کے عمل کا سورۃ الانفال کی آیت نمبر اڑتالیس/۴۸ میں اس کا واقعہ ذکر فرمایا:

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

"جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو الٹے پاؤں بھاگا اور کہا کہ میں تم لوگوں سے بیزار ہوں میں وہ مخلوق دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ سخت عذاب دینے والے ہیں۔"

اس جنگ میں مشرکین کی تعداد نو سو پچاس/۹۵۰ افراد تھی۔ جن کے ہمراہ سو/۱۰۰ گھوڑے اور سات سو/۷۰۰ اونٹ تھے۔

ادھر بے خبری کا عالم تھا:

جب کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کی ان عظیم الشان تیاریوں سے بالکلیہ بے خبر تھے۔ آپ ﷺ تو صرف ایک قافلے کو لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے۔ مشرکین کی ان تیاریوں کی اطلاع ملنے پر مدینے سے باہر "سقی" ا کے گھروں کے پاس آپ ﷺ نے لشکر کو ترتیب دی۔ اور اپنے لشکر کی چھان بین کی، تو جس میں جنگ کی طاقت نہ تھی، اس کو واپس لوٹا دیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کو قافلے کی جاسوسی کرنے کے لیے روانہ فرما دیا۔ تو جب آپ ﷺ "روحاء" کے مقام پر پہنچے تو قریش کے اپنے قافلے کے دفاع کے لیے نکلنے کی اطلاع ملی۔ اور ان دونوں جاسوسوں نے بھی آ کر اس خبر کی تصدیق کی کہ قریش کا دفاعی لشکر کل یا پرسوں "بربر" کے مقام پر پہنچے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قافلے کے بڑے بڑے لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان کو کہا: "اے لوگو! یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے دو قافلوں میں سے ایک کے زیر ہونے کا وعدہ فرمایا ہے، یا تو تجارتی قافلہ یا پھر جنگی قافلہ۔" پھر حضور ﷺ پر یہ بات بھی عیاں ہو گئی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس قافلے کو جو تکلیف دہ نہ ہو، یعنی تجارتی قافلہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس میں جو مال وغیرہ ہے اس سے مدد حاصل کریں۔ کیونکہ انہوں نے یہ تک کہ دیا تھا کہ لڑائی کی بات آپ نے پہلے کیوں نہ کی کہ ہم کچھ تیاری کر لیتے۔ اور اسی کا مصداق

Marfat.com

سورۃُ الانفال کی آیت نمبر سات/ ۷ ہے کہ فرمایا:

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ

"اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تم سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے کوئی ایک تمہارا ہوگا۔ اور تم یہ چاہ رہے تھے کہ جس گروہ میں (خطرے کا) کوئی کانٹا نہیں تھا وہ تمہیں ملے۔"

تو مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو آپ کے اللہ نے جو حکم فرمایا ہے، اس کو پورا کیجیے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ کو بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہیں گے جیسا کہ انہوں نے موسیٰؑ کو کہا تھا:

اذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ

(سورۃُ المائدہ آیت نمبر چوبیس/ ۲۴)

(اگر ان سے لڑنا ہے تو) تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔"

بلکہ ہم تو یوں کہنے والوں میں سے نہیں ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑئے، بلکہ بلاشبہ ہم بھی آپ کے ساتھ لڑنے والے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ ﷺ ہمیں برک غماد (ایک مقام کا نام ہے جو مکے سے پانچ راتوں کی مسافت پر دائیں جانب واقع ہے) کی طرف بھی لے کر چلیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ضرور جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کے لیے بھلائی کی دعا مانگی۔

انصار ہر لحہ و ہر لحظہ ہم دم رہے:

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔" دراصل آپ ﷺ کا یہ فرمانا انصار کی طرف اشارہ تھا کیونکہ بیعت عقبہ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کی حضور ﷺ کی مدد کی ذمّے داری اس وقت تک ہے، جب تک کہ آپ ﷺ ان کے ہاں قیام پذیر رہیں، کیونکہ اس میں انہوں نے یونہی کہا تھا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے ذمّے سے اس وقت بری ہیں، جب تک کہ آپ ہمارے ملک نہ آجائیں۔ اور جب آپ ﷺ وہاں تشریف لے آئیں گے تو آپ کی حفاظت ہماری ذمّے داری

Marfat.com

ہے۔ ہم آپ کو ان تمام تکالیف و مصائب سے بچائیں گے، جن سے ہم اپنے بیوی بچوں کو بچاتے ہیں۔'' تو اوس کے سردار سعد بن معاذؓ نے فرمایا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! شاید آپ ﷺ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں بالکل!'' تو سعدؓ نے جواب دیا: ''بلاشبہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور آپ کی نبوت کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ اور اس پر آپ ﷺ سے معاہدہ بھی کر چکے ہیں۔ تو اللہ نے جیسا آپ کو حکم فرمایا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمارے سامنے یہ سمندر بھی پیش کریں گے اور اس میں گھس جائیں گے، تو ضرور بضرور ہم بھی آپ کے ہمراہ گھستے چلے جائیں گے۔ اور ہمیں تو یہ بات بھی ناگوار نہیں گزرے گی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم کل ہی دشمنوں کے مدمقابل ہو جائیں۔ بے شک ہم لوگ جنگ کے وقت خوب ثابت قدم رہنے والے اور دشمن سے آمنا سامنا ہونے کی صورت میں (اپنی بہادری کے جوہر دکھانے میں) سچے ہیں۔ اور اللہ پاک سے قوی امید ہے کہ وہ آپ کو ہمارے ذریعے سے کچھ ایسے مناظر دکھائے، جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اور اللہ کی برکت سے آپ خوش ہو جائیں۔'' تو یہ سُن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ اور ان کی اس بات سے آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے۔ اور بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: ''خوشخبری سن لو۔ اللہ کی قسم! میں اس قوم کے پچھاڑے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔'' تو حضور ﷺ کے اس فرمان مبارک سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات تو جاگزیں ہوئی کہ جنگ تو بہرصورت ہو کر رہے گی۔ اور ہوا بھی ایسا ہی کیونکہ ابوسفیان کو جب مسلمانوں کی ان تیاریوں کی اطلاع ملی، تو اس نے عام راستے کو چھوڑ کر سمندر کے کنارے چلنا شروع کر دیا۔ اور قافلے کو بچا کر نکل گیا۔ اور قریش کی طرف پیغام بھیج کر ان کو اس کی اطلاع دی۔ اور ان کو واپس لوٹ جانے کا مشورہ بھی دیا۔

کفر کا اکڑا ہوا پتلا خاکسار ہونا طے تھا:

(ابوسفیان نے تو لوٹ جانے کا مشورہ دے کر جنگ کو ٹالنا چاہا) لیکن ابوجہل نے انا کی خودی میں آ کر کہا: ''ہم بدر تک پہنچنے سے پہلے نہیں لوٹ سکتے۔ اور وہاں پہنچ کر ہم تین دن تک قیام کریں گے۔ اونٹوں کو ذبح کریں گے۔ کھانا کھائیں گے۔ اور شراب پئیں گے۔ اور جب عرب ہمارے اس

Marfat.com

فاتحانہ اقدام کو سنیں گے تو ہمیشہ کے لیے ہماری ہیبت ان کے دلوں میں بیٹھ جائے گی اور وہ ہم لوگوں سے ڈرتے رہیں گے۔'' یہ سن کر اخنس بن شریف ثقفی نے اپنے حلیف بنو زہرہ والوں کو کہا: ''اے میری قوم! تم تو واپس لوٹ چلو کیونکہ تمہارے اموال تو اللہ نے بچا دیے ہیں۔'' تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اور اس طرح بدر میں نہ کوئی زہری آیا نہ ہی عدوی۔ جب کہ بقیہ لشکر تکبر کی غلاظت کو سینے میں سمیٹے برابر چلتا رہا حتیٰ کہ وادی بدر میں پہنچ گئے۔ اور مدینے سے نچلی جگہ پر اُترے، جو کہ نرم زمین تھی۔

ایک عجیب واقعہ:

دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر جب بدر کے مقام پر پہنچا تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابو طالب اور زبیرؓ بن عوام کو دشمن کی خبر گیری کے لیے روانہ فرمایا، تو قریش کے پانی بھرنے والے دو غلاموں سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ جن میں سے ایک بنو حجاج کا اور ایک بنو عاص کا غلام تھا۔ اور دونوں سہمی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، تو سیّدنا علیؓ اور سیّدنا زبیرؓ ان دونوں کو پکڑ کر لے آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ تو ان حضرات نے ان سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ تو انہوں نے جواب دیا: ''ہم قریش کو پانی پلانے والے ہیں، ہمیں انہوں نے پانی لانے کے لیے بھیجا تھا۔ تو ان حضرات نے ان کو مارنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ان دونوں کو ابو سُفیان کے غلام خیال کر رہے تھے۔ اور جب ان دونوں غلاموں نے یہ اقرار کر لیا کہ ہاں ہم ابو سفیان کے ہی غلام ہیں تو ان حضرات نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی، تو ارشاد فرمایا: ''جب ان دونوں نے سچ بولا، تو تم نے ان کو مارا۔ اور جب جھوٹ بولا، تو چھوڑ دیا؟ انہوں نے تو سچی بات ہی بتلائی تھی۔ اللہ کی قسم! وہ دونوں قریش کے غلام تھے۔''

پھر آپ ﷺ نے ان دونوں حضراتؓ کو فرمایا: قریش کے بارے میں کیا خبر لائے ہو ذرا مجھے بتلاؤ؟ انہوں نے بتلا دیا کہ وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے سوال کیا کہ کتنے ہیں؟ اس بارے میں انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ''کبھی نو/۹ کبھی دس/۱۰۔'' فرمایا کہ پھر تو وہ لوگ نو سو/۹۰۰ سے ہزار/۱۰۰۰ کے درمیان درمیان ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے اس لشکر میں موجود قریش کے سرداروں کے بارے میں

Marfat.com

دریافت فرمایا تو انہوں نے ایک لمبی فہرست بیان کردی۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ”یہ مکے نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو پھیلا دیا ہے۔“ پھر مسلمانوں کا لشکر چل پڑا یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ سے قریب ایک دلدلی زمین میں وادی کے اس کنارے میں پڑاؤ ڈالا جو پانی سے دور تھا۔

شیطان کے تمام وساوس ناکام رہے:

اگلے دن مسلمانوں کو شدید پیاس نے آلیا۔ ان میں کچھ پیاسے تھے تو کچھ غسل کے حاجت مند اور ایسے اشد وقت میں جب آسانی سے پانی بھی میسر نہ آیا تو شیطان نے ان کے دلوں میں مختلف قسم کے وسوسے ڈالنا شروع کردیئے۔ اگر ان عظیم شخصیات پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان کے عزائم ضرور کمزور پڑ جاتے کیونکہ شیطان ان کو یہ کہہ کر اپنے مکر میں پھانسنے کی کوشش میں جتا ہوا تھا کہ مشرکین تو آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

بارانِ رحمت:

اللہ جل جلالہ نے ان پر اپنی رحمت، بارش کی شکل میں نازل فرمائی یہاں تک کہ پوری وادی پانی سے بھر گئی۔ اور انہوں نے اس میں پانی پیا۔ اور وادی کی بالائی زمین پر کئی حوض بنالیے، جہاں سے انہوں نے غسل کیا۔ اور وضوء کیا۔ اور اپنے پانی کے برتن بھر لیے۔ اور مٹی جم گئی جس سے ان کے پاؤں مضبوط ہوگئے۔ جب کہ اس کے برعکس یہ بارش مشرکین پر مصیبت بن کر برسی تھی کیونکہ اس بارش نے وہاں کی زمین کو دلدل نما کیچڑ بنادیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ آنے جانے کی بھی قدرت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔
اللہ کا سورۃ الانفال کی آیت نمبر گیارہ/11 کا بیان ان کی اسی حالت کا مصداق ہے:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ

”اور یاد کرو جب اللہ رب العزت نے تم پر آسمان سے پانی نازل کیا تاکہ تم کو اس سے پاک کردیں۔ اور تم لوگوں سے شیطان کی گندگی کو دور کردیں۔ اور تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائیں۔ اور اس کے ذریعے (تمہارے) قدموں کو اچھی طرح جمادیں۔“

Marfat.com

اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو جنگ کی چنگاری بھڑکنے سے پہلے کافروں کو کم اور کافروں کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی تاکہ مسلمان کمزور نہ پڑ جائیں۔ اور تاکہ اللہ کو جو کام مقصود ہے وہ کر ہی گزریں۔ جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیت نمبر چوالیس/۴۴ میں ارشاد ربانی ہے:

اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًاؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْۤ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًاؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

"اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد کرو کہ جب اللہ خواب میں تمہیں ان (دشمنوں) کی تعداد کم کر کے دکھا رہا تھا۔ اور اگر اللہ ان کی تعداد زیادہ کر کے دکھاتا، تو (اے مسلمانو!) تم ہمت ہار جاتے۔ اور جو کام تمہیں مقصود تھا، اس میں تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا۔ لیکن اللہ نے تمہیں اس سے بچایا۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپے رازوں سے واقف ہے۔ اور اس وقت کو یاد کرو، جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو اللہ رب العزت تمہاری نگاہوں میں ان کی تعداد تھوڑا کر کے دکھا رہا تھا۔ اور ان کی نگاہوں میں تمہیں تھوڑا کر کے دکھا رہا تھا۔ تاکہ اللہ مقرّر کردہ معاملے کو پورا کر گزریں۔ اور تمام امور کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔"

تدبیرِ رسالت اور صحابہ کا تدبّر:

اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر چل پڑا حتیٰ کہ بدر کے قریبی پانی پر پہنچ کر پڑاؤ کر لیا۔ تو حضرت حباب بن منذرؓ جو اپنی رائے کی عمدگی میں مشہور تھے، انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ ہماری قیام گاہ ہے؟ کیا یہاں پر اللہ نے پڑاؤ کا حکم فرمایا ہے؟ (اگر ایسا ہے تو پھر تو بے شک ہمارے یہیں ٹکے رہنے میں ہی عافیت ہے اور) ہم یہاں سے آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ یا پھر یہ جنگی رائے اور تدبیر ہے؟ (اگر ہاں تو اپنی صوابدید پر کچھ تدبیر ہم بھی بتلائیں) حضور ﷺ نے فرمایا: "نہیں! یہ تو صرف جنگی رائے اور تدبیر ہی ہے۔" تو انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے لیے یہ قیام گاہ بہتر نہیں۔ لہٰذا لوگوں کے ساتھ اٹھ چلیے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پانی کے قریب

Marfat.com

آ جائیں کیونکہ میں اس پانی کے بہاؤ اور زیادہ پانی کی جگہ کو جانتا ہوں۔ہم وہاں پڑاؤ ڈالیں گے۔ اوران کے علاوہ جو پانی کے کنویں ہیں،ان کو پاٹ دیں گے۔اور پھر اس مقام پر حوض بنالیں گے۔جس کو ہم شفاف پانی سے بھر لیں گے۔اور ہم تو اس سے سیراب ہوا کریں گے،مگر دشمن اس سے سیراب نہ ہو سکے گا۔'' یہ سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا:''واقعی! آپ نے عقلمندی کا مشورہ دیا ہے۔'' پھر آپ ﷺ اس مقام سے جہاں پڑاؤ کیا ہوا تھا،اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ پانی کے قریب آ گئے۔پھر ان کے پیچھے جو کنویں تھے،ان کو پاٹ دیا تا کہ مسلمانوں کے پانی پینے کے بعد مشرکین کے پینے کی امید بھی ختم ہو جائے۔اور قلیب نامی جسمقام پر پڑاؤ کیا تھا،وہاں حوض بنالیا۔

نوٹ:

عزیزانِ گرامی! ذرا غور فرمایئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کس قدر احترام کیا کرتے تھے آپ ﷺ کا! اور کس حکیمانہ بصیرت سے کلام کیا کرتے تھے اور دوسری طرف رسولِ خدا ﷺ کا حلم و بردباری نیز اوصافِ قیادت ملاحظہ فرمائیں کہ اپنی رائے پر ایک صحابی کی رائے جو واقعۃً درست تھی،کو کس شفقت سے قبول فرمایا۔یہ درس ہے امتِ مسلمہ کے لیے ان مسائل کے سدِ باب کا جو صائب الرائے کی رائے کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔(مترجم)

پھر آپ ﷺ سے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ نے گزارش کی:''اے اللہ کے نبی ﷺ! کیوں نہ ہم آپ ﷺ کے لیے ایک عریش یعنی اونچی سایہ دار خیمے کی طرح جگہ بنا دیں،جہاں پر آپ ﷺ آرام فرمائیں۔اور ہم آپ ﷺ کے لئے ایک بالکل تیار سواری بھی کھڑی کر دیں اور پھر ہم لوگ دشمن سے لڑیں۔تو اگر اللہ نے ہمیں معزز کیا اور ہمارے دشمنوں پر ہمیں غالب کر دیا۔تو یہ فتح کی وہی صورت ہوگی،جسے ہم پسند کرتے ہیں۔اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور صورتحال پیش آ گئی،تو آپ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر ہماری جو بقیہ قوم ہے،اس کی جانب تشریف لے جایئے گا۔اے اللہ کے نبی ﷺ! ہماری جو قوم پیچھے رہ گئی ہے،ایسا نہیں کہ وہ آپ ﷺ سے محبت نہیں کرتی بلکہ وہ تو ہم سے بھی زیادہ آپ ﷺ سے لگاؤ رکھتی ہے۔اور ان سے زیادہ آپ کا شاید ہی کوئی فرمانبردار ہو۔وہ جہاد کو بھی پسند کرتے ہیں۔اور جہاد کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔اگر آپ ﷺ کے مدینے سے نکلتے وقت ہی ان کو

Marfat.com

معلوم ہو جاتا کہ آپ جنگ کرنے جا رہے ہیں، تو کسی صورت میں گھر نہ بیٹھتے۔ لیکن وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ بس ایک تجارتی قافلے کے لیے نکلے ہیں۔ اللہ عزّ وجل ان کے وسیلے سے آپ ﷺ کا دفاع فرمائیں گے۔ اور آپ ﷺ کو خیر خواہی عطا کریں گے۔ اور وہ لوگ آپ ﷺ کے ہمراہ مل کر مشرکوں اور کافروں سے جہاد کیا کریں گے۔ اور آپ کے ہمراہ جہاد کریں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہو سکتا ہے اللہ نے اس سے بھی بہتر کوئی فیصلہ طے فرما رکھا ہو۔'' اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کے لیے ''عریش'' بنایا گیا۔

مسلمانوں کی صف بندی اور مشرکین کا اختلاف:

جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو حضور ﷺ نے صفوں کو برابر کیا۔ ان کے کندھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ تو وہ ایسے ہو گئے، گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے قریش کی طرف ایک نگاہ ڈالی۔ اور دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ تبارک وتعالیٰ! یہ قریش اپنے ناز ونخرے اور تکبّر وغرور کے ساتھ آپہنچے ہیں۔ اور یہ نجس کافر آپ کو چیلنج کر رہا ہے۔ اور یہ آپ کے رسول ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں۔ اے اللہ! آپ نے مجھ سے جس مدد کا وعدہ کیا تھا، ہم اس مدد کے طلب گار ہیں۔'' حبیب خدا ﷺ کی صدا و التجا کا کرشمہ ظاہر ہونے لگا۔ اور اسی وقت مشرکین کے سرداروں کے مابین زبردست اختلاف پڑ گیا کیونکہ عتبہ بن ربیعہ لوگوں کو جنگ سے روک رہا تھا اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمے لے رہا تھا اور ساتھ ساتھ قافلے کے نقصان کو پورا کرنے کا ذمہ بھی لے رہا تھا۔ اور لوگوں کو اس کی طرف بلا رہا تھا۔ جب یہ خبر ابو جہل تک پہنچی، تو اس نے اسے بزدل ہونے کا طعنہ دیا اور کہا: ''اللہ کی قسم! ہم لوگ اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے، جب تک کہ اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے مابین کوئی صاف صاف فیصلہ نہ فرما دیں۔'' جنگ چھڑنے سے پہلے مشرکین کی صفوں میں سے اسود بن عبدالاسد مخزومی یہ کہتے ہوئے نکلا: ''میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور بضرور ان (مسلمانوں) کے حوض سے پانی پی کر دکھاؤں گا یا اس کو تباہ کردوں گا یا پھر میں خود ہی اپنی جان فدا کردوں گا۔'' حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اس کی طرف بڑھے اور اس کو ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے کٹ گیا۔ اور وہ پشت کے بل گرا۔ مگر پھر بھی وہ حوض کی طرف کھسکا تا کہ

Marfat.com

اس کی قسم پوری ہو جائے۔ مگر حضرت حمزہؓ آگے بڑھے اور اس کو واصل جہنم کر دیا۔

ثابت قدمی کی تلقین اور خطبہ:

اس کے بعد حضور ﷺ لوگوں کو دوران جنگ ثابت قدمی پر ابھارنے لگے۔ اور اس وقت جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا:

''اور یقیناً مشکل کی جگہوں میں ثابت قدمی ان چیزوں میں سے ہے، جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ پریشانی کو کشادگی میں بدل دیتے ہیں اور ان کے ذریعے سے غم سے نجات دیتے ہیں۔''

مبارزہ:

(چونکہ اہل عرب کی لڑائیوں کا دستور تھا کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے چند جری و بہادر لوگ مخالف گروہ کے بہادر لوگوں کو للکارتے ہوئے آوازیں لگایا کرتے تھے۔ اور ان کی لڑائی کے بعد عام جنگ شروع ہوا کرتی تھی۔) قتال شروع ہوا۔ اور مشرکین کی صفوں میں سے تین لوگ، عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید نکلے۔ اور انہوں نے للکار کر اپنا ہم پلہ مدّ مقابل طلب کیا۔ تو تین انصار ان کی طرف بڑھے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا: ''ہم آپ لوگوں سے لڑنا چاہتے ہیں نہ اس کی کوئی ضرورت ہے بلکہ اس معرکے میں ہمارا قدم رکھنے کا مقصد ہے کہ ہم اپنے چچا زادوں میں سے اپنا مدّ مقابل مانگ رہے ہیں۔'' تو آپ ﷺ نے عبیدہ بن حارث بن عبد المطلبؓ کو پہلے کے لیے، حمزہ بن عبد المطلبؓ کو دوسرے کے لیے اور علی بن طالبؓ کو تیسرے کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت علی و حمزہؓ نے اپنے مدّ مقابل کو قتل کر ڈالا۔ جبکہ حضرت عبیدہؓ اور عتبہ مسلسل لڑتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ تو ان کے ساتھیوں یعنی حضرت علیؓ و حمزہؓ نے عتبہ پر حملہ کیا۔ اور اس کافر کا کام تمام کر دیا۔ اور حضرت عبیدہؓ کو مسلمانوں کی صفوں میں اس طرح لائے گئے کہ ان کی پنڈلی کا گودا بہہ رہا تھا۔ انہوں نے ان کو حضور ﷺ کی قیام گاہ کی جانب چت کر کے لٹا دیا تو حضور ﷺ نے اپنے قدم شریف کو پھیلا دیا اور ان کا گال اس پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے ان کو شہادت کی خوشخبری دی تو انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم میری دلی خواہش ہے کہ آج کے روز ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ ہم ان کے اس قول کے زیادہ مستحق ہیں۔

Marfat.com

ونسلمه حتیٰ نصرع حوله

ونذهل عن ابنائنا والحلائل

ہم آپ ﷺ کو اس وقت مشرکین کے حوالے کریں گے جب ہم پچھاڑ دیئے جائیں اور جب ہم اپنے بیوی بچوں کو بھلا دیں۔

اس ابتدائی مقابلے کے بعد آنحضرت ﷺ مسلمانوں کی صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ میں موجود ایک لاٹھی کے ذریعے مسلمانوں کی صفوں کو برابر کرنے لگے۔

عشاق نبی:

اور جب آپ ﷺ بنو نجار کے حلیف سواد بن غزیہؓ کے پاس سے گزرے تو ان کو دیکھا کہ صف سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کے پیٹ میں وہ لاٹھی ماری اور فرمایا: ''اے سواد! سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔'' انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو تو حق اور عدل دے کر بھیجا گیا ہے۔ مگر آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے لہٰذا آپ مجھے قصاصاً بدلہ دیجئے۔'' یہ سنتے ہی حضور ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹا لیا۔ اور فرمایا: ''اے سواد! اپنا بدلہ لے لو۔'' وہ آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے شکم مبارک پر بوسہ لے لیا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا اس فعل پر آپ کو کس چیز نے ابھارا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ جیسا کہ حالات آپ کے سامنے ہیں تو میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ میری زندگانی کے یہ آخری لمحات اس حال میں گزریں کہ میری کھال آپ کی کھال سے ملی ہو۔''

حضور ﷺ نے ان کے لیے بھلائی کی دعا فرمائی۔

اور اس کے بعد لشکر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''میرے حکم کرنے سے پہلے حملہ مت کرنا، اگر قوم تمہارا محاصرہ کرے تو ان پر تیر اندازی کی بوچھاڑ کر دو۔ اور جب تک وہ تمہارے قریب نہ آ جائیں ان پر تلواریں مت سونتنا۔'' اور اس کے بعد مسلمانوں کو ثابت قدمی اور صبر کی ترغیب دے کر واپس اپنے عریش میں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ہمراہ آپ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپ کے محافظ حضرت سعد بن معاذؓ تھے جو کہ عریش کے دروازے پر اپنی اپنی تلوار سونتے کھڑے تھے۔ اور جیسا کہ صحیح

Marfat.com

بخاری کے باب المغازی کے صفحہ نمبر تین ہزار نو سو ترپن/۳۹۵۳ میں ہے کہ حضور ﷺ اس وقت جو دعا فرما رہے تھے اس میں یہ بھی ہے کہ اے اللہ عزوجل! اگر آپ چاہتے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت نہ کی جائے تو آج اپنا وعدہ پورا فرما دیجئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ عنقریب اللہ آپ کے لیے اپنا وعدہ پورا فرمادیں گے۔'' اور حضور ﷺ اپنے عریش سے سورۃ القمر کی آیت نمبر پینتالیس/۴۵ تلاوت فرماتے ہوئے باہر نکلے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ

''عنقریب (دشمنوں کے) لشکر شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر دیں گے۔''

اور اس کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لشکر کو لڑائی پر ابھارتے ہوئے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آج کے روز جو شخص بھی جنگ وقتال کرے اور (دوران جنگ) صبر کرتے ہوئے اپنے آپ کو روکنے والا اس حال میں شہید ہو جائے کہ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا ہو اور پیٹھ نہ پھیری ہو تو اللہ اس کو ضرور جنّت میں داخل فرمائیں گے۔ اور سُن لو! جس نے بھی کسی شخص کو قتل کیا، اس کا مال واسباب اسی قتل کرنے والے کا ہو جائے گا۔

جنّت خرید لی:

اس وقت حضرت عمیر بن حمامؓ ہاتھ میں کچھ کھجوریں لیے تناول فرما رہے تھے، فرمانے لگے: ''ہائے حیرت! کیا میرے اور جنّت کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ ان کافروں میں سے کوئی شخص مجھے قتل کر ڈالے۔'' پھر اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں۔ اور اپنی تلوار سونت کر قتال میں ایسے مشغول ہوئے کہ پھر شہید ہونے تک لڑتے رہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امداد بصورت ملائکہ:

جنگ شدّت اختیار کر چکی تھی۔ اور لڑائی کے شعلے بھڑک اُٹھے تھے۔ اللہ نے آسمان سے فرشتوں کو بھیج کر مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ جیسا کہ ان کو خوشخبری دے دی گئی تھی تاکہ ان کے دلوں کو سکون میسّر ہو جائے۔ اسی لیے تو لمحہ بھر میں ہی دشمنوں کا لشکر شکست خوردہ ہونے لگا۔ اور پیٹھ پھیر دی۔

مقتولین قریش:

Marfat.com

مسلمانوں نے راہ فرار اختیار کرنے والوں کو قتل کرتے ہوئے اور قیدی بناتے ہوئے مسلسل ان کا پیچھا کیا۔ اس طرح مشرکین میں سے تقریباً ستر/۷۰ لوگ مارے گئے۔ جن میں قریش میں سے ربیعہ کے دونوں بیٹے ۱......عتبہ، ۲......شیبہ اور ۳......ولید تو جنگ کے شروع میں ہی مبارزۃ (للکار کر کی جانے والی لڑائی) میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ اور ۴......ابو بختری بن ھشام اور ۵......جراح جو کہ حضرت ابو عبیدہؓ کے والد ہیں، اس کو اس کے بیٹے نے قتل کیا بعد اس کے کہ وہ اس سے دور ہو چکا تھا۔ تو وہ نہ رکا۔ اور ۶......امیہ بن خلف اور ۷......اس کا بیٹا بھی مارے گئے۔ اور ان کے قتل میں حضرت بلال بن رباحؓ اور عمار بن یاسرؓ کے ہمراہ انصار صحابہؓ کی ایک جماعت تھی۔ ان دونوں نے اسے اس بُرے سلوک کے نتیجے میں قتل کیا جو وہ مکہ میں ان حضرات پر ڈھایا کرتا تھا۔ اور مقتولین میں سے ۸......حنظلہ بن ابوسفیان اور ۹......ابو جہل بن ہشام بھی ہیں۔ انصار کے دو بچوں نے ابو جہل کے بارے میں سن رکھا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو شدید تکلیف پہنچاتا ہے۔ تو اس کو ان انصار کے دو ننھے منے بچوں نے قتل کر ڈالا۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر قلم کیا تھا۔ اور ۱۰......نوفل بن خویلد بھی حضرت علیؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ اور عبیدہ اور عاص نے اپنے والد ۱۱......ابو احیحہ سعید بن عاص بن امیہ کو قتل کیا۔ اور ان کے علاوہ بھی بہت سارے بدقسمت مارے گئے۔ بہر حال! قیدیوں کی تعداد بھی ستر ہی تھی۔ اور میدان کارزار سے لوٹتے ہوئے حضور ﷺ نے ان میں سے عقبہ بن ابومعیط اور نضر بن حارث کو قتل کرا دیا۔ یہ دونوں مکے میں آنحضرت ﷺ کا بے حد مذاق اڑایا کرتے تھے۔

نزول قرآن اور فتح قرآن کا دن:

اور غزوہ بدر کا یہ واقعہ سترہ/۱۷ رمضان کو پیش آیا۔ اور سترہ/۱۷ رمضان یہ وہی تاریخ ہے جس دن آپ ﷺ پر قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تھا۔ اور ان دونوں تاریخوں کو یعنی غزوۂ بدر کی سترہ/۱۷ اور نزول قرآن کی ابتداء والی سترہ/۱۷ کے درمیان پورے چودہ/۱۴ قمری سالوں کا فرق ہے۔

مقتولین:

حضور انور ﷺ نے مقتولین کے بارے میں حکم فرمایا اور انہیں ان کی جائے قتل، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے بتایا تھا (کہ فلاں کافر یہاں قتل کیا جائے گا اور فلاں یہاں......)، سے قلیب منتقل

Marfat.com

کر دیا گیا۔ کیونکہ حضور ﷺ کی غزوات میں یہ سنت تھی کہ جب آپ ﷺ کا گزر کسی مردے پر ہوتا تھا تو اس کے مسلمان یا کافر ہونے کے سوال کیے بغیر ہی اسے دفنانے کا حکم فرماتے تھے۔ اور جب عتبہ کو ڈالا گیا جو کہ ابو حذیفہ کے والد تھے، ابو حذیفہ ؓ ابتداء ہی میں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ اس کو سمجھ گئے اور پوچھا: ''شاید کہ آپ نے اسے ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ میں تو صرف اس لیے ذرا غمگین و پریشان سا دکھائی دے رہا ہوں کہ میں نے اپنے والد کے اندر رائے کی طاقت، تدبیر اور فضل و کمال جیسے قابل تعریف اوصاف کا مشاہدہ کیا تھا۔ جن کی بناء پر مجھے امید تھی کہ اللہ ان کی اسلام کی طرف رہنمائی فرما دیں گے۔ لیکن جب میں نے ان کو اسی حالت کفر پر مرتے دیکھا تو میں غمگین ہو گیا ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے ان کے حق میں بھلائی کی دعا فرمائی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی سواری کے لانے کا حکم فرمایا اور اس پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ اس کنویں کے دہانے پر جا کھڑے ہوئے، جس میں مشرکین کو پھینکا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے اور ان کے آباء کے نام لے لے کر ان کو پکارنا شروع کر دیا: ''اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تمہارے لیے یہ بات اچھی نہ تھی کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے؟؟ کیونکہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے تو اسے پایہ تکمیل تک پہنچتے دیکھا۔ تو ذرا بتلاؤ تو صحیح! جو وعدہ تمہارے معبودوں نے کیا تھا تم بھی اس کو پورا پاتے ہو؟؟؟'' حضرت عمر ؓ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ایسے جسموں سے مخاطب ہیں کہ جن میں روح نام کی کوئی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں جو بات ان لوگوں سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ اسے نہیں سن رہے ہو۔ یعنی میری آواز جتنی تم کو سُنائی دے رہی ہے، اتنی ہی ان مقتولین کو سُنائی دے رہی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ ارشاد فرماتی ہیں: ''آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ مشرکین ابھی تک یقینی طور پر جانتے ہیں کہ میں جو ان سے کہتا رہا ہوں وہ حق ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ ؓ سورۃ الروم کی آیت نمبر باون/۵۲:

اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی

Marfat.com

''یقیناً! آپ مرے ہوئے لوگوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے۔''

اور سورہ فاطر کی آیت نمبر بائیس/۲۲:

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ

''جو قبروں کو پہنچ گئے آپ ان کو نہیں سنا سکتے۔''

تلاوت فرما کر یہ بیان کرتی ہیں کہ وہ لوگ یہ بات اس وقت جان لیں گے، جب جہنّم کو ان کا ٹھکانہ قرار دے دیا جائے گا۔ (بخاری نے اس کو نقل کیا ہے) امام بخاری اپنی کتاب کے کتاب المغازی ''باب قتل ابی جہل'' کے صفحہ نمبر تین ہزار نو سو چھیتر/۳۹۷۶ میں روایت کیا ہے۔

فتح کی خوشخبری:

اس کے بعد آپ ﷺ نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے لوگوں کو بھیجنا شروع کیا۔ پس عبداللہ بن ابی رواحہؓ کو اوپر کی جانب روانہ فرمایا۔ اور زیدؓ بن حارثہ کو رسول اکرم ﷺ کی اونٹنی پر سوار فرما کر نیچے کی طرف روانہ کر دیا۔ اس وقت منافقین اور یہودیوں کے کفّار رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے خوف کھا رہے تھے۔ مسلمانوں کو فتنے میں ڈالنے کے لیے، دشمنوں کی عادت چلی آ رہی تھی کہ وہ افواہوں کو پھیلایا کرتے تھے۔ اور اس سے مسلمانوں کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر یہ لوگ تو ایسی خوشخبری لے کر آئے کہ جس سے اہل مدینہ خوش ہو گئے۔

العسر مع الیسر:

جب مسلمان بدر سے واپس مدینہ لوٹ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت رقیہؓ کو دفنایا جا رہا تھا۔

مال سدا سے تفرقے کا سبب رہا ہے:

تو جب حضور ﷺ اپنے اس سفر سے واپس لوٹ کر ہی آ رہے تھے کہ اس مقام پر پہنچ کر کچھ مسلمانوں کے بیچ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ نوجوانوں کا کہنا تھا کہ قتال تو ہم نے کیا ہے لہٰذا یہ بھی صرف ہمارا ہی ہے۔ جبکہ بزرگ اور ضعیف العمر حضرات یہ دعویٰ کر رہے تھے: ''ہم لوگ تو تم کو مشورہ دینے کے لیے پیچھے پیچھے تھے۔'' اور یہ اختلاف تو ان باتوں میں سے تھا جو مسلمانوں کے

Marfat.com

درمیان کمزوری پیدا کرنے اور دلوں میں دشمنی اور بغض کا بیج بونے کی دعوت دیتا ہے۔اور یہ چیزیں جماعت میں پھوٹ ڈالنے کا سبب بنتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی ابتدائی آیات نازل فرما کر اس اختلاف کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

''لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) آپ ان کو فرما دیجئے کہ مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔پس اگر تم مؤمنین ہو تو اللہ سے ڈرو اور تم لوگ آپس میں صلح رکھو۔اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

تو ان کے دلوں میں قرآن کا نور پھیلتا چلا گیا۔اور وہ متفرق ہونے کے بعد ایک بار پھر سے آپس میں ویسی ہی محبت کرنے لگے۔اور مال غنیمت کی تقسیم کا معاملہ رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دیا، کہ جیسا آپ چاہیں اس کا فیصلہ فرما دیں۔تو آپ ﷺ نے مال غنیمت کو برابر سرابر تقسیم فرما دیا اور جتنا ایک پیدل چلنے والے کو دیا اتنا ہی دیگر پیدل کو دیا۔اسی طرح جتنا مال ایک شہسوار کو مرحمت فرمایا دوسرے کو بھی۔

شہید اور غائبین کا حصہ:

رسول اللہ ﷺ نے بعض ان لوگوں کا بھی حصہ مقرّر فرمایا، جو کسی کام کے ذمّہ دار بنائے گئے تھے۔اور وہ جنگ میں حاضر نہ تھے۔مثلاً ۱......ابولبابہ انصاریؓ، آپ ﷺ نے ان کو مدینے کا والی بنایا تھا۔اسی طرح ۲......حارث بن حاطبؓ کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو بنو عمرو بن عوف کے لیے پیچھے چھوڑا تھا تاکہ اس معاملے کی تفتیش کریں۔اور ۳......حارث بن صمہؓ اور ۴......خوات بن جبیرؓ کیونکہ یہ دونوں رُوحاء کے مقام پر پیچھے رہ گئے تھے۔اور چلنے کے قابل نہیں تھے۔اور جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی واپس لوٹ سکے۔اور اسی طرح ۵......طلحہ بن عبید اللہؓ اور ۶......سعید بن زیدؓ ان دونوں کو آپ ﷺ نے جاسوسی کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔اور یہ لوگ بھی جنگ کے اختتام پزیر ہونے کے بعد ہی واپس آسکے تھے۔اور ۷......عثمان بن عفانؓ کیونکہ ان کو آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔اور ۸......عاصم بن عدیؓ ان کو اہل قباء اور عالیہ والوں کے لیے

Marfat.com

پیچھے چھوڑ دیا۔ اوراسی طرح سے شہدائے بدر کے لئے بھی حصے مقرر فرمائے۔

شہداء کی تعداد چودہ/۱۴ تھی۔ جن میں عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبد مناف سرفہرست ہیں۔ جن کو ابتدائی جنگ میں زخمی کر دیا گیا تھا۔ اور یہ مسلمانوں کے بدر سے واپسی پر شہید ہو چکے تھے۔ ان کو ''صفراء'' کے مقام پر دفنایا گیا۔ جب آپ ﷺ مدینے کے قریب پہنچے، تو بچے آپ ﷺ سے یوں اشعار پڑھتے ہوئے ملے:

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا للہ داع

''ہم پر چاند طلوع ہو گیا

وداع کی گھاٹیوں سے

ہم پر شکر کرنا واجب ہے

جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارتا رہے

اے ہمارے درمیان بھیجے ہوئے!

آپ ﷺ ایسا معاملہ لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔''

شہدائے بدر:

مہاجرین: ۱۔۔۔۔۔۔عبیدہ بن حارث۔ ۲۔۔۔۔۔۔عمیر بن ابی وقاص۔ ۳۔۔۔۔۔۔ذوالشمالین بن عبد عمرو۔ ۴۔۔۔۔۔۔عاقل بن بکیر۔ ۵۔۔۔۔۔۔مھجع بن صالح۔ ۶۔۔۔۔۔۔صفوان بن بیضاء

انصار: ۷۔۔۔۔۔۔سعد بن خیثمہ۔ ۸۔۔۔۔۔۔مبشر بن عبدالمنذر۔ ۹۔۔۔۔۔۔یزید بن حارث۔ ۱۰۔۔۔۔۔۔عمیر بن حمام۔ ۱۱۔۔۔۔۔۔رافع بن معلیٰ۔ ۱۲۔۔۔۔۔۔حارثہ بن سراقہ۔ ۱۳۔۔۔۔۔۔عوف بن حارث۔ ۱۴۔۔۔۔۔۔معوذ بن حارث۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

Marfat.com

اسریٰ البدر

(غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں بننے والے قیدی)

جب مسلمان مدینہ شریف میں داخل ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟

ان کا انصاف ان کو قتل کر دینا ہے:

حضرت عمر بن خطابؓ کی رائے کچھ یوں تھی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ان لوگوں نے آپ کی نبوّت کو جھٹلایا ہے۔ آپ سے جنگ کی ہے۔ اور آپ کو آپ کے وطن عزیز سے نکال دیا ہے۔ تو ان کے بارے میں میرا تو یہ خیال ہے کہ مجھے فلاں یعنی میرے قریبی رشتہ دار کے بارے میں اختیار دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں اور حضرت حمزہؓ کو اپنے بھائی عباس پر، اسی طرح علیؓ کو اپنے بھائی عقیل کو قتل کرنے کا اختیار دے دیجئے۔ اور اسی طرح تمام مسلمانوں کو اختیار دیجئے کہ اپنے قریبی رشتے داروں کو قتل کریں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے لیے محبّت نام کی کوئی چیز نہیں۔ میں اس کو درست نہیں سمجھتا کہ آپ کے پاس یہ قیدی یوں ہی پڑے رہیں۔ ان کا سر قلم کر دیجئے۔ اور یہ قیدی ان مشرکوں کے بہادر، ان کے امام اور ان کے سردار ہیں۔ اور اسی طرح کی رائے حضرت سعد بن معاذؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ نے پیش فرمائی تھی۔

مصلحت کی راہ:

جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی قوم ہی کے لوگ ہیں۔ آپ کے خاندان والے ہیں۔ اللہ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔ اور ان کے مقابلے میں آپ کی مدد فرما دی ہے۔ اب میرا یہ خیال ہے کہ آپ ان کو زندہ ہی چھوڑ دیں۔ اور ان لوگوں سے فدیہ لے لیجئے تا کہ ان کے عوض میں ہمیں جو فدیہ ملے، وہ کافروں کے مقابلے میں ہماری قوّت بنے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ان کو ہدایت بھی نصیب فرما دیں۔ اور پھر یہ لوگ آپ کا ہی دست و بازو بنیں!!!''

احترام رائے:

حضور ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ لوگوں کے دلوں کو نرم فرماتے ہیں حتیٰ کہ وہ

Marfat.com

دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں۔تو کچھ لوگوں کے دلوں کو سخت فرما دیتے ہیں، تو وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔اے ابوبکر! تمہاری مثال سیّدنا ابراہیمؑ کی سی ہے۔جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

(سورۃ ابراہیم آیت نمبر چھتیس/۳۶)

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْم

''پس جو شخص میری اتباع کرے گا، وہ میرا ہے۔اور جو میرا کہا نہ مانے تو (اے اللہ! میں اس کا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں) آپ بخشنے والے ہیں، مہربانی کرنے والے ہیں۔''

اور اے عمر! تمہاری مثال سیّدنا نوحؑ کی سی ہے۔جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

(سورۃ نوح، آیت نمبر چھبیس/۲۶۔)

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا

''اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں کا کوئی بھی گھر باقی مت چھوڑنا۔''

اور حضرت ﷺ کی رائے بھی ابوبکرؓ کی رائے کے موافق تھی۔اور ان کی رائے کی تمام صحابہؓ نے تعریف کی تھی۔کیونکہ ان کی یہ رائے دین اسلام کی سربلندی کا باعث تھی۔اور ساتھ ساتھ مشرکین کی ناکامی کا بھی نشان تھی۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا: ''آج کے روز تم لوگ فقراء (ضرورت مند) ہو لہٰذا کوئی بھی اپنے قیدی کو بغیر فدیہ وصول کیئے نہ چھوڑے۔''

بزدلانہ مشورے:

حضور ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں جو ارادہ فرمایا تھا، اس کی خبر قریش کو بھی ہو گئی تھی۔تو پہلے تو ایک ماہ تک وہ اپنے مقتولین پر نوحہ اور ماتم کرتے رہے۔پھر ان کے بڑوں نے مل بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ یہ رونا دھونا نہیں کریں گے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اطلاع محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو ہو جائے۔اور پھر وہ لوگ ہمارا مذاق اڑاتے پھریں۔لہٰذا اس فیصلے کے مطابق تمام قریش خاموش ہو گئے۔اور یہ عزم جزم کر لیا کہ انتقام لینے سے پہلے پہلے اپنے مقتولین کو نہیں روئیں گے۔اور پھر انہوں نے ایک دوسرے کو ابھارنا شروع کر دیا کہ قیدیوں کے فدیے کی ادائیگی میں جلدی مت مچائیں کہ محمد (ﷺ) اور اس ساتھی فدیہ کو مہنگا نہ کر دیں۔

Marfat.com

الفداء

(فدیہ)

لیکن ان کی اس ترغیب اور تاکید کی طرف مطلب بن ابو وداعہ سہمی نے بالکل کان نہ دھرے، کیونکہ اس کا والد قیدیوں میں سے تھا۔لہٰذا وہ خفیہ طور پر مکّے سے نکلا۔اور مدینے آپہنچا۔اور اپنے والد کو چار ہزار/۴۰۰۰ درہم کا فدیہ ادا کر کے چھڑا لیا۔اور اس کے بعد تو قریش نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجنا شروع کر دیے۔جو کہ فی بندہ چار ہزار درہم/۴۰۰۰ تھا۔اور جس کے پاس فدیہ نہیں ہوا کرتا تھا، مگر وہ اچّھا لکھنا پڑھنا جانتا تھا، تو اس کے حوالے مدینے کے دس/۱۰ بچّے کر دیئے جاتے۔جن کو وہ پڑھاتا۔اور تعلیم اس کا فدیہ بن جاتی تھی۔

قیدیوں میں عمرو بن ابوسفیان بھی شامل تھا۔جب اس کے والد سے اس کا فدیہ طلب کیا گیا، تو اس نے فدیہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا: ''اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) میرے بیٹے اور میرے مال کو ایک ساتھ جمع نہیں کر سکتا۔تم لوگ اس کو چھوڑ دو اور اس کو انہی کے پاس رہنے دو۔جب کہ ابوسفیان مکّے میں تھا، اس نے سعد بن نعمان انصاریؓ کو عمرہ کرتے ہوئے پایا تو اس پر چڑھائی کر کے، اس کو گرفتار کر لیا۔اور اپنے بیٹے عمرو کے بدلے میں ان کو قید کر لیا۔تو سعدؓ کی قوم حضور ﷺ کے پاس آئی۔اور آپ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔تو آپ ﷺ نے ان کو فوراً دے دیا۔اس کے بدلے انہوں نے سعدؓ کو چھوڑ دیا۔

لختِ جگر نے فدیہ دیا ہے:

نامور قیدیوں میں سے ایک حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔حضور ﷺ نے ان کی سسرالی کی تعریف فرمائی تھی۔کیونکہ مکّے میں جب قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین دشمنی وقوع پذیر ہوئی، تو قریشیوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ جس طرح ابولہب کے دونوں بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی۔یہ بھی حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں۔تو انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا، بلکہ ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے یوں کہا تھا: ''اللہ کی قسم! میں تو اپنی بیوی کو اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔اور نہ ہی یہ بات مجھے گوارا ہے کہ مجھے ان کے بدلے قریش کی

Marfat.com

کوئی اور لڑکی مل جائے۔" جب یہ قید ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے ان کے فدیے کے عوض اپنا ایک ہار بھجوایا، جو ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے شادی کی رات ان کو بھجوایا تھا۔ جب حضور ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو بہت نرم پڑ گئے۔ اور اپنے صحابہؓ سے یوں فرمانے لگے: "اگر تم اس قیدی کو زینب کے لیے چھوڑنا چاہو۔ اور ان کا ہار بھی ان کو لوٹا سکو تو ایسا کر گزرو۔" تو صحابہؓ بخوشی اس پر راضی ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ حضرت زینبؓ کو مدینے کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ چنانچہ مکّے پہنچ کر انہوں نے حضرت زینبؓ کو ان کے والد صاحب کے پاس مدینے کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ کو مدینہ لانے کے لئے ایک بندہ بھی روانہ کیا تھا، تو اس نے ان کو سوار کر لیا۔ (ان کا یہ قصہ یہاں ختم ہوا) اور جب ابوالعاص بن ربیع فتح مکّہ سے پہلے اسلام لے آئے، تو آپ ﷺ نے ان کی بیوی ان کے پہلے نکاح کی بنیاد پر ہی ان کو لوٹا دی۔

ایک روز روشن کی طرح عیاں پیشین گوئی:

سرغنہ قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل بن عمرو بھی ہے۔ یہ قریش کے خطباء و فصحاء میں شمار ہوتا تھا۔ اور اس کی زبان سے مسلمانوں کو تکالیف کا سلسلہ بہت طول پکڑ گیا تھا۔ اب حضرت عمر بن خطابؓ نے آنحضرت ﷺ سے یوں عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اجازت دیجئے، میں سہیل کے دانت اکھاڑ دوں۔ اس کی زبان کو کھینچ ڈالوں۔ تو اس کے بعد وہ آپ کے خلاف کبھی کسی جگہ کوئی بات منہ سے نہیں نکال سکے گا۔" حضور ﷺ نے جواب دیا: "میں مثلہ (اعضاء کو کاٹنا اور ان کی بے حرمتی) نہیں کرتا (کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا) تو اللہ میرے ساتھ بھی مثلہ کریں گے۔ اگر چہ میں نبی ہی کیوں نہ ہوں۔ اور شاید کہ وہ اب (حلقہ اسلام میں داخل ہو کر) ایسے منصب پر فائز ہو جائے، جہاں سے تم اس کو مذمّت نہ کر سکو۔" اور پھر مکرز بن حفص اس کا فدیہ لے کر آیا۔ اور جب وہ اس مقدار پر راضی ہوئے، جس پر اس کو قید کیا گیا تھا تو وہ فدیہ لے کر آ گئے۔ اور اس طرح سے اللہ جل شانہ نے اپنے رسول ﷺ کی سہیل کے بارے میں دی گئی (خیر کی) خبر کو سچ کر دکھایا۔ کیونکہ جب حضور ﷺ کے وصال کا وقت قریب آ گیا تھا، تو بدوؤں کی طرح کچھ اہل مکّہ بھی مرتد ہونے لگے تھے۔ اس وقت یہ سہیلؓ ایک خطیب کی شکل میں رونما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد گویا ہوئے: "اے لوگو!

Marfat.com

تم میں سے جو محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتے تھے (وہ سُن لیں کہ) محمد ﷺ تو اب انتقال کر چکے ہیں۔اور جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے تو ان کے لئے اللہ ایسے زندہ ہیں کہ ان کو کبھی موت نہیں آئے گی۔کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے قرآن کریم (کی سورۃ الزمر کی آیت نمبر تیس/۳۰) میں ارشاد فرمایا:

اِنَّکَ مَیِّت" وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ

"یقیناً (اے محمد ﷺ!) تمہیں بھی موت آنی ہے۔اور انہیں بھی موت آنی ہے"۔

اور قرآن شریف کی (سورہ آل عمران کی آیت نمبر ایک سو چوالیس/۱۴۴) میں فرمایا:

وَمَا مُحَمَّد" اِلَّا رَسُوْل" قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

"اور محمد (ﷺ) بس اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں۔ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔بھلا اگر یہ انتقال کر جائیں یا شہید ہو جائیں، تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جاؤ گے؟"

اس کے بعد دوبارہ گویا ہوئے: "اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہ دین سورج کے اپنے مقام سے طلوع ہونے کی جگہ (مشرق) تک پھیلے گا۔(اور ابوسفیان کے حوالے سے کہا کہ) یہ تم کو اپنے آپ سے دھوکہ میں نہ ڈال دیں، کیونکہ یہ اس معاملے میں اتنا ہی باخبر ہے، جتنا کہ میں ہوں۔لیکن اس کے دل پر بنو ہاشم کے حسد کی مہر لگ چکی ہے۔اور تم لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرو کیونکہ اللہ کا دین قائم ہے۔برقرار ہے۔اور اس کی بات مکمّل ہونے والی ہے۔اور بلاشبہ جو شخص اللہ کے دین کی مدد کرے گا اور اس کے دین کو تقویت بخشے گا، اللہ جلّ جلالہ سُبحانہ وتعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔اور (حضرت ابوبکرؓ کا قصد کرتے ہوئے فرمانے لگے:) اللہ نے تم کو ان جیسے بھلے مانس پر جمع فرمادیا ہے۔اور یہ بات اسلام کو قوّت بخشنے کا ہی فائدہ دے گی۔لہٰذا اب اگر ہم کسی کو مرتد ہوتے دیکھیں گے تو اس کی گردن اڑادیں گے۔"

تو ان کی یہ پُرجوش تقریر سُن کر وہ لوگ جو دین چھوڑنے کے چکّر میں تھے، اپنے اس فعل سے باز آگئے۔اور اس بات کی پیشگی اطلاع دے دینا نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہی تو تھا۔

Marfat.com

مسلمانی پر شک کا دھبہ نہ پڑنے دیا:

قیدیوں میں سے ایک ولید بن ولید بھی ہے۔اس کو اس کے بھائی خالداور ہشام نے چھڑوالیا تھا۔اور جب اس کا فدیہ ادا کر دیا گیااور مکّے لوٹ آئے تواس وقت انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔لوگوں نے انہیں طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ جب اسلام ہی لانا تھا تو فدیے کی رقم دینے سے پہلے لے آتے۔توانہوں نے جواب دیا کہ بات تو درست ہے مگر مجھے یہ خوف ہوا کہ لوگ میرے اسلام لانے (جیسے مقدّس عمل کو) میرا خوف شمار نہ کریں۔پھر جب انہوں نے ہجرت کرنے کا پروگرام بنایاتوان کے بھائیوں نے ان کو ہجرت سے روک دیا۔مگر جب نبی اکرم ﷺ عمرے کی قضاء کے لیے تشریف لائے تو یہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ مدینے لوٹ گئے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دادا کے دادا:

قیدیوں میں سے ایک صاحب جناب سائب بن یزید بھی ہیں۔جو کہ جنگ وقتال کے موقع پر صاحب رائے شمار ہوتے تھے۔انہوں نے اپنا فدیہ خودادا کیا تھا۔اور یہ امام محمد بن ادریس الشافعیؒ رحمہ اللہ کے پانچویں دادا یعنی دادا کے دادا تھے۔

آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے:

اوران قیدیوں میں سے ایک وہب بن عمیر جمحی بھی ہیں۔اس کے والد کا نام عمیر تھا۔جو قریش کے، رسول اللہ ﷺ کو سخت تکالیف پہنچانے والے شیطانوں میں سے ایک شیطان تھا۔جنگ کے ختم ہونے کے بعد وہ ایک دن صفوان بن امیّہ کے ساتھ بیٹھا ہوا بدر میں ہونے والے واقعات کو یاد کر رہا تھا۔عمیر نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر میرے اوپر قرضہ نہ ہوتا، جس کی ادائیگی مجھ پر واجب ہے۔اوراہل و عیال نہ ہوتے، جن کا مجھے اپنے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد فقر وفاقے کا خدشہ ہے۔جس کی وجہ سے مجبور ہوں ورنہ تو میں محمد (ﷺ) کے پاس جاتا اوراس کو قتل کر دیتا۔کیونکہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں قید ہے۔'' یہ سُن کر صفوان بول اٹھا: ''آپ کے قرضے کی ادائیگی میری ذمہ داری ہے۔اورآپ کے عیال گویا میرے عیال ہیں۔'' یہ سن کر عمیر نے اپنی تلوار کو اٹھا کر اسے زہر میں بجھایا۔اورتلوار سونت کر چل پڑا۔یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گیا۔تواسی اثناء میں حضرت عمرؓ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ

Marfat.com

تشریف فرما تھے۔ جب سیّدنا عمرؓ نے اس کو تلوار سونتے دیکھا تو بول پڑے: "یہ اللہ کا دشمن عمیر تلوار سونتے چلا آ رہا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو میرے پاس آنے دو۔" یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے اس کی تلوار ضبط کر کے اسے آپ ﷺ کے پاس آنے دیا۔ جب آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! اس کو چھوڑ دو۔ اور اے عمیر! قریب آ جاؤ۔" تو وہ قریب ہو گیا اور کہا: "صبح کے وقت مجھ پر رحم کرو۔ (یہ زمانہ جاہلیت میں سلام کرنے کا فقرہ تھا) آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے ہمیں تمہارے اس سلام سے بہتر سلام عطا فرمایا ہے۔ جو کہ "السّلام" ہے۔

پھر آپ ﷺ اس سے گویا ہوئے: "اے عمیر! تجھے یہاں آنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟" اس نے جواب دیا کہ میں اپنے اس قیدی کو چھڑانے آیا ہوں جو تمہارے پاس گرفتار ہے۔ میرے پاس فدیے کے پیسے نہیں۔ آپ اس کے بارے میں خیر خواہی کیجیے۔" آپ ﷺ نے پوچھا: "تو اس تلوار کا کیا مطلب؟" اس نے جواب دیا: "اللہ ان تلواروں کو رسوا کرے۔ کیا انہوں نے ہم پر پڑنے والی مصیبتوں میں سے کسی کو ہم سے دور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کس کام کے لئے آئے ہو؟" تو اس نے پھر کہا کہ میرا مقصد تو صرف یہی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم اس کام کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ حقیقت حال تو میں منکشف کرتا ہوں کہ تم اور صفوان ایک چٹان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تمہارے مابین یہ یہ باتیں ہوئیں تھیں۔" تو یہ دیکھ کر عمیر اسلام لے آئے۔ اور عرض کیا: "ہم لوگ آپ کی ان باتوں کو، جو آپ آسمانوں سے لایا کرتے تھے اور آپ پر جو وحی نازل ہوا کرتی تھی، ہم اس کو جھٹلاتے تھے۔ لیکن یہ تو ایسا معاملہ تھا، جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی شریک تھا ہی نہیں۔" حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا: "اپنے اس بھائی کو دین سکھاؤ۔ اور اس کو قرآن پڑھاؤ۔ اور اس کے قیدی بیٹے کو رہا کر دو۔" تو عمیرؓ مکے کی طرف لوٹ گئے۔ اور اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا۔

دو سگے بھائی:

اور قیدیوں میں سے ایک صاحب ابو عزیز بن عمیر حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی بھی ہیں۔ ایک بار یہ اپنے بھائی کے قریب سے گزرے تو جن صحابی نے ان کو قید کیا ہوا تھا، ان کو کہنے لگے کہ

Marfat.com

اس کے ہاتھوں کو سختی سے باندھ کر رکھو۔ کیونکہ اس کی والدہ بڑی مال و دولت والی عورت ہے۔ عنقریب وہ اس کے بدلے میں تمہیں فدیہ بھجوا دے گی۔'' تو اس نے اپنے بھائی کو کہا: ''بھائی جان! آپ کی میرے بارے میں یہ وصیتیں ہیں؟؟؟'' اس کے بعد اس کی والدہ نے چار ہزار/۴۰۰۰ درہم اس کے فدیے میں بھجوا دیے۔

سرور کونین ﷺ نے عدل کی لازوال داستانیں رقم کی ہیں:

قیدیوں میں سے ایک حضرت رسول اکرم ﷺ کے سگے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی ہیں۔ یہ دلی طور پر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے قائل نہیں تھے بلکہ ان کو تو اس جنگ کے لئے زبردستی لایا گیا تھا۔ پھر جب ان کو قیدی بنالیا گیا، اور ان سے ان کا اور ان کے بھتیجے عقیل بن ابوطالب کا فدیہ طلب کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا: ''ہم کس چیز کا فدیہ دیں۔ ہمیں تو زبردستی نکلنے پر مجبور کیا گیا تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: ''ہاں! لیکن بظاہر تم ہمارے خلاف ہی تھے۔'' چنانچہ ان سے ان کا اور ان کے بھتیجے کا فدیہ وصول کرلیا گیا۔ تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو شکایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے تو مجھے قریش میں فقیر کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ۔ حالانکہ میں جانتا ہوں۔ تم نے تو فضل کی والدہ کے لئے بڑے اموال چھوڑے ہیں۔ اور تم نے اس کو یوں وصیت کی تھی کہ اگر میں مر بھی جاؤں تو تجھے تو مالدار چھوڑ کر ہی مروں گا۔'' حضرت عباسؓ نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم! یہ بات تو کسی کو معلوم نہیں تھی۔'' یہ واقعہ عدل و انصاف کی انتہا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے سگے چچا کو بھی بغیر فدیہ کے آزاد نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ ان کو زبردستی اس جنگ پر آمادہ کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ بہت سارے لوگوں کو جن کا فقر ظاہر ہو چکا تھا، بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا۔ تو اس کو عدل کہتے ہیں۔ اور اس میں کوئی اچھنبے کی بات بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے ہمیں سورۃ النساء کی آیت نمبر ایک سو پینتیس/۱۳۵ میں یہی ادب سکھلاتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ.

''اے اہل ایمان! انصاف کرنے والے بنو۔ اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے، پھر چاہے یہ

Marfat.com

گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو یا تمہارے والدین یا تمہارے قریبی رشتے داروں پر۔"

قیدیوں میں سے ایک ابوعزہ جمحی شاعر بھی ہے۔ یہ مکے میں تو حضور ﷺ کو ایذاء رسانیوں میں پیش پیش رہا کرتا تھا۔ اب جب قیدی بن گیا تو حضور اقدس ﷺ سے یوں التجا کی: "اے محمد (ﷺ)! میں بال بچوں والا فقیر شخص ہوں۔ اور حاجت مند بھی ہوں۔ ان باتوں کو آپ جانتے ہیں مجھ پر احسان فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس پر فضل و احسان فرمایا۔

العتاب فی الفداء

(فدیہ لینے پر تنبیہ)

آخر کار تمام قیدیوں سے فدیہ لیا جا چکا تو اللہ نے اس کے بارے میں سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۷، ۶۸ نازل فرمائیں:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

"اور یہ بات نبی (ﷺ) کے شایان شان نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ میں قیدی رہیں۔ جب تک کہ وہ زمین میں ان (دشمنوں کا) اچھی طرح خون نہ بہا چکا ہو (جس سے ان کا رعب پوری طرح ٹوٹ جائے) تم دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو، جبکہ اللہ (تمہارے لئے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے۔ اور اللہ صاحب اقتدار بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔ اور اگر اللہ کی جانب سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ آ چکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے، اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آ جاتی۔"

تو اس آیت میں ربّ کریم عزّ وجل نے ان لوگوں کو قتل کر کے خون بہانے سے پہلے انہیں قید رکھنے منع فرمایا ہے جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اللہ کے دین کے پھیلنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اور بعض مسلمانوں نے دنیا کے فائدے یعنی فدیے کو معیوب سمجھا۔

دین کی حقانیت:

اگر اللہ عزّ وجل کا پہلے سے یہ حکم نہ آ چکا ہوتا کہ مجتہد کو اس کے اجتہاد پر اس وقت تک سزا نہیں دی

Marfat.com

جائے گی جب تک کہ اس کا مقصد خیر ہو، تو عذاب آجاتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے لئے جو فدیہ لینے کو درست سمجھ رہے تھے، اس کے استعمال کو حلال قرار دے دیا۔ یہ واقعہ ہمارے نبی برحق کی سچائی پر بہت بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر یہ معاملہ ہمارے نبی ﷺ کی اپنی طرف سے ہوتا، تو آپ خود کو ایک ایسے معاملے پر کہ جو آپ نے اپنے صحابہؓ کے مشورے سے کیا، کبھی ملامت نہ کرتے۔ اللہ نے قیدیوں سے وعدہ فرمایا کہ فدیے کے طور پر جو مال ان سے لے لیا گیا ہے، اللہ ان کو اس سے بہتر عطا فرمائیں گے۔ تو سورۃ الانفال کی آیت نمبر ستر/۷۰ میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ فِىٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

”اے نبی (ﷺ)! تمہارے پاس جو قیدی ہیں، (اور جنہوں نے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے) ان کو فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں بہتری (اسلام لانے میں رغبت) دیکھیں گے تو تم کو اس مال سے بہتر عطا فرما دیں گے، جو تم سے (فدیہ میں) لے لیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ تمہاری بخشش بھی فرمائیں گے۔ اور اللہ بخشنے والے بہت رحم کرنے والے ہیں۔“

تبصرہ:

یہ وہ غزوہ ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی قلت اور ان کے دشمنوں کی کثرت کے باوجود اسلام کو عزت بخشی۔ اور مسلمانوں کو تقویت عطا فرمائی۔ اور شرک کا بھیجا اُڑا دیا گیا۔ اور شرک کی جڑوں کو اکھیڑ دیا گیا۔ دشمن کی قوت کو دیکھتے ہوئے کہ (ان کے پاس) لوہے کی زرہیں، افرادی قوت، نشان زدہ عمدہ گھوڑے اور۔۔۔ (سب کچھ تھا) یہ اللہ تعالیٰ کی اسلام اور اہل اسلام پر توجہ اور کرم نوازی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اور اسی لئے اللہ نے اس مدد کے ذریعے سے اپنے بندے پر احسان کرتے ہوئے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ایک سو تیئیس/۱۲۳ میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

”بتحقیق! اللہ نے تمہاری مدد کی بدر میں جب کہ تم لوگ کمزور تھے۔“

کمزور ہونے سے مراد یہ ہے کہ تمہاری تعداد کم تھی۔ اور یہ اس لئے کیا تا کہ تم کو یقین آجائے کہ

Marfat.com

مدد تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہے۔ پس یہ غزوہ اسلام کے بڑے غزوات میں سے ایک ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے سے اسلام کا ظہور ہوا۔ اور اسی غزوے کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ہی اسلام کا نور دنیا میں چمکا۔ اور اسی غزوے میں قریش میں سے مسلمانوں کے بڑے دشمن مارے گئے، جو اسلام کے بڑے سخت ترین دشمن تھے۔ اور اس غزوے کی بناء پر باقی عربوں پر بھی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور عالم کفر پر مسلمانوں کی ایک ایسی ہیبت طاری ہوگئی، جس کی بناء پر وہ بڑے بڑے لشکروں کو شکست فاش دینے لگے۔ اور بڑے لڑاکا لوگوں کو پچھاڑنے لگے۔ تو ظاہر ہے کہ لازماً ہم اس عظیم عنایت پر اس سب سے بلند و بالا ذات کا شکر بجالائیں۔ اور بدر کے دن جو کہ اللہ کی مسلمانوں کے ساتھ سترہ/۱۷ رمضان المبارک کو کی جانے والی مدد کا اک عظیم الشان دن ہے۔ اس دن کو ایسی خوشی کے طور پر منائیں کہ جس میں ہم اللہ کی اپنے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر کی گئی نعمتوں کو یاد کریں۔

غزوۂ بنی قینقاع

(معرکہ بنو قینقاع)

یہ قصہ تو یہاں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی شخص کے دو دشمن ہوں۔ اور وہ شخص ان دونوں میں سے کسی ایک پر غلبہ حاصل کرلے، تو اس کا یہ غلبہ حاصل کرلینا دوسرے کو غیظ و غضب میں مبتلا کردیتا ہے۔ اور اس کا دل پریشان ہوجاتا ہے۔ اور انجام کار سوچے بغیر ہی اس کا بغض ظاہر ہوجاتا ہے۔

پس منظر:

جب مسلمان غزوہ بدر میں فتح یاب ہوئے تو کچھ اسی طرح کی کہانی بنو قینقاع کے یہودیوں کے ساتھ ہوئی کہ انہوں نے مسلمانوں سے جو معاہدے کیے ہوئے تھے، ان کو توڑ ڈالا۔ اور اپنے دل میں چھپی دشمی کو ظاہر کردیا تھا۔ اور ان کی زبانوں سے بھی دشمنی کا برملا اظہار ہونے لگا۔ اور انہوں نے انصار کی عورتوں میں سے ایک معزز خاتون کی بے حرمتی کی۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے مسلمانوں کو ان سے بچ بچا کر رہنے پر ابھارا۔ اور اس بات کا پتا دیا کہ جب مدینہ میں مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک اٹھے تو مسلمان ان سے غیر محفوظ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت

Marfat.com

نمبر اٹھاون/۵۸ میں نازل فرمایا:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ.

''اور اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو تو تم وہ معاہدہ ان کی طرف صاف سیدھے طریقے سے پھینک دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔''

یہود کی اکڑ:

تو رسول اکرم ﷺ نے ان کے سرداروں کو بلا بھیجا اور ان کو بغاوت کرنے کے انجام سے اور عہد شکنی کے انجام سے ڈرایا تو انہوں نے حقارت سے کہا: ''اے محمد! (ﷺ) جو فتح تمہیں اپنی قوم (مشرکین) کے مقابلے میں حاصل ہوئی ہے وہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ وہ (مشرکین) لڑائی کے طور طریقے نہیں جانتے تھے۔ اگر تمہارا ہم سے آمنا سامنا ہوگا تو تب تم کو پتا چل جائے گا کہ ہم کیسے میدان کارزار کے غازی ہیں۔'' اور یہ لوگ یہودیوں کے سب سے بہادر لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر بارہ/۱۲، تیرہ/۱۳ میں یوں ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ.

''(اے پیغمبر!) کافروں کو فرمادیجئے کہ عنقریب تم لوگ مغلوب ہو جاؤ گے اور تمہیں جمع کر کے جہنم میں لے جایا جائے گا، جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ یقیناً تمہارے لیے دو گروہوں (کے واقعے) میں بڑی نشانی ہے جو ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ اللہ کے راستے میں لڑ رہا تھا، اور دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو اپنے آپ کو کھلی آنکھوں ان سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہا تھا۔ اور اللہ جس کی چاہتے ہیں، اپنی مدد سے تائید فرماتے ہیں۔ یقیناً اس میں البتہ عبرت ہے عقل رکھنے والوں کے لیے۔''

اور اس وقت ان کے حلف سے جناب عبادہ بن صامتؓ بری الذمہ ہو گئے جو خزرج قبیلے کے ایک معزز سردار تھے اور عبداللہ بن ابی اپنی قسم سے چمٹا رہا اور اس نے یوں کہا: میری طبیعت بار بار کے

Marfat.com

چکروں سے گھبراتی ہے۔تو اللہ نے مسلمانوں کو تعلیم کی دینے کی غرض سے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر اکیاون/۵۱، باون/۵۲ نازل فرمائیں، جن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ.

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو یار و مددگار مت بناؤ۔یہ لوگ خود ہی آپس میں یار و مددگار ہیں۔اور تم میں سے جو ان کی دوستی کا دم بھرے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔چنانچہ جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں: ''ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آ پڑے گا، (لیکن) کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے، یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کر دے، اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھی۔''

اور اس وقت قینقاع کے یہودیوں نے برملا دشمنی کا اظہار کیا اور اپنے قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔تو حضرت ﷺ نے اس سال پندرہ/۱۵ شوال کو ان کی طرف پیش قدمی فرمائی۔اور آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ نے جھنڈا اٹھایا ہوا تھا، اور پیچھے مدینے پر ابولبابہ انصاریؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔اور آپ ﷺ نے ان یہودیوں کا پندرہ/۱۵ دنوں تک مسلسل محاصرہ کیے رکھا۔

جلاء بنی قینقاع
(یہود کی جلاوطنی)

پھر جب ان یہودیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کمزوری کو دیکھا تو ان پر رعب چھا گیا اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے درخواست کی کہ ان کا راستہ چھوڑ دیا جائے، وہ مدینے سے چلے جائیں گے اور اپنی بیوی بچوں کو بھی لے جائیں گے اور مسلمان ان کا مال متاع لے لیں گے۔تو آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور حضرت عبادہ بن

Marfat.com

چھا گیا اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے درخواست کی کہ ان کا راستہ چھوڑ دیا جائے، وہ مدینے سے چلے جائیں گے اور اپنی بیوی بچوں کو بھی لے جائیں گے اور مسلمان ان کا مال متاع لے لیں گے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کو ان کی جلاوطنی پر وکیل بنا کر ان کو تین دن کی مہلت عطا فرمائی۔ لہٰذا وہ ملک شام کے علاقوں کی جانب نکل گئے اور وہاں ایک سال کے اندر اندر سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

حضور ﷺ نے ان کے لوٹے ہوئے مال غنیمت سے خمس نکالا اور اس میں سے حصہ اپنے قریبی رشتہ داروں یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو دے دیا۔ البتہ ان کے بھتیجوں یعنی عبدشمس اور نوفل کو کوئی حصہ نہیں دیا۔ اور جب آپ ﷺ سے اس فعل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا: ''بلاشبہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب جیسے جاہلیت میں ایک تھے اسلام میں بھی اسی طرح ایک ہیں۔ اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو (اتحاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ملایا۔''

غزوۃ السویق
(جنگ سویق)

پس منظر:

ابوسفیان بڑا مشتعل تھا کہ وہ بدر میں شرکت نہیں کر سکا تھا جس میں اس کا لخت جگر اور قریبی عزیز مارے گئے تھے تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے ایک جنگ نہ کر لے اس پر نہانا دھونا حرام ہے۔ تو وہ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دو سو/۲۰۰ دوستوں کی جماعت کو لے کر مدینے کی جانب نکلا۔

جب مدینے کے قریب پہنچ گیا تو وہ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس گیا تا کہ ان کو مشتعل کرے۔ اور مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں ان کی مدد حاصل کرے۔ تو ان کے سردار حیی بن اخطب کے پاس آیا۔ مگر وہ ملاقات پر راضی نہیں ہوا۔ پھر سلام بن مشکم کے پاس آیا۔ اس نے اجازت دے دی۔ اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ پھر وہ یہودیوں کے پاس سے نکلے۔ اور قریش کے کچھ لوگوں کو مدینے کی

Marfat.com

جانب بھیج دیا۔ انہوں نے مدینے کے چند کھجور کے درخت جلا دیئے۔ اور وہاں ایک انصاری صحابی کو پایا۔ اس کو شہید کر دیا۔

اس واقعے کی اطلاع جب رسول اللہ ﷺ کو ہوئی، تو آپ ﷺ ذوالحجہ کی پانچ/ ۵ تاریخ کو مدینے پر بشیر بن عبدالمنذرؓ کو والی بنا کر اپنے دوسو/ ۲۰۰ جانثار صحابہؓ کی ہمراہی میں ان کا پیچھا کرنے کی غرض سے نکلے۔ لیکن چونکہ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کو پکڑ نہیں سکے۔ اور انہوں نے بھاگتے ہوئے راستے میں جانوروں پر لدا ہوا سامان گرا دیا۔ اور ستو کی جو بوریاں ان کے پاس تھیں، ان کو پھینکنا شروع کر دیا۔ تاکہ بھاگنے میں آسانی ہو۔ اسی لئے اس غزوے کو 'غزوۃ السّویق' یعنی ستو والا غزوہ کہتے ہیں۔

صلوٰۃ العید
(عید کی نماز)

اور اسی سال اللہ عزّ وجل نے عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سنّت کو جاری فرمادیا۔ جس کے ذریعے سے ایک شہر کے رہائش پذیر مسلمانوں کے لئے ممکن ہو سکے کہ وہ اپنے بھائی چارگی کے معاہدوں کی از سر نو تجدید کریں۔ اور دین کو ایک مضبوط حلقے کی صورت میں منظم کر دیں۔ اور یہ سنّت درحقیقت دو دن یعنی عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کے اجتماعیت کی سنت ہیں۔ اور حضور اقدس ﷺ مسلمانوں کو ایک میدان میں جمع فرمایا کرتے تھے۔ اور اللہ کے حضور خوب دعائیں کرتے ہوئے کہ اللہ ان کے تعلق کو ختم نہ فرمادیں۔ اور یہ کہ اللہ ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائیں۔ ان کو دو رکعات نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے محبت کی ترغیب دیتے ہوئے خطبہ ارشاد فرماتے، اور ان کو یاد دلاتے کہ اپنی ذات کا ان پر کیا حق ہے۔ اور اس کے بعد مسلمان ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد فقراء و مسکینوں کو صدقات دینے کے لئے نکل جایا کرتے تھے، تاکہ اس روز تمام مسلمانوں میں خوشی اور مسرّت عام ہو جائے۔

پس فطر کی نماز کے بعد زکوٰۃ اور الضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی کیا کرتے تھے۔ ہم اللہ عزّ وجل سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے دلوں میں بھی ان جیسی اُلفت پیدا فرمادیں۔ اور ہمیں ہمارے اسلاف

Marfat.com

جیسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

زواج علیؓ بفاطمةؓ

(حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی)

اس سال حضرت علیؓ نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی فرمائی۔ حضرت علیؓ کی اس وقت عمر اکیس/۲۱ سال تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ/۱۵ سال تھی۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کے نواسے نواسیاں حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئے۔

امی عائشہؓ کی رخصتی:

اور اس سال حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ کی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رخصتی ہوگئی۔ ان کی عمر اس وقت نو/۹ سال تھی۔

Marfat.com

باب ہشتم

السّنةُ الثالثة

مدنی زندگی کا تیسرا سال

Marfat.com

ہائے اللہ! بد بخت پر بد بختی کا فیصلہ ہو جاتا ہے، تو وہ سنتا ہے نہ ہی دیکھتا ہے۔ پھر وہ دھوکے اور خیانت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے۔ تو اس کے لیے اس کے سوائے کہ دنیا کو اس کے شر سے راحت دے دی جائے، اور کوئی راہ نجات باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح کا بد بخت بنو نضیر کا سردار کعب بن اشرف یہودی تھا۔ اس کو مسلمانوں کی دشمنی نے اندھا کر ڈالا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے حیا کا لباس اتار پھینکا۔ اور قریش کو جناب رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارنے لگا۔ اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت پھیلانے کی کوشش کرنے لگا۔ چنانچہ جب بھی نبی ﷺ کسی کجی کی اصلاح فرماتے تو یہ بد بخت اپنی زبان کا زہر اگل کر اس کو اسی پرانی ہیئت پر لے آتا۔

قتل کعب بن اشرف او سریۃ محمّدبن مسلمه
(کعب بن اشرف کا قتل)

پس منظر:

جب مسلمان بدر میں فتح یاب ہو گئے۔ اور اس (کعب بن اشرف) نے بدر کے قیدیوں کو رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھا تو قریش کے پاس آیا۔ اور ان کے مقتولین کو روتے ہوئے قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارنے لگا۔

چنانچہ ادھر حضور ﷺ نے بھی منادی کرتے ہوئے فرمایا: ''کعب بن اشرف کے قتل کے لیے کون تیار ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ عزّ وجل اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائی ہے۔'' تو انصار میں سے ایک اوسی صحابی حضرت محمد بن مسلمہؓ نے عرض کی: کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ میں اس کا کام تمام کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے جواباً عرض کی: ''تو میں آپ کو اس کے قتل کی گارنٹی دیتا ہوں۔ مگر مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کو مائل کرنے کے لیے اپنی طرف سے کچھ باتیں بناؤں تا کہ ان کے ذریعے سے اس کے قتل پر قدرت حاصل کر لوں۔'' تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی۔

Marfat.com

اس کے بعد یہ اپنی قوم کے چار جانثار ساتھیوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور سیدھے کعب کے پاس آن پہنچے۔ اور اس کو کہا: "یہ شخص (مراد رسول اکرم ﷺ تھے) ہم سے صدقہ طلب کر رہا ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب ہم لوگ تھک چکے ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ سے کچھ سودا سلف ادھار لے سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی فرمایا: "اس نے ہمیں ہمارے اموال لے لے کر بیزار کر کے رکھ دیا ہے مگر اب ہم اس کی پیروی کرتے ہیں اور اس کو یونہی نہیں چھوڑنا چاہتے، یہاں تک کہ دیکھ لیں کہ اس کی شان میں کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ہم آپ سے ایک دو وسق اناج لینا چاہتے ہیں۔"

(وسق عربوں کا ناپ تول کا ایک خاص پیمانہ تھا، جو کہ ساٹھ/۶۰ صاع یا ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھا)

اس نے کہا: "ٹھیک ہے۔ وہ تو میں تم کو دے دوں گا مگر اس کے بدلے کوئی چیز میرے پاس گروی رکھواؤ۔" انہوں نے پوچھا: "تم کیا چیز گروی رکھنا پسند کرتے ہو؟" اس نے کہا: "اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھوا دو۔" انہوں نے کہا: "ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس گروی کیسے رکھوا سکتے ہیں کیونکہ اہل عرب میں آپ بڑے ہی حسن و جمال کے مالک ہیں؟" اس نے کہا: "تو اپنے بچے میرے پاس رکھوا دو۔" انہوں نے پھر حیلہ کرتے ہوئے کہا: "ہم اپنے لخت جگروں کو آپ کے پاس گروی کیسے رکھوا سکتے ہیں، کہیں ان کو کوئی طعنہ نہ دیتا پھرے کہ ایک دو وسق کے عوض میں گروی رکھے گئے تھے۔ اور یہ بات عربوں میں ہمارے لیے ذلت و رسوائی کا باعث بنے گی۔ ہاں البتہ ہم اپنا اسلحہ اور ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھوا سکتے ہیں۔" تو اس پر وہ راضی ہو گیا۔ تو ان حضرات نے اس سے ایک متعینہ رات کو آنے کو وعدہ کر لیا۔

پھر اس متعینہ رات کو یہ اس بد بخت کے پاس آئے اور ان کے ساتھ کعب کے رضاعی بھائی ابو نائلہ، عباد بن بشر، حارث بن اوس اور ابوعبس بن جبیر بھی تھے۔ یہ تمام اوسی صحابہ تھے۔ سیّدنا محمد بن مسلمہؓ نے آ کر آواز لگائی۔ جسے سن کر وہ اپنے گھر سے نکلنے لگا۔ اس کی بیوی نے اس کو کہا: "آپ جنگجو شخص ہیں۔ ہزاروں آپ کے دشمن ہیں۔ آپ اس وقت کہاں چل دیے؟" اس نے جواب دیا: اوہو! یہ

Marfat.com

تو میرے بھتیجے محمد بن مسلمہ اور میرے دودھ شریک بھائی ابو نائلہ ہیں۔ یقیناً اگر عزت دار آدمی کو رات کے وقت بھی لڑائی کے لیے بلایا جائے، تو وہ اس کی پکار کا جواب ضرور دیتا ہے۔ ادھر سیّدنا محمدؓ نے اپنے ساتھیوں کو کہا: ''جب وہ آئے گا، تو میں اس کے بال پکڑ کر اس کو سونگھوں گا۔ جب تم لوگ مجھے دیکھو کہ میں نے اس کے سر پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، تو اس کو مار ڈالنا۔'' اب کعب تلوار سونت کر ان کی طرف آیا۔ اور اس سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ سیّدنا محمدؓ نے کہا: ''اس سے زیادہ بہترین خوشبو تو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ تم مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دو گے؟ اس نے کہا: ہاں! کیوں نہیں۔ تو انہوں نے سونگھنا شروع کر دیا۔ اور جب اس کے سر کو اچھی طرح جکڑ لیا، تو آواز لگائی: ''اس کو پکڑ لو اور قتل کر ڈالو۔'' ان کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اللہ نے مسلمانوں کو اس کی بھونڈی سازشوں سے راحت نصیب فرمائی، جن کا وہ ارادہ کیے بیٹھا تھا۔ پھر ان صحابہؓ نے نبی ﷺ کے لیے بس آ کر یہ خبر گوش گزار کر دی۔ اس بد بخت کا قتل اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں ہوا۔

نبی ﷺ جب بھی کسی سردار سے دھوکہ اور برے ارادے اور جنگ بپا کرنے کو بھانپ لیتے تو اس کے قتل کے لیے کسی شخص کو روانہ فرما دیتے، جو ان کو اس بد بخت کے شر سے نجات دلا دیا کرتا تھا۔ اور اسی طرح کا معاملہ ابو عفک یہودی کے ساتھ کیا جو کہ شر پسندی میں کعب ہی کی طرح تھا۔

غزوہ غطفان او ذی امر

پس منظر:

رسول اکرم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ بنو ثعلبہ اور غطفان کے جنگجو، ''دعثور'' نامی ایک رئیس کی سرداری میں مدینے پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو روکنے ارادہ فرمایا، تاکہ وہ کسی قسم کا حملہ نہ کر سکیں۔ آپ ﷺ نے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو مدینے سے ۴۵۰ افراد کی رفاقت میں ان کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ اور اپنے پیچھے مدینے پر عثمان بن عفان کو نائب مقرر کیا۔

ادھر جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے لڑائی کے لیے آنے کا سنا، تو پہاڑ کی چوٹیوں کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب کہ مسلمان برابر چلتے چلتے پانی کے مقام تک جا پہنچے۔ جس کو ''ذی

Marfat.com

امر'' کہا جاتا ہے۔ لشکر اسلامی نے وہاں پڑاؤ ڈال لیا۔

من یمنعک منّی:

روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کپڑے اتارے، جن سے آپ ﷺ بارش کا پانی خشک فرما رہے تھے۔ اور ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ جب کہ مسلمان پھیل گئے تو آپ ﷺ کو دعثور نے دیکھ لیا۔ تو اپنی تلوار لے کر آپ ﷺ کی جانب بڑھا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔ اور کہا اے محمد (ﷺ) من یّمنعک منّی (تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟) آپ ﷺ نے فوراً فرمایا: اللہ!!! تو اس پر ہیبت اور رعب طاری ہو گیا۔ اور اس ہیبت و رعب نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی۔

اب آپ ﷺ نے اس تلوار کو اٹھا کر دعثور سے کہا: من یّمنعک منّی! کہ (اب) تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: مجھے تو کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو معاف فرما دیا۔ نتیجتاً وہ اسلام لے آیا۔ اور اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دینے لگے۔ اور اللہ نے اس کے دل کو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی سے پھیر دیا۔ اور لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف جنگ پر آمادگی سے آپ ﷺ کی محبت کی طرف پھیر دیا۔ اور وہ لوگوں کو اس محبت کی دعوت دینے لگا۔ چھٹے پارے کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۴ میں آتا ہے:

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

''یہ اللہ کا وہ فضل ہے جسے وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔''

حسن سلوک کا ثمرہ:

اور یہ تمام صرف اور صرف حسن معاملہ کا نتیجہ ہے۔ اور سختی سے دوری کا ثمرہ ہے۔ اور دل کی تنگی سے بُعد کا نتیجہ ہے۔ اللہ عزوجل نے سورۃ آل عمرآن کی آیت نمبر ۱۶۹ میں ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَشَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ

ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی کہ جس کی بناء پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر

Marfat.com

ہو جاتے۔لہٰذا ان کو معاف کردو، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو، اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔"

غزوہ بحران او بنی سلیم

(غزوہ بحران جسے غزوہ بنی سلیم بھی کہا جاتا ہے)

آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ بنو سلیم کا ایک لشکر مدینے پر حملے کا پروگرام بنا رہا ہے۔تو آپ ﷺ ۶ جمادی الاوّل کو اپنے ۳۰۰ صحابہ ؓ کی ہمراہی میں مدینے سے نکل کران کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ اور مدینے میں عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کو اپنا نائب بنا دیا۔جب آپ ﷺ بحران پہنچے، تو وہ لوگ بکھر گئے۔لہٰذا کسی قسم کی تدبیر سے آمنا سامنا نہیں ہوا۔اور آپ ﷺ واپس لوٹ آئے۔

سریہ زید بن حارثہ الیٰ القردۃ

(زید بن حارثہ ؓ کی قیادت میں ایک لشکر "قردہ" کی طرف)

جب قریش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان کی شام کی تجارت کا مدینے سے گزرنے والا راستہ ان پر بند کر دیا گیا ہے۔اور ان کے لیے اس پر صبر کرنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ اس پر ہی تو ان کی زندگانی کا دارومدار تھا تو چارو ناچار انہوں نے عراق کے راستے سے ایک قافلہ شام کی طرف روانہ کیا۔جس میں قریش کی ایک جماعت تھی۔جس میں ابوسفیان بن حرب، سفیان بن امیہ اور حطیب بن عبدالعزیٰ وغیرہ شامل تھے۔تو ان کی خبریں رسول اللہ ﷺ تک پہنچیں۔تو آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کی قیادت میں سو/۱۰۰ اسواروں کو ان کا پیچھا کرنے کے لیے بھیج دیا۔اور یہ معاملہ جمادی الآخرہ میں پیش آیا۔تو یہ لشکر چل پڑا حتیٰ کہ نجد کے کنارے پانی پر جس کا نام "قردہ" تھا اس قافلے کو آلیا۔اس قافلے میں جو کچھ مال مویشی تھے، لے لیے۔اور بندے راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب رہے۔جب یہ مال رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال لیا۔

غزوہ احد

(معرکہ احد)

پس منظر:

Marfat.com

جب قریش کو بدر میں پہنچنے والی تکلیف کا ایک بار پھر سامنا ہوا۔ اور ان کے لیے تجارت کے تمام راستے بند کر دیے گئے، تو ان کے جو سردار بچ گئے تھے، ابو سفیان کے پاس آئے۔ جو اس قافلے کا سردار تھا، جو ان پر تکلیف کا انبار ہانک لایا تھا۔ اور وہ دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ اور اب تک ان میں سے کسی شخص کو اس کا سردار نہیں بنایا گیا تھا۔ تو انہوں نے کہا: ''واقعی محمد ﷺ نے ہمارے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کی دیت بھی نہیں دی۔ اور ہمارے بہت سے بہترین لوگوں کو مار ڈالا ہے۔ لہٰذا اس کا تدارک ضروری ہے۔

انتقام کی آگ میں تجارت بھی جھونک دی:

اب ہم بھی انتقاماً اپنے اموال تجارت سے حاصل شدہ نفع جنگ پر قربان کر کے محمد (ﷺ) اور اس کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے خلاف لڑنے کے لئے اس کو لگانے کے لیے تیار ہیں۔ اس مشورے پر ہر وہ شریک تجارت راضی ہو ہی گیا، جس کا اس نفع میں حصہ تھا۔ اور یہ منافع تقریباً ۵۰۰۰۰/ پچاس ہزار دینار تھا۔

افرادی قوت:

انہوں نے اس کے لیے لوگوں کو جمع کیا، تو قریش میں سے تین ہزار لوگ جمع ہو گئے۔ ان کے ساتھ حبشی بھی تھے، جو کہ بنو مصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی طرف سے ان کے حلیف تھے۔ اسی طرح ان کے ساتھ ایک اوسی راہب ابو عامر بھی شامل ہو گیا۔ جس نے مدینے کو فقط اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ اسے ناپسند تھا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ رہیں۔ اور اس کے ساتھ اسی کے ہم مشن کچھ ساتھی بھی تھے۔ اور ان مشرکین کے ساتھ کنانہ و تہامہ کی جماعتیں بھی نکلی تھیں۔

تقریر اور شاعری کا سہارا:

صفوان بن امیہ نے عزہ شاعر کو کہا: ''تم شاعر آدمی ہو، لہٰذا اپنی زبان سے ہماری مدد کرو، یعنی ہمارے دشمنوں کو جلانے کے لیے کچھ اشعار کہو۔'' (اس شاعر کے بارے میں سیرت کی ورق گردانی کرنے والے کو بھولنا نہیں چاہیے کہ یہ وہی شخص ہے، جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں احسان فرمایا تھا اور بلا فدیے اس کو چھوڑ دیا تھا۔) اس نے کہا: ''میں نے تو محمد (ﷺ) سے وعدہ کیا ہوا

Marfat.com

ہے کہ اس کے خلاف کسی کی مدد نہیں کروں گا۔ اور مجھے ڈر ہے کہ اگر ایک بار پھر اس کے ہاتھ لگ گیا، تو بچ نہیں پاؤں گا۔'' لیکن صفوان اس کی برابر منت سماجت کرتا رہا (کہ بس تم شعر کہو۔) بالآخر اس نے صفوان کا کہا مان لیا۔ اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکالنے لگا۔

خون کا سودا:

جبیر بن مطعم نے اپنے ایک حبشی غلام کو، جس کا نام ''وحشی'' تھا جو کہ بہت بڑا ماہر تیر انداز تھا۔ اس کا نشانہ بہت کم ہی چوکتا تھا۔ تو اس کو کہا: ''لوگوں کے ساتھ آپ بھی جائیں اگر آپ نے حمزہؓ کو قتل کر کے میرے چچا طعیمہ کا بدلہ لے لیا تو آپ آزاد ہیں۔''

اس کے بعد لشکر روانہ ہو گیا۔ ان کے ساتھ گانے گانے والی عورتیں اور دف، ڈھول بینڈ باجے اور شراب (سب کچھ) تھا۔ اور ان میں سے کچھ غیرت مند لوگ اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے آئے تھے، تاکہ بھاگنے کا تصور بھی ذہن میں نہ آئے۔ یہ لشکر مسلسل چلتا رہا حتیٰ کہ مدینہ کے سامنے ''ذوالحلیفہ'' کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

اسلام کے جیالے:

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے بھجوائے ہوئے خط کے ذریعے سے رسول اکرم ﷺ کو بھی ان کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ حضرت عباس بدر میں لگنے والے زخم کو عذر بنا کر اس جنگ میں مشرکین کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ جب حضور ﷺ کو مشرکین کے قریب آنے کی اطلاع ملی، تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو جمع فرما کر ان کو صورتحال سے آگاہ فرمایا۔ اور مشورہ مانگتے ہوئے پوچھا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ تم مدینے میں ٹھہرے رہو، اور ان کو آنے دو، یہاں تک کہ وہ جہاں پہنچ گئے ہیں اگر وہاں انہوں نے قیام کر لیا تو بہت بری جگہ قیام کریں گے۔ اور اگر انہوں نے مدینے میں گھس کر ہم پر حملہ کرنے کی جسارت کی تو ہم ان سے قتال کریں۔'' تو حضور انور ﷺ کی اس رائے کے عین موافق مہاجرین وانصار کے بزرگوں کی رائے تھی۔ اسی طرح رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی۔ جب کہ نوجوان صحابہؓ اور ان میں بھی خصوصاً وہ جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، انہوں نے مدینے سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ اور ان کے ساتھ ساتھ سید الشہداء حمزہ

Marfat.com

بن عبد المطلبؓ کی بھی یہی رائے تھی۔ اور یہ لوگ مسلسل اپنی بات پر مصر رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات مان لی۔ کیونکہ یہ لوگ تعداد میں زیادہ اور طاقت کے لحاظ سے قوی تھے۔ دس/۱۰ شوال کو آنحضرت ﷺ نے ان کو جمعے کی نماز پڑھائی۔ اور خطبے میں ثابت قدمی اور صبر پر ابھارتے ہوئے فرمایا: ''جب تک تم ثابت قدم رہو گے تمہاری مدد کی جائے گی۔''

سرورِ دو عالم ﷺ ایک جنگی فوجی کے روپ میں:

اس کے بعد اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اور اپنا جنگی لباس زیب تن کر لیا۔ اور ڈبل زرہیں پہن لیں۔ اور تلوار لٹکالی۔ اور اپنی پیٹھ پر ڈھال لٹکالی۔

نبی ﷺ کی شان:

دوسری طرف جب انصار صحابہؓ میں سے اہل رائے حضرات نے یہ دیکھا کہ نوجوانوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینے سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر مجبور کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تم لوگ اس معاملے کو رسول اللہ ﷺ پر ہی چھوڑ دو۔ اور جو حکم حضور ﷺ فرمائیں گے، ہم بس وہی بجالائیں گے۔ تو جب آنحضرت ﷺ سامان حرب سے آراستہ ہو کر اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، تو انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کی رائے کی اتباع کرتے ہیں (یعنی مدینے میں رہ کر ہی جنگ کرنے کو تیار ہیں۔'') آنحضرت ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا: ''کسی نبی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اس نے جنگ کا جو لباس اسلحے کی صورت میں زیب تن کیا ہو، اللہ عزوجل اور اس کے دشمنوں کے مابین کسی فیصلے سے پہلے اس کو اتار دے۔'' اس کے بعد جھنڈا باندھ دیا۔ مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمیرؓ کو دیا۔ اور خزرج کا جھنڈا خباب بن منذرؓ کے پاس تھا۔ اور اوس کا جھنڈا اسید بن حضیرؓ کے پاس تھا۔ اس روز آنحضرت ﷺ کے ہمراہ ایک ہزار/۱۰۰۰ لوگ نکلے تھے۔

منافق اور کافر ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں:

جب یہ مقدس قافلہ راس الثنیہ کے مقام پر پہنچا تو آنحضرت ﷺ کو ایک لشکر جرار نظر آیا۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ یہ عبد اللہ بن ابی کے حلیف ہیں، جن کا تعلق یہود سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات تو یقینی ہے کہ ہم کبھی مشرک کے خلاف کسی

Marfat.com

کافر سے مدد نہیں لینا چاہتے۔" اور ان (یہود) کو واپس لوٹ جانے کا حکم فرمایا کیونکہ آپ ﷺ ان کی جانب سے محفوظ نہ تھے کہ خیانت ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔

شوق جہاد:

اس کے بعد لشکر آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، تو جو چھوٹی عمر کے تھے، ان کو واپس لوٹا دیا گیا۔ اور جن کو لوٹایا گیا، ان میں رافع بن خدیجؓ اور سمرہ بن جندبؓ بھی تھے۔ مگر بعد میں رافعؓ کو اجازت دے دی گئی، کیونکہ ان کی تیراندازی مشہور تھی۔ یہ منظر دیکھ کر سمرہ رونے لگے۔ اور اپنی والدہ کے شوہر یعنی اپنے سوتیلے والد صاحب کو سفارش کرنے کی غرض سے کہا کہ رافع کو اجازت دے دی گئی ہے۔ اور مجھے یونہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ جب یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کو کشتی کرنے کا حکم فرمایا، تو حضرت سمرہؓ غالب آگئے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے ان کو بھی اجازت مرحمت فرمادی۔

اس کے بعد حضرت ﷺ نے رات اسی جگہ پر گزاری۔ اور قافلے کی نگرانی یا چوکیداری پر محمد بن مسلمہؓ کو مقرر فرمایا۔ اور خصوصی طور پر اپنی چوکیداری کے لیے ذکوان بن عبدقیسؓ کا انتخاب فرمایا۔

منافقین کی شقاوت:

پھر یہ عظیم لشکر صبح صبح چل پڑا۔ حتیٰ کہ جب "احد" اور مدینے کے درمیان واقع "شوط" نامی باغ میں پہنچا، تو وہاں سے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو/۳۰۰ ساتھیوں کے ہمراہ واپس لوٹ گیا۔ اور کہنے لگا: محمد (ﷺ) نے میری بات نہ مان کر میری نافرمانی کی ہے۔ اور لڑکوں کی بات مان کر چل پڑا ہے۔ تو اب ہم کس بناء پر جنگوں میں جا کر اپنے آپ کو مروائیں؟" تو جابر کے والد عبداللہ بن عمرو ان لوگوں کے پیچھے پیچھے گئے اور ان کو کہا: "اے قوم! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اپنی قوم اور اپنے نبی کو رسوا مت کرو۔" انہوں نے جو جواب دیا اس کو چوتھے پارے کی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۷ نے اس کو اس پیرائے میں بند کیا ہے کہ انہوں نے یوں کہا:

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۔

"اگر ہم دیکھتے کہ (جنگ کی طرح) جنگ ہوگی تو ہم ضرور آپ کے پیچھے چلتے۔"

Marfat.com

تو ان صحابی رسول ﷺ نے ان کو یوں جواب دیا: ''اللہ نے تمہیں اپنی رحمت سے دور کیا۔ یقیناً اللہ اپنے نبی ﷺ کو کسی چیز میں تمہارا احتاج نہیں رکھیں گے۔

عبد اللہ بن ابی کے اس عمل کو دیکھ کر مسلمانوں کی دو جماعتیں بنو حارثہ جو کہ خزرجی ہے۔ اور بنو سلمہ جو کہ اوسی ہے۔ ان میں ذرا بزدلی نے انگڑائی لی۔ مگر اللہ جل جلالہ نے ان کو اس سے بچالیا۔ اور اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ بن کر ان دھوکے بازوں کے انجام کار کے بارے میں تبصرہ کرنے لگے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا: ہم ان لوگوں سے جنگ کریں گے۔ دوسرا کہہ رہا تھا: نہیں بلکہ چھوڑ دیں گے۔ تو اللہ عزوجل نے پانچویں پارے کی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۸ میں حکم نازل فرمایا:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔

''تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ ہو گئے۔ حالانکہ انہوں نے جیسے کام کئے ہیں، ان کی بناء پر اللہ نے ان کو اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کی رہنمائی کرنا چاہتے ہو، جس کو اللہ نے (اس کے عمل کے سبب) گمراہ کر دیا؟ (یاد رکھو!) جس کو اللہ گمراہی میں مبتلا کرے، اس کے لئے تم ہر گز کبھی کوئی بھلائی کا راستہ نہیں پا سکتے۔''

صف بندی:

اس کے بعد یہ لشکر اسلام چل پڑا۔ یہاں تک کہ احد پہاڑ کی گھاٹی میں جا اترا۔ اور پہاڑ کی جانب اپنی پشت کر لی۔ اور اپنا رخ مدینے کی جانب کر لیا۔ اور مشرکین نے احد پہاڑ سے پہلے واقع ''بطن وادی'' کے مقام پر پڑاؤ کر لیا۔ مشرکین کے اس لشکر کے میمنہ میں (دائیں جانب) خالد بن ولید اور میسرہ میں (بائیں جانب) عکرمہ بن ابو جہل تھے۔ اور پیادوں پر صفوان بن امیہ تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے خالد بن ولید کے مقابلے میں زبیر بن عوام ؓ کو اور دیگر مسلمانوں کو کفار کے بقیہ لشکر کے مد مقابل کھڑا کر دیا۔

تیر اندازوں کی فوج:

اسی طرح تیر انداز مجاہدوں کو طلب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ۵۰ جانباز ہیں۔ جن کے نگران عبد اللہ بن

Marfat.com

جبیر انصاریؓ تھے۔ آپ ﷺ نے ان حضرات کو لشکر کے عقب میں واقع احد پہاڑ کے اوپر مقرر فرما دیا۔ اور بڑی سختی سے ہدایت فرمائی کہ اس مقام سے مت ہٹنا چاہے تم دیکھو کہ ہم نے کفار پر غلبہ پالیا ہے۔ اور اگر وہ کفار ہم پر غالب آجاتے ہیں تو بھی یہاں سے مت ہلنا۔

خطبہ:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے صفوں کو درست فرمانے کا حکم فرمایا۔ اور مسلمانوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''روح الامین (سیّدنا جبرئیل امینؑ) نے میرے دل میں یہ بات القاء کی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز ہرگز نہیں مر سکتا، جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کر لے اور نہ ہی وہ کسی شے سے (جو اس کی قسمت میں لکھی ہو) محروم ہو سکتا ہے۔ اگر چہ وہ اس سے ذرا متاخر ہو جائے۔ لہٰذا اپنے رب سے ڈرو۔ طلب معاش میں اچھا طریقہ اختیار کرو۔ اور اس میں تاخیر کا ہونا تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اس کو اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے مانگنے لگ جاؤ۔ اور ایک مومن دوسرے مومن کا ایسا ہی جزو ہے، جیسا کہ سر بدن کا جزو ہے کہ جب وہ شکایت کرتا ہے، تو سارا جسم پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔

مبارزہ/ پہلوانی:

اس کے بعد مبارزے یعنی للکار کر فرداً فرداً لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو مشرکین کی صفوں میں سے ایک شخص نکلا۔ ادھر سے حضرت زبیرؓ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر ڈالا۔ اس کے بعد مشرکین کا جھنڈا طلحہ بن ابو طلحہ نے اٹھا لیا۔ جس کو سیّدنا علیؓ نے واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی عثمان نے جھنڈا اٹھا لیا۔ اس کو سیّد الشہداء حضرت حمزہؓ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں کے بھائی ابو سعید نے جھنڈا اٹھا لیا۔ جس کو سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے ایک تیر کا نشانہ بنایا، جس نے اس کے لئے جہنم کا فیصلہ کر دیا۔ پھر کفر کے اس جھنڈے کو (جس کی فطرت میں ہی ہزیمت تھی) طلحہ بن ابو طلحہ کی اولاد میں مسلسل ۹ لوگ بلند کرتے رہے۔ مگر ان میں سے ہر ایک کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا گیا۔ اور مشرکین کی صفوں میں سے عبد الرحمٰن بن ابو بکر للکارتے ہوئے نکلا، تو اس کو والد خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کے مقابلے میں جانے کا ارادہ کیا۔ مگر حضور ﷺ نے اپنے ان چہیتے صحابی کو یوں کہتے ہوئے

Marfat.com

روک لیا: ''اے ابوبکر ہمیں اپنے سے فائدہ دیجیے (یعنی آپ ہمارے درمیان ہی رہیے تاکہ دین وملت کی خوب خدمت کر سکیں ایسا نہ ہو کہ آپ مقابلے کے لیے جائیں اور آپ کو کچھ ہو جائے'') اس کے بعد مشرکین کے گھڑسوار مسلمانوں پر تین بار چڑھ دوڑے۔اور ہر بار مسلمان تیروں کے ذریعے بچاؤ کرتے رہے۔اور مشرکین منہ کی کھا کر پیچھے ہٹے۔پھر جب صفیں بندھ گئیں۔اور لڑائی گرم ہوگئی، تو مشرکین کی عورتوں نے دفوں کو بجانا شروع کر دیا۔اور اپنے لوگوں کی ہمتوں اور جذبات کو ابھارنے کے لیے اشعار پڑھنے لگیں۔ادھر حضور اقدس ﷺ جب بھی ان عورتوں کے گیتوں کو سنتے تو فرماتے تھے: ''اے اللہ! آپ کی ہی مدد سے میں دفاع کرتا ہوں۔اور تیری ہی راہ میں حملہ آور ہوتا ہوں۔اور تیری راہ میں جنگ کرتا ہوں۔مجھے اللہ کافی ہے۔اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

حمزہؓ کی شہادت:

اور اس گھمسان کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے چچا سیّد الشہداء حمزہ بن عبدالمطلبؓ بھی شہید کر دیے گئے۔دراصل وحشی نے آپؓ کو بے خبری کے عالم میں دیکھا اور وہ کسی ایسے ہی موقعے کی تلاش میں جنگ کی صفوں میں منڈلا رہا تھا۔بالآخر وہ انؓ کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہو ہی گیا، جو چوکا نہیں۔

کفر کی پسپائی شروع:

بہر حال! جب مشرکین کے تمام علمبردار قتل کر دیے گئے۔اور ان میں سے کوئی جھنڈے کے قریب ہونے کی ہمت نہ کر سکا، تو انہوں نے پیٹھیں پھیر لیں۔ان کی عورتیں روتیں اور آہ و بکا کرتیں واپس پلٹ رہیں تھی۔مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔اور مال واسباب غنیمت کو جمع کرنا شروع کر دیا۔

تیراندازوں کی سوچ:

ادھر سے جب مسلمانوں کے عقب سے حفاظت پر مامور پہاڑ کے اوپر مقرر کردہ تیراندازوں نے یہ معاملہ دیکھا، تو انہوں نے آپس میں کہا: اب اس جگہ پر ہمارے ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور وہ سیّد الحکیم ﷺ کے فرمان مقدس کو بھول گئے۔ان کے امیر نے ان کو یہ حکم یاد بھی دلایا، مگر وہ اس کی جانب متوجہ نہ ہوئے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔البتہ ان کے امیر اسی جگہ پر ثابت قدم رہے۔اسی طرح ان کے ہمراہ ان کے تھوڑے سے ساتھی بھی ٹھہرے رہے۔

Marfat.com

حملہ اور اشتعال:

اس وقت کے مشرکین کے ایک سردار (جن کے مقدر میں رب کائنات نے شمع اسلام کی روشنی کو منور کرنے کا فیصلہ صادر فرما دیا تھا) یعنی حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب پہاڑ کو تیر اندازوں سے خالی دیکھا تو ایک چھوٹا سا لشکر اپنے ساتھ لے کر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور وہاں جو تیر انداز بچے ہوئے تھے، ان کو قتل کر ڈالا۔ اور مسلمانوں پر ان کی پیٹھ پر سے حملہ کر ڈالا۔ جب کہ وہ مال غنیمت سمیٹنے میں مشغول تھے۔ پس جب اچانک انہوں نے اس مصیبت کو آتے دیکھا، تو دہشت زدہ رہ گئے۔ اور مال غنیمت کی لوٹی ہوئی جو اشیاء ان کے ہاتھوں میں تھیں، وہ انہوں نے چھوڑ دیں۔ اور ان کی صفیں ٹوٹ گئیں۔ اور وہ لاشعوری طور پر دشمن میں مل جل گئے۔ حتیٰ کہ آپس میں ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ مشرکین کی ایک عورت نے آگے بڑھ کر جھنڈا بھی اٹھالیا۔ مشرکین اس کے اردگرد جمع ہونے لگے۔

حواس باختہ کر دینے والی یہ خبر بھی بجلی بن کے گری:

مشرکین میں سے ابن قمیہ نامی ایک شخص نے مسلمانوں کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کر ڈالا۔ اور لشکر میں یہ خبر اڑا دی کہ (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) شہید کر دیے گئے ہیں۔ یہ سن کر تو اور مسلمانوں میں بزدلی پھیل گئی۔ حتیٰ کہ کچھ مسلمانوں نے تو یہ تک کہہ دیا تھا: ''جب محمد ﷺ ہی قتل کر دیے گئے ہیں تو اب ہم کس چیز پر لڑیں؟؟؟ لہٰذا اب اپنی قوم کی طرف لوٹ چلو، جو کہ تمہیں امن دے دیں گے۔'' اور ایک جماعت یہ کہہ رہی تھی: ''جب محمد ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں، تو کیا ہوا۔ اب تم اپنے دین کے لیے لڑو۔'' اس (وقتی) بزدلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے جن میں سیّدنا ولید بن عتبہ، خارجہ بن زید، رفاعہ بن معلیٰ اور عثمان بن عفان رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ انہوں نے شکست تسلیم کر لی۔ اور مدینے کی جانب چل دیے۔ لیکن بعد میں یہ حضرات اپنی اس بات پر نادم ہوئے۔ کہ وہ مدینے میں داخل ہوں۔ لہٰذا یہ لوگ واپس لوٹ آئے۔

جبل استقامت:

اس نازک مرحلے پر بھی عزائم کے جبل اعظم حضور اقدس ﷺ نے مسلسل ثابت قدمی اختیار کیے رکھی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت بھی اس خون ریز مورچے پر جمی رہی۔ جن میں ابو طلحہ

Marfat.com

انصاریؓ مسلسل سامنے سے آنے والے تیروں کو اپنے سینے پر کھا کر حضور ﷺ کا دفاع فرما رہے تھے۔ وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ انہوں نے اپنا ترکش رسول اللہ ﷺ کے سامنے پھیلا دیا وہ یہ کہتے جا رہے تھے:

''میری جان آپ ﷺ کی جان پر فدا ہے۔ اور میرا چہرہ آپ ﷺ کے چہرے پر قربان ہے۔'' اور جو شخص بھی گزرتا تو نبی اکرم ﷺ سے کہتے: ''اپنے ترکش کو ابو طلحہ کے سامنے پھیلا دو'' اور حضور ﷺ قوم کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ تیر مارنے کی جگہوں کو دیکھیں تو ابو طلحہ آپ ﷺ کو فرماتے: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہا آپ اس طرف مت دیکھیے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بد قسمت قوم کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو چھلنی کر دے۔ میری جان حاضر ہے، بس آپ کو کچھ نہ ہو۔''

جانثاران محمد ﷺ:

اس نازک مرحلے پر جن مردان مجاہد نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، ان میں سے ایک سعد بن ابی وقاصؓ بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ ان کو فرماتے تھے: ''اے سعد! تیر اندازی کرو، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔''

ان میں سے سہل بن حنیفؓ بھی ہیں۔ یہ صحابیؓ بھی مشہور تیر اندازوں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے تیر اندازی کی ایسی بوچھاڑ کی کہ لوگ آنحضرت ﷺ سے دور ہوتے چلے گئے۔

ان میں سے ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاریؓ بھی ہیں۔ جو کہ اس وقت حضور اقدس ﷺ کی ڈھال بنے ہوئے تھے۔ یہ حضور ﷺ پر جھکے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے تیر ان کی پیٹھ پر لگ رہے تھے یہاں تک کہ ان کی کمر تیروں کا مسکن بن کر رہ گئی۔

جناب زیاد بن سکنؓ بھی آنحضرت ﷺ کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے لڑ رہے تھے، حتیٰ کہ ان کو مہلک زخم لگ گئے۔ تو حضور ﷺ نے ان کو لانے کا حکم فرمایا۔ جب ان کو حضور اقدس ﷺ کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے قدم مبارک کو تکیہ بنایا۔ یہاں تک کہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔

خود حضور اقدس ﷺ کو اس موقع پر سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جن کو آپ ﷺ نے اپنی خداوند تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ ثابت قدمی سے برداشت کیا۔

Marfat.com

ابی بن خلف کو حضور ﷺ نے قتل کر دیا:

اسی اثنا میں ابی بن خلف آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آپ ﷺ کی جانب بڑھا۔تو حضور ﷺ نے اپنے پاس جو صحابہؓ تھے،ان سے ایک نیزہ لیا۔اور فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو۔جب وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا۔تو آپ ﷺ نے اسے ایک ایسی کاری ضرب لگائی،جو کہ اس کے واپس لوٹنے کے بعد اس، کی ہلاکت کا سبب بنی۔رسول خدا ﷺ نے اس کے علاوہ کسی اور کو قتل نہیں کیا۔نہ تو اس غزوے میں نہ ہی کسی اور غزوے میں۔

کچھ دلخراش مناظر، جو یقیناً کچھ پیغام دیتے ہیں۔ذرا سوچئے!!

خبیث، ابو عامر نامی راہب نے گڑھے کھودے۔اور ان کو ڈھانپ دیا تاکہ مسلمان اس میں گر جائیں۔ایک گڑھے میں رسول اللہ ﷺ گر کر بے ہوش ہو گئے۔اور دوران جنگ یہ پریشان کن صورت حال سامنے آگئی۔آپ ﷺ کے گھٹنے زخمی ہو گئے۔

یہ نا قابل برداشت منظر جس نے چشم فلک کو بھی رلا دیا تھا، دیکھ کر اس نازک مرحلے پر ثابت قدمی کا اظہار کرنے والے مرد مجاہدین میں سے سیّدنا علیؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ لپک کر آگے بڑھے۔اور حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو تھاما۔اور طلحہ بن عبید اللہؓ نے اوپر اٹھالیا۔یہاں تک کہ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔تو عتبہ بن ابی وقاص نے ایک تیر مارا جس سے آپ ﷺ کے دو اوپری دانت مبارک شہید ہو گئے۔یہ دلخراش منظر دیکھ کر سیّدنا حاطب بن ابی بلتعہؓ اس کے پیچھے لگ گئے۔حتیٰ کہ اس بد بخت کو اس کے انجام یعنی جہنم میں پہنچا کر ہی دم لیا۔

عبد اللہ بن شہاب زہری نے آنحضرت ﷺ کے چہرے مبارک کو زخمی کر دیا۔

اللہ ابن قمئہ پر اپنا غضب نازل فرمائے۔جس کی ضرب سے آنحضرت ﷺ کے سر مبارک میں خود (یعنی جنگ کے دنوں میں پہنی جانے والی لوہے کی جنگی ٹوپی) کی کڑیاں آپ ﷺ کے چہرے میں گھسنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے دونوں گال مبارک زخمی ہو گئے۔تو جناب ابو عبیدہؓ آگے بڑھے۔اور وہ کڑیاں دانتوں سے کھینچیں۔یہاں تک کہ ان کو نکال پھینکا۔اور اس عمل میں انؓ کے دو دانت بھی شہید ہو گئے۔

Marfat.com

اس لمحے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے، جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہو؟'' تو اللہ عزوجل نے چوتھے پارے میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۸ میں نازل فرمائی:

لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَہُمۡ فَاِنَّہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ

''(اے پیغمبر!) آپ کو اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو اس وجہ سے عذاب دے کہ وہ ظالم لوگ ہیں۔''

مژدہ سنانے والے صحابیؓ:

جناب کعب بن مالک انصاریؓ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اس دہشت اور افراتفری کے بعد حضرت ﷺ کو پہچان لیا تو انہوں نے دیکھتے ہی آواز لگائی: ''اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔'' تو حضور ﷺ نے ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور آپ ﷺ سعد بن ابی وقاصؓ اور سعد بن ابی عبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے گھاٹی کی جانب چل دیے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت تھی۔ جس میں سیّدنا ابوبکر، عمر، علی، طلحہ، زبیر اور حارث بن الصمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

آفتابِ نبوت کو گہنانے کی ناکام کوشش:

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اس وقت یہ کہتا ہوا آگے بڑھا: ''محمد (ﷺ) کہاں ہے؟ آج یا تو محمد (ﷺ) رہے گا یا میں رہوں گا''۔ (اس بدارادی کے سبب) اس کا گھوڑا پھسلا، اور وہ گڑھے میں جا گرا۔ حضرت حارث بن الصمہؓ اس کی جانب لپکے اور اس کو قتل کر ڈالا۔

جب آپ ﷺ گھاٹی میں پہنچے تو آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ تشریف لائیں۔ اور آپ ﷺ کے خون مبارک کو دھو ڈالا۔ جبکہ حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے چادر سے ایک ٹکڑا پھاڑا۔ اور اس کو جلا کر حضور ﷺ کے زخموں پر رکھ دیا، جس سے مزید خون بہنا بند ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس گھاٹی میں موجود ایک چٹان پر چڑھنا چاہا، لیکن زیادہ خون بہہ جانے کے سبب آپ ﷺ کے لیے تو کھڑا ہونا ہی مشکل ہو رہا تھا۔ لہٰذا جناب طلحہ بن عبید اللہؓ آپ ﷺ کو اٹھا کر اس پر چڑھ گئے۔ تو آپ ﷺ نے پہاڑ کی پیٹھ پر مشرکین کی ایک جماعت دیکھی تو فرمایا: ''یہ کسی صورت میں

Marfat.com

ہمارے اوپر غالب نہیں آسکیں۔ اے اللہ! ہمارے پاس آپ کے سوا کوئی طاقت نہیں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے عمر بن خطابؓ کو ایک جماعت کے ہمراہ روانہ فرمایا، جنہوں نے ان مشرکین کو وہاں سے اتار پھینکا۔

صبر کی تاریخ ساز مثالیں:

جو مسلمان اس نازک موڑ پر حضرت اقدس ﷺ کے ہمراہ تھے، ان کو بہت زیادہ اور سخت زخم پہنچے، کیونکہ ان میں سے ہر شخص اس ڈر سے کہ یہ تیر جناب رسول اکرم ﷺ کو نہ جا لگیں، تیروں کو اپنے سینے پر کھا رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ کو ستر/۷۰ سے بھی زیادہ زخم لگے۔ ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔ کعب بن مالکؓ کو سترہ زخم لگے۔

شہدائے احد:

جب کہ شہداء کی تعداد ستر/۷۷ تھی۔ جن میں سے چھ ۶ مہاجرین صحابہؓ تھے۔ اور باقی انصاری صحابہؓ تھے۔ شہید ہونے والے مہاجرین صحابہؓ میں حضرت حمزہ بن ابو مطلبؓ اور مصعب بن عمیرؓ شامل تھے۔ اور انصاری صحابہ میں حنظلہ بن ابو عامر، عمرو بن جموح، ان کے صاحبزادے خلاد بن عمرو اور ان کے برادر نسبتی عبداللہ جو جابر بن عبداللہ کے والد صاحب ہیں، بھی شامل ہیں۔ رضوان اللہ علیہم۔

شہداء کو احد میں ہی رہنے دو!

عمرو کی بیوی ہند بنت عمرو بن حرام تشریف لائیں۔ اور ان شہداء میں سے اپنے شوہر، بیٹے، اور بھائی کو اپنے "اونٹ" پر لادا تاکہ ان کو مدینے میں دفن کر سکیں۔ لیکن رسول اکرم ﷺ نے شہداء کو احد کے میدان کے علاوہ کہیں اور دفنانے سے منع فرمایا۔ تو انہوںؓ نے ان کو چھوڑ دیا۔

مرتے دم تک عہد نبھانے والے:

اس غزوے میں سعد بن ربیعؓ بھی شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک بندے کو ان کی خبر گیری کے لیے میدان کارزار میں بھیجا تھا، تو اس نے ان کو شہداء کے درمیان پڑے پایا۔ اس وقت ان میں زندگانی کے کچھ آثار باقی تھے۔ ان کو کہا گیا: "رسول اللہ ﷺ آپ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ تو اس شخص کو انہوں نے یہ پیغام دیا کہ جا کر میری قوم کو کہہ دینا کہ سعد بن ربیع ان کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ خدا

Marfat.com

کا واسطہ! عقبہ کی رات کو جو وعدہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا، اب اس کو نبھانا تمہارے ذمے ہے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

اسی طرح سیّدنا انس بن مالکؓ کے چچا سیّدنا انس بن نضرؓ بھی شہید ہو گئے۔ کیونکہ جب انہوں نے یہ خبر سنی کہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے، تو انہوں نے کہا تھا: ''اے میری قوم! اب رسول اللہ ﷺ کے بعد تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ آؤ اسی عزم پر جان نچھاور کریں، جس پر تمہارے بھائیوں نے جانیں دی ہیں۔ اور اس کے بعد وہؓ دیوانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے رضی اللہ علیہم اجمعین۔

مثلہ (لاشوں کی بے حرمتی):

قریش نے احد کے شہداء کا مثلہ بنایا (لاشوں کے ناک، کان کاٹنا، بے حرمتی کرنا) حتیٰ کہ ابو سفیان کی بیوی ہند نے تو حضرت حمزہؓ کے شکم مبارک کو چاک کیا۔ اور کھانے کے لیے ان کے کلیجے کو نکالا۔ پھر اس کو چبایا بھی۔ اور پھر چھوڑ دیا۔ اور تقریباً یہی معاملہ تمام شہداء کے ساتھ کیا گیا۔

اس کے بعد ابو سفیان پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور بلند آواز میں یہ صدا لگائی: ''جنگ تو سجال ہے (کبھی ایک فریق تو کبھی دوسرا فریق غلبہ حاصل کرتا ہے۔) آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اگلے سال بدر کے مقام پر پھر ملیں گے۔'' اس کے بعد کہا: سنو مسلمانو! تم اپنے مقتولین کو مثلہ کیا ہوا پاؤ گے۔ میں نے اگرچہ اس کا حکم تو نہیں دیا تھا، مگر یہ بات مجھے ذرا بری بھی نہیں لگی۔ اس کے بعد مشرکین مکہ لوٹ گئے۔ اور مدینے پر چڑھائی نہیں کی۔

کیا یہ مسلمانوں کی شکست تھی؟؟؟

مشرکین کا اس روز پیٹھ پھیر کر واپس ہو جانا اس حقیقت متردّدہ کی دیگر نشانیوں میں سے ایک ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دراصل اس روز مسلمان شکست خوردہ نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ لازمی طور پر مشرکین ان کا پیچھا کرتے حتیٰ کہ مدینے تک جا پہنچتے۔ اور اس پر حملہ آور ہو جاتے۔

شہداء کی تدفین:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے شہداء کو تلاش کرنا شروع کیا۔ اور اپنے چچا حمزہؓ کی شہادت اور اس

Marfat.com

حالت زار کو دیکھ کر آپ ﷺ بے حد غمگین ہو گئے۔ اور تمام شہداء کو احد کے میدان میں ہی دفنا دیا گیا۔ اور ہر شہید کو اس کے انہی کپڑوں میں دفنایا گیا، جس میں اس نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ اور ایک ہی قبر میں دو دو تین تین شہداء کو دفنایا جا رہا تھا، کیونکہ اس جان توڑ جنگ و جدال کے بعد مسلمان تھکاوٹ سے چور چور ہو چکے تھے۔ لہٰذا ان کے لیے کام انتہائی مشکل ہو گیا تھا کہ ہر شہید کو ایک الگ گڑھا کھود کر اس کو اس میں دفن کریں۔

اور جب مسلمان واپس مدینہ لوٹے، تو یہود و منافقین ان کا مذاق اڑانے لگے۔ اور نفرت کی جو آگ ان کے سینوں میں سلگ رہی تھی (وہ بھڑک اٹھی) اس کا کھل کر اظہار کر دیا اور انہوں نے اپنے بھائیوں سے اس طرح کے جملے کہنا شروع کر دیے، جن کو چوتھے پارے کی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۶ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَاقُتِلُوْا .

"اگر وہ ہمارے ساتھ رہتے تو نہ مرتے اور نہ ہی انہیں قتل کیا جاتا۔"

نتائج وثمرات:

یہ آزمائش جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو مبتلا کیا اس میں بہت سے اہم سبق ہیں۔ جن میں دو بڑے بڑے کام ذکر کیے جاتے ہیں کہ جن کو مسلمانوں نے چھوڑا، تو ان کو نقصان پہنچا ان میں سے:

پہلا: رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مکمل اطاعت کرنا کہ آپ ﷺ نے تیر اندازوں کو حکم فرمایا تھا کہ چاہے ہم فتح یاب ہو جائیں یا مغلوب ہوں۔ تم لوگ کسی صورت میں اپنی جگہ مت چھوڑنا مگر انہوں نے اس حکم کی کما حقہ اطاعت نہیں کی۔ اور پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔

دوسرا: تمام اعمال صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ہونے چاہییں۔ اور اس میں دنیاوی فوائد مطمح نظر نہیں ہونا چاہییں۔ جو کہ بڑے بڑے مصائب کا سبب بنتے ہیں۔ اس وقت یہی غلطی ہوئی کہ (بہ ظاہر) ان حضرات نے دنیا کے فائدے حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور مال غنیمت سمیٹنے میں مشغول ہو گئے۔ لہٰذا فوراً ہی اس کی سزا بھی مل گئی۔ اور اسی سلسلے میں اللہ عزوجل نے چوتھے پارے

Marfat.com

میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۲ نازل فرمائی جو کہ غزوہ احد کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کرتی ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

''اور اللہ تعالیٰ تو تم سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر چکے تھے، جب تم اللہ کے ہی حکم سے ان کافروں کو قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی۔ اور حکم کے بارے میں باہم اختلاف کیا۔ اور جب اللہ نے تمہاری پسندیدہ چیز تمہیں دکھائی تو تم نے (اپنے امیر کا) کہنا نہیں مانا۔ تم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔ پھر اللہ نے ان سے تمہارا رخ پھیر دیا، تا کہ تم کو آزمائے۔ اب وہ تم کو معاف کر چکا ہے۔ اور اللہ ایمان والوں پر فضل کرنے والا ہے۔''

تو اس طرح سے اس آزمائش کا سبب تین چیزیں بنیں:

۱۔ آپس کا لڑائی جھگڑا! لہٰذا اتفاق کرنا چاہیے۔ اور

۲۔ بزدلی! لہٰذا ثابت قدمی اختیار کرنا چاہیے۔ اور

۳۔ نافرمانی! لہٰذا امیر کی اطاعت کرنی چاہیے۔

ہم اللہ عزوجل سے دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزّ وجل ہمیں ان تینوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

غزوہ حمراء الاسد

(حمراء الاسد کی جانب پیش قدمی)

ایک جنگی حکمت عملی سے بھرپور قدم:

جب نبی اکرم ﷺ مدینہ لوٹے، تو مشرکین کے دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کے ارادے کے حوالے

Marfat.com

سے بہت محتاط ہو گئے کہ کہیں وہ مکمل طور پر فتح حاصل کرنے کی غرض سے مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کو دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے جمع فرمایا۔ اور یہ شرط لگادی کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں، جو کل جنگ میں شریک تھے۔ صحابہ کرام ؓ زخموں سے چور ہونے کے باوجود اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے فوراً پیچھا کرنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ اور جلدی سے اپنے زخموں کی مرہم پٹی کروائی۔ اور نکل پڑے۔ اور ابھی تک جھنڈا ابھی بندھا ہوا تھا۔ اس کو کھولا بھی نہیں گیا تھا۔ وہ آپ ﷺ نے علی ؓ کو مرحمت فرمادیا۔ اور مدینے پر سیّدنا عبداللہ بن امّ مکتوم ؓ کو والی بنا کر یہ لشکر روانہ ہو گیا۔ اور حمراء الاسد کے مقام پر جا پہنچا۔ حضور ﷺ کا گمان درست نکلا کہ مشرکین نے (بزعم خویش) کامیابی حاصل کرنے کے باوجود مدینے میں گھس کر مسلمانوں پر حملہ کر کے فتح حاصل کیے بغیر لوٹ آنے پر ایک دوسرے کو سخت ملامت کی۔ چنانچہ انہوں نے نکلنے پر اصرار کیا۔ لیکن جب انہوں نے سنا کہ رسول اکرم ﷺ ان کا پیچھا کرتے ہوئے مدینے سے نکل آئے ہیں۔ تو انہوں نے سوچا کہ آج تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ تازہ دم لوگ بھی آگئے ہوں گے، جنہوں نے کل جنگ میں شرکت نہیں کی ہوگی۔ اس طرح سے اللہ عزوجل نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا، لہٰذا انہوں نے مکے ہی کی جانب اپنا سفر جاری رکھا۔ اور رسول اکرم ﷺ اپنے پاکیزہ مقصد میں ایک بار پھر کامیاب رہے۔

مؤمن کی فراست:

حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ کر ابو عزہ شاعر کی طرف بڑھے۔ جس پر آپ ﷺ نے اس وعدے کے بعد کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا، بدر میں احسان فرما کر اسے رہا کر دیا تھا۔ مگر اب جب اس نے عہد شکنی کی تو اس بار آنحضرت ﷺ نے اس کو قتل کرنے حکم فرمایا۔ تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! مجھے معاف کردو اور مجھ پر احسان کرو۔ اور مجھے میری بیٹیوں کے لیے چھوڑ دو۔ اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس بار مجھ سے عہد شکنی کی جو غلطی سرزد ہوئی ہے، آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہوگی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، تیرے قدم مکے کو چھوئیں گے نہیں کہ تُو کہنا شروع کر دے گا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دو بار دھوکہ دے دیا۔ مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔ اے زید! اس کی گردن اڑا دو'' تو انہوں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے اس بدبخت کی گردن تن سے جدا کر دی۔

Marfat.com

اور اس میں صاحب شرع معزز کی طرف سے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ کیونکہ وہ بندہ جو اس سبب کو اختیار کرنے سے نہیں رکتا جس کی وجہ سے اس کو تکلیف پہنچی ہو، وہ عقلمند نہیں ہے۔ اور ریاست کی بنیادوں کو درست کرنے کے لئے دور اندیشی بہت ضروری ہے۔

حوادث

(اس سال پیش آنے والے دیگر واقعات)

اسی سال نبی اکرم ﷺ نے سیّدنا عثمان بن عفانؓ کی زوجہ اور حضور ﷺ کی صاحبزادی رقیہؓ کے انتقال کے بعد اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح عثمانؓ سے کرا دیا۔ اور اسی نسبت کی بناء پر سیّدنا عثمانؓ ''ذو النورین'' یعنی دو نور والے کے نام سے مشہور ہوئے۔

زواج حفصہؓ:

اسی سال نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر خطابؓ سے شادی فرمائی۔ ان کی والدہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ یہ اس سے پہلے سیّدنا خنیس بن حذافہؓ کے عقد نکاح میں تھیں۔ پھر بدر کی لڑائی میں لگنے والے مہلک زخم کی وجہ سے ان کی شہادت ہوئی اور وہ ان سے بچھڑ گئے۔

زواج زینب بنت خزیمہؓ:

اسی سال نبی اکرم ﷺ نے زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ سے بھی شادی فرمائی۔ جو کہ ہلال بن عامر کے قبیلے کی تھیں۔ یہ عظیم خاتون زمانہ جاہلیت میں غریبوں مسکینوں پر بے انتہا شفقت و احسان کرنے کی وجہ سے ''ام المساکین'' (یعنی مسکینوں کی ماں) کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ اور یہ نبی ﷺ سے پہلے سیّدنا عبداللہ بن جحشؓ کی زوجہ تھیں۔ جو احد کی جنگ میں شہید ہو کر ان سے بچھڑ گئے تھے۔ یہ حضرت میمونہ بنت حارث کی ماں شریک بہن تھیں۔

سیّدنا حسنؓ کی ولادت:

اسی سال سیّدنا حسن بن علیؓ پیدا ہوئے۔

تحریم الخمر

(شراب کی حرمت کے مراحل)

Marfat.com

شراب کی حرمت بھی اسی سال نازل ہوئی۔ اور چونکہ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں شراب نوشی بڑی محبوب شے گردانی جاتی تھی، لہٰذا یہ طے تھا کہ ایک دم سے اس کی حرمت کا فرمان ان پر مشکل ہوتا۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے اس کی حرمت بالتدریج (لحہ بلحہ) کی۔ اور حرمت کا حکم بھی ایسے واقعات کے بعد آیا کرتا تھا، جو لوگوں کو شراب سے نفرت دلایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ جب کسی برائی کو کسی واقعے کی طرف منسوب کر کے حرام قرار دیا جاتا ہے، تو اس کے برا ہونے میں کسی کو تردّد نہیں رہتا۔ اور تمام لوگ اس کی برائی پر متفق ہو جاتے ہیں۔ اور یہ امر دلوں میں زیادہ موثر ہوتا ہے۔

پہلا مرحلہ:

تو اس سلسلے میں سب سے پہلا جو حکم نازل ہوا، اس میں اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر دو سو انیس/۲۱۹ میں ارشاد فرمایا:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ.

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بہت زیادہ گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔"

میسر یعنی جوئے کی منفعت تو یہ تھی کہ عربوں کی عادت تھی کہ جوئے کے پیسوں کو فقراء پر صدقہ کیا کرتے تھے۔

اور شراب کی منفعت یہ تھی کہ وہ جسم کو تقویت بخشتی اور مظبوط کرتی ہے۔ (یا یہ کہ وہ لوگ شام سے سستے داموں خرید کر حجاز میں مہنگے داموں فرخت کیا کرتے تھے، یہ منفعت تھی)

دوسرا مرحلہ:

پھر جب ایک مسلمان نے شراب پی کر نماز ادا کرنا چاہی تو وہ قراءۃ بھول گئے۔ تو نشے کی حالت میں نماز ادا کرنے کو حرام قرار دے دیا گیا۔ اس بارے میں اللہ رب العزت سورۃ النساء کی آیت نمبر تیرالیس/۴۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ .

"اے مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب بھی مت پھٹکا کرو، یہاں تک کہ تم

Marfat.com

اتنے ہوش میں آجاؤ کہ جان لو کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

تیسرا مرحلہ:

اور پھر جب اسی شراب کی وجہ سے ایک مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی پر زیادتی کی تو اللہ رب العزّت نے اسے قطعی طور پر (ہر حالت میں) حرام کرتے ہوئے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر نوّے اور اکانوے/۹۰،۹۱ میں ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ

"اے مومنو! یقیناً شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں۔ تم ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو۔ یقیناً شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں لگا کر تمہارے دلوں میں دشمنی اور بغض (نفرت) کے بیج ڈال دے۔ اور تم کو اللہ رب العزّت کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟"

یہ فرمان سننا تھا کہ مسلمانوں نے اس کا جواب یوں کہتے ہوئے دیا: "ہاں ہاں ہم بالکل باز آگئے۔" سو اب بھی مسلمانوں کو اس فرمان کا یوں ہی جواب دینا چاہیے۔ (اللہ توفیق عطا فرمائے۔)

Marfat.com

باب نہم

السّنةُ الرّابعة

ھجرت نبوی کا چوتھا سال

Marfat.com

سریۃ عبداللہ بن عبدالاسد الی القطن

(غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت عبداللہؓ بن عبدالاسد کی قیادت میں قطن چلا)

چوتھے سال کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ خویلد اسدی کے دو سپوت طلیحہ اور مسلمہ اپنی قوم بنواسد کو آنحضرت ﷺ سے قتال کے لیے آمادہ کررہے ہیں۔ لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو طلب فرمایا۔ اوران کے ہاتھ میں جھنڈا دیا۔ اور فرمایا: ''جاؤ اور فوراً بنواسد بن خزیمہ کے علاقے میں پہنچو۔ وہاں پہنچ کر ان پر حملہ کردو۔ اوران کے ساتھ چند لوگوں کو بھی روانہ فرمادیا۔ یہ لوگ محرم کے چاند میں نکلے۔ اور قطن کے مقام پر پہنچ گئے۔ اوران پر حملہ کردیا۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ اپنے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ابوسلمہؓ کو اونٹ اور بکریاں ملیں۔ وہ انہی کو لے کر مدینہ منورہ آگئے۔ اور لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ اور یہ لوگ اپنے نکلنے کے دس دن بعد لوٹ آئے۔

سریۃ عبد اللہ بن انیس الیٰ عرنۃ

(غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی قیادت میں عرنہ چلا)

اسی سال کے شروع میں آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ سفیان بن خالد بن نبیح الہذلی جو کہ عرنہ کے مقام پر رہتا تھا، وہ لشکروں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے جمع کررہا ہے۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن انیس جہنیؓ کو تن تنہا اسے قتل کرنے کے لیے روانہ فرمادیا۔ عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس پر قابو پانے کے لیے بعض باتوں کے گھڑنے کی اجازت مانگی۔ جو آپ ﷺ نے بخوشی مرحمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اپنی نسبت خزاعہ سے ظاہر کرنا۔ وہ محرم کے پانچ دن گزرنے کے بعد نکلے۔ اور جب اس کے پاس پہنچے۔ تو سفیان نے ان سے پوچھا: ''کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''خزاعہ سے تعلق رکھنے والا شخص ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ محمد (ﷺ) کے خلاف لشکر جمع کررہے ہو۔ اس لیے میں بھی اس میں شامل ہونے کے لیے آگیا۔ سفیان نے کہا: جی ہاں! میں ایک بڑا لشکر اکٹھا کررہا ہوں۔ اور عبداللہ اس کے ساتھ چلتے رہے بات کرتے رہے۔ سفیان اترا اترا کے بات کررہا تھا۔ جب وہ اپنے خیمے کے پاس پہنچا تو لوگ اس سے علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ جب کہ عبداللہؓ اس

Marfat.com

کے پاس ہی بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سو گیا۔ آپؓ اٹھے۔ اور اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر وہاں سے کوچ کر لیا۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے۔ اور وہ لوگ ان کو پکڑ نہیں سکے۔ اور لڑائی کے سلسلے میں اللہ مسلمانوں کی طرف سے کافی ہو گیا۔

سریۃ عاصم بن ثابتؓ الی الرّجیع

(غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کی قیادت میں رجیع چلا)

صفر چار ہجری میں آنحضرت ﷺ نے دس لوگوں کو قریش کی جاسوسی کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ اور عضل وقارۃ کی جماعتیں بھی ان کے ساتھ بھیج دیں، جو کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس اس غرض سے آئی تھیں کہ ان کو کوئی ایسا آدمی دے دیا جائے، جو ان کو دین سمجھائے۔ ان دس افراد پر آپ ﷺ نے عاصم بن ثابت انصاریؓ کو امیر مقرر فرمایا۔

غدر:

وہ لوگ نکلے۔ اور برابر راتوں کو چلتے رہے۔ اور دن کو رک جاتے۔ یہاں تک کہ جب رجیع کے مقام پر پہنچ گئے، تو اس جماعت نے دھوکہ دیا۔ اور سفیان بن خالد ہذلی جس کو حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے قتل کیا تھا، کی قوم ہذیل کو اس کی اطلاع پہنچا دی۔ وہ قوم ان کی طرف فوراً نکل کھڑی ہوئی۔ جو دو سو کے قریب تیر انداز تھے۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کے پیچھے آتے رہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے اس گروہ کے قریب پہنچ گئے۔ اور جب مسلمانوں کے لشکر نے لڑائی کی بھنک کو محسوس کیا، تو دوڑ کر ایک قریبی پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دشمنوں نے ان کو کہا کہ نیچے اتر آؤ ہم آپ لوگوں سے عہد کرتے ہیں کہ آپ کو قتل نہیں کریں گے۔ ان کے اس دھوکے کی وجہ سے تین مسلمان نیچے اتر آئے۔ جب کہ باقی نے لڑائی جاری رکھی۔ اور لشکر کے امیر عاصمؓ بھی مشرکین کی ذمہ داری پر نیچے نہ اترنے والوں میں سے تھے۔ اور جب ان تین اترنے والوں نے مشرکین کے اس صریح دھوکے کو دیکھا تو ان میں سے ایک رک گیا (مزاحمت کی) جس کو انہوں نے قتل کر ڈالا جبکہ باقی دو کو ان لوگوں نے مکہ لے جا کر ان لوگوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا جو مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور یوں یہ دونوں وہاں شہید کر دیئے گئے۔ ان میں سے ایک یعنی خبیب بن عدیؓ کے قتل کا ارادہ کیا جا رہا تھا تو انہوں نے یوں اشعار پڑھے:

Marfat.com

ولست ابالی حین اقتل مسلما

علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

وذلک فی ذات الالہ وان یشا

یبارک علای اوصال شلو ممزع

جب میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں

تو میں اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ میں اللہ کی راہ میں کس پہلو پر لٹا کر قتل کیا جارہا ہوں

اور میرا یہ قتل اس معبود ذات کے لیے ہے

جو کہ اگر چاہے تو ٹوٹے ہوئے جوڑوں پر بے پناہ برکتیں نازل فرمائے۔

سریۃ منذر بن عمرو الیٰ بئر معونہ

(غازیوں کا ایک سرفروش قافلہ حضرت منذر بن عمروؓ کی قیادت میں بئر معونہ چلا)

اسی صفر کے مہینے میں رسول اکرم ﷺ کے پاس ابو براء عامر بن مالک آیا۔ جو ''تیروں سے کھیلنے والا'' کے نام سے مشہور تھا۔ اور بنو عامر کے سرداروں میں سے شمار ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ تو نہ یہ اسلام لایا اور نہ ہی اسلام سے دوری اختیار کی۔ بلکہ یوں کہا: ''اے محمد (ﷺ) میں تمہاری اس دعوت کو اچھا اور معزز خیال کرتا ہوں۔ اگر ہو سکے تو تم میرے ساتھ کچھ بندوں کو اہل نجد کی طرف روانہ کردو۔ تاکہ یہ لوگ ان کو آپ کے دین کی دعوت دیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں ان لوگوں کے بارے میں اہل نجد سے ڈرتا ہوں۔'' ابو براء عامر نے کہا اس کی آپ فکر مت کریں۔ میں آپ کے ساتھیوں کو پناہ دیتا ہوں۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے منذر بن عمروؓ کی قیادت میں ستر/۷۰ صحابہؓ کو روانہ فرمایا۔ جن کو قرآن کا اکثر حصہ یاد ہونے کی وجہ سے ''قراء'' کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ چل پڑے۔ حتیٰ کہ بئر معونہ کے مقام پر پہنچے۔

تو انہوں نے حرام بن ملحان کو ایک خط دے کر عامر بن طفیل جو کہ بنو عامر کا سردار تھا، کے پاس روانہ کیا۔ جب اس کو یہ خط ملا، تو اس نے اس خط کی طرف ذرا توجہ نہ دی۔ بلکہ حرام پر زیادتی کر کے ان

Marfat.com

کو قتل کر ڈالا۔اس کے بعد بقیہ صحابہؓ کے خلاف بنو عامر کو ابھارا۔مگر انہوں نے اپنے تیروں والے کی پناہ کو رسوا کرنے پر رضامندی ظاہر نہ کی۔لہٰذا اس نے ان صحابہ کے لیے بنو سلیم کے قبائل رعل ،ذکوان اور عصیہ کو ابھارا۔وہ اس بات کو قبول کرتے ہوئے صحابہؓ کی جانب بڑھے۔حتیٰ کہ ان قراء حضراتؓ تک رسائی حاصل کر کے ان کا محاصرہ کر لیا۔اور یکے بعد دیگرے ان کو شہید کرنا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ ان کے آخری آدمی تک کو شہید کر دیا۔صحابہؓ کی طرف سے شدید دفاع تو ہوا،مگر ان کی قلت اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے ان کے اس دفاع نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔اور ان صحابہؓ میں سے صرف کعب بن زیدؓ ہی زندہ بچ سکے۔جو کہ شہیدوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے۔اور دشمن ان کو یہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے کہ یہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔اسی طرح سے عمرو بن امیہ بھی بچ گئے۔کیونکہ آپؓ ان قراء حضرات کے اونٹ چرا رہے تھے۔

آپ ﷺ کو ان قراء حضرات کی شہادت کی اطلاع ملی،تو اپنے صحابہ کو ایک جامع خطبہ دیا۔اور اس خطبے میں یہ بھی ارشاد فرمایا:"یقیناً تمہارے بھائیوں کا مشرکین سے ٹکراؤ ہوا۔اور ان مشرکین نے تمہارے ان بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔جب کہ تمہارے بھائی یہ دعا کر رہے تھے کہ اے ہمارے رب!ہماری قوم کو اطلاع دے دیجیے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں۔اور ہم اس سے خوش ہیں۔اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے۔"اور اس جماعت کی اطلاع اور رجیع والے لشکر کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ایک ہی دن میں ملی۔جس کی وجہ سے آپ ﷺ سخت غمگین ہو گئے۔اور ایک ماہ تک ان دھوکہ بازوں کے لیے نماز میں بددعا کرتے رہے۔(اس فعل کو قنوت نازلہ کہتے ہیں۔)

غزوۃ بنی النضیر

(غزوہ بنو نضیر،یہود کی جلاوطنی)

بدبختی،بدعہدی کے روپ میں آئی:

ہائے اللہ!غصے کا کتنا برا انجام ہوتا ہے۔اور کبھی کبھار قومیں اچھی خاصی حالت میں ہوتی ہیں۔اور پرسکون خیالات کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوتی ہیں۔مگر بدبختی کی تقدیر ان پر غالب آتی ہے۔اور ان کے سرداروں میں سے ایک جماعت اٹھتی ہے۔اور دھوکہ دہی کرتی ہے۔اور یہ سمجھتی ہے کہ اس کے پیچھے

Marfat.com

نجات پوشیدہ ہے۔ مگر اس کی وجہ سے وہ برائیوں کو کھینچ لاتی ہے۔ اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح کی سچویشن بنونضیر کے یہود کے ساتھ پیش آئی، جو کہ مدینے کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اور ان کے اور مسلمانوں کے (قبیلہ خزرج کے) درمیان معاہدے تھے کہ ہر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مدینے کی حفاظت کریں گے۔ لیکن بنونضیر نے مسلمانوں سے حسد و بغض کرتے ہوئے اس معاہدے کا پاس نہ رکھا۔ اور زیادتی کی۔

قتل کی بھیانک سازش:

واقعہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ بنونضیر کے ایک مکان میں تشریف فرما تھے کہ ان کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا کہ کوئی شخص پتھر اٹھا کے لائے گا۔ اور ایک بلند مکان سے اسے آپ ﷺ کے اوپر گرا دے گا۔ حضور ﷺ کو ان کے اس ارادے کی خبر ہوگئی۔ لہٰذا آپ ﷺ اس مکان سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور صحابہؓ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے لوٹ آئے۔

پیغام کی ٹال مٹول:

پھر آپ ﷺ نے سیّدنا محمد بن مسلمہؓ کو ان کی طرف یہ کہنے کے لیے بھیجا: ''تم لوگ میرے ملک سے نکل جاؤ۔ کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ دھوکے کا ارادہ کیا تھا۔'' (کامل عقلمندی بھی یہی ہے کہ انسان ایسے شخص کی طرف ذرا بھی سستی کا مظاہرہ نہ کرے، جس کی طرف سے دھوکے اور فراڈ کا یقین ہوگیا ہو۔) پھر جب اس قوم نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا، تو ان کے منافق دوست عبداللہ بن ابی نے ان کو پیغام بھیجا کہ اپنے وطن سے نہ نکلو۔ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ قرآن پاک کے ۲۸/اٹھائیسویں پارے کی سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۱۱/گیارہ اور ۱۲/بارہ نے اس بات کا یوں تذکرہ کیا ہے:

لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ

Marfat.com

''اگر تمہیں نکالا گیا، تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی نکل پڑیں گے۔ اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی اور کا کہنا نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے لڑائی کی جائے گی، تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ جبکہ اللہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ یہ بات پکی ہے کہ اگر ان (اہل کتاب) کو نکالا گیا، تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ کی گئی، تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر بالفرض مدد کی بھی تو (میدان کارزار سے) پیٹھ پھیریں گے۔ پھر ان کی بھی کوئی مدد نہیں کرے گا۔''

رسوائی:

لیکن یہود کو ان کے اس بے تکے پیغام پر آس ہوگئی۔ اور اپنے وطن سے بدر ہونے میں انہوں نے تاخیر کر دی۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے ان کے خلاف جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔ اور جب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ ﷺ ان کو لے کر نکلے۔ اور مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم کو والی بنایا۔ اور جنگ کی علمبرداری کے فرائض حضرت علیؓ کے سپرد کیے۔ بنونضیر اپنے قلعوں میں بند ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے سوچا کہ ان کے قلعے ان کو مسلمانوں سے بچالیں گے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے چھ راتوں تک مسلسل ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر ان کے کھجوروں کے درخت کاٹنے کا حکم فرمایا، تاکہ یہ بات ان کو اپنے آپ کو حوالے کر دینے پر مجبور کر کے رکھ دے۔ پس اللہ عزوجل نے ان کے دلوں میں رعب اور دبدبہ ڈال دیا۔ اور انہوں نے عبداللہ بن ابی کی طرف سے بھی کوئی مدد نہ دیکھی۔ بلکہ اس نے ان کو بھی ویسے ہی رسوا کیا جیسے کہ ان سے پہلے بنو قینقاع کو رسوا کیا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو جلا وطن کر دیں۔ مگر ان کی جانوں کو بچالیں۔ اور وہ صرف اتنا مال لے جانے کے مجاز ہونگے، جتنا کہ اونٹوں پر لاد کر لے جایا جاسکے۔ مگر جنگی ساز و سامان بھی نہیں لے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ بات قبول فرمالی۔ اور جاتے وقت یہود اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرا رہے تھے، تاکہ مسلمان ان کے جانے کے بعد ان کے مکانوں میں نہ رہ سکیں۔

بہرحال یہود جب چلے گئے تو ان میں سے کچھ تو خیبر جا کر رہنے لگے، جن میں ان کے بڑے بڑے سردار حیی بن اخطب اور سلام ابن ابی حقیق وغیرہ شامل ہیں۔ اور بقیہ شام کے دیہاتوں میں جا کر آباد ہو گئے۔ اور ان میں سے دو بندے یامین بن عمروؓ اور ابو سعد بن وہبؓ ایمان لے آئے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے بنو نضیر سے لیے ہوئے مال میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں نکالا تھا کیونکہ ان کا یہ مال، مالِ فےء تھا۔ جس میں (حقیقی جنگ کی طرح) گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائیں گئیں تھیں۔

مالِ فۓ:

وہ مال، جو دشمن سے لڑائی کیے بغیر ہی ہاتھ آ جائے۔

اس طرح کا مال اور جنگی سامان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کے کھانے کے لیے اور آپ ﷺ کے اہل قرابت کے لئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ عز وجل نے اٹھائیسویں پارے کی سورۃ الحشر کی آیت نمبر ے میں فرمایا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ

"اللہ نے اپنے بندوں کو جو فےء گاؤں والوں سے دلوایا ہے، وہ اللہ کا حق ہے، اور اس کے رسول کا، اور اہل قرابت کا، اور یتیموں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے (اور یہ تقسیم اس لیے فرمائی) تا کہ دولت تمہارے امیر لوگوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔"

لہٰذا آنحضرت ﷺ نے اس فےء میں سے مہاجرین فقراء کو دیا، جن کو گھر بار اور مال سے بے دخل کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے یہ مال اپنے انصار بھائیوں کو دیا، جو کہ انہوں نے انصار سے ہجرت کے وقت لیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے لیے ایک زمین کے ٹکڑے کا انتخاب فرمایا۔ جس کو آپ ﷺ بوتے جوتے تھے اور اپنے اہل خانہ کی سال بھر کی غذا جمع فرماتے تھے۔

غزوۃ ذات الرّقاع

ربیع الثانی میں آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ نجد کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ آپ ﷺ سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ بھی ان سے نمٹنے کی تیاری فرمانے لگے۔ اور ۷۰۰ جنگ جو لوگوں کی ہم راہی میں مدینے پر عثمان کو والی بنا کر نکلے اور مسلسل چلتے رہے۔ حتیٰ کہ اس قوم کے گھروں تک جا پہنچے۔ تو وہاں سوائے ان کی عورتوں کے کسی کو نہ پایا۔ لہٰذا انہیں ہی باندی بنا لیا۔ اور جب ان

Marfat.com

لوگوں کو اس کی اطلاع ملی، تو وہ گھبرا کر پہاڑ کی چوٹیوں پر منتشر ہو گئے۔ اور پھر ان کی ایک جماعت لڑائی کی غرض سے جمع ہو کر آ گئی۔

صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت:

(پھر اس ارادے سے) جب یہ لوگ مسلمانوں کے قریب پہنچے، تو مسلمان اور یہ جماعت ایک دوسرے سے خوف کھانے لگے۔ جب عصر کی نماز کا وقت قریب آ گیا۔ اور آنحضرت ﷺ کو یہ خدشہ ہوا کہ جب ہم لوگ نماز میں مشغول ہونگے، تو یہ لوگ دھوکے سے حملہ نہ کر دیں۔ تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو صلاۃ الخوف پڑھائی۔ اس طرح اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں کے دشمنوں کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور ان کا لشکر رسول اکرم ﷺ سے خوف کھاتے ہوئے منتشر ہو گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ غزوہ ہجرت کے ساتویں سال پیش آیا تھا۔ مگر تمام سیرت نگاروں کی تحقیقات ان کے اس قول کے برخلاف ہیں۔

غزوۃ البدر الاخریٰ
اک وعدہ تھا کسی کا!
(''بدر کے مقام پر پھر ملیں گے!'')

جب اس سال شعبان کا مہینہ آیا، تو ابو سفیان کے وعدے کے پورا کرنے کا وقت آن پہنچا۔ کیونکہ اس نے غزوہ احد کے بعد مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہا تھا: ''ہمارا اگلے سال پھر بدر میں لوٹنا ہوگا۔'' آنحضرت ﷺ نے بھی اس چیلنج کو قبول فرمالیا۔ میدان بدر میں ایک بازار لگا کرتا تھا، جو ہر سال شعبان کے مہینے میں منعقد ہوا کرتا تھا۔ اور تاجر لوگ اس میں آٹھ ۸ دن تک قیام کیا کرتے تھے۔

للکار کی مدّت اور قحط سالی:

ادھر سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کی مدت مکمل ہو گئی۔ ادھر قریش کا حال یہ تھا کہ قحط سے مرے جا رہے تھے۔ لہٰذا ابو سفیان کو اپنے وعدے کے پورا ہونے کے امکانات نظر نہ آئے۔ سو اس نے مسلمانوں کو ظاہری نکل کر دھوکہ دینے کا منصوبہ بنایا تا کہ اس کے دامن پر وعدہ خلافی کا دھبہ نہ لگے۔ اس سلسلے میں اس نے نعیم بن مسعود اشجعی کو اجرت پر لیا۔ اور اس کو کہا کہ وہ مدینہ جائے، اور مسلمانوں کو

Marfat.com

ابوسفیان کے جمع کیے ہوئے ایک لشکر جرار سے خوف زدہ کرے (جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا) نعیم چلا گیا۔ اور مسلمانوں سے بات کی۔ جس کو قرآن شریف کے چوتھے پارے کی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۳ میں اللہ نے یوں فرمایا:

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

''یقیناً یہ (مکہ کے کافر) لوگ تمہارے (مقابلے) کے لئے (پھر سے) جمع ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان سے محتاط رہنا۔ (لیکن یہ سن کر) مسلمانوں کا ایمان بڑھ گیا۔ اور انہوں نے کہا: ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے کہتے ہوئے جواب دیا۔''

منہ توڑ جواب دینے کا عزم:

آنحضرت ﷺ اپنے رب پر کامل اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے اس پروپیگنڈے کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ پندرہ سو/۱۵۰۰ صحابہؓ کی جمعیت کے ہمراہ نکل پڑے۔ اور مدینے میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کو نائب بنایا۔ اور مسلسل چلتے رہے، یہاں تک کہ میدان بدر میں ہی پہنچ کر دم لیا۔ لیکن وہاں کوئی جمعیت نظر نہ آئی۔ کیونکہ ابوسفیان نے تو قریش کو لوٹنے کی نیت سے نکلنے کا حکم دیا تھا۔ ایک دورات کے قیام کے بعد انہوں نے سوچا کہ نعیم کی بات سن کر مسلمان خوفزدہ ہو جائیں گے۔ اور مسلمان وعدہ خلافی کرنے والے شمار ہونگے۔ پھر وہ ذرا آگے بڑھے، یہاں تک کہ جب مجنّہ کے مقام پر پہنچے جو کہ ایک بازار ہے، مرظہران کے کنارے پر واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی قوم کو کہا: ''یہ سال تو قحط سالی کا ہے۔ اور ہم اگلے سال ہی لڑائی کے قابل ہو سکیں گے۔ لہٰذا اس سال واپس لوٹ چلو۔'' جب کہ مسلمان بدر میں مقیم رہے۔ اس تجارت میں ان کے ساتھ کسی نے شرکت نہ کی۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۷۴ میں ہے:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ

''نتیجہ یہ کہ یہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل لے کر اس طرح واپس آئے کہ انہیں ذرا بھی گزند نہیں

Marfat.com

پہنچی، اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔"

جب صفوان بن امیہ نے یہ واقعہ سنا تو ابوسفیان سے کہا: "خدا کی قسم! میں تجھے منع کرتا ہوں کہ قوم کو (اس طرح) نہ واپس لے جا۔ مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وعدہ خلافی ہم نے کی ہے۔

حوادث
(اس سال پیش آنے والے دیگر واقعات)

ولادت حسینؓ:

اسی سال سیّدنا حسین بن علیؓ پیدا ہوئے۔

امّ المؤمنینؓ کا وصال:

اسی سال امّ المومنین امّی زینب بنت خزیمہؓ انتقال فرما گئیں۔

قدیم الھجرت، ابوسلمہؓ کا وصال پُر ملال:

اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے چچا زاد اور دودھ شریک بھائی اور سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے کا شرف حاصل کرنے والے صحابی حضرت ابوسلمہؓ بھی انتقال فرما گئے۔

امّ سلمہؓ سے نکاح:

اسی سال آنحضرت ﷺ نے ام سلمہ ہندؓ سے ان کے شوہر ابوسلمہؓ کے انتقال کر جانے کے بعد شادی فرما کر امّ المومنین بننے کا شرف بخشا۔

Marfat.com

باب دہم

السنةُ الخامسه

هجرت مصطفی کا پانچواں سال

Marfat.com

غزوۃ دومۃ الجُندل

اسی سال ربیع الاوّل میں نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ''دومۃ الجندل'' کے مقام پر دیہاتیوں کے کچھ گروہ جمع ہو کر ہر اس شخص پر ظلم کرتے ہیں، جو ان کے پاس سے گزرتا ہے۔ اور مدینہ کے قریب ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

راہزنوں کی سرکوبی:

نبی علیہ السلام نے ان سے لڑائی کرنے کے لیے لشکر تیار فرمایا۔ جس میں آپ ﷺ اپنے ایک ہزار/۱۰۰۰ اصحابہؓ کے ساتھ نکلے۔ اور مدینے پر سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو نگران بنایا۔ اور پھر راتوں کو چلتے رہے اور دن کو رک جاتے۔ یہاں تک کہ ان کے قریب جا پہنچے۔ مگر جب ان کو اس کا پتا چلا تو وہ منتشر ہو گئے۔ اچانک مسلمانوں نے ان کے چوپایوں اور مال مویشیوں پر حملہ کر دیا۔ جو ہاتھ آیا، پکڑا گیا۔ اور (جس کی قسمت نے ساتھ دیا اور) بھاگ گیا، وہ بھاگ گیا۔ پھر آپ ﷺ ان کی آبادی میں گئے، جہاں کوئی نہ ملا۔ آپ ﷺ نے مختلف ٹکڑیوں کو ادھر ادھر لوگوں کی تلاش میں بھیجا، مگر ان میں سے کوئی ہتھے نہ چڑھ سکا۔

عیینہ بن حصن سے صلح:

واپسی پر عیینہ بن حصن الفزاری سے صلح فرمائی۔ یہ وہ شخص ہے جس کا نام آپ ﷺ نے ''الاحمق المطاع''، یعنی احمق سردار رکھ دیا تھا کیونکہ اس کے پیچھے ہزاروں رضا کار ہوتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو مدینے سے ۳۶ میل کے فاصلے پر بکریاں چرانے کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا دیا تھا۔ کیونکہ وہ زمین خشک ہوگئی تھی۔

غزوۃ بنی المصطلق او المریسیع
(بنو المصطلق والوں کی سرکوبی)

ماہ شعبان میں آنحضرت ﷺ کو یہ خبر ملی کہ قریش کی مسلمانوں کے خلاف جنگ احد میں مدد کرنے

Marfat.com

والے قبیلے بنو مصطلق کا حارث بن ابی ضرار نامی سردار آپ ﷺ سے لڑائی کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔تو نبی ﷺ بذات خود ان سے قتال کرنے کے لیے ایک بڑی تعداد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔مدینے پر زید بن حارثہؓ کو والی اور نگران بنایا۔اور آپ ﷺ کی بیویوں میں سے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت امی عائشہؓ اور حضرت امی اُمّ سلمہؓ نکلیں۔اور منافقین کے بھی کچھ ایسے لوگ ساتھ ہو لیے، جو اس سے پہلے کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔دراصل وہ دنیاوی فائدے (یعنی مال غنیمت اور نام ونمود) کے لیے نکلے تھے۔راستے میں آپ ﷺ نے بنو مصطلق کے ایک جاسوس کو پکڑا۔اور اس سے دشمن کے حال احوال جاننا چاہے، مگر جب اس نے کچھ نہ بتایا، تو اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

کفر میں خوف سرایت کر گیا:

جب اس لشکر کے سردار حارث نے مسلمانوں کے جنگ کے لیے آنے کے بارے میں سنا۔اور یہ پتا چلا کہ اس کے جاسوس کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔تو وہ ڈر گیا۔اور اس کے لشکر میں خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی۔یہاں تک کہ اس کے لشکر سے بعض لوگ اس سے الگ ہو گئے۔اور جب مسلمان مریسیع کے مقام پر پہنچے، تو سب سے پہلے مسلمانوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔مگر جب راہ حق کو اختیار کرنے سے انکار کیا، تو دونوں لشکروں نے جنگ کے لیے صف بندی کی۔

شکست وہزیمت کفر کا مقدر ٹھہری:

پھر پہلے تو تیروں کی بارش سے لڑائی کی ابتدا ہوئی۔اور پھر مسلمانوں نے ایک جان کی طرح متحد ہو کر حملہ کیا نتیجۃً ان میں سے کسی کو بھاگنے کی مجال نہیں ہوئی۔بلکہ ان میں سے دس/۱۰ قتل کر دیے گئے۔اور باقی بچوں عورتوں سمیت قیدی بنا لیے گئے۔اور مسلمان اونٹ اور بکریوں کو ہانک لائے۔جن میں دو ہزار/۲۰۰۰ اونٹ اور پانچ ہزار/۵۰۰۰ بکریاں تھیں۔اور بکریوں کو باندھنے کے لیے آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام شقرانؓ کو، اور قیدیوں پر بریدہؓ کو مقرر فرمایا۔اور مشرکین کی عورتوں میں اس قوم کے سردار حارث کی بیٹی برّہ بھی گرفتار ہو گئی۔اور ان کے علاوہ دو سو/۲۰۰ اور عورتیں پکڑیں گئیں تھیں، جن کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا حسن سلوک بنوالمصطلق کی ہدایت کا سبب بنا:

اس مقام پر بہترین سیاست اور شرافت کی انتہا کا مظاہر ہوتا ہے کہ بنو مصطلق چونکہ عرب کے عزت دار لوگوں میں سے تھے۔ اور انکی عورتوں کو یوں قیدی بنالینا، ایک مشکل (تکلیف دہ عمل) تھا لہٰذا نبی ﷺ نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان اپنی دلی رضامندی سے ان کی عورتوں کو آزاد کر کے ان پر احسان کریں۔ اس مقصد کے لیے نبی ﷺ نے برّہ بنت حارث سے شادی فرمالی۔ اور اسلام کے بعد ان کا نام جویریہؓ رکھ دیا۔ تو یہ دیکھ کر مسلمان پکار اٹھے: ''ارے! یہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں! ان کا ہمارے ہاتھوں میں قیدی کے طور پر رہنا مناسب نہیں ہے۔'' لہٰذا صحابہؓ نے ان کو آزاد فرمادیا۔ اس لحاظ سے حضرت جویرہؓ اپنی قوم پر سب سے زیادہ احسان کرنے والی عورت ہوئیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اور اس عظیم شرافت اور حسن معاملات کا اثر یہ ہوا کہ سب کے سب بنو مصطلق ایمان لے آئے۔ اور اس سے پہلے جو مسلمان کے خلاف تھے، اب ان کے ہمنوا بن گئے۔

اس غزوے میں دو ایسے عجیب واقعات پیش آئے کہ اگر ان میں حضور ﷺ کی حکیمانہ شان اپنا کردار ادا نہ کرتی تو مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جاتی۔

پہلا واقعہ:

حضرت عمرؓ کے ایک مزدور (جھجاہ بن مسعود) نے خزرج کے حلیف (سنان بن وبر) سے لڑائی کرلی۔ اور اس کو کوئی چیز مار کر اس کا خون نکال دیا۔ تو اس نے اپنی قوم خزرج سے فریاد کی۔ اور مزدور نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا۔ اور ایک دوسرے کو دھمکی دینے لگے۔ اور قریب تھا کہ وہ لڑ پڑتے اگر رسول اللہ ﷺ ان کی طرف نہ آتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مابال دعوی الجاہلیہ؟'' (یہ کیسی جاہلیت والی آوازیں ہیں؟ اور یہ بات وہ ہے، جو کسی مدد طلب کرنے کے وقت بولی جاتی ہے۔) تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو واقعہ بتلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان باتوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ بہت بری باتیں ہیں۔'' پھر آپ ﷺ خزرج کے اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے جس کی پٹائی ہوئی تھی، تو اس نے اپنا حق معاف کردیا۔ اور اس طرح یہ فتنہ ختم ہوگیا۔

رئیس المنافقین اپنی غلیظ زبان سے معاملے کو ہوا دینے لگا:

Marfat.com

جب یہ بات عبداللہ بن ابی کو پتا چلی، تو وہ سخت غصہ ہو گیا۔ اور اس کے پاس خزرج کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ اس کو عبداللہ بن ابی نے کہا: ''میں نے آج کے دن جیسی ذلت نہیں دیکھی۔ کیا واقعی انہوں نے ایسا کیا ہے؟ وہ ہمارے ملک پر چڑھ آئے ہیں۔ یہ تو وہی کہاوت ہوئی جو ہمارے بڑے بوڑھے دیتے ہیں (نعوذ باللہ)

(اس وقت اس نے جو جملے ادا کیے، قرآن کریم کی سورۃ المنافقون کی آیت نمبر ۸ میں اللہ رب العزت نے ان کو اس پیرائے میں بیان کیا ہے:)

لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ.

''اگر ہم لوٹے مدینہ کی طرف تو اس کے عزت دار لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔''

پھر یہ بدبخت ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا، جو اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کہا کہ یہ اسی کا نتیجہ تو ہے، جو تم نے اپنے ساتھ کیا کہ تم نے ان کو اپنے ملک میں جگہ دی۔ اور اپنے مال ان کے درمیان تقسیم کر دیے۔ اللہ کی قسم! اگر تم اپنے مالوں کو ان کے حوالے نہ کرتے، تو وہ کسی اور ملک میں چلے جاتے۔ پھر تم اس بات پر کبھی راضی نہ ہوتے، جو آج تمہارے ساتھ ہوا حتیٰ کہ تم نے تو محمد (ﷺ) کی خاطر اپنے آپ کو موت کے لیے پیش کر کے اپنی اولاد کو یتیم کرا لیا۔ اور نتیجۃً تم کم ہوتے چلے گئے۔ اور وہ زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔''

حضور ﷺ کا تدبر:

اتفاقاً اس مجلس میں ایک بالکل نوجوان پختہ عقیدے والا بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا نام زید بن ارقمؓ تھا۔ اس نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کو جا کر بتلا دی۔ اور اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! شاید آپ کو اس پر غصہ آ رہا ہے، اس لیے اس کے بارے میں ایسی بات کر رہے ہو۔'' اس نے جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! یہ بات میں نے خود سنی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ہو سکتا ہے کہ سننے میں غلطی ہو گئی ہو۔'' حضرت عمرؓ جلال میں آ گئے۔ اور اسی لمحے رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن ابی کی اجازت چاہی کہ آیا میں خود اسے قتل کر دوں یا آپ کسی اور کو اس کے قتل کا حکم دیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے منع فرما دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اے عمر! اگر میں اس کو قتل کروا دوں

Marfat.com

تو لوگ باتیں بنائیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرا رہا ہے، (کیونکہ وہ بظاہر مسلمان ہی تھا۔)

عفو در گزر کے مثالی نمونے:

پھر آپ ﷺ نے وہاں سے کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ وقت ایسا تھا کہ اس وقت سخت گرمی کی وجہ سے عموماً قافلے کوچ نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن ایسے سخت وقت میں کوچ کرنے سے آپ ﷺ کا مطمح نظر یہ تھا کہ لوگ اس موضوع پر بات کرنے سے رک جائیں۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور ایسی سخت گرمی کے وقت میں یوں نکلنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا آپ نے اپنے ''دوست'' (عبداللہ بن ابی) کی گلفشانی نہیں سنی؟ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ مدینہ گیا تو عزت دار وہاں سے ذلیلوں کو نکال باہر کرے گا۔'' تو اسیدؓ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اگر چاہیں، تو اس کو نکال سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی قسم! ذلیل تو وہ ہے۔ اور آپ ﷺ معزز ہیں۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ تیز تیز چلتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کو سورج کی گرمی سے بڑی تکلیف پہنچی۔ او مسلمانوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور سایہ دار جگہ پر پہنچ کر یہ لوگ زمین پر پڑتے ہی سو گئے۔ اور انصار کے کچھ لوگوں نے عبداللہ بن ابی سے بات کی کہ رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگو۔ مگر اس نے منہ موڑ لیا۔ اور تکبر کیا۔ اور اس وقت ہمارے نبی ﷺ پر سورۃ المنافقون نازل ہوئی، جس نے عبداللہ بن ابی اور اس جیسوں کو رسوا کر کے زید بن ارقمؓ کی تصدیق کی۔ عبداللہ بن ابی کے فرزند حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی (جو اسلام لا چکے تھے۔) جب ان کو یہ بات پتا چلی، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے باپ کے قتل کے بارے میں اجازت چاہی۔ اس خوف سے کہ اگر اس کو کسی اور نے قتل کر دیا، تو یہ میرے اور اس کے درمیان حسد اور بغض کا سبب بن جائے گا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا۔

حدیث افک

(بہتان اور الزام تراشی سے آنے والی قیامت صغریٰ کا تذکرہ)

دوسرا واقعہ:

Marfat.com

یہ پہلے واقعے سے زیادہ پریشان کن ہے۔ اور اس سے زیادہ مصائب سے پُر ہے۔ جو کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت امی عائشہ صدیقہؓ پر الزام تراشی ہے۔ ان پر تہمت لگانے والوں نے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالی کے ساتھ (معاذ اللہ) بدکاری کی تہمت لگائی تھی۔

ہوئی تاخیر تو سبب تاخیر بھی تھا!

واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب قافلہ مدینے کے قریب آ گیا، تو آپ ﷺ نے رات کے وقت ہی کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ جبکہ حضرت عائشہ قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ اس طرح لشکر سے جدا ہو گئی تھیں۔ اور جب فارغ ہو کر واپس لشکر کی طرف آنے لگیں، تو اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو پتا چلا کہ ان کا ظفار کے موتیوں والا ہار گم تھا۔ آپؓ واپس پلٹیں۔ اور ہار کے موتی تلاش کرنے لگیں۔ وہ مسلسل اسے ڈھونڈ رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے انہیں تاخیر ہو گئی۔ اور جو لوگ انکے کجاوے کو اٹھانے پر مامور تھے وہ یہ سمجھ کر کہ امّی عائشہؓ اس میں موجود ہیں، کجاوے کو اٹھا لے گئے۔ اور یہ بات انہوں نے اس لئے سمجھی کہ اس وقت وہ ہلکی پھلکی سی تھیں۔ ان پر گوشت نہیں چڑھا تھا۔ لہٰذا ان کجاوہ اٹھانے والوں کو بھی کجاوے کا ہلکا محسوس ہونا اچھنبا نہیں لگا۔ اور عائشہؓ تو ویسے ہی اس وقت کم عمر لڑکی تھیں۔ پھر آپؓ ہار کو ڈھونڈ لینے کے بعد لشکر کے قیام کی جگہ پر آئیں، تو وہاں نہ کوئی آواز سننے والا ملا نہ جواب دینے والا۔ اور آپؓ پر نیند غالب آ گئی، لہٰذا آپؓ سو گئیں۔

نیک طینتی کی دلیل:

حضرت صفوان بن معطلؓ لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے، تا کہ گم شدہ چیزوں کو سنبھال سکیں۔ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ اور آپؓ کو پہچان لیا، کیونکہ پردے کے احکام آنے سے پہلے صفوان نے آپؓ کو دیکھا ہوا تھا۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر انہوں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا۔ امی عائشہؓ اس کلمے کو سن کر اٹھ بیٹھیں۔ اور اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے بغیر کوئی بات کئے اپنی سواری کو بٹھا کر عائشہ کو اس پر سوار کر دیا۔ اور پھر سواری کے آگے آگے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ لشکر سے جا ملے، جو آرام کے لئے رکا تھا۔

الزام تراشی:

Marfat.com

الزام تراشنے والوں نے تو گویا قیامت برپا کردی۔اور جو بات حضرت عائشہؓ اور صفوانؓ کے بارے میں بنا سکتے تھے، وہ بنائی۔اور عبداللہ بن ابی سب سے زیادہ باتیں بنا رہا تھا۔

جب وہ مدینے پہنچے، تو حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک مہینے تک سخت بیمار ہوگئیں۔یہ دیکھ کر اور لوگ بھی الزام تراشی کی طرف مائل ہونے لگے۔جبکہ حضرت عائشہؓ کو کسی چیز کا علم ہی نہ تھا۔عائشہؓ جب بھی بیمار پڑتی تھیں، تو آنحضرت ﷺ ان پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔جبکہ اس بار اس شفقت و مہربانی کا کچھ حصہ بھی نہ دے رہے تھے، بلکہ جب بھی حجرے کے دروازے پر سے آپ کا گزر ہوتا تو اس سے زیادہ کوئی بات نہ کرتے تھے کہ کیا حال ہیں۔کیونکہ اس واقعہ نے حضرت عائشہؓ کی شخصیت کو مشکوک بنا دیا تھا۔

امیؓ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹنے لگے:

امی عائشہؓ جب کچھ شفایاب ہوئیں تو مسطح بن اثاثہؓ جو کہ الزام تراشوں میں سے ایک ہیں، ان کی والدہ امّ مسطحؓ کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے گھروں سے باہر نکلیں، تو ام مسطح سے راز کھل گیا۔اور کہا: ''مسطح ہلاک ہوجائے۔'' حضرت عائشہ نے فرمایا: ''آپ نے بری بات کہی کیا آپ ایک بدر میں شریک ہونے والے شخص کو گالی دیتی ہیں؟'' انہوں نے جواباً کہا: ''بیٹا! (ارے بیوقوف لڑکی!) کیا تو نے سنا نہیں کہ وہ کیا باتیں کرتے ہیں؟ عائشہؓ نے (نفی کرتے ہوئے) اس بارے میں پوچھا، تو انہوں سے سارا واقعہ ذکر فرمادیا۔یہ سن کر تو حضرت عائشہؓ کا مرض مزید شدت اختیار کر گیا۔اور جب آنحضرت ﷺ عادت کے مطابق آپ کے پاس آئے، تو حضرت عائشہؓ نے بیماری سے علاج معالجے کے ایام اپنے والد صاحب کے گھر گزارنے کی اجازت چاہی، تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

آپؓ نے گھر جا کر اپنی والدہ سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جو لوگ بنا رہے تھے۔انہوں نے جواب دیا: ''اے میری پیاری بیٹی! خود پر رحم کرو۔اللہ کی قسم! بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ آپ جیسی حسن و جمال کی پیکر جو ایک ایسے شخص کے پاس ہو، جو اس سے بے حد محبت کرتا ہو، اور اس کی بہت سی سوکنیں بھی ہوں۔پھر بھی وہ اس طرح کی بات نہ کریں۔عائشہؓ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! کیا لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں؟'' اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردیا۔اور پوری رات روتی رہیں۔یہاں تک کہ

Marfat.com

صبح ہوگئی، مگر آپ کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اور نہ آپ ذرا بھی سوئی تھیں۔

امّی عائشہؓ کی پاکدامنی پر لوگوں کی گواہیاں:

اس دوران آپ ﷺ اپنے گھر والوں میں سے بڑوں سے مشورہ فرما رہے تھے کہ کیا کیا جائے؟

ا......حضرت اسامہ بن زیدؓ کو چونکہ حضرت عائشہؓ کے بَری اور پاکدامن ہونے کا پختہ یقین تھا۔ لہٰذا آپؓ نے فرمایا: (اے پیغمبر!) آپ کے گھر والے تو آپ کے گھر والے ہیں۔ جن کے بارے میں سوائے بھلائی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔

۲......حضرت علی بن ابو طالبؓ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ عورتیں تو ان کے علاوہ بھی بہت ہیں۔ آپ ﷺ ان کی خادمہ سے ان کے بارے میں پوچھ لیجیے۔ وہ آپ کو سچ بتائے گی۔

۳......آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی لونڈی بریرہؓ کو بلایا۔ اور ان سے پوچھا: ''کیا آپ نے عائشہ کے بارے میں کبھی کوئی ایسی چیز دیکھی ہے، جس نے آپ کو شک میں ڈال دیا ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے عائشہؓ میں کوئی معیوب بات نہیں دیکھی۔ وہ تو ایک کم عمر لڑکی ہیں اور (بے پرواہی کی بناء پر) آٹا گوندھ کے سو جاتی ہیں۔ جس کو بکری آ کر کھا جاتی ہے۔

یہ مکالمہ جنگ وجدال تک پہنچا:

اس روز نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ جبکہ مسلمان بھی جمع تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کون کرے گا، جس نے مجھے میرے اہل خانہ کے بارے میں تکلیف میں مبتلا کیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اپنے اہل خانہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ بہت سے لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ ہم ان کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ جو کوئی بھی میرے گھر آتا ہے، میرے ساتھ ہی آتا ہے (اکیلا نہیں)'' تو (اوس کے ایک صحابی) حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا: '' اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اس سے بچاؤں گا (آپکی مدد کروں گا) اگر وہ اوس میں سے ہے، تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے، تو جیسا آپ ﷺ ہمیں حکم

Marfat.com

فرمائیں گے، ہم ویسا کر گزریں گے۔" یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ خزرجی کھڑے ہو گئے۔اور فرمایا "تو نے جھوٹ بولا۔اللہ کی قسم! تم اس کو قتل نہیں کر پاؤ گے۔اور نہ اس کے قتل پر قادر ہو سکو گے۔کیونکہ اگر وہ تمہارے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے، تو تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ وہ قتل کر دیا جائے۔" اتنے میں اسید بن حضیرؓ (اوسی) نے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہ کو کہا: تو نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم! ہم اس کو ضرور بضرور قتل کر ڈالیں گے کیونکہ تم تو منافق ہو۔اور منافقین کی طرف سے ہی لڑو گے۔" اس طرح قریب تھا کہ ایک فتنہ اوس اور خزرج کے درمیان برپا ہو جاتا۔اگر رسول اکرم ﷺ منبر سے اتر کر دونوں فریقوں کو چپ نہ کراتے۔

دوسری طرف امّی عائشہؓ کے مسلسل دو راتوں سے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔اور نہ ہی آپ تھوڑی دیر بھی سو سکیں۔اسی اثنا میں جبکہ آپ اپنے والدین کے ساتھ تھیں، آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔اور سلام کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔اور فرمایا: "اے عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں یہ یہ باتیں پتا چلی ہیں۔پس اگر آپ بَری ہیں، تو عنقریب اللہ رب العزت بھی آپ کے بری الذمہ ہونے کا اعلان فرما دیں گے۔اور اگر آپ نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے، تو اللہ سے مغفرت طلب کرو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب (گناہ کا) اعتراف کر لیتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔" (یہ سن کر) حضرت عائشہؓ کے آنسوؤں میں مزید شدت آ گئی۔اور آپؓ نے اپنے والدین کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔انہوں نے فرمایا: "اللہ کی قسم! ہمیں نہیں پتا کہ ہمیں کیا کہنا چاہیے"۔عائشہؓ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ تم لوگوں نے یہ بات سنی یہاں تک کہ تمہارے دلوں میں یہ بات پیوست ہو گئی ہے۔اور تم نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔اب اگر میں تم کو کہوں کہ میں بری الذمہ ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے۔اور اگر میں تمہارے سامنے اس معاملے کا اعتراف کر لوں تو اللہ جانتے ہیں کہ میں اس سے بَری ہوں۔تو میری تصدیق کر لو۔اللہ کی قسم! میں اپنے اور تمہارے بارے میں یوسفؑ اور ان کے والد صاحب والی مثال پیش کرتی ہوں۔(جس کو قرآن حکیم کے بارہویں پارے کی سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۱۸ نے اس پیرائے میں بند کیا ہے:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

Marfat.com

''پس صبر ہی بہتر ہے اور جو تم کرتے ہو اس کے مقابلے میں اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔''

امّی عائشہؓ کی پاکدامنی پر آسمانوں سے گواہی:

پھر حضرت عائشہؓ واپس چلی گئیں۔ اور اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ اور آپ ﷺ اس مجلس سے ہلے بھی نہ تھے کہ اٹھارویں پارے کی سورۃ النور کی آیت نمبر گیارہ تا اکیس حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے نازل ہوئیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْرًا وَّقَالُوْا ھٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاِذْلَمْ یَاْتُوْا بِالشُّھَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُمْ فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِیْہِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اِذْ تَلَقَّوْنَہٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِکُمْ مَّا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَہٗ ھَیِّنًا وَّھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمٌ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ قُلْتُمْ مَّا یَکُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَکَلَّمَ بِھٰذَا سُبْحٰنَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖٓ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَیُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔

''بے شک جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں۔ تم ہی میں سے ایک جماعت ہیں۔ تم اس کو اپنے حق میں برا مت سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے

Marfat.com

میں اپنے کیئے کا گناہ آیا ہے۔ اور جس نے اس کا بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے، اس کے لئے تو زبردست عذاب ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سُنی تھی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مؤمن مرد بھی اور مؤمن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے؟ اور وہ (بہتان لگانے والے) اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر (الزام تراشی کے بعد) جب وہ گواہ نہ لا سکے، تو اللہ کے ہاں وہ لوگ ہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو اس چرچا کرنے کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی آفت آپڑتی۔ جب تم اس کو اپنی زبانوں سے اس بات کو ایک دوسرے سے نقل کر رہے تھے۔ اور اپنی زبانوں سے وہ بات کہہ رہے تھے، جس کی (حقیقت کی) تم کو ذرا خبر نہ تھی۔ اور تم اس کو معمولی بات خیال کر رہے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ بات بہت سنگین تھی۔ اور جس وقت تم نے اس بات کو سنا تھا تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس طرح کی بات زبان پر لائیں۔ اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ یہ ایک بہت بڑا زبردست بہتان ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا کام مت کرنا، اگر تم مؤمن ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے پتے کی بات کھولتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب جاننے والے حکمت والے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا و آخرت میں بڑا دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اور تم نہیں جانتے۔ (اور تم بھی نہ بچتے) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ اور یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے مہربان ہیں۔ اے اہل ایمان! شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم پر چلے گا، تو وہ اس کو بے حیائی اور بری بات کا ہی حکم دے گا۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک صاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک صاف کر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔"

چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی:

آپ ﷺ کی تکلیف دور ہوگئی۔ آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو خوشخبری سنائی۔ ان کی والدہ نے ان کو کہا: "کھڑی ہو جاؤ اور اللہ کے رسول کا شکریہ ادا کرو۔" آپؓ نے

Marfat.com

فرمایا: ”نہیں بلکہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر یہ ادا کروں گی، جس ذات نے مجھے بَری قرار دیا۔“

حدقذف کا اجراء:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو جنہوں نے یہ صریح الزام لگایا تھا ۸۰،۸۰ کوڑے لگانے کا حکم فرمایا۔ (یہی تہمت لگانے والوں کی سزا مقرر ہوئی۔) یہ الزام لگانے والے تین لوگ تھے:

(۱) حمنہ بنت جحش۔ (۲) مسطح بن اثاثہ۔ (۳) حسان بن ثابت۔

خیر و بھلائی جاری رکھنی چاہیے:

حضرت صدیق اکبرؓ مسطح بن اثاثہؓ کو قریبی رشتے داری کی بناء پر نان نفقہ دیا کرتے تھے۔ ان کے اس الزام تراشی کی پاداش میں حضرت ابوبکرؓ نے ان کا نان نفقہ منقطع کر دیا۔ تو اللہ جل جلالہ نے اسی سورۃ النور کی آیت نمبر ۲۲ میں ارشاد فرمایا:

”وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ“

’تم میں سے کوئی مالدار اور آسودہ حال یہ قسم نہ اٹھائے کہ رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں پر مال خرچ نہ کروں گا۔ بلکہ اس کو چاہیے کہ عفو و درگزر سے کام لے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری بخشش کر دے؟ (بلکہ چاہتے ہو!) اور اللہ تو بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

یہ آیت کریمہ سُن کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ فوراً گویا ہوئے: ”کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! ہمیں تو یہی پسند ہے۔“ اور اس کے بعد سیدنا مسطحؓ کو پھر سے خرچہ پانی دینے لگے۔

آستین کے سانپوں سے بچو!

یہ ان لوگوں کے نقصانات ہیں، جو مختلف جماعتوں کے درمیان ان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے داخل ہو جاتے ہیں، جب کہ ان کے دل دشمنی سے اٹے ہوتے ہیں۔ اور وہ فتنے کا انتظار کر رہے

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ پھر جب کوئی مناسب موقع ان کو ہاتھ آتا ہے، وہ اس کو کر گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

غزوۃ الخندق او الاحزاب

(غزوہ خندق جس کو جنگ احزاب بھی کہا جاتا ہے)

اہل کفر کی ساز باز:

بنونضیر کے اپنے شہروں سے نکالے جانے اور مسلمانوں کے ان کے مال پر قابض ہو جانے کے عبرت ناک انجام کے باوجود بھی ان کے شرفاء کو سکون نہ آیا۔ اور ان کے دلوں میں ہمیشہ سے یہ حسرت رہنے لگی کہ ہم مسلمانوں سے انتقام لیں۔ اور اپنے مملوکہ شہروں کو واپس حاصل کر لیں۔ لہٰذا ان کا ایک گروہ مکہ گیا۔ اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی۔ اور ان کو رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کرنے پر ابھارا۔ اور ساتھ ہی مدد کا وعدہ بھی کیا۔ پس مکے کے قریش نے اس مطالبے کو مان لیا۔ پھر یہ لوگ قبیلہ غطفان والوں کے پاس گئے۔ اور ان کے لوگوں کو بھی اسی طرح ابھارا۔ اور ان کو قریش کے لڑائی پر آمادگی کے بارے میں اطلاع دی۔ لہٰذا ان کی طرف سے بھی انہیں تسلی بخش جواب ملا۔ (ان کی طرف سے بھی وہ مطمئن ہو گئے)

جنگ کی تیاریاں:

اس کے بعد قریش اور اس کے چیلوں نے حملے کی تیاری شروع کر دی۔ ان کا سردار ابوسفیان تھا۔ جب کہ جھنڈا عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ عبدری نے اٹھایا ہوا تھا۔ ان کی تعداد ۴۰۰۰/ چار ہزار سے اوپر تھی۔ ۳۰۰/ تین سو گھوڑے تھے۔ اور ۱۵۰۰/ پندرہ سو اونٹ بھی ان کے ساتھ تھے۔

ادھر سے قبیلہ غطفان نے بھی نکلنے کی تیاری شروع کی ہوئی تھی۔ ان کے لشکر کا سپہ سالار عیینہ بن حصن تھا۔ یہ وہی بد بخت ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کے احسان کا بدلہ کفر سے دیا تھا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو زمین کا ایک ٹکڑا دیا تھا، جہاں یہ اپنے جانوروں کو چرایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ سارے جانور موٹے تازے ہو گئے۔ تو اب اسی ہستی پر جس نے اس پر احسان کیا تھا، لشکروں کی قیادت کرتا ہوا چڑھائی کرنے کے لیے آ گیا۔ اور اس کے ساتھ ۱۰۰۰/ ایک ہزار

Marfat.com

گھڑ سوار تھے۔

اس کے علاوہ بنو مرّہ نے بھی لشکر تیار کیا۔ ان کی تعداد چار سو/۴۰۰ تھی۔ اور ان کی سر پرستی حارث بن عوف مری کر رہا تھا۔

بنو اشجع نے مسعود بن رخیلہ کی زیر صدارت تیاری شروع کی۔

اور بنو سلیم نے بھی حملے کی تیاری کرنا شروع کر دی۔ جن کی سپہ سالاری کے فرائض سفیان بن عبد شمس ادا کر رہا تھا۔ ان کی تعداد سات سو/۷۰۰ تھی۔

بنو اسد نے بھی تیاری کی۔ جن کے سردار کا نام طلیحہ بن خویلد اسدی تھا۔

ان تمام لشکروں تعداد مل کر کل دس ہزار/۱۰۰۰ جنگجو لوگ تیار ہو گئے تھے۔ ان تمام کی عمومی قیادت ابو سفیان کر رہے تھے۔

خندق، ایک بہترین جنگی چال:

جب حضور اقدس ﷺ کے پاس ان لشکروں کی تیاری کی اطلاع پہنچی، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ کیا کرنا چاہیے آیا مدینے میں رک کر دفاع کریں، یا مدینے سے نکل کر اس ٹڈی دل لشکر سے مدّ مقابل ہونا بہتر رہے گا؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ شہر کے اطراف میں گڑھا کھود کر اپنا دفاع کرنا ایک ایسی زبردست جنگی چال تھی کہ جس کے بارے میں عرب جانتے تک نہیں تھے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو خندق کھودنے کا حکم فرمایا۔ اور حرّہ کے مقام پر مدینے کے شمالی حصے سے خندق کھودنا شروع کر دی۔ اور حرّہ کے مغربی حصے تک خندق کی کھدائی کا قصد کیا۔ کیونکہ یہی وہ جہت تھی، جہاں سے دشمن کے مدینے میں گھسنے کے امکانات تھے۔ جب کہ باقی اطراف گھروں اور کھجوروں کے درختوں سے پر تھیں۔ لہٰذا وہاں سے دشمن کا آنا ناممکن تھا۔

مسلمانوں نے خندق کی کھدائی کے دوران بڑی مشکلات جھیلیں، کیونکہ وہ ان دنوں وسعت کی زندگی (آسودگی) میں نہ تھے کہ ان کے لیے کام کرنا آسان ہو۔ اور آنحضرت ﷺ نے بنفس نفیس کام میں حصّہ لیا۔ آپ ﷺ مٹی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل فرما رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ ابن رواحہ کا یہ شعر گنگناتے جاتے:

Marfat.com

اللھم لو لا انت ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

والمشرکون قد بغوا علینا

وان ارادوا فتنۃ ابینا

ترجمہ:

اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے ہم ہدایت نہ پا سکتے

اور نہ ہم صدقہ کرتے نہ نماز پڑھ سکتے

پس ہم پر رحمت (سکینہ) نازل فرما

اگر ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھنا

اور بے شک مشرکین نے ہم سے بغاوت کی ہے

پھر بھی اگر وہ کسی فساد کا ارادہ رکھیں تو ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔

جنگ کا سماں:

مسلمانوں کا یہ عظیم الشان لشکر سلع پہاڑ (جو کہ مدینے کا ایک بہت بڑا پہاڑ ہے) کی طرف پشت کر کے مشرقی جانب کھڑا ہو گیا۔ ان کی تعداد تین ہزار/ ۳۰۰۰ تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تھا۔ قریش نے سیلاب کے پانی کے ٹھہرنے کی جگہ میں پڑاؤ ڈالا۔ قبیلہ غطفان احد کی طرف خیمہ زن ہوا۔ مشرکین خندق کھودنے کی تدبیر سے حیران ہو رہے تھے۔ کیونکہ عرب تو اس کو جانتے تک نہ تھے۔ پس انہوں نے مسلمانوں پر تیراندازی شروع کر دی۔

جب وقت طویل ہوتا گیا، تو ایک جماعت نے اپنے گھوڑوں کو خندق میں گھسنے پر مجبور کر دیا۔ اور یہ جرات آزما کام کرنے والوں میں سے عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن عبدود، وغیرہ شامل تھے۔ حضرت علیؓ

Marfat.com

نے عمرو بن عبدود سے مقابلہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اور اس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور نوفل بن عبداللہ کی خندق میں گر کر گردن ٹوٹ گئی۔ اور حضرت سعد بن معاذؓ نے تیر اس کے ہاتھ پر مارا، جس سے اس کی اکحلہ (بازو کی رگ) پھٹ گئی۔ اور یہ مقابلہ اور تیر اندازی پورے ایک دن تک جاری وساری رہی۔ حتیٰ کہ اس روز مسلمانوں کی نمازیں تک فوت ہو گئیں۔ جن کو انہوں نے بعد میں قضا کیا۔ آنحضرت ﷺ خندق پر محافظ مقرر کر دیئے، تا کہ مشرکین رات کے وقت ہلّا نہ بول دیں۔ اور آپ ﷺ بنفس نفیس سخت سردی کے باوجود خندق کے ایک حصے کی پہرہ داری کرتے رہے۔ اور اپنے صحابہؓ کو نصرت وکامرانی کی خبر سناتے رہے۔ اور ان سے بھلائی کا وعدہ فرماتے رہے۔ جبکہ منافقین کے دلوں میں چھپی باتیں ان سخت حالات کی بناء پر ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے برملا اس کا اظہار کیا اور کہنے لگے:

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا.

(اکیسویں پارے کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۱۲ ہے)

''اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔''

اور وہ یہ کہتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ گئے کہ جی ہمارے گھر غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ہمیں خطرہ لاحق ہو رہا ہے کہ دشمن کہیں وہاں حملہ نہ کر دیں۔ اسی کو قرآن کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں ارشاد فرمایا:

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا.

''ان کے گھر غیر محفوظ نہیں تھے بلکہ حقیقت حال تو یہ ہے کہ وہ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔''

مسلمانوں پر گھیرا تنگ ہو گیا:

اور مسلمانوں پر سختی چھا گئی۔ اس لیے کہ اس محاصرے کی وجہ سے مدینے کے فقراء مشکل میں پڑ گئے۔ اور جس چیز نے اس مشکل وسختی میں مزید اضافہ کر دیا وہ یہ کہ مدینے میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے اس موقع کو عہد شکنی کے لیے غنیمت جانا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب، بنو

Marfat.com

قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے پاس گیا۔اور اس نے اس کے لیے بالکل شیطان والا رول کیا کہ اس نے انسان کو کفر کرنے کا کہا۔اسی طرح اس نے کعب کو وعدہ خلافی کرنے پر ابھارا۔اور یہ مسلسل اس تگ و دو میں لگا رہا۔یہاں تک کہ اس نے مسلمانوں سے لڑنے کا تہیہ کر لیا۔اور رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر موصول ہوئی، تو آپ ﷺ نے بیوی بچوں اور اموال کے تلف ہو جانے کے ڈر سے مسلمہ بن اسلمؓ کو ۲۰۰ اور زید بن حارثہؓ کو ۳۰۰ جنگجوؤں کی ہمراہی میں روانہ کیا۔اور زبیر بن عوامؓ کو اس خبر کی تحقیق کے لیے روانہ فرمایا۔جب یہ اس قوم کے پاس گئے۔تو اُس (قوم) کو سخت غصہ کی حالت میں پایا۔ان کے چہروں سے برائی ٹپک رہی تھی (اور کفار نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو اپنے سامنے پایا لیکن پھر ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ درمیان میں خندق حائل تھی۔) یہ لوٹے۔اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔اس وقت مسلمانوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔اور وہ ایک شدید جھٹکے سے بڑے سخت دہل گئے۔ کیونکہ دشمن ان کے اُوپر نیچے سے آن پہنچا تھا۔اور آنکھیں پتھرا گئیں۔کلیجے منہ کو آ گئے۔اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔اور منافقین نے ایسی ایسی باتیں کہیں، جس نے ان کے خبث باطن کو ظاہر کر کے رکھ دیا۔رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن کو پیغام بھیجنا چاہا کہ قبیلہ غطفان کو واپس بلا لیں۔اور اس پر مدینہ کے ایک تہائی پھل کے عوض صلح کرنے کا ارادہ کیا تو انصارؓ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہم کفر کے حالت میں ان کو اپنے پھل نہیں دیتے تھے تو کیا اب اسلام کے بعد ہم ان کو اپنے پھلوں میں شریک کریں؟

نعیم بن مسعودؓ کا قبول اسلام:

جب اللہ تبارک تعالیٰ کسی قوم پر عنایت فرمانا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے کامیابی و کامرانی کے اسباب بھی مہیا فرما دیتے ہیں۔اور ایسی جگہ سے کرتے ہیں کہ اسے معلوم بھی نہیں ہوتا لہٰذا دیکھیے اس عنایت کی طرف جو تمہارے دلوں کو دینی تقویت میں اضافہ کرے۔نعیم بن مسعود اشجعی جو کہ قریش اور یہود کا دوست تھا۔اور غطفان کے قبیلے سے اس کا تعلق تھا۔انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو آ کر فرمایا: ''اے اللہ کے رسول! میں تو اسلام لے آیا ہوں۔اور میری قوم والے میرے اسلام لانے کے بارے میں جانتے نہیں ہیں۔لہٰذا مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے معاملے میں آپ کی مدد کروں۔''

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک اکیلے شخص ہو۔ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو۔ لیکن (خیر) اس شر کو بقدر استطاعت ہم سے دور کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ جنگ ویسے بھی ایک دھوکے کا نام ہے۔''

الخدعة فی الحرب

دھوکہ!!!

(ایک جنگی حکمت عملی)

اس کے بعد وہ صحابیؓ آپ ﷺ کے پاس سے لوٹ آئے۔ اور ایک انوکھی تدبیر سوچی۔

بنو قریظہ سوچنے پر مجبور ہو گئے:

مسلمانوں سے عہد شکنی کرنے والے گروہ بنو قریظہ کی طرف چلے۔ جب اس گروہ نے آپؓ کو دیکھا، تو بڑی تعظیم کی۔ کیونکہ (ان کی نظر میں) آپؓ ان کے ساتھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''اے بنو قریظہ! تم اپنے بارے میں میری محبت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ اور تمہارے نقصان کا جتنا ڈر مجھے ہے، اسے بھی تم خوب سمجھتے ہو۔ میں تم لوگوں کو ایک (اہم) بات بتانے چلا ہوں۔ لیکن اس بات کو میری طرف سے چھپانا (یعنی میری طرف اس بات کی نسبت لوگوں پر ظاہر مت کرنا) انہوں نے کہا جی ہاں آپ فرمایئے (ہم ضرور ایسا ہی کریں گے) آپؓ نے فرمایا: ''بنو قینقاع اور بنو نضیر کی جلاوطنی اور گھر بار لٹ جانے کے بارے میں تو تم لوگ اچھی طرح سے واقف ہو ہی۔ قریش اور بنو غطفان تم لوگوں کی طرح نہیں ہیں کیونکہ اگر ان لوگوں کو موقع ملا تو مسلمانوں کو شکست دے دیں گے۔ ورنہ پسپائی کی صورت میں اپنے اپنے ملکوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جب کہ تم لوگوں کو تو اسی شخص (محمد ﷺ) کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ اور اس سے اکیلے لڑنے کی تمہارے اندر طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ تم قریش و غطفان کی طرف سے اس بات پر مطمئن ہونے سے پہلے کہ وہ تم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے اپنے ملکوں کی طرف نہ جائیں گے، اس جنگ میں کوئی سرگرمی مت دکھاؤ۔ اور اس کے لیے احتیاطاً ان کے ستر معزز لوگوں کو اپنے پاس گروی رکھ لو۔'' بنو قریظہ کو یہ بات بڑی بھائی اور انہوں نے یہ بات قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

قریش میں بھی ہلچل مچ گئی:

Marfat.com

اس کے بعد آپؓ ان کے پاس سے اٹھ کر قریش کی طرف متوجہ ہوئے۔اور ان کے بڑے بڑے سرداروں کو جمع کرلیا۔اور ان کو کہا: ''تم میری محبت و الفت کو اپنے بارے میں جانتے ہی ہو۔ میں تم لوگوں سے ایک بات کرنے چلا ہوں۔مگر اس بات کو میری طرف سے چھپانا۔'' پھر جب انہوں نے اس شرط کو ملحوظ رکھنے کا یقین دلایا تو انہوں نے بتلانا شروع کیا کہ بنو قریظہ نے جو محمد (ﷺ) کے ساتھ کیا ہے، اب وہ اس پر نادم ہو رہے ہیں۔اور وہ تمہارے بارے میں ڈر رہے ہیں کہ تم تو واپس چلے جاؤ گے، مگر ان لوگوں کو محمد (ﷺ) کے رحم و کرم پر چھوڑ جاؤ گے۔اس قوم نے کہا: ''تو ہم ایسا نہ کریں کہ ان کے معزز لوگوں میں سے ایک جماعت کو گروی رکھ لیں۔اور وہ آپ کے حوالے کر دیں؟'' وہ اس پر راضی ہو گئے۔(اور کہا:) ''وہ لوگ تمہاری طرف آدمی بھیجیں گے۔ان سے بچ کے رہنا۔اور جو میں نے تم سے بات کہی ہے، اس کا ایک لفظ بھی میری طرف سے ان کو پتا نہ چلے۔''

غطفان والے بھی ہل کر رہ گئے:

اس کے بعد یہ غطفان کے پاس آئے۔اور ان کو بھی اسی طرح کی بات کہی، جیسے کہ قریش کو کہی تھی۔

کفر میں پھوٹ پڑ گئی:

ادھر ابوسفیان نے بنو قریظہ والوں کے پاس ایک وفد روانہ کیا۔جو کہ ان کو کل لڑائی کے لیے بلا رہا تھا۔انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہفتے کے دن لڑائی کریں (یہ وفد ہفتے کی رات کو بھیجا گیا تھا) اور ابھی جو ہم کو ملا ہے، وہ ہے ہی کیا صرف زیادتی اور شرارت ہی تو ہے۔اور اس طرح سے ہم قتال نہیں کریں گے، حتیٰ کہ تم لوگ اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو ہمارے پاس گروی رکھوا دو کہ تم ہمیں یہاں چھوڑ کر اپنے اپنے ملک نہ بھاگ جاؤ۔'' اس سے قریش اور غطفان کو نعیمؓ کی بات کی تحقیق ہو گئی۔اور اس طرح ان لوگوں کے دلوں میں پھوٹ پڑ گئی۔اور وہ جدا جدا ہو گئے۔اور ایک دوسرے سے خوف کھانے لگے۔

قوت و تدبیر دعا کے بغیر ادھوری ہے:

آپ ﷺ اللہ عزوجل سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگے کہ اس کے سوا کوئی ٹھکانہ ہے ہی نہیں۔اور

Marfat.com

آنحضرت ﷺ یوں دعا فرما رہے تھے: ''اے اللہ! آپ کتاب کو نازل کرنے والے ہیں۔ جلد حساب کتاب کرنے والے ہیں۔ ان لشکروں کو شکست فاش کیجیے۔ اے اللہ! ان کو شکست دیجیے۔ اور ان کے خلاف ہماری مدد فرمایئے۔'' اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے پیغمبر ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور دشمنوں پر تاریک رات میں سخت ٹھنڈی ہوا بھیج دی۔ اور عربوں (قریش) کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اندھیری رات میں ان پر حملہ نہ کر دیں۔ تو انہوں نے صبح ہونے سے پہلے پہلے یہاں سے کوچ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جاسوس صحابیؓ:

جب آپ ﷺ نے دشمن کے لشکر میں بھگدڑ مچ جانے کے بارے میں سُنا، تو اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ''کوئی اہم واقعہ ضرور پیش آیا ہے۔ تم میں سے کون ہے، جو اس قوم کی خبر ہم کو لا کر دے گا؟ تمام لوگ خاموش ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو یہ اعلان تین بار کرنا پڑا۔ انہی لوگوں میں سے ایک صحابی حذیفہ بن یمانؓ بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا: ''رات سے میری آوازیں سن رہے ہو، اور جواب کیوں نہیں دیتے؟'' انہوں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ سخت سردی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے رسول (ﷺ) کی ضرورت کے لیے نکل پڑو۔ اور دشمن قوم کی خبر ہمیں پہنچاؤ۔'' ان صحابیؓ نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا یہاں تک کہ اس خبر کی حقیقت معلوم کر لی کہ واقعی دشمن رسوا ہو کر لوٹنے کی تیاری کر رہا ہے۔

هزيمة الاحزاب
(دشمن کے لشکروں کی پسپائی)

کفر کی عبرتناک رسوائی و پسپائی:

آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ان کا سردار ابوسفیان ان کو کہہ رہا تھا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کو پہچان لے۔ اور کہیں کوئی دشمن تمہارے درمیان نہ آ گھسے، ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لو۔ اور اس نے سب سے پہلے کوچ کرنے کے لیے اپنے اونٹ کی رسی کھول لی۔ تو صفوان بن امیہ نے اس کو کہا: ''آپ قوم کے سردار ہیں۔ لہٰذا ایسا نہ کریں کہ قوم کو چھوڑ دیں۔ اور آپ چلے جائیں۔'' یہ سن کر ابوسفیان اپنے اونٹ

Marfat.com

سے نیچے اُتر آیا۔ اور قافلے کو کوچ کرنے کی اجازت دی۔ اور خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ہمراہ وہیں چھوڑ دیا، تا کہ روانہ ہونے والوں کی پیچھے سے حفاظت کریں کہ مسلمان ان پر عقب سے حملہ نہ کر دیں۔

نعمت خداوندی:

اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ عزّ وجل نے مسلمانوں سے یہ غم دُور فرما دیا۔ جس میں عرب ویہود کے لشکروں کے لشکر مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے۔ اگر اس دین برحق پر اللہ کا فضل وعنایت اور اس کا کرم واحسان نہ ہوتا تو حال بہت بُرا ہو سکتا تھا۔ ان لشکروں کی روانگی ذی القعدہ میں ہوئی۔ لہٰذا اکیسویں پارے کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۹ تا ۱۳ میں اس بات کو جو نعمت کے ذکر کے ساتھ تذکرہ فرمایا بالکل برحق ہے فرمایا:

یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْد" فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَاھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًاوَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَض" مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَة" مِّنْھُمْ یٰاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْق" مِّنْھُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَة"وَمَا ھِیَ بِعَوْرَةٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۔

"اے اہل ایمان! اللہ عزّ وجل کی اس نعمت کو یاد کرو، جو اس نے تم پر اس وقت کی، جب تم پر لشکروں نے چڑھائی کر دی تھی۔ تو ہم نے ان پر آندھی اور ایسے لشکر مسلّط کر دیے، جن کو خود تم بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہیں۔ یاد کرو جب وہ تم پر تمہارے اوپر سے بھی چڑھ آئے تھے اور تمہارے نیچے سے بھی۔ اور جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔ اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس وقت مسلمان آزمائے

Marfat.com

گئے تھے۔اور ایک سخت جھٹکے سے ہلا دیے گئے تھے۔اور یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (کفر کی) بیماری ہے، کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا، وہ محض ایک جھوٹ تھا۔اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ان میں سے ایک جماعت کہہ رہی تھی کہ اے یثرب والو! تمہارے لیے یہاں کوئی جگہ ہی نہیں ہے، لہٰذا واپس لوٹ چلو۔اور ان میں سے ایک فرقہ تو نبی (ﷺ) سے یہ کہتے ہوئے اجازت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بلکہ وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔"

غزوۂ بنی قریظہ

(بنو قریظہ والوں کی خبر گیری)

غدّاروں کا قلع قمع:

جب حضور انور ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ واپس اپنے شہر مدینہ تشریف لے آئے۔اور جنگی لباس اتارنے کی تیاری فرما رہے تھے، تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بنو قریظہ والوں کی خبر گیری کا حکم فرمایا تا کہ وہ اپنی زمین کو ایسی قوم کے وجود ناسور سے پاک صاف کر دیں، جن کے ساتھ معاہدہ کرنے سے کچھ فائدہ بھی نہ ہو۔وہ وعدے کو پورا نہ کریں اور کسی آڑے وقت میں مسلمان ان سے مطمئن بھی نہ ہوں۔

عاشقانِ رسول ﷺ کا طرزِ عمل:

تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ "تم میں سے لازمی طور پر ہر شخص بنو قریظہ میں جا کر ہی نماز پڑھے۔" یہ فرمان سننا تھا کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جلدی جلدی سے چل پڑے۔ اور ان کے پیچھے حضور اقدس ﷺ بھی اپنے گدھے پر سوار ہو کر چل دیے۔اور آپ ﷺ کا جھنڈا علی بن ابو طالبؓ کے ہاتھ میں تھا۔مدینے پر عبداللہ بن ام مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔راستے میں ہی عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔لہٰذا ان میں سے کچھ صحابہؓ نے حضور ﷺ کے فرمان کو جلدی پر محمول کرتے ہوئے راستے ہی میں نماز ادا فرمالی۔جب کہ بقیہ صحابہؓ نے حضور ﷺ کے فرمان کے حقیقی الفاظ تک پر عمل پیرا ہو کر بنو قریظہ میں نماز کی قضا کی۔کیونکہ پہنچتے پہنچتے نماز کا وقت ختم ہو چکا تھا

Marfat.com

۔اور حضور ﷺ نے بھی ان دونوں گروہوں میں سے کسی کو بھی کسی طرح کی ملامت نہیں کی۔ بلکہ دونوں کو اپنے اپنے اجتہاد کی وجہ سے درست فرمایا۔

دشمن قلعہ بند ہو گیا:

جب بنو قریظہ نے مسلمانوں کے اس عظیم لشکر کو دیکھا، تو اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ڈال دیا۔ اور جو معاہدہ انہوں نے کیا تھا ''جب کوئی ایک گروہ کسی دوسرے دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو تو دوسرا گروہ اس وقت اس پر حملہ نہیں کرے گا۔'' اور پھر اس معاہدے میں انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا، تو اب وہ اس سے براءت کا اظہار کرنا چاہ رہے تھے۔ لیکن اب ان کے لیے اس کی گنجائش کہاں تھی۔ جبکہ مسلمانوں کو ان کی عہد شکنی کا یقین ہو چکا تھا۔ جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی، تو اپنے قلعوں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ اور مسلمانوں نے بھی ۲۵ راتوں تک مسلسل ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ پھر انہوں نے جب یہ دیکھا کہ کم از کم جنگ تو ناگزیر ہو چکی ہے (جنگ کے بغیر تو کوئی چارہ کار نہیں۔) اب اگر وہ اب بھی اسی طرح قلعوں میں قید رہے تو ایک نہ ایک دن بھوک پیاس سے مر جائیں گے۔

دشمن نے گھٹنے ٹیک دیے:

اس صورتحال سے تنگ آ کر انہوں نے مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کو بھی اسی شرط پر رہائی دے دی جائے، جس پر بنو نضیر کو چھوڑا گیا تھا یعنی اموال کے ساتھ جلاوطن کر دیں۔ اور ہم اسلحے کو یہیں مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے لیے چھوڑ جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی اس درخواست کو قبول نہیں فرمایا۔ تو انہوں نے دوسری درخواست یہ کی کہ صرف ہمیں جانے دیں۔ اور اسلحہ اور مال و دولت سب یہیں چھوڑ کر جائیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے یہ بھی قبول نہیں فرمائی۔ بلکہ فرمایا: ''تمہیں قلعوں سے باہر تو آنا ہی پڑے گا۔'' اور جو فیصلہ آپ کے لیے ہو۔ چاہے اچھا ہو یا برا۔ اس پر رضامند ہونا ضروری اور لازمی ہے۔''

ایمانی غیرت:

انہوں نے کہا کہ جناب ابولبابہؓ کو ہمارے پاس بھیج دیجیے۔ ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

سیّدنا ابولبابہؓ اوسی تھے جو کہ بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ ان کے اموال، مویشی اور بیوی بچے سب کچھ بنوقریظہ میں ہی تھے۔ رسول خدا کے حکم سے جب یہ ان کے پاس گئے، تو انہوں نے ان سے مشورہ کیا کہ آیا حضور ﷺ کا حکم مان کر اپنے قلعوں سے اتر جائیں یا یہیں ڈٹے رہیں؟ تو انہوں نے زبان سے تو کہہ دیا کہ ہاں اتر آؤ، مگر ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے حلق کی جانب اشارہ بھی فرمادیا یعنی یہ اشارہ دے دیا کہ تمہارے ذبح کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ جناب ابولبابہؓ بیان فرماتے ہیں: "میں اسی جگہ پر ہی کھڑا تھا کہ مجھے اس بات کا احساس ہو گیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ تو میں وہاں سے واپس مدینہ کی جانب چل پڑا۔ کیونکہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سامنے آنے کی ہمت نہیں تھی۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزّ وجل نے ان (کی معافی) کے بارے میں اپنا حکم نازل فرمادیا۔ تو حضور ﷺ نے جب ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو سیّدنا ابولبابہؓ کے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کا خائن سمجھنے کا جو واقعہ پیش آیا تھا وہ آپ ﷺ کے گوش گزار کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ میرے پاس آجاتا، تو میں اللہ سے اس کی معافی طلب کرتا۔ اب جبکہ جو اس نے کرنا تھا کر لیا تو ہم بھی اس کے معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل خود ہی اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمادیں۔

خدا کا فیصلہ صحابیؓ کی زبان پر:

جب بنوقریظہ نے دیکھا کہ سوائے اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق قلعوں سے اُتر آئیں کوئی چارہ نہیں، تو وہ اپنے قلعوں سے اتر آئے۔ تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو باندھنے کا حکم فرمایا۔ تو اوس کے کچھ لوگ آپ ﷺ کے حاضر خدمت ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے، جو معاملہ ہمارے خزرجی بھائیوں کے حلیف بنوقینقاع کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے بارے میں تمہی میں سے کوئی شخص فیصلہ کر دے۔" تو انہوں نے کہا: "جی ہاں! کیوں نہیں۔" اور انہوں نے اس کام کے لیے اپنے سردار سعد بن معاذ کا انتخاب کیا۔

سیّدنا سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے۔ اور مسجد میں اس خیمے میں

Marfat.com

مقیم تھے، جو علاج معالجے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو لانے کے لیے ایک شخص کو روانہ فرمایا۔ وہ شخص ان کو ان کے گدھے پر سوار کر کے لے آیا۔ اوس کی ایک جماعت ان کی جانب یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئی کہ اپنے دوستوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کیجیے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ابن ابی نے اپنے دوستوں (حلیفوں) کے ساتھ کیسا احسان کا برتاؤ کیا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اب بھلائی اور نیک بختی کا وقت آچکا ہے کہ اب ہم اللہ کے حکم کے بارے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ پھر جب یہ آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہوئے تو ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور ان کو ان کی سواری سے نیچے اتارو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور ان سے کہا: "بلاشبہ آپ ﷺ نے آپ کو آپ کے حلیفوں کے حکم کے بارے میں ولی مقرر کیا ہے، تا کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی ان سے فرمایا: "اے سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔" تو سیّدنا سعدؓ (لوگوں کے مجمعے کے) اس کنارے کی جانب متوجہ ہوئے، جس میں رسول اللہ ﷺ نہیں تھے۔ اور لوگوں پوچھا: "کیا تم اللہ عزوجل سے وعدہ کرتے ہو کہ فیصلہ وہی ہوگا جس کا میں حکم دوں گا۔" انہوں نے کہا: "بالکل۔" پھر آپؓ اس جانب متوجہ ہوئے، جس جانب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ اور فرمایا: "کیا اس طرف والوں کی بھی یہی رائے ہے؟" (اس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے طور پر نگاہیں جھکائی ہوئی تھیں۔) تو انہوں نے جواب دیا: "ہاں۔" (تو انہوں نے فیصلہ سنایا) کہ پھر میں فیصلہ دیتا ہوں کہ ان کے تمام مردوں کو قتل کر دو۔ اور ان کی بیوی بچوں کو قید کر لو۔ اور ان کے اموال کو غنیمت بنا لو۔" یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "بے شک آپ نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، کیونکہ یہی دھوکہ باز خائن کی سزا ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کا طے کردہ یہ حکم نافذ العمل کرنے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا ان بدقسمتوں پر یہ حکم نافذ کر دیا گیا۔

مال غنیمت:

جب ان کے اموال غنیمت کو جمع کیا گیا تو وہ ۱۵۰۰ تلواریں تھیں، ۳۰۰ زرہیں تھیں، ۲۰۰۰ تیر، ۵۰۰ ڈھالیں اور خود (جنگی ٹوپی) تھیں۔ اس کے علاوہ بھی اور بہت سا مال و اثاثہ ہاتھ آیا۔ اور برتن اور

Marfat.com

کھیتی سیراب کرنے والے اونٹ و بکریاں اور بہت سی چیزیں ہاتھ لگیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان تمام اشیاء کا خمس یعنی پانچواں حصہ قیدیوں سمیت نکالا اور اپنی فوج کے پیادے کو گھڑسوار کے مقابلے میں تیسرا ۳/۱حصہ دیا۔ اور ان عورتوں کو بھی حصّہ دیا گیا، جو بیماروں کا علاج معالجہ کرنے میں مشغول تھیں۔ اور اس غنیمت میں شراب کے مٹکے ملے، جن کو بہا دیا گیا۔

سعد بن معاذؓ کی شہادت:

اس معاملے کے تکمیل تک پہنچنے کے بعد سیّدنا سعد بن معاذؓ کا زخم بہہ پڑا، اور وہ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ان کا انصار صحابہؓ میں وہی مقام و مرتبہ تھا، جو مہاجرین صحابہؓ میں سیّدنا ابوبکرؓ کا تھا۔ غزوہ خندق سے پہلے پہلے جتنی بھی جنگیں عالم کفر کے خلاف لڑی گئیں ان میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ آپ ﷺ ان سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کے بلند مرتبہ کی بناء پر ان کو جنّت کی خوشخبری سنادی تھی۔

مسلمانوں کے مدینے لوٹنے کے بعد اللہ عزوجل نے گیارہویں پارے کی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۲ میں یہ الفاظ نازل فرما کر حضرت ابولبابہؓ کی توبہ قبول فرمائی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

”ایک جماعت وہ ہے جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ ان کے نیک اعمال، برے اعمال کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے۔ بے شک وہ بخشنے والے مہربان ہیں۔“

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا، کہ وہ بنو قریظہ کے محلے کو چھوڑ دیں گے، جس میں ان سے یہ سنگین غلطی سرزد ہوئی تھی۔

اس غزوے کے مکمل ہونے کے بعد اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو یہودیوں جیسے گندے ہمسائے اور برے پڑوسیوں سے راحت عطا فرمادی۔ جن کی گھٹی میں ہی دھوکہ دہی اور خیانت پڑی تھی۔ اور اب فقط ان میں سے خیبر میں ان کے بڑے سردار اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھے جو اس لڑائی اور جنگ پر

Marfat.com

ابھارنے کا سبب اور وجہ تھے۔ عنقریب سیرت طیبہ کے مقدس اوراق کی ورق گردانی کرنے والے کے سامنے وہ دن بھی سامنے آئے گا، جس میں ان کو سزا دی گئی۔

زواج زینب بنت جحشؓ

(ام المومنین حضرت زینبؓ کا سرور کونین ﷺ کے نکاح میں آنا)

اسی سال حضور اکرم ﷺ نے ام المؤمنین زینب بنت جحشؓ سے شادی فرمائی، جن کی والدہ حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ اوران کی آپ ﷺ سے شادی آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے ان کو طلاق دینے کے بعد ہوئی۔

حضرت زینبؓ اور زید بن حارثہؓ کی شادی کا قصہ:

ان کی زیدؓ سے شادی کچھ اس طرح ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے زیدؓ کے لیے ان کے نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن ان کے خاندان والے اف اف کرنے لگے، کیونکہ زینب ایک بڑے اور معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ (اور حضرت زیدؓ، ایک آزاد کردہ غلام) اور عربوں کے ہاں اپنی بیٹیوں کا غلاموں سے نکاح کرانا ناپسندیدہ تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کی بیٹیوں کی ان سے چھوٹے درجہ کے لوگ برابری نہیں کرسکتے۔ حضرت زیدؓ کو اگرچہ رسول اکرم ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، لیکن یہ بات ان کی نظروں میں جناب زیدؓ کو معزز لوگوں میں شامل کرنے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ پس جب بائیسویں پارے کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۶ نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا.

"کسی مومن مرد وعورت کے لیے اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کریں، اور وہ (مومن) اس فیصلے کے مقابلے میں کوئی اختیار رکھے۔ اور جو کوئی اللہ اس کے رسول کی نافرمانی کرے، وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔"

تو انہیں پیغام قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا۔ جب ان کی رخصتی ہو کر یہ زیدؓ کے پاس آئیں، تو اپنی بڑائی اور شان وشوکت کا اظہار کیا۔ جس کا حضرت زیدؓ تحمل نہ کرسکے۔ چنانچہ

Marfat.com

حضرت زیدؓ نے ان کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی، تو حضور ﷺ ان کو صبر کرنے کا اور برداشت کا حکم فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بہت تنگ ہو گئے، تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ انہوں نے طلاق دینے کا پکا عزم کر لیا ہے۔ اور اس پر ڈٹ گئے۔ جب معلوم ہو گیا کہ اس طرح کے میاں بیویوں میں نبھا بہت مشکل ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ زینبؓ سے شادی فرمالیں۔ کہ ایک تو یہ اختلاف ختم ہو جائے۔ اور دوسرا ان کا شرف بھی باقی رہے، جو ایک غلام سے شادی کی وجہ سے کم ہو گیا تھا۔

ملامت کا ڈر:

لیکن رسول اللہ ﷺ اپنے (منہ بولے) بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنے کے سلسلے میں یہود وعرب کی ملامت سے ڈر رہے تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے زیدؓ سے فرمایا: ''اپنی بیوی کو اپنے پاس روک کر رکھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔''

آپ ﷺ نے اپنے دل میں وہ بات چھپائی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے۔ تو اللہ عزوجل نے اس قاعدے کو، کہ جس کو منہ بولا بیٹا بنالیا جائے اس کی بیوی، بیٹا بنانے والے (باپ) پر حرام ہو جائے گی، (ختم فرما کر) اپنے اس فرمان سے قطعی فیصلہ فرمادیا، جو سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا

''جب زیدؓ نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے ان (زینبؓ) کی آپ (حضور ﷺ) سے شادی کرادی، تا کہ مومنوں پر اپنے لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج باقی نہ رہے، جب کہ وہ ان سے اپنا تعلق ختم کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بات تو ہو کر رہنے والی ہے۔''

پھر اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں پر منہ بولا بیٹا بنانا یعنی اسے بالکل وہی حقوق ومراعات دینا جو سگے بیٹے کو دی جاتی ہیں ضرر ونقصان کی بناء پر حرام کر دیا اور اس بارے میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ نازل فرمائی:

Marfat.com

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

"(مسلمانو!) محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والے ہیں۔"

تو اس وقت سے جناب زیدؓ کا اسم گرامی زید بن محمد سے تبدیل ہو کر واپس زید بن حارثہؓ پڑ گیا اور یہ تبدیلی اس طرح ہوئی کہ جب تک قرآن پڑھا جاتا رہے گا انہیں اسی نام سے یاد کیا جائے گا۔

مجھے ضرور پڑھیے!

مؤرخین اور ان میں سے بعض گھٹیا مقاصد والے لوگ اس قصے کے بارے میں کچھ ایسی باتیں نقل کرتے ہیں جو گمراہوں کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔ اور جنہوں نے باتوں کی حقیقتوں کو نہیں جانا ہوتا وہ یہ بات ذکر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ سیّدنا زیدؓ سے ملاقات کرنے کے لیے گئے، تو اچانک تیز چلنے والی ہوا نے ان کا پردہ اڑا دیا۔ تو ان کی بیوی پر آنحضرت ﷺ کی نگاہ پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا، وہ حضور ﷺ کے دل کو بھا گئیں (نعوذ باللہ من ذٰلک ومن کل شر القی الشیطان فی قلوب اولیاءہ) اور آپ ﷺ کے منہ سے سبحان اللہ نکل گیا۔ جب ان کے شوہر یعنی حضرت زیدؓ تشریف لائے، تو حضرت زینبؓ نے ان کو یہ قصہ سنایا، تو انہوں نے سوچا کہ اب میرے لیے حضرت زینبؓ سے جدائی اختیار کرنا لازمی ہے۔ تو یہ آپ ﷺ کے پاس گئے۔ اور آنحضرت ﷺ کو اپنے اس ارادے سے مطلع فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔ باقی آخر تک وہی قصہ ہے، جو اوپر گزر گیا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔

ان کے جھوٹا ہونے کی یہ دلیل کہ اسلام کے آنے سے پہلے عرب کی عورتیں چہرے کے پردے کے بارے میں جانتی تک نہ تھیں۔ یہ بات بھی مسلّم ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا اتنا قریبی تعلق یعنی آپ ﷺ کے پھوپھی کی بیٹی ہوں۔ پھر وہ بہت پہلے ایمان بھی لے آئی ہوں۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی مکے میں ہی قیام پذیر تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تک نہ ہو حالانکہ ان کو اسلام لائے دس سال گزر چکے تھے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ نے ہی تو ان کی شادی سیّدنا زیدؓ سے کروائی تھی۔ تو اگر حضور ﷺ کو ان میں محبت کا میلان ہوتا تو آپ ﷺ ان سے شادی کر سکتے تھے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کو اس سے کوئی چیز روکنے والی نہیں تھی۔اور ہم میں سے کون ایسا ہوسکتا ہے جو سوچ سکتا ہے کہ جناب سیّد اکرم ﷺ جو کہ اپنی قوم کو یہ کہتے تھے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں اور ان کو صبح وشام اللہ کا فرمان سولہویں پارے کی مکی سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۸۸ کی صورت میں یوں سناتے رہتے ہیں:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ .

''آپ ان چیزوں کی طرف ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے، جو ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو مزے اڑانے کے لئے دی ہیں۔''

اسی طرح کا مضمون ایک اور جگہ یعنی سولہویں پارے کی مکی سورت سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.

''آپ دنیاوی زندگی کی اس بہار کی طرف آنکھیں اٹھا کر بھی مت دیکھئے، جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو مزے اڑانے کے لئے دے رکھی ہیں۔''

اس کے بعد بھی آپ ﷺ اپنے متبعین میں سے ایک شخص کے گھر میں داخل ہوجائیں۔اور اچانک اس کی بیوی کو دیکھ لیں۔اور اس کے بعد اس سے شادی کرنے کی خواہش میں گرفتار ہوجائیں۔بے شک یہ ایک بہت بڑی بات ہے، جس کو ہمارے دل محسوس کریں۔اور اگر لوگوں میں سے کوئی گھٹیا شخص بھی اس طرح کی حرکت کرے، تو اس کے لیے بھی یہ بات باعث عیب ہے۔تو اس ذات کے بارے میں یہ تصوّر کیسے کیا جاسکتا ہے، جس کے بارے میں مؤرخین کا اتّفاق ہے کہ وہ اخلاق کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ اچھے ہیں۔اور بُرائی سے سب لوگوں سے زیادہ دور ہیں۔اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور اعلیٰ سمجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔حتیٰ کہ آپ کی اللہ عزوجل نے بھی اپنے اس قول سے جو اللہ تعالیٰ نے انتسویں پارے کی سورۃ ن کی آیت نمبر ۴ میں نازل فرما کر آپ ﷺ کی یوں تعریف فرمائی:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ.

''بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔''

Marfat.com

بے شک یہ خرافات پرندوں والی خرافات سے، جس کا تذکرہ ''رجوع المہاجرین الحبشہ'' والے پیرائے میں گزرا ہے، تعلق رکھتی ہے۔ جس کو دین کے دشمنوں نے گھڑا ہے، تا کہ اس کے ذریعے سے وہ اپنے رذیل مقاصد تک پہنچ سکیں۔ اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ یہ باتیں عقل اور نقل (روایت و درایت) دونوں کے خلاف ہیں۔ اور اس بات میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ گیا کہ حقیقت وہی ہے جس کو ہم نے پہلے پہل نقل کر دیا ہے، جو قرآن کریم کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۷ سے مستفاد ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا.

''اور (اے پیغمبر!) یاد کرو، جب آپ اس شخص کو کہہ رہے تھے، جس پر اللہ نے احسان کیا۔ اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا تھا، کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی روکے رکھو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والے تھے۔ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ان سے ڈریں۔ اور جب زید نے ان سے تعلق ختم کر لیا، تو ہم نے ان سے آپ کی شادی کرا دی تا کہ مؤمنوں پر اپنے لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج باقی نہ رہے، جب کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے چکیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بات تو ہو کر رہنے والی ہے۔''

الحجاب

پردہ!

(ایک اسلامی شعار ووقار)

اسی سال پردے کی آیات نازل ہوئیں، جو (اس وقت تک) رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے ہی خاص تھیں۔

Marfat.com

ایک دلی تمنا تھی:

جب کہ سیّدنا عمر فاروقؓ نے ان آیتوں کے اُترنے سے پہلے بھی پردے کو پسند فرماتے تھے۔ اور موقع بموقع اس کا کثرت سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ پردے کے بارے میں کسی قرآنی آیت کا نزول ہو۔ اور وہ یہ کہا کرتے تھے: ''اگر تمہارے (عورتوں کے) بارے میں میری بات مانی جائے، تو (غیر کی) کوئی آنکھ تمہیں نہ دیکھ سکے۔'' تو سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں حکم آیا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ

''جب تم ان سے کوئی چیز مانگو، تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے حق میں زیادہ پاکیزگی (کا راستہ) ہے۔''

تو بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ کیا ہمیں اپنی چچا زاد بہنوں سے بات کرنے سے روکا جائے گا؟ اور اگر کوئی بات کرنی بھی پڑے تو پردے کے پیچھے سے کریں؟ (کسی نے کہا) اگر محمد (ﷺ) اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو میں ان کی بیوی عائشہؓ سے شادی کروں گا۔ تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ م بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

''تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف دو۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ (ﷺ) کے بعد آپ (ﷺ) کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ بے شک تمہاری یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔''

ابتدائی دنوں میں پردے کا طریقہ:

اس وقت تک پردے کا یہ حکم رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے ہی خاص تھا۔ بقیہ تمام مسلمان عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم تھا۔ جیسا کہ یہ حکم مردوں کو دیا گیا تھا۔ اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی زینتوں کو اجنبیوں کے سامنے ظاہر مت کریں۔ ہاں

Marfat.com

اس وقت تک پردے کا یہ حکم رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے ہی خاص تھا۔ بقیہ تمام مسلمان عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم تھا۔ جیسا کہ یہ حکم مردوں کو دیا گیا تھا۔ اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی زینتوں کو اجنبیوں کے سامنے ظاہر مت کریں۔ ہاں جو ناگزیر ہو، جیسے انگلی میں انگوٹھی، ہاتھ میں مہندی اور آنکھ میں سرمہ وغیرہ۔ اور جو اشیاء پوشیدہ ہوتی ہیں، ان کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ کلائیوں میں کنگن، بازو کے لیے بازو بند، پاؤں کے لیے پازیب، گلے کے لیے ہار، بالوں کا گجرا، سینے کے لئے موتیوں کا ہار اور کانوں کے لیے بالی وغیرہ۔ ظاہری زینت اور باطنی زینت کا مطلب ان کی جگہیں ہیں۔ اور ان کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنے دوپٹوں کو اپنے سینے پر ڈال کر رکھا کریں تاکہ ان کے سینے کھل کر ظاہر نہ ہو جائیں۔ اس حکم خداوندی کا نزول اس وجہ سے ہوا کہ اس وقت کی عورتوں کے گلے چوڑے (سلتے) تھے، جن سے ان کے گلے، سینے اور اس کے آس پاس کا حصہ ظاہر ہو جاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس سے بھی منع کر دیا گیا کہ جس سے غیر محرم کو پتا چلے کہ انہوں نے پازیب پہنی ہوئی ہے۔ اور جب ان کو زیورات کے ظاہر کرنے کے بعد ان زیورات کی آواز کے اظہار سے بھی منع فرمایا، تو اس سے معلوم ہوا کہ جن اعضاء پر زیورات پہنے جاتے ہیں، ان کو چھپانا تو بطریق اولیٰ لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارویں پارے کی سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

''اور ایمان والی عورتوں کو کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنے ظاہری سنگھار کے علاوہ اپنی زیب و زینت کو ظاہر مت کریں۔ اور اپنے دپٹوں کو اپنے

Marfat.com

گریبان پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں کے سامنے، یا اپنے باپ یا اپنے شوہروں کے باپوں کے آگے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے آگے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے آگے، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے آگے، یا اپنی جیسی دیگر عورتوں کے آگے، یا اپنی لونڈیوں کے آگے، یا ان خدمت گزاروں کے جن کے دل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہ ہو، یا ان (چھوٹے بچوں کے) آگے جو ابھی تک عورتوں کے ستر سے واقف نہیں ہوئے۔ اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ (زمین پر) اپنے پیروں کو زور سے مت ماریں کہ (پیروں کی) جو زینت ان کو چھپانی تھی، وہ ظاہر ہو جائے۔ اور اے ایمان والو! سب کے سب مل کر اللہ کے آگے توبہ کرو، تاکہ تم بھلائی حاصل کرسکو۔"

کنیز اور آزاد عورت کا فرق:

اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی عورتوں کی وہی حالت زار تھی، جو زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھی یعنی وہی چھچھوراپن۔ ایک چادر اور دوپٹے میں ہی باہر آجایا کرتیں تھیں۔ اور لونڈیوں اور آزاد عورتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس زمانے میں چونکہ قضائے حاجت کے لیے جنگل وغیرہ میں جانا پڑتا تھا، لہٰذا جب کوئی لونڈی رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے کسی کھجور کے جھنڈ کی طرف یا کھلے میدان کی طرف نکلتی تو اس وقت کے نوجوان اور شریر مزاج کے لوگ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔ اور یہ خبیث النفس لوگ کبھی کبھار اس طرح سے آزاد عورتوں کو بھی چھیڑ دیا کرتے تھے۔ اور بہانہ یہ بنایا کرتے تھے کہ ہم نے تو سمجھا کہ یہ لونڈی ہے۔ تو مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی چال ڈھال اور وضع قطع لونڈیوں سے ذرا مختلف رکھیں۔ وہ اس طرح کہ اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں ڈالے رکھیں تاکہ ان کا بدن اور چہرہ ڈھکا رہے، جس سے ان کا وقار برقرار رہے۔ اور انہیں یہ تحفہ دیا گیا تاکہ کسی لالچی کو ان میں کوئی رغبت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

"اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اور بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے بھی کہ اپنے

Marfat.com

اوپر بڑی بڑی چادریں تان لیا کریں۔ اس طرح بہت کم وہ پہچانی جاسکیں گی۔اور (اس طرح) انہیں ستایا نہ جاسکے گا۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ بخشنے والے رحم فرمانے والے ہیں۔"

شادی سے پہلے اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنا:

البتہ عورت کا اس شخص سے پردہ کرنا، جو اس سے شادی کرنا چاہتا ہو، نہ تو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کو لازم قرار دیا گیا اور نہ ہی سلف صالحین میں اس کا دستور تھا۔ ہر معاملے کی حکمت سے باخبر حاکم ذات نے اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، تاکہ آدمی پیش آنے والے حالات سے باخبر ہو جائے، حتیٰ کہ زوجین کے درمیان اس معاملے میں اتحاد و اتفاق قائم ہو جائے۔ اس بات پر تمام ائمہ دین کا اتفاق ہے۔ جناب حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اپنی کتاب الاحیاء میں تحریر فرماتے ہیں: "شریعت نے محبت پیدا کرنے والے طریقوں کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں پسند کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک نظر دیکھ لینا مستحب ہے۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ تمہارے دل میں کسی عورت سے شادی کرنے کا خواب ڈالیں، تو ایک نظر اس کو دیکھ لینا چاہیے، کیونکہ یہ بات ان دونوں (زوجین) کے درمیان ملاپ کے وقت الفت کو قائم کرنے کے زیادہ مناسب ہے۔ (یعنی تاکہ ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا ہو جائے۔)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "انصار کی آنکھوں میں ذرا خرابی سی ہے تو ان انصاری عورتوں سے جب کوئی شخص شادی کرنا چاہے تو اس کو پہلے دیکھ لینا چاہیے۔" اب وہ خرابی کیا تھی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات تو فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں ذرا بھینگی تھیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چھوٹی تھیں۔ بعض صالحین تو ہر طرح کے دھوکے اور نقصان سے بچنے کے لیے ایک نظر دیکھنے سے پہلے شادی ہی نہیں کیا کرتے تھے۔ امام اعمشؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں: "ہر وہ شادی جو ایک بار بھی دیکھے بغیر منعقد ہو اس کا انجام کار غم اور دکھ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔" بعید نہیں کہ زمانے کی تلخیاں اور دینی تربیت کا فقدان، جو کہ انسان کو اعلیٰ اخلاق کا درس دیتی ہیں، ہم میں عورت کے پردے کے حوالے سے پہلے زمانے کے عام مسلمانوں کا سا ہی احساس پیدا کردے کہ مفاسد ختم ہو جائیں اور فتنوں کا سدّ باب ہو۔

Marfat.com

نوٹ!

شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنے کے حوالے سے جو کچھ آپ نے پڑھا وہ شیخ محمد الخضری کی رائے ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جب کہ ہمارے خیال میں بات یوں ہے کہ اگر موقع مل جائے تو دیکھنے میں حرج نہیں، البتہ بالقصد والارادہ دیکھنا (جیسا کہ منہ دکھائی) شرعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

فرض الحج
(حج کی فرضیت)

راجح قول کے مطابق اسی سال اللہ عزوجل نے امت مسلمہ کے صاحب استطاعت لوگوں پر حج فرض فرمایا۔

حج کی فرضیّت اس لیے ہوئی تا کہ مسلمان دنیا کے ہر کونے سے آ کر ایک خاص مقام پر جمع ہو جائیں۔ اور اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اس سے اس بات کی رو رو کر گڑگڑا کر دعائیں کریں کہ اللہ اپنی مدد سے ان کی نصرت فرمائیں۔ اور اپنے سچے دین کی اتباع کرنے میں ان کی مدد کریں۔ اور اس حج ہی کے ذریعے سے مسلمانوں کے درمیان رابطہ اور اتحاد قلوب ممکن ہے کہ جس میں مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ فائدہ چھپا ہے۔

Marfat.com

باب یازدہم

السنة السادسه

مدینہ منورہ کی زندگی کا چھٹا سال

Marfat.com

سریۃ محمد بن مسلمہؓ الی القرطاء

(غازیان اسلام کا ایک قافلہ محمد بن مسلمہ کی قیادت میں قرطاء چلا)

ہجرت کے چھٹے سال محرم الحرام کے مہینے کے دس دن گزرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس شہسواروں کو بنو بکر بن کلاب پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ جو کہ ضریہ میں رہتے تھے۔ تو یہ لشکر ان پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا۔ اور جنگی حکمت عملی کے طور پر راتوں کو چلتے اور دن کو رک جاتے تھے۔ اور اسی حکمت عملی کی بناء پر ایک روز اچانک ان کے سروں پر آدھمکے۔ ابھی ان کے دس جوانوں کو ہی موت کے گھاٹ اتارا تھا کہ باقیوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی نجات سمجھی۔ مسلمانوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور ان کے مال مویشی کو ہانک کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔

حدیث ثمامہ

(ثمامہ کا قصہ)

جب بنو کلاب کی معرکہ آرائی سے مسلمان فاتحین لوٹ رہے تھے، تو راستے میں ان کا مقابلہ بنو حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی سے ہوا۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ لیکن مسلمانوں میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ اتنے بڑے سردار ہیں۔ جب اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا۔ اور انتہا درجے کے عمدہ اخلاق سے اس کے ساتھ معاملہ کیا کہ تین روز بعد ان کو قید سے آزاد کر دیا۔ البتہ ان قید کے دنوں میں اسلام ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ وہ بھی اسلام قبول کر کے راہ راست پر آجائیں۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کے حسن سلوک نے ثمامہ کا دل جیت لیا:

آزادی کے بعد ثمامہ نے یہ معاملہ اور عزّت افزائی کی بے مثال صفات پر غور کیا، تو اس کے بعد ان کو سچے قابل تعریف دین کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات کی اندھی تقلید کرنا ایک خواہ مخواہ کی ضد اور ہٹ دھرمی محسوس ہوئی۔ لہٰذا ایک روز بغیر کسی دباؤ میں آئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب کیا: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! میں دنیا میں کسی کو آپ سے زیادہ قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا، لیکن اب اللہ رب العزّت نے میری نگاہوں کو حقیقت کی آشنائی سے منوّر کیا ہے تو آپ کی صورت مبارک میرے لئے دنیا کے تمام چہروں سے محبوب و پسندیدہ ہوگئی ہے۔ اور خدا کی قسم! میں دنیا میں کوئی دین آپ کے دین سے برا نہیں سمجھتا تھا، مگر اب یہی دین میرے لئے دنیا بھر کے ادیان میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ بن گیا ہے۔ اللہ کی قسم! کسی شہر سے مجھے اتنی نفرت نہیں تھی، جتنی آپ کے وطن سے مگر آج مجھے یہی دیار سب سے زیادہ عزیز ہیں۔'' (پھر اسلام کی قبولیت کا اظہار فرمایا۔) ان کے قبول اسلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے، کیونکہ ان کا اسلام میں داخل ہوجانے کا مطلب تھا کہ ان کی اتباع کرنے والی قوم خداوند کریم کی ہدایت سے حلقہ اسلام میں رغبت کرے گی۔

با اثر لوگوں کی طاقت:

پھر جب ثمامہ اپنے ملک واپس جانے لگے، تو مکہ سے عمرہ کرتے ہوئے لوٹے۔ اور وہاں اس نے بر سر مجمع اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، جس کو دیکھ کر قریش نے ان کو ایذا رسائی کا ارادہ کیا۔ مگر ان کو چند دور اندیش لوگوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اناج لینے کی ضرورت ہمیں یمامہ والوں سے پڑتی ہے۔ اور ثمامہ اس قبیلے کا با اثر فرد ہے۔ لہٰذا قریشیوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی حضرت ثمامہ قسم کھا چکے تھے کہ آج کے بعد یمامہ کی طرف سے اہلِ قریش کو اناج نام کی کوئی چیز اس وقت تک نہیں ملے گی، جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔

نبی رحمت اور اطاعت شعار صحابہ:

اہل قریش نے اس قسم کو تڑوانے اور غلّہ بھیجنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر بالآخر انہوں نے گھٹنے ٹیک کر

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں پایا۔ اس نازک مرحلے پر مولیٰ کائنات علیہ السلام نے حسب عادت شفقت و رحمت کا ہی معاملہ کیا۔ اور حضرت ثمامہ کی جانب پیغام بھجوایا کہ یمامہ سے اہل قریش کے لئے جتنی خوراک پہلے آیا کرتی تھی، وہی اب پھر جاری کر دی جائے۔ تو یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر تسلیم خم کر کے حکم پر عمل پیرا ہو گئے۔

یہ معزز اور پاکیزہ نسب والی باحیثیت ہستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی دین اسلام پر ثابت قدم رہی کہ جب ان کے ملک کے اکثر و بیشتر لوگوں نے راہ ارتداد اختیار کرنا شروع کی، تو یہ اپنی قوم کو مسلیمہ کی اتباع کرنے سے روکتے تھے۔ اور ان کو یوں ڈرایا کرتے تھے: ''اپنے آپ کو ظلم کے گڑھے میں ڈالنے والے اس شخص سے بچتے رہو کہ جس میں کوئی نور نہیں ہے۔ اور بے شک یہ بد بخت ہے۔ اور جو اس کی اتباع کریں گے، اللہ عزوجل نے ان کی تقدیر میں بد بختی ہی لکھ دی ہے۔'' لہٰذا ان کو اسی دعوت و تبلیغ کی بناء پر ان کی قوم کے بہت سے لوگ دین اسلام پر ہی ثابت قدم رہے۔ (رضی اللہ عنہ)

غزوۃ بنی لحیان

(بنو لحیان والوں کی طرف پیش قدمی)

بنو لحیان والے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے عاصم بن ثابت اور ان کے دیگر مسلمان بھائیوں کو شہید کیا تھا۔ جن کی شہادت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلسل غم و کرب کی ایک کیفیت طاری تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دشمنوں سے ان کا بدلہ لینے کی تاک میں تھے۔ یہاں تک کہ ہجری چھٹے سال کے ربیع الاول کا ماہ مبارک آن پہنچا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تیاری کرنے کا حکم فرمایا۔ اور جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر غزووں میں یہی عادت تھی کہ بتایا نہیں کرتے تھے کہ کہاں جانا ہے۔ اس غزوے میں بھی یہی ہوا کہ مقصد کسی کو بھی نہیں بتلایا تاکہ دشمنوں سے خبر چھپی رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی مقرر کیا تھا۔ اور خود دو سو سواروں کی ہمراہی میں جن میں بیس گھوڑے تھے، اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور مسلسل آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ اصحاب رجیع کے قتل کئے جانے کی جگہ پہنچ

Marfat.com

گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بڑا رحم آیا۔اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔

دوسری طرف بنی لحیان نے اس لشکر کی آمد کی خبر سنی،تو پہاڑوں میں جا چھپے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ میں دو دن قیام فرمایا۔اور ان کے تعاقب میں متعدد لشکر بھیجے،مگر کوئی ہاتھ نہیں آیا۔اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ صحابہ کو عسفان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا تاکہ جب اہل مکہ کو جب یہ خبر پہنچے،تو ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف بیٹھ جائے،جب کہ کچھ صحابہ عسفان سے جنوب کی سمت میں آٹھ میل پر واقع غمیم کے آس پاس چلے آئے،تو اس بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے مدینہ کی طرف لوٹ آئے تھے:

آئبون تائبون لربنا حامدون اعوذبالله من وعثآء السفر و کابٰة المنقلب وسوٓء المنظر فی الاهل والمال.

''ہم لوگ سفر سے واپس کرنے والے ہیں۔توبہ کرنے والے ہیں۔اپنے رب کی حمد کرنے والے بھی ہیں۔اپنے اللہ کا شکر ادا کرنے والے ہیں۔ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں،سفر کی تھکاوٹ سے۔اور غموں کے ٹوٹنے سے۔اور اپنے گھر بار اور مال جائیداد کی خستہ حالی سے۔''

غزوۃ الغابة او ذی قرد

پس منظر:

نبی علیہ السلام کے پاس بیس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں،جو کہ غابہ کے مقام پر چرا کرتی تھیں۔تو عیینہ بن حصین نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں ان پر ڈاکہ ڈالا۔اور ان کے چرواہے سے ان کو لے اڑا۔تو یہ اطلاعات رسوال اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موصول ہوئیں۔

مشہور تیر انداز اور سب سے تیز رفتار صحابیؓ:

یہ اطلاعات انصار کے ایک معروف تیر انداز سلمہ بن اکوع نے پہنچائی تھی۔چونکہ یہ بہت تیز رفتار تھے،لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس (عیینہ بن حصن) کے ساتھیوں کی تلاش میں روانہ فرمایا تاکہ یہ ان کو تیر اندازی کے ساتھ ذرا مشغول کر دیں۔اتنے میں دیگر مسلمان ان لوگوں کو جا پکڑیں۔لہٰذا ارشاد مبارک کی تعمیل میں بلا کسی چون وچراں کے تیزی سے ان کے پیچھے نکلے،حتی کہ ان

Marfat.com

کو جالیا۔ اور تیروں کی بوچھاڑ کردی۔ اس کے ساتھیوں نے اپنے گھوڑوں کے رخ ان کی جانب موڑے، تو یہ صحابیؓ بھاگتے ہوئے دور نکل گئے۔ اور ہاتھ نہ آئے۔ جب ان کافروں کے گھوڑے کسی تنگ جگہ داخل ہوئے، تو یہ صحابیؓ پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں سے پتھر مارنا شروع کردیے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے اختیار کی حد تک نیزے اچھالتے اور خود پر چادریں ڈال لیتے، تاکہ خود سے یہ پریشانی دور کرسکیں۔ حضرت سلمہؓ نے مسلسل انہیں یونہی مصروف رکھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا لشکر ان کے پاس آپہنچا۔

چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس جنگ/غزوے کے لئے پکارا تھا۔ اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے جو حضرت سلمہؓ تک پہنچے، وہ سیّدنا مقداد بن عمروؓ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا: ''اس قوم کی تلاش میں نکلیے۔ اور ان کو ڈھونڈنے میں مسلسل جدوجہد کریں۔ یہاں تک کہ ان کو تلاش کرلیں۔'' اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا بھی مرحمت فرمادیا۔ تو یہ جلیل القدر صحابی نکل پڑے۔ اسی طرح ان کے ساتھ دو شہسوار اور بھی چل دیے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دشمنوں کے لشکر کے آخری حصے کے لوگوں جالیا۔ اور وہاں مقابلے کی آگ بھڑک اٹھی۔ جس میں ایک مسلمان شہید ہوا۔ اور دو مشرک واصل جہنم ہوئے۔

اس حملے میں مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر اونٹنیوں کو چھڑالیا۔ جبکہ اس لشکر کا ابتدائی حصہ بقیہ اونٹنیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے مجھے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! بس مقصد حاصل ہو چکا ہے۔ لہٰذا آرام کیجئے۔ پھر پانچ راتوں کے بعد یہ وہاں سے لوٹ آئے۔

سریۃ عکاشہ بن محصن الی الغمر

(غازیان اسلام کا ایک قافلہ عکاشہ بن محصن کی سرکردگی میں غمر کی جانب چل پڑا)

پس منظر:

بنو اسد والے جیسا کہ ان کا ذکر پہلے بھی گزرا ہے کہ یہ ایسے خبیث لوگ تھے کہ مسلمانوں میں سے

Marfat.com

جو شخص ان کے علاقے سے گزرتا تھا، اس کو سخت تکالیف پہنچایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس ﷺ نے ان کی عقل کو ٹھکانے لگانے کے لئے سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چالیس سواروں کی ہمراہی میں ان پر حملہ کرنے کیلئے روانہ فرمایا۔

جب یہ لشکر ان کے شہروں کے قریب پہنچا، تو ان کو اس لشکر کی آمد کا جیسے ہی پتہ چلا، وہ تمام کے تمام بھاگ کھڑے ہوئے۔ البتہ ایک سوئے ہوئے شخص کو اسی بستی میں پایا، تو اس کو اس شرط پر امن دے دیا کہ وہ مسلمانوں کو اس (بنو اسد) کے مال مویشی کے ٹھکانے کی اطلاع دے گا، تو اس نے (یہ شرط منظور کرکے) اس ٹھکانے کی اطلاع دے دی۔ جہاں سے مسلمان دشمن کے سو اونٹ ہانک لائے۔ اور بخیریت بغیر کسی جنگی تدبیر کا سامنا کئے، واپس مدینہ پہنچ گئے۔

سریة محمد بن مسلمه الی ذی القصه

(غازیان اسلام کا ایک قافلہ سیدنا محمد بن مسلمہ کی سرکردگی میں ذی القصہ کی جانب چل پڑا)

پس منظر:

ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ذوالقصہ کے کچھ لوگ ''ہیفاء'' کے مقام پر چرنے والی مسلمانوں کی بکریوں پر حملہ کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے معاملے کو صاف کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہؓ کو دس افراد کے ساتھ روانہ فرمایا۔

کفر کی تدبیر:

یہ تیزی سے نکلے اور وہاں رات کے وقت جا پہنچے۔ اور مسلمان کے اس لشکر کی آمد کے بارے میں جب مشرکین کو اطلاع ہوگئی، تو گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ اور جیسے ہی مسلمان بے خبری میں سوئے، فوراً ہی تیر اُڑ اُڑ کر ان کے اندر گھسنے لگے۔ مسلمانوں نے اپنے اسلحوں کی جانب چھلانگ لگائی، لیکن اس وقت تک دشمن ان پر غالب آچکا تھا۔ تو ان کے قائد محمد بن مسلمہؓ کے علاوہ تمام شہید ہوگئے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی انہوں نے یہی سمجھا کہ ان کو بھی شہید کر دیا گیا ہے، مگر یہ اٹھے۔ اور مدینے آئے۔ اور آکر اس المیے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

خون کا بدلہ:

Marfat.com

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ عامر بن جراحؓ کو ربیع الآخر میں ان دشمنوں سے بدلہ لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ جب یہ لوگ ان کے گھروں تک پہنچے، تو ان مشرکین کو متفرق ہو کر بھاگتے ہوئے پایا۔ لہٰذا مسلمان ان کے مال مویشی ہانک کر مدینہ لے آئے۔

سریہ زید بن حارثہؓ الی الجموم

(زید بن حارثہؓ جموم کی طرف)

بنو سلیم نے اپنے خاص انداز سے دشمنی دکھائی۔ بنو سلیم ان لوگوں میں سے ہیں، جو غزوہ خندق میں مسلمانوں کے مدمقابل صف آرا تھے۔ لہٰذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو ربیع الآخر میں جموم کے مقام پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ مگر جب مسلمان ان کے علاقے کے قریب پہنچے، تو ان کو متفرق پایا۔ البتہ وہاں سے انہوں نے ایک عورت کو پکڑا، جس نے مسلمانوں کو بنو سلیم کے گھروں کا راستہ بتادیا۔ جہاں سے وہ مال مویشی حاصل کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کو بھیڑ بکریاں ہاتھ لگ گئیں۔ وہاں انہوں نے مردوں کو بھی پایا۔ لہٰذا ان کو قیدی بنالیا۔ اور ان قیدیوں میں اس اطلاع دینے والی عورت کا شوہر بھی تھا، تو جب مسلمان ان تمام کو لے کر مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اور اس کے شوہر کو آزاد فرما کر احسان فرمایا۔

سریہ زید بن حارثہ الی العیص

(غازیان اسلام کا ایک قافلہ زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں عیص کی جانب چل پڑا)

پس منظر:

نبی علیہ السلام کو کسی ذریعے اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے تجارت کر کے واپس مکہ جا رہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلے پر چھاپہ مارنے کے لئے زید بن حارثہؓ کو ایک سو ستر سواروں کی ہم رکابی میں روانہ فرمایا۔ (یہ داؤ کامیاب رہا۔) مسلمانوں نے اس قافلے کو پکڑ لیا۔ اور جو اس میں مال و اسباب تھا، (اس پر قبضہ کر لیا) اور جو لوگ اس قافلے کے ساتھ تھے، ان تمام کو گرفتار کر لیا۔

ایک مسلمان کی امان، سب مسلمانوں کی پناہ!

انہی قیدیوں میں سے ایک قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہا کے شوہر، ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔ یہ مکہ کے ان لوگوں سے تھے جن کا تجارت، مال اورامانت داری میں شمار ہوتا تھا۔انہوں نے اپنی بیوی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پناہ طلب کی، انہوں نے پناہ دے دی۔ اور قریش کے مجمع میں اس کا اعلان کروادیا۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام مسلمان ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔ان میں سے ایک کم درجے کا شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔(اور ویسے بھی) جس کو آپ نے پناہ دی ہے، اس کو ہم سب نے بھی پناہ دی۔''

حسن سلوک کا نتیجہ:

مسلمانوں کے درمیان مساوات و برابری کے حوالے سے یہ واقعہ بہترین نمونہ ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کو چھوڑ دیا، بلکہ ان کا مال بھی بغیر کچھ اس سے کم کئے لوٹا دیا۔ جسے لے کر وہ چلے گئے۔ وہاں جا کر جس جس کا بھی حق تھا، اس کو اس کا حق ادا کر دیا۔ اور اسلام قبول کر کے مدینہ لوٹ آیا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے (اسی نکاح پر برقرار رکھ کر) ان کی زوجہ بھی لوٹا دیں۔

سریہ زید بن حارثہ الی الطرف

(غازیان اسلام کا ایک قافلہ سیدنا زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں طرف کی جانب چل پڑا)

پس منظر:

جمادی الآخرہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو پندرہ لوگوں کی رفاقت میں بنو ثعلبہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا، جنہوں نے محمد بن مسلمہؓ کے ساتھیوں کو سفاکانہ طریقہ سے شہید کر دیا تھا۔ جب کہ وہ ''طرف'' میں مقیم تھے۔

رعب و دبدبہ:

لشکر ان کی طرف بڑھا۔ جب دشمنوں نے (ایک چھوٹے سے مگر جرات سے بھرے ہوئے) لشکر کو دیکھا، تو سوچا کہ شاید یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا مقدمہ یا ابتدائی حصہ ہے۔ سو وہ اپنے مال مویشی کو یونہی کھلے عام چھوڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمان ان جانوروں کو ہانک لائے۔ اور چار راتوں بعد مدینہ واپس آئے۔

Marfat.com

سریہ زید بن حارثہ الی وادی القریٰ

(سرفروشان اسلام کا ایک قافلہ زید بن حارثہ کی سرکردگی میں وادی القریٰ کی جانب بڑھتے ہوئے)

پس منظر:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رجب میں زید بن حارثہؓ کو بنو فزارہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ کیونکہ جب سیدنا زیدؓ شام سے تجارت کر کے واپس لوٹ رہے تھے، تو انہوں نے حضرت زیدؓ سے چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ اور ان کا سارا مال چھین لیا تھا۔ قریب تھا کہ ان کو قتل کر دیتے۔ سو جب وہ مدینہ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مزید کچھ لوگوں کے (ساتھ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا) فزارہ سے، جو کہ (مدینہ کے شمال میں) وادی قریٰ میں رہتے تھے، بدلہ لینے کے لئے روانہ فرمایا۔

جنگ کا منظر:

یہ لشکر چل پڑا۔ یہاں تک کہ اچانک دشمن پر جا کر حملہ کر ڈالا۔ اور ان کو گھیر لیا۔ اور ان کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کے سرداروں کی ایک عورت کو قید کر لیا۔ جس صحابیؓ نے اس کو قید کیا تھا، اس سے آنحضرت ﷺ نے تحفۃً مانگ لیا۔ اور اس کے بدلے مکہ کا ایک قیدی فدیے کے طور پر دے دیا۔

سریۃ عبد الرحمٰن بن عوفؓ الی دومۃ الجندل

(غازیان اسلام کا ایک قافلہ سیدنا عبد الرحمٰنؓ کی سرکردگی میں دومۃ الجندل کی جانب چل پڑا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان المعظم کے ماہ مبارک میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو سات سو صحابہ کی ہمراہی میں دومۃ الجندل کے مقام پر بنو الکلب سے جنگ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

جنگ سے متعلق حضور ﷺ کی ہدایات:

اس سفر پر روانگی سے پہلے ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں وصیت فرمائی تھی:

☆ ''تم سب اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

☆ اور جو اللہ کا انکار کرے، اس سے قتال کرو۔

Marfat.com

☆ اور مال غنیمت میں کسی قسم کی خیانت مت کرو۔

☆ نہ دھوکہ دو۔

☆ نہ کسی مقتول کی شکل بگاڑو۔

☆ نہ ہی کسی چھوٹے بچے کو قتل کرو۔

یہ تمہارا اللہ عزّ وجل سے عہد اور تمہارے لئے تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔"

غلبہ اسلام:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا عطا فرمادیا۔ اور اللہ کی نصرت کی امید کے ساتھ یہ لشکر چل دیا۔ حتی کہ دشمنوں کے علاقے تک جا پہنچا۔ اور تین دن مسلسل ان کو اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ اور چوتھے روز اس قوم کا سردار اصبغ بن عمرو نصرانی مشرف باسلام ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ (بس پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے جوق در جوق) اس کی قوم بھی کثرت سے اسلام میں داخل ہوئی۔ اور جو تھوڑے بہت لوگ بچ گئے تھے، وہ جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے۔

کامیاب سیاست:

سیدنا عبدالرحمٰنؓ نے اس قوم کے سردار کی بیٹی سے شادی کر لی۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا تھا۔ اور یہ عمل بڑے لوگوں کے مابین محبت کے تعلقات کی پختگی کا بہت بڑا ذریعہ ہے کہ وہ ہر اس کو اہمیت دیتا ہے، جس کو دوسرا اہم سمجھتا ہے۔ یہ محبت اور سلامتی کی کیا ہی خوب سیاست ہے۔

سریہ علی بن ابی طالبؓ الی فدک

(مجاہدین اسلام کا ایک قافلہ سیدنا علی المرتضیٰؓ کی سرکردگی میں فدک کی جانب چل پڑا)

پس منظر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان المعظم میں علی بن ابو طالبؓ کو بھی سو آدمیوں کے ہمراہ فدک کے مقام پر بنو سعد بن بکر سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کو اطلاع ملی تھی کہ بنو سعد والے خیبر کے یہود کی معاونت کے لئے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ خیبر کی

Marfat.com

کھجوروں میں سے کچھ ان کو بھی مل جائے۔

فتح و کامرانی کے مناظر:

یہ لشکر چل پڑا۔ چلتے چلتے انہیں دشمنوں کا ایک جاسوس ملا، جس کو انہوں (بنو سعد والوں) نے خیبر کی طرف، خیبر میں رہنے والے یہودیوں سے معاملہ طے کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کو کہا کہ اگر اس (قوم) کا پتہ ہمیں دے دو، تو تمہیں امن ہے۔ اس نے پتہ دے دیا۔ مسلمان وہاں سے اس قوم کے اونٹ ہانک لائے۔ اور ان کے چرواہے بھاگ گئے۔ اور جا کر اپنی قوم کو ڈرانے لگے۔ جس سے ان کے دل و دماغ میں رعب بیٹھ گیا۔ اور وہ منتشر ہو گئے۔ وہاں سے مسلمان ایسی کامیابی لے کر لوٹے کہ پانچ سو اونٹ اور ہزار بکریاں ان کے ساتھ تھیں۔ اور اللہ عزوجل نے مشرکین کی سازش کو ناکام بنا ڈالا۔ اور یہود کو کچھ بھی نہ مل سکا۔

قتل ابی رافع او سریة عبداللہ بن عتیکؓ

(گستاخ رسول ابو رافع کے قتل کا ایمان افروز واقعہ)

پس منظر:

اہل خیبر کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے والا ان کا سردار ابو رافع سلاّم بن ابی الحقیق تھا۔ اس کا لقب ''اہل حجاز کا تاجر'' تھا۔ اور چونکہ تجارت میں اسے خصوصی مہارت حاصل تھی۔ اور اس کے پاس بہت زیادہ فراوانی میں دولت تھی، جس کے ذریعے وہ یہودیوں کے دلوں کو جیسے چاہتا پھیر دیتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

من یقتلہ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''من یقتلہ؟'' (کون اس کو قتل کرے گا؟) تو اس کام کی ذمہ داری خزرج کے پانچ صحابہ کرام نے قبول فرمائی۔ جن کی قیادت عبداللہ بن عتیکؓ کر رہے تھے۔

یسارعون فی الخیرات:

(ان تمام خزرجیوں نے اس قتل میں رغبت اس لئے بھی کی) تا کہ ان کا اجر و ثواب بھی ان کے

Marfat.com

بھائیوں یعنی اوس والوں کے برابر ہو جائے، جنہوں نے (دشمن خدا اور سول) کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کرنے میں خزرجیوں سے سبقت حاصل کر لی تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی وخاتم المرسلین ﷺ پر عطاو بخشش اور انعامات کا جو لا متناہی سلسلہ عطا فرمایا تھا۔ یہ عمل اسی رحمت کی ایک ادنیٰ سی جھلک تھی کہ اوس وخزرج کے سرفروش ساتھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ امور کو سرانجام دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے لئے سرتوڑ کوشش کیا کرتے تھے۔ (اور یہ کومپٹیشن اس حد تک بڑھ گیا) کہ اگر اوس کسی دینی عمل کو سرنجام دیتے تو خزرج بھی کوئی اس جیسا ہی کام کرنے کی کوشش میں جت جاتے۔

حضور ﷺ کی ہدایات اور لشکر کی روانگی:

خیر! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو تلقین فرماتے ہوئے کہا کہ کسی چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ پھر انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ وہ چل پڑے اور خیبر جا پہنچے۔

تدبیر بے نظیر:

جناب عبداللہؓ بن عتیک نے اپنے دیگر ساتھیوں کو کہا کہ آپ حضرات ذرا یہیں ٹھہریں۔ جبکہ میں چوکیدار کی طرف جا رہا ہوں اور کوئی حیلہ وغیرہ کر کے دیکھوں گا کہ اندر داخل ہو سکوں۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے اور دروازے کے پاس پہنچے۔ پھر اپنے کپڑے سمیٹ کر ایسے بیٹھ گئے گویا کہ قضائے حاجت کر رہے ہوں۔ اسی لمحے لوگوں نے قلعے کے اندر داخل ہونا شروع کر دیا۔ تو دربان نے ان یوں کہتے ہوئے آواز لگائی: ''اے خدا کے بندے! اگر اندر جانا چاہتا ہے تو جلدی سے آجا ورنہ میں دروازہ بند کرنے چلا ہوں۔'' (بس پھر کیا تھا) یہ فوراً اندر داخل ہو گئے۔

اور وہاں جا کر گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ جب چوکیدار سو گیا تو دروازے کی چابیاں لے اڑے اور اندر سے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ بھاگنے میں آسانی رہے۔ ابو رافع کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ اور جو بھی دروازہ کھولتے اس کو اندر سے بند کر لیتے۔ اسی طرح کرتے کرتے بالآخر یہ ابو رافع کے کمرے تک جا پہنچے۔

لمحہ بہ لمحہ:

Marfat.com

وہاں انہوں نے ایک تاریک کمرے میں ابورافع کو اپنے اہل وعیال کے مابین پڑا پایا۔ (مگر شدید اندھیرے کی وجہ سے) ان کو معلوم نہیں ہورہا تھا کہ ابورافع بدبخت کون سا ہے۔ لہٰذا انہوں نے آواز لگائی: ''اے ابورافع!'' اس نے کہا: ''کون ہے؟'' تو جہاں سے یہ آواز آئی تھی انہوں نے وہیں تلوار سے حملہ کیا مگر نشانہ چوک گیا۔ اسی وقت ابورافع کی بیوی نے کہا: ''ارے یہ تو ابن عتیک (سیدنا عبداللہ کی کنیت) کی سی آواز تھی۔'' اس نے کہا: ''تیری ماں مرے۔ یہاں اس وقت ابن عتیک کہاں سے آگیا؟'' جناب عبداللہ کو تو موقع مل گیا وہ اس آواز کی جانب لپکے اور اپنی آواز بدل کر پوچھا: ''اے ابورافع یہ جو آواز ہم نے سنی یہ کیسی تھی؟'' اس نے پھر غلیظ زبان اختیار کی۔ اور بولا کہ تیری ماں کا ناس ہو! کسی شخص نے میرے ہی گھر میں گھس کر مجھ پر تلوار سے حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔'' تو اس بار پھر انہوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی اور ایک بار پھر تلوار چلائی، مگر اندھیرے کی وجہ سے اس بار بھی وار اوچھا پڑا۔ اور نشانہ چوک گیا۔ یہ صحابی فوراً چھپ گئے۔ پھر ذرا دیر کے بعد اپنی آواز کو بدلتے ہوئے اس بدبخت کی طرف مدد کرنے کے سے انداز میں آگے بڑھے۔ اور اس کو چت لیٹے پایا۔ (بس پھر کیا تھا۔ صحابی کے جذبہ ایمانی نے جوش مارا) اور انہوں نے تلوار کو اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ اور اس کو اتنی زور سے دبایا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی سے تلوار کے ٹکرانے کی آواز سنائی دی۔

واللہ! ہم کامیاب ہو گئے:

(اپنا کام پورا کر کے) یہ گھر سے نکلے۔ لیکن چونکہ ان کی نظر کمزور تھی۔ (اور اندھیرے کے ساتھ ساتھ ایک یہ وجہ بھی بار بار کے نشانہ چوک جانے کا سبب بنی۔ اس نظر کی کمزوری کی وجہ سے یہ سیڑھیوں کے اوپر سے گر گئے۔ اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جوانمرد مجاہد نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور اس سے پاؤں پر پٹی باندھی۔ اپھر اپنے ساتھیوں کی جانب چل دیئے اور خوشخبری سنائی کہ مبارک ہو! کامیابی مل گئی۔ واللہ ابورافع قتل ہو گیا۔ پھر ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا قصہ بیان فرمادیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہؓ کو ان کا پاؤں پھیلانے کا حکم فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ ایسا ٹھیک ہو گیا کہ گویا زندگی بھر کبھی کوئی درد تھا ہی

Marfat.com

نہیں۔اور پہلے کی طرح بہتر ہو گیا۔

اے خاتم المرسلین کی مبارک زندگانی کے بارے میں قلم کی نوک تلے آنے والے الفاظ کا مطالعہ کرنے والو! خداوند تعالیٰ عزوجل دنیا و آخرت میں تمہارا حامی و مددگار ہو۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح مسلمانوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے خندہ پیشانی کے ساتھ مصائب کو برداشت کیا۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

سریہ عبداللہ بن رواحہؓ الی اُسیر بن رزام

(عبداللہ بن رواحہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسیر بن رزام کی سرکوبی کے لیے)

پس منظر:

ابو رافع کے اپنے انجام تک پہنچنے کے بعد یہودیوں نے ان کی جگہ پر اسیر بن رزام کو سردار مقرر کرلیا۔ حضور ﷺ نے اپنے کچھ جاسوسوں کو ان کی خبر گیری کے لئے بھیجا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ خبر موصول ہوئی کہ اس نے اپنی قوم سے کہا: ''میں عنقریب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کام کرنے والا ہوں، جو آج تک مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ میں قبیلہ غطفان کی طرف جا کر ان کو جنگ کے لئے جمع کرتا ہوں۔'' یہ کہ کر وہ اس مقصد کے لئے کوشش کرنے لگا۔

اسیر بن رزام کی گوشمالی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عبداللہ بن رواحہ خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس انصار صحابہ کی ہمراہی میں اُسیر بن رزام کی خواہش پوری کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ قافلہ وہاں سے نکل کر خیبر آیا۔ اور اُسیر سے کہا: ''جب تک ہم اپنا مدعیٰ بیان نہ کردیں، ہم امن والے ہیں۔'' اس نے کہا: ''بالکل! میری طرف سے بھی یہی اعلان ہے۔'' انہوں (مسلمانوں) نے اس کو قبول کیا۔ مسلمانوں نے پہلی بات یہ پیش کی کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرمانبردار بن کر حاضر ہو جائے۔ اور جس جنگ وغیرہ کا پروگرام بنایا ہوا ہے، اس کو چھوڑ دے۔ اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو خیبر کا حاکم بنائے رکھیں گے۔ اور اہل خیبر آرام وسکون کی زندگی گزاریں گے۔'' یہ بات اس کی کھوپڑی میں آگئی۔ اور تیس یہودیوں کو لے کر اطاعت کے ارادے سے نکلا۔ اور چونکہ مسلمان بھی تیس تھے، لہٰذا ہر

Marfat.com

مسلمان کے پیچھے یہودی سوار ہو گیا۔ مگر راستے میں (ان کے امیر اُسیر کی شقاوت و بدبختی اس کی ہدایت و نیک بختی پر غالب آ گئی۔) اور وہ اپنے اس طرح آنے پر نادم ہونے لگا۔

دھوکہ دہی کا انجام:

اپنے اس اطاعت و فرمانبرداری کے عمل کا تدارک کرنے کے لئے، اس (اُسیر) نے ان (عبداللہ بن رواحہؓ) کو، جنہوں نے اس کو امن دیا تھا، دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور جناب عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا۔ حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا: "اے خدا کے دشمن! کیا دھوکہ دینا چاہتا ہے!!!" یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے سے اتر آئے۔ اور اپنی تلوار سے اس پر حملہ کر ڈالا۔ اور ذرا ہی دیر میں ہلاک ہو کر جہنم کا ایندھن بن گیا۔ (اپنے امیر کی دیکھا دیکھی) دیگر مسلمانوں نے بھی جو یہودی ان کے پیچھے بیٹھے تھے، ان کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ (اور ایک ایک کر کے) سب کو جہنم رسید کر دیا۔ (کیونکہ) دھوکہ دہی کا تو یہی انجام ہوتا ہے!!

قصة عكل وعرينة اَو سرية كرز بن جابر الى العرنيين

(عکل وعرینہ کا ایک مشہور واقعہ)

پس منظر:

ماہ شوال میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں (دو قبیلوں) عکل اور عرینہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ اور اپنے اسلام کا اظہار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔ یہ لوگ بیمار تھے، ان کے رنگ زرد پڑ چکے تھے، پیٹ پھول گئے تھے۔ ان کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو اونٹوں کا ریوڑ دیا، ساتھ ساتھ ان کے چرواہے بھی۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان اونٹوں کی چراہ گاہ میں ہی رہنے کا حکم فرمایا تھا تا کہ (علاج کے طور پر) ان کا دودھ اور پیشاب پیتے رہیں۔ لہٰذا کچھ عرصے تک وہ یہی کرتے رہے۔

مگر آہستہ آہستہ جب ان کا مرض ختم ہو گیا۔ اور وہ مکمل طور پر شفایاب ہو گئے، تو احسان کا بدلہ ناشکری سے دیا۔ اور چرواہے کو قتل کر کے اس کے اعضاء کاٹ ڈالے۔ اور ان اونٹوں کو ہانک لے گئے۔

عبرت ناک انجام:

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ان کے پیچھے کرز بن جابر فہریؓ کی قیادت میں بیس گھڑ سواروں کو بھیجا۔ جنہوں نے ان بدبختوں کو جا پکڑا۔ اور سب کو گرفتار کر لیا۔ جب ان کو مدینے لایا گیا، تو رسول اکرم ﷺ نے ان کا ایسے ہی مثلہ بنانے کا حکم فرمایا جیسا کہ انہوں نے چرواہے کا مثلہ بنایا تھا۔ چنانچہ (تعمیل ارشاد میں) ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ دیا گیا۔ اور گرم سریوں کی سلائی ان کی آنکھوں میں ڈال کر ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ اور تپتی دھوپ میں ان کو چھوڑ دیا گیا۔ حتی کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

بس جس دھوکے باز سے کسی قسم کے فائدے کی آس نہ ہو اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔ اور ان بدبخت لوگوں کو ایسا غلیظ کام ان کے خاندان کے فساد اور ان کے قبیلے کے کمینے پن پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

سریہ عمرو بن امیہ الضمریؓ الی ابی سفیان

(عمرو بن امیہ کا لشکر ابوسفیان کے تعاقب میں)

پس منظر:

ابوسفیان بن حرب ایک روز اپنی قوم کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے کہا: "کوئی ہے جو محمد (ﷺ) کے پاس جائے اور دھوکہ سے اس کو قتل کر ڈالے؟ تا کہ ہمیں اس سے چھٹکارا مل جائے، جو بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔" ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کے اس ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا معاہدہ کیا۔ ابوسفیان نے اس کو خرچہ وسواری دی۔ اور اس کے مدینہ جانے کے لئے توشہ تیار کروا دیا۔ یہ شخص نکلا۔ اور چھٹے روز صبح صبح مدینہ پہنچ گیا۔

اس نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں لوگوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی، تو اس کو بتلایا گیا کہ حضرت ﷺ اس وقت بنی عبد اشہل کی مسجد میں ہیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ بلاشبہ یہ بندہ کسی دھوکے کو اپنے سینے میں چھپائے آ رہا ہے۔ حالانکہ اللہ عزوجل مجھے اس سے بچانے والے ہیں۔ پھر یہ شخص رسول اکرم ﷺ کے سامنے جھکنے لگا تو سیدنا اسید بن حضیرؓ نے اس کو اس کی شلوار سے پکڑ لیا۔ اور وہیں اس کا چھپا خنجر بھی گر گیا۔ بس پھر تو وہ شخص اپنے اس فعل پر بڑا نادم ہوا۔ رسول

Marfat.com

اکرم ﷺ نے اس کے اس اقدام کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو اس نے جان کی امان پا کر صاف صاف بات بتلادی۔ تو آپ علیہ السلام نے اس کو بخش دیا۔

یہ تو نبی برحق ہیں:

(اپنی جان بخشی کے بعد) اس نے عرض کی: ''اللہ عزوجل کی قسم! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں سے نہیں ڈرتا تھا۔ مگر صرف آپ کو دیکھ کر میری یہ حالت ہوگئی کہ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میری عقل ماؤف ہوگئی۔ اور میری جان ڈھیلی پڑ گئی۔ اور پھر آپ میرے اس ارادے کو بھی جان گئے، جو میں کر کے آیا تھا۔ اور جس کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ محفوظ ہیں۔ اور بغیر کسی شک وشبے کے آپ حق پر ہیں۔ جب کہ ابوسفیان کا لشکر تو شیطان کا لشکر ہے۔'' اس کے بعد وہ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

ابوسفیان کے قتل کا حکم اور منشاء الٰہی:

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو اس کی دشمنی کی سزا دینے کے لئے اس کو قتل کرنے کے ارادے سے ایک مشہور و معروف صحابی عمرو بن امیہ ضمریؓ کو، جو کہ زمانہ جاہلیت ہی سے جری اور بہادر جوانمرد تھے۔ اور ان کے ساتھی (سلمہ بن اسلم بن حریس) کو روانہ فرمایا۔ جب یہ دونوں مکہ پہنچ گئے، تو جس مقصد کے لئے بھیجے گئے تھے، اس سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرنے لگے۔ تو مکہ کے ایک شخص نے ان (عمروؓ) کو پہچان لیا۔ اور انہیں دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا: ''یہ عمرو بن امیہ ہے۔ یہ کسی برے مقصد کے لئے ہی آیا ہے۔ یہ عمرو بن امیہ ہے۔ یہ کسی برے مقصد کے لئے آیا ہے''۔ لہٰذا جب ان دونوں حضرات نے قریش کو جمع ہوتے دیکھا تو جان لیا کہ راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بس ان کے ساتھی بھی ان کے ساتھ بھاگ گئے۔ اور دونوں مدینہ لوٹ گئے۔

ایسا لگتا ہے کہ اللہ عزوجل ابوسفیان کو زندہ رکھنے کا ارادہ کر چکے تھے جب تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کو مکہ کی چابیاں تھما دے۔ اور سیدھے اور سچے مذہب کو اختیار کر لے۔

غزوۃ الحدیبیۃ

(سفر حدیبیہ)

Marfat.com

پس منظر:

حضور انور ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ صلی علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد حرام میں سر منڈوائے اور بال کترواۓ ہوئے امن امان کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو اطلاع کر دی کہ آپ ﷺ عمرے کا ارادار کھتے ہیں۔ مدینہ کے اردگرد کے رہائش پذیر دیہاتی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے کے لیے جمع ہو گئے۔ اس بات سے خوف کھاتے ہوئے کہ کہیں (اکیلے میں) اہل قریش ان کو عمرہ ادا کیے بغیر ہی واپس نہ لوٹا دیں۔ مگر یہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب آئندہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس اپنے اہل خانہ کی طرف کبھی پلٹ کر نہیں آنے والے، لہٰذا انہوں نے ساتھ نکلنے میں تاخیر کر دی۔ اور یوں کہہ کر جان چھڑالی کہ ہم اپنے مال اور اہل وعیال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے لیے بخشش کی دعا کیجیے۔

حضرت ﷺ انہی انصار و مہاجرین صحابہ کو جو موجود تھے، لے کر نکلے، جن کی تعداد ایک ہزار پانچ سو تک پہنچتی تھی۔ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینے پر نگران مقرر فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلیں۔ اور قربانی کا جانور بھی لے کر نکلے تاکہ دیکھنے والے فوراً ہی سمجھ جائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کرنے نہیں آرہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کے پاس بھی کوئی اسلحہ نہ تھا بلکہ فقط نیاموں میں بند پڑی چند تلواریں ساتھ تھیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہ تھا کہ ننگی تلواریں لٹکا کر عمرہ کرنے جائیں۔

قریشیوں کا اعلان جنگ:

خیر! لشکر چلا۔ اور عُسفان کے مقام پر جا پہنچا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جاسوس بسر بن سفیان الکعبی نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ قریشیوں نے آپس میں مشورہ کر کے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے۔ اور اس بات سے روکا جائے کہ مسلمان کبھی بھی مکہ میں اس حال میں داخل نہ ہوں کہ وہ مکہ کو بزور بازو فتح کریں۔ اور انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور خالد بن ولید کو مسلمانوں کے خلاف ابتدائی لشکر کے طور پر دو سو گھڑ سواروں کے ساتھ تیار کیا تھا تاکہ مسلمانوں کو مدینہ پیش قدمی سے روکیں۔

Marfat.com

بصیرت نبوی:

اس صورت حال کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے اپنے لشکر میں اعلان کروایا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں عام راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے سے مکہ لے چلے۔ مسلمانوں میں سے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور فرمایا: "کیوں نہیں اے اللہ کے رسول میں آپ کو لے چلوں گا۔" وہ مسلمان ایک دشوار گزار راستے سے قافلے کو لے چلا۔ پھر اس کے بعد وہ مسلمانوں کو ایک ہموار راستے کی طرف لے گیا جہاں کی نشیبی زمین سے مکہ میں داخلہ ممکن ہو گیا۔ خالد بن ولید نے مسلمانوں کا یہ مصلحت والا اقدام دیکھا تو واپس آ کر قریش کو اس کی اطلاع دے دی۔

مشیت ایزدی:

جب حضور اقدس ﷺ مرار پہاڑی کے پاس پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ مسلمانوں نے اس کو اٹھانے کے لئے بڑا ہانکا مگر وہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مسلمان بول اٹھے کہ بھئی آج تو قصواء (یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام تھا) بھی خواہ مخواہ اکڑ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں نہیں، یہ اکڑ کر نہیں بیٹھی۔ اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے۔ بلکہ اس کو تو اس ذات پاک نے آگے جانے سے روک لیا ہے، جس نے ہاتھیوں کو روکا تھا۔ اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! قریش مجھے کسی بھی ایسے معاملے کی طرف بلائیں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم ہو تو میں ضرور بالضرور اس کو قبول کر ہی لوں گا۔ اس کے باوجود کہ ہمارے اندر اتنی طاقت اور جذبہ جہاد ہے کہ اگر اس وقت مسلمان اپنے دشمنوں سے لڑیں تو، یقیناً ان پر فتح پالیں گے۔ لیکن فی الحال اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے ہاتھوں کو قریش کے خون سے رنگین ہونے سے روک لیا ہے۔ اسی طرح قریش کے ہاتھوں کو مسلمانوں کی طرف اٹھنے سے روکا ہے کہ اس کے گھر کی حرمت پامال نہ ہو۔ جس کو رب کائنات ہمیشہ کے لئے امن وسلامتی کا گھر بنانے کا ارادہ فرما چکے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے مسلمان وہاں اپنی بھائی چارگی کے ستونوں (کی مضبوطی کا) ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ہم تو بس عمرہ کرنے آئے ہیں:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر اترنے کا حکم فرمایا۔ وہاں قریش کا

Marfat.com

قاصد بدیل بن ورقاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور مسلمانوں کی آمد کا مقصد دریافت کیا۔تو سرکار دوجہاں ﷺ نے صاف صاف اپنا مدعیٰ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ جب بدیل واپس لوٹ گیا اور جا کر قریش کو مسلمانوں کے ان (پاکیزہ) عزائم کے بارے میں بتلایا،تو قریش نے ان کی بات پر ذرا بھروسہ اور اعتماد نہیں کیا کیونکہ ان کا تعلق خزاعہ سے تھا اور خزاعہ والوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ویسے ہی اچھے تعلاقات تھے جیسا کہ آپ کے آباءواجداد کے ساتھ تھے۔

دوسرا قاصد بھی بدل گیا:

قریش نے کہا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے لاؤلشکر سمیت عمرے کا بہانہ کر کے ہمارے ملک میں اس لیے آرہا ہے کہ جب دیگر عرب سنیں تو یہی سمجھیں کہ وہ طاقت کے بل بوتے مکے میں گھسا تھا۔ اور کیا ہمارے اور ان کے درمیان جنگ نہیں ہے۔اللہ کی قسم! جب تک ہم میں کوئی ایک آنکھ بھی جھپکنے کی صلاحیت رکھے گی ہم اس کو اس کے اس ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔'' پھر انہوں نے اپنے حلیفوں میں سے حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کو قاصد بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا۔جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آتے دیکھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا: ''دیکھو! یہ شخص ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے، جو قربانی کے جانور کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔قربانی کے جانور کو اس کے سامنے لے جاؤ کہ وہ اس کو دیکھ لے۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایسا ہی کیا۔اور تلبیہ پڑھتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔جب حلیس نے یہ ساری صورتحال دیکھی تو وہیں سے واپس لوٹ گیا۔اور بولا: ''سبحان اللہ! میں تو ایسے لوگوں سے مل کر آرہا ہوں جن کو عمرے سے روکنا بالکل مناسب نہیں۔ویسے بھی مجھے یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لخم، جذام اور حمیر والے تو حج کریں مگر (تمہارے اپنے اسلاف) عبدالمطلب کی اولاد کو مکے میں داخل ہونے سے ہی روک دیا جائے۔رب کعبہ کی قسم! قریش تو ہلاکت میں پڑ گئے، یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں!!'' قریش نے جب اس کی باتیں سنیں تو اس کی رائے کو بھی یوں کہتے ہوئے رد کر دیا کہ بس خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔تم دیہاتی آدمی ہو جنگی سازشوں کا تمہیں کیا علم؟؟

ایک ایمان افروز واقعہ:

Marfat.com

پھر انہوں نے اہل طائف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی کو روانہ کیا، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا اور آپ کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آج تو مختلف قسم کے لوگوں کو اکھٹا کر کے اپنے خاندان اور قبیلے والوں پر چڑھائی کرنے کے لئے آیا ہے! یہ لوگ قریش ہیں۔ یہ اللہ سے عہد کر کے نکلے ہیں کہ کسی قیمت پر بھی آپ کو مکہ میں طاقت کے بل بوتے پر داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔" تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کو برا بھلا کہا، اور کہنے لگے: "تو ہلاک ہو جائے۔ کیا ہم نبی ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟؟ عروہ دوران گفتگو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو (بے ادبی سے) چھو رہا تھا تو (چونکہ نبی اکرم ﷺ کو اس سے تکلیف پہنچ رہی تھی لہٰذا) جب وہ ہاتھ آگے بڑھاتا تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا ہاتھ جھٹک دیتے۔

یہ بات سخت نا گوار تھی:

پھر عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہؓ کی الفت ومحبت کے یہ مناظر دیکھ کر واپس پلٹ آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے، تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس وضو سے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر ملنے کے لئے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کرتے۔ اور جب وہ آپ ﷺ کے سامنے باتیں کرتے تو دھیمی آواز میں بات کرتے۔ اور شدّت ادب میں آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

میں نے ایسا دربار کبھی نہیں دیکھا!

پھر اس (عروہ) نے قریشیوں کو جا کر کہا کہ: "اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم! مجھے بارہا قیصر وکسریٰ کی سلطنت اور ان کی عظمت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ لیکن میں نے کسی بھی بادشاہ کی اس کی قوم کے سامنے وہ (عزت ووقار) نہیں دیکھی، جو آج محمد (ﷺ) کی اس کے صحابہ (ؓ) کے سامنے شان وشوکت کا مشاہدہ کر کے آ رہا ہوں۔ اور میں ایک ایسی قوم کو دیکھ کر آ رہا ہوں، جو محمد (ﷺ) کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گی۔ لہٰذا ذرا ٹھنڈے دماغ سے اپنے فیصلے پر غور کرو۔ ویسے بھی وہ تمہارے سامنے بھلائی کا معاملہ پیش کر رہا ہے۔ لہٰذا جو چیز (دین) وہ تمہارے پاس لایا ہے، اس کو منظور کر ہی لو۔

Marfat.com

میں تو تمہیں یہی کی نصیحت کروں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں تم اس کے مقابلے میں فتح یاب نہیں ہو سکو گے۔"

کفر کا سر نیچا:

(اب کفر کا گھمنڈ بھی ٹوٹ چکا تھا۔ البتہ انہوں نے ترکش کو خالی ہوتے دیکھا تو آخری تیر یہ چلایا کہ) انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس بار آ کر عمرہ کرے۔ البتہ ہمارا خیال ہے کہ اس کو اس مرتبہ واپس مدینہ بھیج دیتے ہیں۔ اور اگر چاہے تو اگلے سال آ سکتا ہے۔

سفیر رسول ﷺ مکہ میں:

ادھر سے رسول اکرم ﷺ نے قریش کے مقاصد کو جاننے کے لئے اپنی طرف سے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاصد بنا کر روانہ فرمایا۔ جب یہ جانے لگے تو اس وقت رسول اکرم ﷺ سے دس لوگوں نے اپنے اعزہ واقارب سے ملنے (کے لیے مکہ جانے) کی اجازت چاہی۔ جب ان کو اجازت مل گئی، تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ جب مکہ جاؤ تو وہاں جو مسلمان مظلوم ہیں اور ہجرت نہیں کر سکے ان کے پاس بھی جانا۔ اور جا کر ان کو خوشخبری سنا دینا کہ بہت جلد فتح ہونے والی ہے۔ اور اللہ اپنے دین کو غالب فرمانے والے ہیں۔

میں اللہ کے رسول ﷺ کے بغیر طواف کروں؟؟

سیدنا عثمانؓ مکہ میں ایان بن سعید اموی کی پناہ میں داخل ہوئے۔ اور قریشیوں کو نبی اکرم ﷺ کا پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زبردستی کر کے تو ہمارے شہر میں ہرگز نہیں گھس سکتا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت دے دی۔ مگر انہوں نے (بڑا ایمان افروز جملہ) فرمایا: "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں تو یہاں طواف کر رہا ہوں اور رسول اکرم ﷺ کو طواف سے روک دیا گیا ہو۔" پھر قریش نے ان کو روک لیا۔ ادھر سے مسلمانوں میں یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان غنیؓ شہید کر دیئے گئے۔ جب نبی علیہ السلام نے یہ خبر سنی تو فرمایا: "جب

Marfat.com

تک ہم ان سے سیّدنا عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہ لے لیں، یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔"

بیعت الرضوان

(موت پر بیعت)

بس پھر کیا تھا! نبی ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لمحے لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر بیعت کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ چنانچہ درخت کے نیچے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی۔ اب اس درخت کو "شجرہ رضوان" کہا جاتا ہے۔ قریش میں بھی اس بیعت کی خبریں پہنچ گئی۔ اور بس اسی لمحے ان میں بڑے سخت خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے ۵۰ لوگوں کو مکرز بن حفص کی نگرانی میں روانہ کیا تا کہ مسلمانوں کے لشکر میں چکر لگائیں، اور مسلمانوں کو دہشت زدہ کر سکیں۔ (مگران کی یہ چال ناکام رہی۔) اور مسلمانوں کے لشکر کے نگہبان وگارڈ محمد بن مسلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کرلیا۔ البتہ ان کے گروہ کا سردار راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب رہا۔ جب قریش کو اس کا پتہ چلا تو ان میں سے ایک جماعت حاضر ہوئی اور جنگ سے پہلے ہی دھاک بٹھانے کے لئے قوت کا مظاہرہ کیا مگران میں سے بارہ لوگوں کو قیدی بنالیا گیا، جبکہ ایک صحابیؓ کو شہید کر دیا گیا۔

صلح حدیبیہ

کافروں کی پھونک نکل گئی:

سو سہمے ہوئے قریش مزید دہشت زدہ رہ گئے اور سہیل بن عمرو کو صلح کی پیش کش کے لئے روانہ کر دیا۔ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جو معاملہ پیش آیا ہے ہمارے بڑے اور اہل عقل کی مرضی اور حکم سے نہیں ہوا بلکہ ہمارے بدھو بدھو لوگ ایسا کر گزرے ہیں لہٰذا ان قیدیوں کو چھوڑ دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو ان کے چھوڑنے پر راضی ہوں مگر جن مسلمانوں کو تم نے قیدی بنا رکھا ہے پہلے تم ان کو چھوڑو۔ لہٰذا انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ جانے والے دس صحابہ کو چھوڑ دیا۔

Marfat.com

شرائطِ صلح:

اس کے بعد سہیل نے قریش کی جانب سے ان کی مقرر کردہ شرائط پیش کیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱......دس سالوں تک مسلمانوں اور قریش کے مابین جنگ بندی رہے گی۔

۲......قریشیوں میں سے جو مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے گا مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے اور جو شخص مسلمانوں میں سے مرتد ہو کر قریش کے پاس بھاگ آئے گا قریش پر لازم نہیں کہ وہ اسے واپس کر دیں۔

۳......اس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عمرہ کیے ہی واپس لوٹ جائیں اور اگلے سال واپس آئیں۔ اور قریش کے مکہ سے نکلنے کے بعد وہ اور ان کے صحابہ مکہ میں داخل ہو سکیں گے۔ اور وہاں تین دن قیام کریں گے۔ اس دوران صحابہ کے پاس تیر و تلوار کے علاوہ کوئی اسلحہ نہیں ہوگا اور یہ اشیاء بھی نیاموں میں رکھی ہوں گی۔

۴......قریش کے علاوہ جو دیگر قبائل ہیں ان میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بننا چاہے وہ بن سکتا ہے اسی طرح جو قریش کا حلیف بننا چاہے اس کو بھی اجازت ہوگی۔

آپ ﷺ کی دور اندیشی:

سید المرسلین ﷺ نے قریش کی ان تمام شرائط کو قبول فرمالیا۔ جبکہ مسلمانوں کو اس معاملے کی وجہ سے شدید پریشانی لاحق ہوئی اور تڑپ کر بول اٹھے: سبحان اللہ! ہمارے پاس آنے والے مسلمان بھائی کو کیسے ہم ان ظالموں کے حوالے کر ڈالیں گے۔ حالانکہ جو مرتد ہو کر ان کے پاس جائے گا یہ لوگ اس کو نہیں لوٹائیں گے۔ نبی علیہ السلام نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے فرمایا: ''دراصل یہ بات ہے کہ ہم میں سے جو مرتد ہو کر ان کی طرف چلا جائے تو گویا اللہ نے اس کا ہم سے دور ہونا مقدر کر دیا۔ اور ان میں سے جو ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو فی الحال تو واپس کر دیں گے لیکن یقیناً جلد ہی اللہ عزوجل اس کے لئے کشادگی اور آزادی کا کوئی راستہ ہموار فرما دیں گے۔''

صدیق اکبرؓ کی نرم مزاجی:

البتہ تیسری شرط کہ اس سال مسلمانوں کو بیت اللہ کے طواف سے روک دیا جائے یہ تو مسلمانوں

Marfat.com

کے دلوں پر بالکل ہتھوڑے کی طرح لگی تھی۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ ظالمانہ شرط تھی، جبکہ دوسری طرف خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ امن کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں دریافت فرمایا، انہوں نے (رفاقت نبوی کا واضح ثبوت دیتے ہوئے) کہا: امن کی حالت میں داخل ہونے کی اطلاع تو دی تھی لیکن کیا اس میں سال بھی بتلایا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے؟ (تو اس طرح سیّدنا عمرؓ کو بھی بات سمجھ میں آ گئی۔)

معاہدے کی تحریر:

پھر فریقین کی جانب سے اس صلح کی شرائط لکھی گئیں۔ حضرت علیؓ بن ابوطالب لکھنے والے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوانا شروع کیا کہ لکھو: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔" سہیل نے کہا: "نہیں یہ نہیں بلکہ باسمک اللھم (اے اللہ تیرے نام سے لکھنا شروع کرتا ہوں) لکھو۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو یونہی لکھنے کا حکم فرما دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا: "یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ صلح کر رہے ہیں۔" سہیل نے کہا: "اگر ہم یہ بات جان لیتے کہ تم ہی نبی ہو تو ہم تمہاری مخالفت ہی کیوں کرتے۔ اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھو۔" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محمد رسول اللہ مٹا کر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم فرمایا۔ مگر (شدت احترام کی وجہ سے) وہ یہ جسارت نہ کر سکے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا۔ (معاہدے کے) دو نسخے لکھے گئے ایک قریش کے لیے اور ایک مسلمانوں کے لئے۔

سیّدنا ابوجندلؓ کا واقعہ:

ان تمام شرطوں کے لکھے جانے کے فوراً بعد ہی سیدنا ابوجندل بن سہیل زنجیروں میں جکڑے ہوئے آئے۔ یہ مسلمانوں کے اسی گروہ سے ہیں جن کو ہجرت سے روک دیا گیا تھا تو اس بار وہ بھاگ کر مسلمانوں کے پاس آ پہنچے تاکہ مسلمان انہیں کافروں کے چنگل سے چھڑا کر لے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس حالت زار پر غم و رحم کی ملی جلی کیفیات سے ان کو ان الفاظ میں تسلی دی: "صبر کرو! اور اپنے آپ کو روک کر رکھو، یقیناً اللہ عزوجل آپ کے لئے اور آپ کے ساتھ جو دیگر

Marfat.com

مظلوم لوگ ہیں، ان کے لئے کشادگی اور رہائی کا راستہ پیدا فرما دیں گے۔ ہم اب مشرکین کی اس قوم سے صلح کر چکے ہیں۔ اور ہم نے ایک دوسرے سے اس بات پر وعدہ لے لیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں نہ ہی دھوکہ دہی کریں گے۔"

یہ قصہ ادھر پایہ تکمیل کو پہنچا، صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق خزاعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بنو بکر قریش کا حلیف بن گیا۔

صحابہؓ کی افسردگی اور امّ المؤمنین کا دانشمندانہ مشورہ:

جب صلح صفائی کا یہ مرحلہ اختتام پذیر ہوا تو نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام کو سر منڈوانے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ قربانی کر کے اپنے عمرے سے حلال ہو جاؤ۔ لیکن چونکہ اس وقت مسلمانوں کو اس گراں بار نے غم سے بھر دیا تھا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مقدس پر عمل پیرا ہونے میں ان سے تاخیر ہوگئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے (مسلمانوں کی اس تاخیر کا شکوہ کرتے ہوئے) فرمایا مسلمانوں کا ناس ہو! میں نے ان کو ایک حکم دیا تھا مگر انہوں نے اسے پورا نہ کیا، ام المؤمنینؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ان کا عذر قبول فرمایئے، آپ نے اپنے آپ کو صلح کے سلسلے میں ایک بہت بڑے کام کا پابند کیا ہے۔ اور مسلمان چونکہ فتح حاصل کئے بغیر لوٹ رہے ہیں اسی لئے وہ اس تکلیف دہ مرحلے سے گزر رہے ہیں، لیکن اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کی طرف جایئے، اور جو کام آپ سرانجام دینا چاہتے ہیں وہ کر گزریئے جب یہ لوگ آپ کو دیکھیں گے تو ضرور آپ کی اتباع و پیروی میں وہی کام کریں گے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے جانور کی طرف بڑھ کر اس کو ذبح کر دیا اور حجام کو آواز دے کر اپنا سر منڈوا لیا۔ جوں ہی مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل دیکھا تو فوراً اپنی اپنی قربانی کے جانوروں پر جھپٹ پڑے اور اس کو ذبح کر کے اپنا سر منڈوا لیا۔ پھر مسلمان واپس مدینہ لوٹ آئے۔ یوں مسلمانوں اور قریش میں سے ہر فریق دوسرے کی طرف سے محفوظ گیا۔

جب مسلمانوں نے مدینہ جا کر سکون سے رہنا شروع کر دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں شریک بہن حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط مکے سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئیں۔

Marfat.com

(معاہدے کی رو سے) مشرکین نے ان کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ تو حضرت امّ کلثومؓ نے عرض کی:

''اے رسول خدا! (ﷺ) میں عورت ہوں۔ اگر مجھے واپس ان کی طرف لوٹا دیا گیا تو یہ لوگ مجھے میرے دین کے بارے میں فتنے میں ڈال دیں گے۔ اسی موقع پر رب کائنات نے اٹھائیسویں پارے کی سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۱۰ نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.

''اے مومنو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو ذرا ان کو جانچ لیا کرو (کہ آیا واقعی مسلمان ہیں) اللہ بخوبی ان کے ایمان کو جانتے ہیں۔ تو اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ ہاں وہ مسلمان ہیں تو ان کفار کی طرف واپس مت لوٹاؤ۔ (کیونکہ) نہ یہ ان کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی وہ ان کے لئے حلال ہیں۔ اور جو ان کافروں نے (مہر کی صورت میں ان پر) خرچ کیا وہ ان کو دے دو۔ اور تم پر اس بارے میں کوئی حرج نہیں کہ تم ان کو ان کا حق مہر ادا کر کے ان سے نکاح کرو۔ اور کافروں کی عصمت کو اپنے پاس روک کر مت رکھا کرو۔ اور جو تم نے (ان کافر بیویوں پر مہر کی صورت میں جو) خرچ کیا ہے وہ (ان کے نئے شوہروں سے) مانگ لیا کرو۔ اور انہوں نے جو کچھ (اپنی مسلمان ہو جانے والی بیویوں پر) خرچ کیا ہے، ان کو مانگ لینا چاہئے۔ یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے جو تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والے حکمت والے ہیں۔''

لہٰذا اس آیت کریمہ کی روشنی کے مطابق ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورت سے قسم لی جاتی تھی کہ وہ نہ تو زمین کے کسی گوشے سے دوسرے گوشے میں رغبت کی وجہ سے آئی ہے اور نہ ہی اپنے شوہر سے ناراضگی کی وجہ سے ہجرت کی ہے۔ اسی طرح نہ ہی کسی قسم کے دنیاوی فائدے کی غرض سے آنا ہوا ہے اور نہ ہی مسلمانوں میں سے کسی مرد کی طرف میلان اس کو ہانک لایا ہے۔ اور یہ قسم دی جاتی

Marfat.com

کہ وہ مکے سے صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر نکلی ہے۔

جب وہ عورت یہ قسم کھا لیتی تھی تو وہ قریش والوں کو واپس نہیں لوٹائی جاتی تھی بلکہ اس کے مشرک شوہر نے جتنا اس کا حق مہر ادا کیا ہوتا تھا وہ اسے واپس دے دیا جاتا تھا اور مسلمانوں کے لئے اس سے شادی بیاہ کرنا جائز ہو جاتا تھا۔

اس آیت کریمہ میں اس حکم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا کافرہ عورت کو اپنے قبضے میں رکھنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر اس کے اہل خانہ وہ قیمت ادا کر دیں جو مسلمان نے اس پر خرچ کی ہو۔ (تو اس کو اس کے اہل خانہ کو لوٹانا لازم قرار دیا گیا۔)

حکیمانہ بصیرت کا نتیجہ:

سیدنا ابو بصیر عتبہ بن اسید ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں کامیاب ہو گئے تھے، فوراً ہی قریشیوں نے ان کی تلاش میں دو بندوں کو روانہ کیا، جنہوں نے آ کر ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ معاہدوں کے پاسدار سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان دو افراد کے ہمراہ لوٹ جانے کا حکم فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل نے مجھے ان کافروں سے چھٹکارا عطا فرمایا ہے کیا آپ مجھے پھر سے کافروں کے حوالے فرما رہے ہیں؟ جو میرے دین کی بقاء کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ پیکر شفقت و رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ آپ کے اور آپ کے دیگر قیدی بھائیوں کے لئے عنقریب کوئی راستہ بنانے والے ہیں۔ تو ان صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں پایا۔ لہٰذا ان دونوں کے ساتھ لوٹ چلے۔

اور راستہ نکل آیا:

چلتے چلتے جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو ان میں سے ایک کی طرف بڑھے اور اس کو قتل کر ڈالا، جبکہ دوسرا بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر یہ صحابی مدینہ لوٹ آئے اور بارگاہ نبوی میں عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ) آپ کی ذمہ داری بھی ختم ہو گئی اور میں بھی بچ گیا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''جہاں سے آئے ہو، وہیں چلے جاؤ۔ مدینے میں مت رہو۔ تو یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام

Marfat.com

کے راستے میں کسی جگہ تشریف لے گئے، جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، اس طرح ان کے ساتھ ان لوگوں کی جماعت اکھٹی ہوگئی جو مکے میں تھے اور بھاگ کر ان سے نجات حاصل کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابوجندل بن سہیل نے بھی اس گروہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ اور دیہاتیوں کی بھی کچھ جماعتیں ان کے ساتھ مل گئیں۔ جب یہ ایک طاقتور جماعت بن گئی تو قریش کے تجارتی قافلوں کو لوٹنا شروع کردیا حتیٰ کہ ان کے حمایتیوں کو بھی ان سے روک دیا۔

یہ شرط ختم کی جائے!

یہ صورتحال دیکھ کر تو قریش (کو بڑی تشویش ہوئی اور انہوں) نے اپنے کچھ بندوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا، جو (مسلمانوں کو واپس نہ لوٹانے کی) اس شرط کو ختم کرنے کے سلسلے میں حضور ﷺ سے بات چیت کریں۔ اور نبی آخرالزماں ﷺ کو حق دے دیں کہ وہ جو شخص مکے سے مسلمان ہوکر حضور علیہ السلام کے پاس آئے اس کو روکے رکھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی۔ اور اس طرح اللہ رب العزت نے مسلمانوں سے یہ غم بھی دور فرمادیا، جس کو حدیبیہ میں مسلمان برداشت کرنے کی سکت ہی نہیں رکھتے تھے، جب کہ حضور اقدس ﷺ نے ان (ابوجندلؓ) کو واپس لوٹنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس وقت انہیں یقین ہوگیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ کی رائے ان کی رائے سے اچھی اور بہترین تھی کہ اسی میں امن کا پہلو بھی مضمر تھا۔

صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح ہے ہی نہیں:

یہی صلح کفار کے مسلمانوں کے ساتھ مل جانے کا سبب بن گئی۔ اور ان کے دل اسلام کے سانچے میں ڈھل گئے۔ حتیٰ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں حدیبیہ کی فتح سے بڑی کوئی فتح نہیں ہوئی۔ لیکن لوگوں کی عقل اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سوچ کا مقام ہے۔ دراصل لوگ تو جلد بازی کرتے ہیں لیکن اللہ عزوجل لوگوں کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں فرماتے، جب تک اپنے کام کو طے شدہ مقصود تک نہ پہنچادے۔ حدیبیہ سے لوٹتے وقت آنحضرت ﷺ پر چھبیسویں پارے کی سورۃ فتح کی پہلی آیت نازل ہوئی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا.

Marfat.com

''یقیناً ہم نے آپ کو کھلی اور واضح فتح دی ہے۔''

اس غزوے کو فتح مبین یعنی کھلی اور واضح فتح کہنا بالکل درست اور برحق ہے جیسا کہ ہم نے یہ پہلے بیان کر دیا۔

مکاتبة الملوک

(بادشاہوں کو خطوط)

جب مسلمان چھٹے ہجری سال کے آخری مہینے میں حدیبیہ سے لوٹے اور مکمل طور پر قریش کے ہر طرح کے خطرے سے محفوظ ہو گئے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھ لکھ کر ان کو اسلام کی دعوت دینے کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور ایک چاندی کی انگوٹھی لی، جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سنہری کلمہ کندہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس انگوٹھی سے اپنے خطوط پر مہر لگایا کرتے تھے۔ (کیونکہ بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ بغیر مہر کا خط نہیں پڑھا کرتے تھے۔)

اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جلیل القدر صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روم کے بادشاہ قیصر کی طرف خط دے کر روانہ فرمایا۔ اور ان کو حکم فرمایا تھا کہ یہ مکتوب بصریٰ کے گورنر کو دے دیں تاکہ وہ اسے روم کے بادشاہ قیصر تک پہنچا دے۔

کتاب قیصر

(قیصر روم کی جانب خط)

خط میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔ اس پر سلامتی ہو، جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد! میں آپ کو اس بات کی دعوت فکر دیتا ہوں کہ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ اللہ عزوجل آپ کو دگنا اجر و ثواب دیں گے۔ (کیونکہ وہ عیسائی بادشاہ تھا۔ تو ایک اجر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسرا نبی آخر الزماں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے پر۔) اور اگر تم یہ دعوت قبول نہیں کرو گے تو تمہارے ماتحتوں کے گناہ کا

Marfat.com

وبال بھی تمہی پر ہوگا۔"

يَـاَهْـلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ م بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔـا وَّلَا يَتَّـخِـذَ بَـعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.

"اے اہل کتاب! ایک ایسے کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ (اور وہ کلمہ یہ ہے) کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ کو پروردگار بنائے۔ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: "گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔"

حدیث ابی سفیان

(قیصر روم کی ابوسفیان سے تصدیق)

جب یہ خط قیصر تک پہنچا تو اس نے بازار میں اعلان کرادیا کہ اس کی قوم کے کسی فرد کو ہمارے سامنے پیش کرو، تاکہ ہم اس سے اس (محمد ﷺ) کے بارے میں کچھ پوچھ سکیں۔ ابوسفیان تجارت کے سلسلے میں قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ ملک شام گئے ہوئے تھے۔ قیصر کے کارندے ابوسفیان کے پاس آئے اور بادشاہ کے پاس چلنے کو کہا۔ تو انہوں نے قبول کرلیا۔ جب وہ لوگ ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو لے کر بیت المقدس پہنچ گئے، تو اس نے اپنے ترجمان کو مخاطب کر کے کہا:

"ان سے پوچھو کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ وہ نبی ہے، اس کا سب سے قریبی رشتے دار کون ہے؟

ابوسفیان نے فوراً کہا: "میں!"

قیصر نے کہا: "میرے قریب ہو جاؤ۔ اور اس کے دیگر ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس کی پیٹھ کے پیچھے جا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

اس کے بعد اپنے ترجمان کو کہا: "اس کے ساتھیوں کو بتلا دو کہ میں نے ابوسفیان کو اس لیے تمہارے آگے رکھا ہے کہ اس سے اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں پوچھ سکوں، جو سمجھتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ اور تم کو اس لئے اس کے پیچھے کھڑا کیا ہے کہ اگر یہ (اس نبوت کا دعوی کرنے والے کے بارے

Marfat.com

میں) غلط بیانی کرے، تو اس کے جھوٹ کو رد کرنے میں تمہیں کسی قسم کی شرم محسوس نہ ہو۔''

اس کے بعد اس نے پوچھنا شروع کیا: ''تمہارے درمیان اس شخص کا حسب نسب کیا ہے؟''

ابوسفیان نے جواب دیا: ''وہ ہمارے درمیان معزز اور پاکیزہ نسب والا ہے۔''

اس نے پوچھا: ''کیا تمہاری قوم میں سے کسی اور نے بھی کبھی اس طرح کا دعویٰ کیا تھا؟''

ابوسفیان نے کہا: ''نہیں۔''

اس نے پوچھا: ''دعویٰ نبوت سے پہلے بھی تم اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا کرتے تھے؟''

ابوسفیان نے کہا: ''نہیں۔''

اس نے پوچھا: ''تو کیا تمہارے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟''

انہوں نے اس بار بھی نفی ہی میں جواب دیا۔

اس نے سوال کیا کہ بڑے بڑے لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا غرباء وفقراء اور کمزور لوگ؟

تو انہوں (ابوسفیان) نے جواب دیا: ''صرف غرباء وکمزور لوگ ہی ایسا کر رہے ہیں۔''

اس نے کہا: ''تو کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟''

اس نے کہا: ''بلکہ وہ تو دن بدن بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا: ''کیا اس پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی اس کے دین کی سختی کی وجہ سے اس کو چھوڑ بھی رہا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''نہیں۔''

اس نے پوچھا: ''کیا وہ معاہدے کی خلاف ورزی کرتا ہے؟''

ابوسفیان نے کہا: ''نہیں۔ البتہ آجکل ہمارا اس سے ایک معاہدہ ہے، جس کے بارے میں ہم کچھ کہ نہیں سکتے کہ وہ کیا کرے گا!''

اس نے پوچھا: ''کیا تم نے اس سے جنگ کی ہے؟''

ابوسفیان نے کہا: ''ہاں۔''

اس نے دریافت کیا: ''پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا انجام کیا رہا؟''

Marfat.com

ابوسُفیان نے کہا: ''جنگ ہمارے درمیان سجال بن کر رہ گئی ہے کہ کبھی ہم فتح یاب ہوتے ہیں اور کبھی وہ جیت جاتا ہے۔''

اس نے کہا: ''وہ کس بات کا حکم دیتا ہے؟''

ابوسفیان نے بتلا دیا: ''وہ کہتا ہے کہ صرف اکیلے اللہ ربّ العزّت کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، ان کی پوجا پاٹ سے منع کرتا ہے۔ اور نماز، سچائی، پاکدامنی، وعدے کی پاسداری اور امانتداری کا حکم دیتا ہے۔''

اس بادشاہ نے یہ سُن کر کہا: ''(سب سے پہلے) میں نے آپ سے ان (ﷺ) کے نسب کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ کے مطابق وہ تمہارے درمیان اعلیٰ نسب والا ہے۔ رسولوں کو اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا تم میں اس سے پہلے بھی کسی نے اس طرح کا دعویٰ کیا ہے؟ تو آپ کے مطابق ایسی کوئی بات نہیں ہے، پس اگر اس سے پہلے کسی نے اس طرح کی بات کی ہوتی تو بھی میں کہہ سکتا تھا کہ ایسا شخص ہے، جو ایسی بات کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اس دعوے سے پہلے بھی جو وہ اب کر رہا ہے، تم اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگایا کرتے تھے؟ آپ کے مطابق ایسا کبھی نہیں ہوا۔ تو میرے خیال میں ایسا ہو بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ کے بارے میں جھوٹ بولے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا تھا: ''نہیں۔'' بالفرض اگر اس کے آباء میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو بھی میں کہتا کہ اپنے آباء واجداد کی کھوئی ہوئی میراث تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ بڑے بڑے لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور و نادار؟ تو آپ نے کہا تھا کہ (امیر تو نہیں) البتہ کمزور ہی اتباع کر رہے ہیں۔ اور (سُنو!) رسولوں کی پیروی کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا تھا کہ اس کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو آپ نے کہا تھا کہ بلکہ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے، جب وہ دلوں میں راسخ ہو جائے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اس کے دین کی سختی کی وجہ سے ان میں سے کوئی مرتد بھی ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا کہ

Marfat.com

''نہیں!'' جب قلوب ایمان کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا تم نے اس سے جنگ کی؟ تو آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے بتلایا تھا کہ جنگ ہمارے اور ان کے درمیان گھوم کر رہ گئی تھی، رسولوں کی اسی طرح آزمائش کی جاتی ہے۔ مگر اچھا انجام انہی کے حق میں ہوتا ہے۔ اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ وہ کس بات کا حکم دیتا ہے تو آپ کے مطابق وہ نماز، سچائی، پاکدامنی، وعدے کی پاسداری اور امانت داری کا حکم دیتا ہے۔'' اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا وہ دھوکہ دہی کرتا ہے تو آپ نے بتایا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ رسولوںؑ کا یہی شعار ہے کہ وہ دھوکہ نہیں دیتے۔

اور قیصر کو بات سمجھ آ گئی:

(اور ان باتوں) سے میں جان چکا ہوں کہ وہ نبی ہی ہیں۔ اور مجھے معلوم تھا کہ عنقریب ایک نبی، اللہ کی طرف سے بھیجے جائیں گے۔ مگر میرا خیال اس طرف نہیں گیا کہ وہ تم میں سے ہونگے۔ اور اگر جو باتیں ہمارے درمیان ہوئیں ہیں، وہ سچی ہیں، تو عنقریب میرے ان قدموں کی جگہ (میری مملکت) کا بھی وہ مالک بن جائے گا۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں اس تک پہنچ سکتا ہوں تو میں اس کے لیے مشقت برداشت کرتا۔ ابوسفیان بیان کرتے ہیں: ''جو اس کے درباری تھے ان کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ اور ناقابل فہم ملی جلی آوازوں کا اک شور سا برپا ہو گیا۔ مجھے معلوم تو نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ البتہ اس نے ہمارے بارے میں حکم دے دیا تھا چنانچہ ہمیں باہر بھیج دیا گیا۔

پھر جب ابوسفیان اس کے دربار سے نکلے، تو ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا: ''ابو کبشہ کے لڑکے (حضور ﷺ) کا معاملہ تو اس حد کو چھونے لگا ہے کہ 'بنو الاصفر' گوروں کا بادشاہ بھی اس سے خوف کھا رہا ہے۔

بدبختی کی ابتداء:

قیصر جب حمص گیا تو اس نے اپنے اک محل میں، جس کی بڑی بڑی فصیلیں تھیں، روم کے گورنروں کو مدعو کیا۔ پھر اس کے حکم کے مطابق دروازوں کو تالا لگا کر بند کر دیا گیا، تو اس نے کہا: ''اے روم کے لوگو! کیا تم کو کامیابی اور ہدایت میں رغبت ہے؟ (اور کیا تم چاہتے ہو کہ) تمہارا ملک صحیح سالم

Marfat.com

رہے؟ (اگر ہاں، تو سُنو!) اس نبی کی بیعت کرلو۔'' بس یہ سُننا تھا کہ وہ لوگ جنگلی گدھوں کی طرح محل کے دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازے بند تھے۔ جب قیصر نے ان کی اس نفرت کو دیکھا تو کہا: ''ان کو واپس میرے پاس لے کر آؤ۔'' پھر کہا: ''میں نے جو باتیں کیں وہ محض اس لیے کیں تھیں کہ ان کے ذریعے سے تمہاری اپنے دین پر پختگی کو جانچ سکوں۔'' تو وہ خاموش ہو کر اپنے بادشاہ سے راضی ہو گئے۔

قیصر کو شہنشاہی لے ڈوبی:

اور اسلام لانے کے مقابلے میں قیصر پر اپنے ملک کی بادشاہت غالب رہی۔ چنانچہ وہ اپنے گناہوں کا بار اور اپنی قوم کے گناہوں کا بوجھ لیے ڈوب گیا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ البتہ قیصر نے حضرت دحیہؓ کو بڑے اچھے اور عمدہ انداز سے واپس لوٹایا۔

کتاب امیر بصریٰ

(امیر بصریٰ کو آپ ﷺ کا پیغام)

قاصد رسول کا قتل:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابی حارث بن عمیر ازدیؓ کو ایک خط دیکر بصریٰ کے بادشاہ کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ صحابی رسول موتہ کے مقام پر پہنچے (جو کہ بلقاء کے قریب ملک شام کا ایک شہر ہے۔) جہاں ان کو شرحبیل بن عمرو غسانی ملا۔ اس نے حضرت حارثؓ سے پوچھا: ''ارے میاں کہاں چل دیے!'' انہوں نے بتلایا: ''شام جا رہا ہوں۔'' تو اس نے کہا: ''تو تو محمد (ﷺ) کا قاصد معلوم ہوتا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں بالکل!'' تو شرحبیل نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ اور اس کے حکم سے ان صحابیؓ کی گردن مار دی گئی۔ ان سے پہلے کبھی رسول اللہ ﷺ کے کسی پیغام رساں کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ ان کی شہادت کی خبر سے حضور ﷺ کو بہت شدید دھچکا لگا۔

کتاب الحارث بن ابی شمر الغسانی

(دمشق کے گورنر کی طرف آپ ﷺ کا پیغام)

سرور کونین ﷺ نے شجاع بن وہب کو ہرقل روم کی طرف سے دمشق کے گورنر حارث بن ابی شمر کی طرف بھیجا۔ وہ دمشق کے سرسبز و شاداب حصے میں رہتا تھا۔

Marfat.com

ان کے خط میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(یہ خط) اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف (بھیجا جا رہا ہے۔) اس پر سلامتی ہے، جس نے حق کی اتباع کی۔ اور اللہ پر ایمان لایا۔ اور صدق دل سے اس کا اقرار کیا۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ۔ آپ کو ہی آپ کی بادشاہت پر برقرار رکھا جائے گا۔'' جب اس نے حضور ﷺ کا یہ خط پڑھا، تو اسے پھینک دیا۔ اور کہا: ''میری بادشاہت کو مجھ سے کون چھین سکتا ہے؟'' پھر وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور حضرت شجاع؄ کو کہا: ''جا! جا کر اپنے دوست کو یہ صورتحال بتلا دے، جو تُو نے یہاں دیکھی ہے۔'' پھر اس نے ایک قاصد کو قیصر کی جانب اس لشکر کشی کی اجازت لینے کے لیے بھیجا۔ جب وہ قاصد قیصر کے دربار میں پہنچا تو حضرت دحیہ کلبی؄ کو دیکھا کہ وہ بھی وہاں موجود ہیں۔

جب حارث نے قیصر کے خط کو دیکھا تو حضرت شجاع؄ کو بڑے عمدہ طریقے سے لوٹایا۔ اور ان کو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزیں دیں۔ قیصر نے دمشق کے گورنر کی طرف ایک پیغام بھیجا کہ اس ارادے سے باز رہے۔ اور حکم دیا کہ بیت المقدس کی تیاری کرے، جس کی زیارت فرض ہے۔ کیونکہ اس نے فارس (ایران) کے حملے کے بعد اس کی زیارت کی نذر مانی تھی۔

کتاب المقوقس ملک القبط

(مقوقس کی طرف بھیجا گیا والا نامہ)

آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ؄ کو ایک خط دے کر قیصر کی طرف سے مقرر مصر کے بادشاہ مقوقس کی طرف بھیجا۔

جس کی تحریر یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے مصر کے عیسائیوں کے عظیم الشان بادشاہ کی طرف (بھیجا جا رہا ہے۔) جس نے ہدایت کی اتباع کی اس پر سلامتی ہے۔ امّا بعد! میں آپ کے

Marfat.com

سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کا اجر دُگنا دیں گے۔ اور اگر آپ نے روگردانی کی، تو قبطیوں/مصر کے عیسائیوں (کے راہِ حق میں آڑ بننے کی وجہ سے) ان کا گناہ بھی آپ کو ملے گا۔ (پھر سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر ۶۴/ چونسٹھ ذکر فرمائی:)

یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِکَ بِهٖ شَیۡـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ.

''اے اہلِ کتاب! ایک ایسے کلمے کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ (اور وہ کلمہ یہ ہے) کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ کو پروردگار بنائے۔ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: ''گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔''

سیّدنا حاطبؓ نے اس خط کو اس بادشاہ کے پاس اسکندریہ میں پہنچادیا۔ جب اس نے یہ خط پڑھا تو کہا: ''اگر وہ واقعی نبی ہیں، تو ان لوگوں کے خلاف بددعا کیوں نہیں کرتے، جو ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ان کو ملک بدر کر دیا ہے؟ کس چیز نے ان کو روکا ہے؟''

حضرت حاطبؓ نے فرمایا: ''کیا آپ یہ گواہی نہیں دیتے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اللہ کے رسول ہیں! (یعنی تم ان کو رسول مانتے ہو۔) جب ان کو ان کی قوم نے پکڑا تھا اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ان کو بددعا نہیں دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں؟ یہاں تک کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔''

اس نے کہا: ''کیا خوب جواب دیا ہے! آپ خود بھی حکمت والے ہو اور حکمت والے کے پاس سے آئے ہو۔'' پھر کہا: ''میں اس نبی (ﷺ) کے بارے میں غور و فکر کر چکا ہوں۔ تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ نہ تو بالکل تارکِ دنیا ہو جانے کا حکم دیتا ہے اور نہ ہی دنیاداری سے منع کرتا ہے۔ نہ ہی میں نے ان کو کوئی گمراہ (قسم کا) جادوگر پایا ہے نہ جھوٹا کاہن (غیب کی خبریں بتلانے والا)۔ میں ان میں بہت سی نبوّت کی علامات ان میں پاتا ہوں، مثلاً: غیب کی خبریں دینا، اور دل کی بات بتا دینا۔ اور میں

Marfat.com

(مزید) غور کروں گا۔"

پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ کے خط کا جواب دیتے ہوئے یوں خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی خدمت میں یہ خط مصر کے عیسائیوں کے عظیم الشان بادشاہ مقوقس کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے۔آپ پر سلامتی ہو۔

امّا بعد! میں نے آپ کا خط پڑھا۔آپ نے جو باتیں اس میں ذکر کی ہیں اور جو آپ دعوت دیتے ہیں میں اچھی طرح سے سمجھ چکا ہوں۔میں جانتا تھا کہ ایک نبی باقی ہیں۔اور میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہونگے۔ میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے۔ اور آپ کی خدمت میں دو کنیزیں بھجوا رہا ہوں، جو قبطہ میں اپنا خاص مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔اور کچھ کپڑے بھی ہیں۔اور آپ کو سواری کے لیے ایک خچر بھی ہدیہ دے رہا ہوں۔والسّلام۔"

ان کنیزوں میں سے ایک کنیز ماریہ تھیں جنہیں حضور ﷺ نے اختیار فرمایا۔انہی سے آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ ہیں۔جبکہ دوسری کنیز آپ ﷺ نے سیّدنا حسان بن ثابتؓ کو دے دی۔

مگر مقوقس اسلام نہیں لایا۔

کتاب نجاشی ملک الحبشه

(حبشہ کے فرمانروا کی طرف حضور ﷺ کا پیغام)

آنحضرت ﷺ نے اپنے چہیتے صحابی حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف ایک خط دے کر روانہ فرمایا۔جس کا مضمون یوں تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی جانب سے (یہ خط) حبشہ کے عظیم الشان بادشاہ نجاشی کی خدمت میں بھیجا جارہا ہے۔سلامتی ہو۔

امّا بعد! میں آپ کے سامنے اللہ ربّ العزّت کی تعریف بیان کرتا ہوں۔جس کے سوا کوئی معبود

Marfat.com

نہیں۔وہ بادشاہ ہے۔پاک ہے۔سلامتی والا ہے۔امن دینے والا ہےاور حفاظت کرنے والا ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ روح اللہ اور کلمۃُ اللہ ہیں۔جن کو اللہ رب العزّت نے کنواری زاہدہ، پاکدامن اور عفّت والی مریمؑ سے پیدا کیا۔پس جیسے آدمؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔اسی طرح مریمؑ اس کی روح اور پھونک سے حاملہ ہوگئیں۔میں آپ کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلاتا ہوں۔جس کا کوئی شریک نہیں۔اور میں اللہ کی اطاعت کی شرط پر دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔اور یہ کہ آپ میری اطاعت کریں اور اس دین کو جو میں لایا ہوں، اپنا مقصد بنائیں۔کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔اور میں آپ کو اور آپ کے لشکر (رعایا) کو اللہ ربّ العزّت کی طرف بلاتا ہوں۔میں آپ تک (پیغام حق) پہنچا چکا ہوں۔اور نصیحت بھی کردی ہے۔میری نصیحت قبول کرو۔پس میری نصیحت قبول کرو۔اور جو ہدایت کی اتباع کرے اس پر سلامتی ہو۔''

جب نجاشی کو یہ خط ملا تو اس نے اس کا حد درجے احترام کیا۔اور عمروؓ سے فرمایا: ''مجھے معلوم ہے، اللہ کی قسم! عیسیٰؑ نے انہی کی خوشخبری دی تھی۔لیکن (چونکہ اس سلسلے میں) حبشہ میں میرے مددگار کم ہیں، لہٰذا مجھے کچھ وقت تک مہلت دیجیے جب تک کہ میں مددگاروں کو زیادہ کرلوں اور ان کے دلوں کو نرمالوں۔''

حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ نے باقی ماندہ مہاجرین حبشہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منوّرہ ساتھ چلنے کی دعوت دی۔مہاجرین میں امّ المؤمنین حضرت امّ حبیبہؓ سیّدنا ابوسفیانؓ کی بیٹی اور عبیدہ بن جحش کی بیوی بھی تھیں۔عبیدہ بن جحش مسلمان ہوگئے تھے۔اور ساتھ ہی انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔مگر بدبختی غالب آگئی۔اور وہ مرتد ہو کر پھر سے عیسائی بن گئے۔

ام حبیبہؓ جب حبشہ میں تھیں، تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔اور جس شخص نے آپ ﷺ کے ساتھ امّ حبیبہؓ کا نکاح کروایا، وہ نجاشیؓ تھے، جو کہ آپ ﷺ کے وکیل تھے۔

کتاب کسریٰ ملک الفارس

(کسریٰ کے ایوانوں میں پیغمبر ﷺ کا خط)

سرورِ دوعالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو ایک خط دے کر فارس کے بادشاہ کسریٰ کی

Marfat.com

طرف روانہ فرمایا۔ جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی جانب سے۔ (یہ خط) فارس کے عظیم الشان بادشاہ کسریٰ کی خدمت میں بھیجا جارہا ہے، سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ گواہی دی کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔ کہ پوری جیتی انسانیت کو ڈراؤں اور کافروں کے مقابلے میں حق کا پرچار کردوں۔ ایمان لے آؤ سلامت رہو گے لیکن اگر تم نے انکار کیا تو دیگر مجوسیوں کے ایمان نہ لانے کا گناہ بھی تمہارے سر ہوگا۔"

کسریٰ کی شقاوت:

جب اس کو یہ خط ملا تو تکبر کے عالم میں اس نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اور جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے بددعا فرمائی: "مزق اللہ ملکہ کل ممزق" اللہ تعالیٰ اس کی بادشاہت کو تہس نہس کردے۔ چنانچہ (دنیا نے دیکھا کہ) ایسا ہی ہوا۔ اور سب سے پہلے اسی کی بادشاہت ختم ہوئی۔ دشمنی کی ابتداء اسی منحوس نے کی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے یمن کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس کسی ایسے آدمی کو بھیجے جو انہیں کسریٰ کے پاس لے آئے۔ (اس گستاخی کا انجام یہ ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس کے مقابلے میں اس کے بیٹے شیرویہ کو کھڑا کیا جس نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر اس لڑکے نے یمن کے عامل کو پیغام بھیجا جس میں اس نے اس کو اس حکم پر عمل کرنے سے منع کر دیا جو اس کے باپ نے دیا تھا۔

کتاب المنذر بن ساویٰ ملک البحرین

(بحرین کے بادشاہ کی طرف حضور ﷺ کا نامہ مبارک)

حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابی حضرت علاء بن حضرمی ؓ کو بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی کو اسلام کی دعوت پر مشتمل ایک خط دے کر روانہ فرمایا۔ اس خط کا مضمون کچھ یوں تھا:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اے بادشاہ! (اسلام قبول کر لیجیے) میں آپ کے سامنے اس اللہ عزوجل کی تعریف کرتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس حمد وصلوٰۃ کے بعد بات سنو! جو شخص ہمارے اسلام کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرے۔ اور ہمارے قبلے کی جانب رخ کرے۔ اور ہمارے ذبح کیے ہوئے جانوروں کو کھائے۔ تو ایسا شخص مسلمان ہے۔ اس کے لیے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری (امان) ہے۔ اب مجوسیوں میں سے جو ان باتوں کو مانتا ہے، تو وہ مؤمن ہے۔ اور جو ان باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرے، تو وہ جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جائے۔''

سرورِ دو عالم ﷺ کے اس مبارک خط کو پڑھ کر یہ عظیم بادشاہ حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور حضور ﷺ کے خط مبارک کے جواب میں یوں خط لکھا:

''حمد وثناء کے بعد، اے اللہ کے رسول ﷺ! عرض احوال یہ ہے کہ میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو سُنایا تھا تو ان میں سے کچھ لوگوں کو تو بڑا پسند آیا۔ اور بہت خوب لگا۔ سو وہ اسلام لے آئے۔ جب کہ کچھ لوگوں نے اسے ناپسند بھی کیا۔ دراصل میرے ملک پر یہود و مجوسی چھائے ہوئے ہیں تو اس سلسلے میں آپ مجھے اپنا حکم بتلا دیجیے۔''

حضور ﷺ نے ان کے اس خط کا یوں جواب دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام روانہ کیا جا رہا ہے۔ (اے منذر!) تم پر سلامتی ہو۔ میں آپ کے سامنے اللہ عزوجل کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد ﷺ اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں۔ اما بعد! میں آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں کیونکہ جو شخص کسی قسم کی کوئی خیر خواہی کرتا ہے، وہ اپنے آپ کے لیے خیر خواہی کرتا ہے۔ جو میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی اتباع کرتا ہے، پس درحقیقت وہ میری ہی اطاعت کر رہا ہوتا ہے۔ اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے درحقیقت اس نے میری خیر خواہی کی۔ بے شک میرے قاصدوں نے آ کر تمہاری تعریف و

Marfat.com

توصیف کی۔ میں نے آپ کی قوم کے بارے میں آپ کی سفارش قبول کی۔ وہ املاک مسلمانوں کے قبضے میں چھوڑ دو، جس پر وہ اسلام لائے ہیں۔ اور خطا کاروں کو میں نے معاف کیا۔ آپ ان سے اسلام یا توبہ قبول کریں۔ جب تک تم ٹھیک اور درست رہو گے، ہم تم کو معزول نہیں کریں گے۔ اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت پر ہی رہے، اس پر جزیہ ہے۔" (سیرۃ مصطفیٰ ۲/۴۰۴)

کتاب ملکی عُمان ابنی، الجلندی

(عمان کے بادشاہوں کے پاس حضور ﷺ کا خط)

حضور انور ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت عمرو بن عاص ؓ کو عُمان کے دو بادشاہ "جیفر" اور "عبد" جو "جُلندی" کے صاحبزادے تھے، ان کی جانب روانہ فرمایا۔ اور ان کو جو خط مرحمت فرمایا تھا، اس میں درج ذیل مضمون درج تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جلندی کے صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو، جس نے راہ حق کی اتباع کی۔ اما بعد، میں تم دونوں حضرات کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام لے آؤ۔ بھلائی کے ساتھ رہو گے۔ کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ میں آخرت کے (برے) انجام سے لوگوں کو ڈراؤں۔ اور کافروں پر عذاب کا وعدہ سچا ہو جائے۔ اور تمہارا معاملہ یہ ہے کہ اگر تم دونوں بھائی اسلام لے آتے ہو تو میں تم دونوں کو تمہارے ملک پر حکمران برقرار رکھوں گا۔ لیکن اگر تم دونوں فرمانبردار بننے سے انکار کر بیٹھے تو سن لو کہ ایک دن تمہارا یہ ملک ختم ہونے والا ہے۔ اور میرے گھوڑے تمہارے آنگن میں اُترنے والے ہیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ عنقریب تمہارے ملک پر میری نبوّت کا غلبہ ہونے والا ہے۔"

بادشاہوں کا قبول اسلام:

سیّدنا عمرو ؓ جب ان دونوں کے دربار میں پہنچے تو ایک بھائی عبد بن جلندی نے رسول اللہ ﷺ کے اسلام میں جو اُوامر اور منہیات ہیں، ان کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عمرو ؓ نے فرمایا: "آنحضرت ﷺ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم فرماتے۔ اور اس کی نافرمانی سے روکتے ہیں۔ نیکی اور

Marfat.com

صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔ اور ظلم وزیادتی سے، زنا کرنے سے، شراب پینے سے، پتھروں، بتوں، مورتیوں اور صلیب کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں۔'' یہ سن کر وہ بول اٹھا: ''واہ! یہ تو بڑی اچھی دعوت ہے، جس کا محمد (ﷺ) پرچار کر رہا ہے۔ اگر میرے بھائی میرا ساتھ دے، تو ہم ابھی سوار ہوتے اور جا کر محمد (ﷺ) کے دین پر ایمان لے آتے۔ اور محمد (ﷺ) کی تصدیق کرتے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ میرا بھائی اس مملکت کی حکمرانی کے چکر میں بڑا بخیل ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع بن کر رہنا ہرگز قبول نہیں کرے گا۔'' حضرت عمروؓ نے اس کو سمجھایا کہ اگر تمہارا بھائی مشرف باسلام ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کو ہی اس کی قوم کا بادشاہ مقرر فرمائیں گے۔ اور وہ ان کے مالداروں سے صدقہ وصول کر کے ان کے غریبوں میں تقسیم کرے گا۔'' عبد نے کہا: ''واقعی! یہ (بادشاہ کو اس کی قوم پر حاکم بنانے کا) اصول تو اخلاق کی بہترین صفت ہے۔ لیکن یہ صدقہ کیا چیز ہے؟'' جواباً ان صحابی رسول ﷺ نے ان کو مال میں جو اللہ رب العزت نے صدقہ مقرر کیا ہے، بتلایا۔ اور جب جانوروں کے صدقے کے بارے میں بتلایا، تو اس نے کہا: ''اے عمرو! کیا ہمارے چوپایوں میں سے جو کھیتوں میں چر کر آتے ہیں، ان میں سے صدقہ لیا جائے گا؟'' انہوںؓ نے کہا: ''بالکل!'' یہ سن کر عبد نے کہا: ''میرا خیال ہے کہ میری قوم اپنے گھروں کی دوری اور اپنی تعداد کی کثرت کی وجہ سے اس کی اتباع نہیں کرے گی۔'' پھر عبد نے سیّدنا عمروؓ کو اپنے بھائی جیفر کے پاس بھیج دیا۔ تو حضرت عمروؓ نے ان سے اس انداز سے گفتگو کی کہ اس کا دل نرم پڑ گیا۔ اور وہ اسلام لے آیا۔ اسی طرح اس کا بھائی عبد بھی مشرف باسلام ہو گیا۔ اور پھر اس کو صدقات کی وصولی کی قدرت عطا کی۔ رضی اللہ عنہم۔

كتاب هوذه بن علي الى اليمامه

(یمامہ کے حاکم کی طرف رسالت مآب ﷺ کا پیغام)

رسول خدا ﷺ نے اپنے ایک پیارے صحابی سلیط بن عمرو عامریؓ کو یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی کے نام ایک خط دے کر روانہ فرمایا، جس میں یہ پیغام درج تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہوذہ بن علی کے نام ہے۔ جس نے ہدایت کی اتباع کی،

Marfat.com

اس پر سلامتی ہے۔اے بادشاہ! جان لے کہ میرا دین ایک روز ہر اس مقام تک پہنچ کر رہے گا، جہاں تک کہ موزہ پہننے والے اور کُھر والے (یعنی ہر طرح کے جانور اور انسان) جاسکتے ہیں۔(یعنی دنیا کے کونے کونے تک پہنچے گا) لہٰذا اسلام قبول کرلو اسی میں خیر ہے۔(اور یہ مت سمجھنا کہ اس طرح کرنے سے تمہارا ملک وسلطنت تمہارے ہاتھ سے چلی جائے گی۔) میں تمہارے ماتحتوں کو تمہاری ہی نگرانی میں رہنے دوں گا۔"

جب اس کو یہ خط موصول ہوا تو جواباً اس نے یوں لکھا: "آفرین ہو! کس قدر اچھی اور خوبصورت ہے آپ کی بات، جس کی جانب آپ بُلا رہے ہیں۔ میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔اور عرب میرے اعلیٰ مرتبے کی بناء پر مجھ سے بڑے ڈرتے ہیں۔لہٰذا آپ ایسا کیجیے کہ آپ مجھے اپنے کچھ امور (نبوت یا خلافت) میں اپنا شریک مقرر کرلیں، تو میں آپ کی اتباع کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

جب یہ اطلاع حضور اکرم ﷺ کو موصول ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ("نبوت کی شراکت تو بہت بڑی بات ہے) وہ اگر اسلام لانے کے بدلے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگتا، تو بھی میں اس کو وہ نہ دیتا۔وہ ہلاک ہو جائے۔اور جو کچھ اس کے پاس ہے، وہ سب بھی ہلاک ہو جائے۔" چنانچہ ادھر سے آپ ﷺ فتح مکہ سے لوٹ رہے تھے، ادھر وہ بدبخت اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔حضور انور ﷺ کا اصول یہ تھا کہ جو بھی قوم دائرہ اسلام میں آیا کرتی تھی، آپ ﷺ اس کے بڑے کو ان پر نگران مقرر فرما دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

باب دوازدہم

السنة السابعه

مدینہ منورہ کی زندگی کا ساتواں سال

Marfat.com

غزوۂ خیبر
(جنگ خیبر)

پس منظر:

ہجرت کے ساتویں سال محرم الحرام کے ماہ مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے جہاد کا حکم فرمایا۔ یہ وہی یہودی ہیں، جو غزوہ خندق میں آپ ﷺ کے خلاف لوگوں کو ابھارنے میں سب سے آگے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں کعب بن اشرف کے قصے میں ہم نے مطالعہ کیا تھا کہ یہ یہودی لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے خلاف اعرابیوں (دیہاتیوں، بدوؤں) سے عہدو پیان کی کوشش میں مستقل سرگرم رہتے تھے۔

آپ ﷺ نے ان سے نمٹنے کے لیے اپنے آس پاس کے ان بدوؤں کو، جو حدیبہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے، جمع کیا۔ اور ان میں سے جو پیچھے رہ گئے تھے، وہ آئے کہ ان کو بھی جہاد میں جانے کی اجازت دے دی جائے تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ صرف اور صرف جہاد کی نیت اور شوق اور دلچسپی کی بناء پر چلو کیونکہ میں تم لوگوں کو غنیمت کا ذرا حصہ بھی نہیں دوں گا۔ اور ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک شخص کو اس کے اعلان کا حکم فرمایا۔ پھر سید دوعالم ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہؓ غفاری کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور چل دیے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ بھی تھیں۔ خیبر مدینے سے سو/۱۰۰ میل کی مسافت پر شمال مغرب کی سمت میں واقع ہے۔ جب مسلمانوں کا لشکر خیبر کی سرزمین پر پہنچ گیا، تو مسلمانوں نے بلند آواز سے تکبیریں کہنا شروع کر دیں۔ اور دعائیں شروع کر دیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنے جذبات کو قابو میں رکھو کیونکہ تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ ہی کسی غائب کو بلکہ تم اس ذات کو پکار رہے ہو جو سُن رہی ہے تم سے قریب ہے۔ اور تمہارے ساتھ ہے۔"

خیبر میں تین قلعے تھے:

Marfat.com

۱......قلعہ نطاۃ۔۲......قلعہ شق۔۳......قلعہ کتیبہ۔

پہلے قلعہ یعنی نطاۃ کے تین حصے تھے:

۱......ناعم۔۲......صعب۔اور۳......قلۃ۔

اور دوسرے قلعہ یعنی شق کے دو حصے تھے:

۱......ابی۔اور۲......بری ء۔

اور تیسرے قلعہ یعنی کتیبہ کے تین حصے تھے:

۱......قموص۔۲......وطیح۔اور۳......سلالم۔

جنگ کی ابتداء:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نطاۃ نامی قلعوں سے جنگ کی ابتدا فرمائی۔مسلمانوں نے تیر اندازوں کی رینج سے دور قلعے کے مشرقی اطراف میں مورچہ بندی کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان یہودیوں کے کھجور کے درخت اکھاڑے جائیں تاکہ وہ اس تباہ کاری کو دیکھ کر ڈر جائیں۔اور ہتھیار ڈال دیں۔مسلمانوں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے تقریباً چار سو/۴۰۰ کے کھجور کے درخت کاٹ ڈالے۔لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کا جنگ کرنے پر مصمم اور پختہ عزم وارادہ محسوس کیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید درخت اکھاڑنے سے روک دیا۔

پھر قلعہ ناعم سے تیر اندازی کے ساتھ جنگ شروع ہوئی۔مسلمانوں کا جھنڈا ایک مہاجر صحابیؓ کے ہاتھ میں تھا،اس دن وہ علمبرداری کے علاوہ کچھ نہ کر سکے۔محمد بن مسلمہؓ کے بھائی محمود بن مسلمہؓ اسی دن شہید ہوئے۔مسلسل یہی سلسلہ چلتا رہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر پر کسی مسلمان کو مقرر کر کے لشکر کے کچھ حصے کے ساتھ دشمن کا مقابلہ فرماتے رہے حتیٰ کہ یوں ہی چھٹی رات ہوگئی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی چوکی داری فرما رہے تھے کہ اس دوران انہوں نے ایک یہودی کو دیکھا،جو رات کی تاریکی میں باہر نکلا تھا۔اس کو پکڑنے میں کامیاب ہوگئے۔تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔جب اس یہودی پر خوب اچھی طرح سے رعب چھا گیا،تو وہ گھبرا کر بولا:''تم مجھے امن دو تو میں ایک ایسی بات بتاؤں گا جس میں تمہاری کامیابی ہے۔''

Marfat.com

تو ایک مسلمانوں نے کہا: ''بتلاؤ! ہم نے تم کو امن دے دی ہے۔'' تو اس نے بتانا شروع کیا: ''بلاشبہ قلعہ والے اچھی طرح تھک چکے ہیں۔ اور تنگدستی ان پر غالب آ چکی ہے۔ میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ اب وہ اپنے بال بچوں کو ''قلعہ شق'' میں بھیج رہے ہیں۔ اور کل تم لوگوں سے لڑائی کے لئے نکلنے والے ہیں، کل جب یہ قلعہ کھل جائے تو میں اس میں موجود ایک جگہ تم لوگوں دکھلاؤں گا، جس میں منجنیقیں اور ٹینک ہیں۔ اور زرہیں اور تلواریں ہیں۔ اگر تم یہ اشیاء حاصل کر لو، تو ان کے ذریعے سے دیگر قلعوں کو فتح کرنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا۔ اس طرح کہ تم لوگ منجنیق نصب کر لینا اور لوگوں کو ٹینکوں میں داخل کر لینا، جو قلعوں میں نقب لگائیں (شگاف ڈالیں) تو ایک دن میں آپ اس کو فتح کر لو گے۔''

اللہ اور رسول کا محبوب بندہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہؓ کو فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ رات انصار اور مہاجرین کی ایسی گزری کہ ان میں سے ہر شخص علمبرداری کی خواہش کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ میں نے زندگی بھر کبھی سرداری کی تمنا نہیں کی۔ لیکن اس رات بڑی تمنا کی۔

جب اگلی صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ کسی نے بتلایا کہ ان کی آنکھیں سُوجی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ان کو لانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔ اللہ رب العزت نے ان کو ایسی شفاء کاملہ عطا فرمائی گویا ان کی آنکھوں میں کبھی کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا مرحمت فرما دیا۔ وہ مسلمانوں کی قیادت کو لے کر جہاد پر نکلے۔

مبارزہ اور قلعہ ناعم کی فتح:

دوسری جانب یہودی بھی جنگ کے لئے تیار تھے۔ اور عربوں کی جنگی رسم کے مطابق ایک شخص

Marfat.com

نے آگے بڑھ کر للکارا، تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو جہنم پہنچا دیا۔ اس کے بعد مرحب جو کہ اپنی قوم کا سب سے بہادر شخص تھا، للکارتے ہوئے نکلا، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بھی دوسرے کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی یاسر میدان کا شہسوار بنا، تو زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد دیگر تمام مسلمانوں نے یہودیوں پر حملہ کر ڈالا۔ حتیٰ ان کو ان کی جگہوں سے ہٹا دیا۔ اور ان کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ مسلمان اپنی طاقت کے بل بوتے پر ان کے قلعے ناعم میں داخل ہو گئے۔ جبکہ دشمن شکست خوردہ ہو کر ناعم کے برابر والے قلعے صعب میں جا گھسے۔ مسلمانوں نے قلعہ ناعم سے روٹیوں اور کھجوروں کی شکل میں بہت سارا مال غنیمت حاصل کیا۔

قلعہ صعب کی فتح:

پھر قلعہ صعب میں بھی ان یہودیوں کا پیچھا کیا۔ اور یہودیوں نے بھی بڑا سخت قتال کیا۔ حتیٰ کہ مسلمان پیچھے ہٹ گئے، مگر حباب بن منذر اور ان کے ساتھی ڈٹے رہے۔ انہوں نے بڑا سخت مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ یہود کو شکست دی۔ انہوں نے ان یہود کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے لیے قلعہ کھولنے پر مجبور ہو گئے۔ تو مسلمانوں نے وہاں بھی کھانے پینے کی بے شمار غنیمتیں حاصل کیں۔ آنحضرت ﷺ نے ایک بلند آواز والے شخص کو یہ اعلان کرنے حکم فرمایا کہ "مسلمانو اس کھانے میں سے جتنا چاہو کھالو اور اپنے جانوروں کو بھی چرالو لیکن یہاں سے کوئی چیز اٹھاؤ مت۔" پھر اس قلعہ سے ہارے ہوئے یہودیوں نے "قلہ" نامی قلعہ میں جا کر پناہ لے لی۔

قلہ کی فتح:

مسلمانوں نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ اور اس قلعے کا مسلسل تین روز تک محاصرہ کیے رکھا۔ مگر اس کو فتح کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن چوتھے روز اس یہودی نے پانی کے داخل ہونے کی نالیوں کی نشاندہی کر دی، جس سے یہودی پانی پی رہے تھے، جب مسلمانوں نے ان کے اس پانی کو روکا، تو وہ باہر نکل آئے۔ اور بڑی جانفشانی سے لڑائی کرنے لگے۔ لیکن میدان کارزار کے غازی مسلمان ہی ٹھہرے۔ انجام کار شکست کھا کر انہوں نے قلعہ شق میں پناہ لی۔

قلعہ ابی کا معرکہ:

Marfat.com

ان یہودیوں کا مسلمانوں نے پیچھا کیا۔اور ''قلعہ ابی'' سے جہاد شروع کیا۔قلعہ ابی میں محصور یہودی نکلے۔اور بہت شدید انداز میں لڑائی شروع کردی۔اس معرکے میں ابودجانہ انصاریؓ بڑے جی داری سے لڑے۔حتیٰ کہ زبردستی انہوں نے قلعے میں داخل ہونے کو ممکن کردیا۔مسلمانوں نے اس قلعے میں بہت زیادہ سازوسامان، مال ومتاع، بھیڑ بکریاں اور کھانے پینے کی اشیاء پائیں۔

قلعہ بری کی لڑائی:

جبکہ ہارنے والے یہودی اب بھاگ کر ''قلعہ بری'' میں جا چھپے تھے۔اور انہیں بہت دیر تک روکے رکھا۔اس قلعہ والے تیراندازی اور پتھروں کی بارش کرنے میں دیگر یہودیوں سے زیادہ ماہر تھے۔ ان کی اس مہارت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نقصان پہنچا۔یہ دیکھ کر مسلمانوں نے بھی منجنیقیں گاڑلیں، جس سے ان قلعے والوں کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا۔اور بغیر کسی سخت مقابلے کے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔تو مسلمانوں کو اس قلعہ میں یہودیوں کے تانبے اور آگ میں پکے ہوئے مٹی کے برتن ہاتھ آئے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو دھولو اور ان میں کھانا وغیرہ پکا سکتے ہو۔

قموص کا جان توڑ معرکہ:

پھر مسلمانوں نے بقیہ دشمن کا ''کتیبہ'' نامی قلعے تک پیچھا کیا۔اور ''قموص'' نامی قلعے میں جنگ شروع کردی۔اور بیس راتوں کے طویل محاصرے کے بعد اللہ جل جلالہ نے اس کو علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے سے فتح کروادیا۔جن یہودیوں کو قیدی بنایا گیا تھا، ان میں سے ایک صفیہ بھی ہیں جو کہ حیّی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں۔

وطیح اور سلالم صلح سے فتح ہوئے:

پھر مسلمان لشکر ''وطیح'' اور ''سلالم'' نامی دو قلعوں کا محاصرہ کرنے کے لئے ان کی جانب بڑھے، تو ان قلعوں کے لوگوں نے مقابلہ کرنے کے بجائے صلح کی۔اور اپنی جان کی امان طلب کرکے اپنے آپ کو حوالے کردیا۔ان کے خون محفوظ ہوں گے اور یہ لوگ اپنے بال بچوں سمیت خیبر کی اس سرزمین سے نکل کر کی جانب چلے جائیں گے۔اور جو کپڑے انہوں نے بدن پر پہنے ہوئے ہیں، ان کے علاوہ کوئی مال

Marfat.com

واسباب نہیں لے جائیں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرط قبول فرمالی۔اور مسلمانوں کو ان دونوں قلعوں میں سے سو/۱۰۰ زرہیں، چار سو/۴۰۰ تلواریں ، ہزار/۱۰۰۰ انیزے اور پانچ سو/۵۰۰ عربی کمانیں مال غنیمت میں ملیں۔وہاں پر مسلمانوں کو تورات کے کچھ صحیفے ملے جو ان کے طلب گاروں کو دے دیے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے کنانہ بن ربیع بن ابوحقیق کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔کیونکہ اس نے حیی بن اخطب کا زیور دینے سے انکار کیا تھا۔مسلمانوں کو اطلاع پہنچی تو (پہنچ گئے) جہاں انہیں مختلف قسم کے زیورات ملے، جن میں کنگن، بازوبند، پازیب، بندے، سونے کی انگوٹھیاں، موتیوں اور زمرد کے ہار اور اسی طرح کی کئی چیزیں شامل تھیں۔

یوں ان یہودیوں کا قصہ تکمیل کو پہنچا۔

مقتولین خیبر:

خیبر کے میدان میں ۱۵ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جبکہ ۹۳ یہودی مارے گئے۔

قتل انبیاءؑ، یہودیوں کا شیوہ:

اس غزوے میں ایک یہودی عورت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کے زہریلے گوشت کی پنڈلی کا حصہ پیش کیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ لے کر چبانا شروع ہی فرمایا تھا کہ اللہ رب العزت نے حقیقت حال کی خبر دے دی۔اور آپ نے اسے زہریلا سمجھ کر پھینک دیا۔جبکہ بشر بن براءؓ اس کا کچھ حصہ کھا چکے تھے۔لہٰذا وہ اسی وقت شہید ہو گئے۔جب کہ سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنہ لگوا کر اس کے اثر کو زائل فرمایا۔اور اس قبیح عمل کرنے والی عورت کو لایا گیا۔آپ ﷺ نے اس سے اس حرکت کا سبب پوچھا تو اس نے یوں جواب دیا: ''میں نے سوچا، کہ اگر یہ نبی برحق ہیں تو یہ زہر ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا ہے تو اللہ ہمیں اس سے نجات دیدیں گے۔''تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف فرمادیا۔

زواج صفیہ

(امّ المؤمنین حضرت صفیہؓ کا حضور ﷺ سے نکاح)

Marfat.com

ان یہودیوں پر فتح ونصرت اور غلبہ پانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے سردار کی صاحبزادی صفیہؓ سے شادی فرمائی۔اوران کی آزادی کوان کا مہر بنایا۔اور یہ اسلام لاکرامّ المومنین کے قابل شرف مرتبہ سے نوازی گئیں۔

النھی عن نکاح المتعة

(متعہ کی ممانعت)

خیبر میں ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمادیا تھا۔

متعہ:

''متعہ ایک لگی بندھی مدت تک بعوض نکاح کرنے کو کہتے ہیں۔''

یہ زمانہ جاہلیت میں حلال تھا۔اوراسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی ہوا کرتا تھا۔حتیٰ کہ اس سال شریعت نے اس کو قطعی حرام قرار دے دیا۔

اسی طرح پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی روک دیا گیا۔لہٰذا مسلمانوں نے گدھے کی بھنی بھنائی دیگوں کوانڈیل دیا۔اورایسی قابل تقلید اطاعت کا ثبوت پیش کیا کہ اس میں سے ذرا سا بھی نہیں چکھا۔(سبحان اللہ!)

رجوع مھاجری الحبشة

(مہاجرین حبشہ کی واپسی)

ابوموسیٰؓ اورابوہریرہؓ:

جب مسلمان خیبر سے واپس آئے تو جعفر بن ابوطالب اور کچھ اشعری قبیلے کے لوگ یعنی ابوموسیٰؓ اوران کی قوم، حبشہ سے آئے۔جو کہ حبشہ میں تقریباً ۱۰ سال تک آرام وسکون سے زندگی بسر کررہے تھے۔ان حضرات کی آمد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ خوشی ہوئی۔ان اشعریوں کو صلح کے طور پر فتح ہونے والے قلعوں کے اموال غنیمت سے حصہ دیا۔حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان بھی تھیں۔اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ دوس کے لوگ آئے۔جناب ابوہریرہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی (مال

Marfat.com

غنیمت میں سے) حصہ دیا۔

فتح فدک
(فدک کی کامیابی)

فتح کا مال غنیمت:

اس کامیابی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہودیوں سے قلعہ فدک کے ساتھ امن وامان کی زندگی گزارنے کی پیش کش کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کی جان محفوظ رہے گی۔ اور ان کے اموال انہی کے پاس چھوڑ دیے جائیں گے۔ فدک کی یہ زمین فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھی۔ جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مبارکہ پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کی آمدنی سے بنو ہاشم کے غریب لوگوں کی کفالت کرتے اور غیر شادی شدہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی شادی کا بندوبست بھی فرمایا کرتے تھے۔

صلح تیماء
(تیماء کے یہودیوں کی صلح)

جب یہود اہل تیماء کو اس عبرتناک انجام کی اطلاع موصول ہوئی، جو مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر کے یہودیوں کا ہو۔ اتو انہوں نے جزیہ دے کر امن وامان کے ساتھ اپنے ملک میں رہنے پر صلح کر لی۔

فتح وادی القریٰ
(وادی القریٰ کی فتح)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی قریٰ کے یہودیوں کو قبول اسلام کی مبارک دعوت دی، مگر ان بدبختوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ جنگ کی۔ مسلمانوں نے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ اور ان کے گیارہ سرکشوں کو واصل جہنم کیا اور بڑی کثیر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا، جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکالا اور ان کی زمینوں کو اس شرط کے ساتھ ان کے حوالے کر دیا کہ وہ اس میں کاشت کریں گے۔ اور اس کی پیداوار کا کچھ حصہ اس کے عوض میں دیں گے۔ یہی معاملہ خیبر کی زمین

Marfat.com

کے ساتھ فرمایا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا تاکہ وہ اس کی پیداوار کا اندازہ کریں۔ ان کی جانچ پرکھ بڑی سخت تھی تو ان (یہود) نے ارادہ کیا کہ ان کو رشوت دیں۔ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا: ''اے اللہ کے دشمنو! تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو! اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں، جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اور تمہارا مقام میرے نزدیک بندروں اور خنزیر سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اور میری تم سے نفرت اور آپ ﷺ سے محبت مجھے سوائے اس کے کسی کام پر نہیں ابھارتی کہ میں انصاف کروں۔'' یہ قصہ یہاں پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان عہد و پیمان رہا مدینہ کے آس پاس کے تمام یہود کے تابع ہونے کی وجہ سے مسلمان ایک ایسے دشمن سے محفوظ ہو گئے جو ہر وقت مسلمانوں کی تاک میں رہتے تھے۔ اور مسلمان کامیاب و کامران لوٹے۔

اسلام خالد و رفیقیہ

(حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاص کا اسلام)

اس غزوے اور فتح مبین کے بعد تین ایسی ہستیاں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں، جو روزِ اوّل سے مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں کفار کے لشکروں کی قیادت کرنے میں بڑی نمایاں اور سرگرم عمل ہوا کرتی تھیں۔ اور وہ تین مبارک ہستیاں خالد بن ولید مخزومی، عمرو بن عاص سہمی اور عثمان بن طلحہ عبدری رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے سے آنحضرت ﷺ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اور عالم سرور میں آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو فرمایا: ''تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے آپ کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائی۔ میں آپ کو اچھا خاصا عقل مند مانتا تھا جس کی بناء پر مجھے پختہ یقین تھا کہ آپ اسلام لے ہی آئیں گے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تبارک وتعالیٰ سے میری سفارش کرا دیجئے کہ میرے ان جنگ کے منظروں کو بھی معاف فرما دیں جن میں آپ کے خلاف لڑا تھا۔'' آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اسلام گذشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

سریۃ عمر بن خطابؓ الیٰ تربۃ

Marfat.com

(عمر بن خطابؓ اپنے ساتھیوں سمیت "تربہ" کی جانب)

انّ الباطل کان زھوقا!

شعبان کے مہینے میں رسول اکرم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ ہوازن کے لوگ 'تربہ' کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ اور مسلمانوں سے عداوت کا اظہار کر رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطابؓ کو تیس آدمیوں کی قیادت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ تو نکل پڑے مگر جب دشمن نے جب ان کے نکلنے کی خبر سنی تو خوف کے مارے تتر بتر ہو گئے۔ اور عمرؓ نے اس مقام پر کسی کو نہ پایا تو وہ واپس لوٹ آئے۔

سریۃُ بشیر بن سعد الیٰ بنی مرّہ

(بنو مرّہ کی ستم ظریفی)

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے 'فدک' کے محلّے میں بنو مرہ سے جنگ کرنے کے لئے بشیر بن سعد انصاریؓ کو روانہ فرمایا مگر ان کی جگہ کسی کو نہ پایا تو ان کے جانوروں کو پکڑا اور مدینے کی سطح جانب ہانک لائے۔ وہ قوم دراصل وادی میں تھی۔ اطلاع ملنے پر چیختے ہوئے ان کے پاس پہنچی۔ اور بشیر کو مدینے کی طرف لوٹتے ہوئے آلیا اور تیر اندازی شروع کر دی۔ صبح ہوئی تو دونوں فریقوں میں ایک گھمسان کی جنگ چھڑ گئی حتیٰ کہ بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے۔ اور خود حضرت بشیرؓ بھی زخموں سے چور ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ بھی مر گئے لیکن جب وہ لوگ چلے گئے تو یہ ہمت باندھ کر اٹھے اور کسی نہ کسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور ان کو ہولناک واقعے کی اطلاع دی۔

سریۃ غالب بن عبداللہ اللّیثی الی المیفعہ

(غازیان اسلام سیدنا عبداللہ اللیثی کے ساتھ میفعہ کی طرف)

ماہ رمضان المبارک میں رسول اکرم ﷺ نے غالب بن عبداللہ لیثیؓ کو ایک سو تیس/۱۳۰ پیادوں کی ہمراہی میں میفعہ کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے جا کر ان پر حملہ کر ڈالا۔ کچھ کو مارا اور بقیہ کچھ کو قیدی بنا لیا۔

ایک مشہور واقعہ:

اسی جنگ کے دوران جناب اسامہ بن زیدؓ ایک مشرک شخص پر حملہ آور ہوئے۔ اور غالب آنے پر

Marfat.com

جب اس مشرک نے اسامہؓ کے ہاتھ موت کو یوں منہ کھولے اپنے سامنے دیکھا تو کلمہ پڑھنے لگا۔ حضرت اسامہؓ نے سوچا یہ دشمن صرف اپنی جان بچانے کے لئے یہ ڈھونگ کر رہا ہے، لہٰذا اس کو قتل کر ڈالا۔ جب مسلمان واپس مدینہ پہنچے اور انہوں نے اسامہؓ کے اس عمل کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے غصے سے پوچھا: ''کیا آپ نے اس کے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟؟؟ آپ نے ''لا الٰہ الا اللہ'' سننے کے باوجود یہ قدم کیسے اٹھایا؟؟؟ انہوں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے تو یہ کلمہ فقط اپنی جان بچانے کے لئے پڑھا تھا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس کے سینے کو پھاڑ کر اس کے دل کو چیک کیوں نہ کیا تاکہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔'' تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے لئے معافی طلب کیجیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کس طرح تم نے ایک کلمہ پڑھنے والے کو مار ڈالا۔'' اور آپ ﷺ مسلسل یہی جملہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ اسامہؓ نے تمنا کی کہ کاش! اس قتل کرنے سے وہ مسلمان ہی نہ ہوئے ہوتے تو اس المیے سے بچ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر چورانوے/۹۴ اسی کے بیان میں نازل فرمائی:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ .

''اور جو شخص تم کو سلام کرے تو تم بھی زندگی کا سامان حاصل کرنے کی خواہش میں اس کو یہ نہ کہو ''تم مومن نہیں ہو'' کیونکہ اللہ کے پاس مل غنیمت کے بڑے ذخیرے ہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو حکم فرمایا کہ کفارے میں ایک غلام آزاد فرمائے کیونکہ یہ قتل خطا تھا۔

سریۃُ بشیر بن سعد الی الیمن

(بشیر بن سعدؓ کی قیادت میں مسلمان یمن کی طرف)

پس منظر:

شوال کے مہینے میں رسول اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ عیینہ بن حصن نے خیبر کے قریب واقع حصن اور قباء کے رہائشیوں میں سے غطفان کی ایک جماعت سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ مدینے پر حملہ کریں۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے بشیر بن سعدؓ کو تین سو/۳۰۰ کی قیادت کے ساتھ روانہ فرمایا۔ یہ لوگ دن کو گھات لگا کر بیٹھے رہتے اور رات کو سفر طے کرنے کی حکمت عملی کے تحت چلتے ہوئے اس مقام تک جا پہنچے اور وہاں انہوں نے بہت سارے جانور پکڑ لیے۔ چرواہے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے جا کر اس بستی والوں کو اطلاع دی۔ تو وہ خوف زدہ ہو گئے۔ اور اپنے ملک سے پہاڑ کی چوٹیوں میں جا بسے۔ مسلمان دو شخصیتوں کی بناء پر کامیاب ہو سکے۔ جو اسلام لے آئے تھے۔ پھر مسلمان ان غنیمتوں کو سمیٹتے ہوئے، مدینے لوٹ آئے۔

عمرۃ القضاء

(عمرے کی قضاء)

جب حدیبیہ والے عمرے کو پورا ایک سال مکمل ہو گیا۔ تو آپ ﷺ اپنے انہی صحابہ کی معیت میں جن کو روک دیا گیا تھا، عمرہ قضا کرنے کی نیت سے نکلے۔ جناب ابوذر غفاریؓ کو مدینے پر خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور قربانی کے جانوروں کے طور پر اونٹوں کو ساتھ لے لیا۔ اور قریش کے دھوکے کے خوف سے اپنے ساتھ اسلحہ بھی لے لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ سو/۱۰۰ گھوڑے تھے، جن کی نگرانی محمد بن مسلمہؓ کر رہے تھے۔ اور اسلحے کی نگرانی بشیر بن سعدؓ کر رہے تھے۔ مدنی مسجد سے ہی آپ ﷺ نے احرام باندھ لیا تھا۔ جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو گھوڑوں کو اپنے آگے آگے کر لیا کسی نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! حدیبیہ کی شرائط میں سے تو ایک یہ بھی تھی کہ ہم اسلحہ نہیں لائیں گے مگر اب تو ہم لے کر جا رہے ہیں؟'' آپ ﷺ نے جواب دیا: ''ہم حرم میں اسلحے کے ساتھ داخل نہیں ہوں گے بلکہ اس سمیت صرف اس کے قریب تک جائیں گے۔ اگر کوئی ابھارنے والی شیء (ناخوشگوار صورت) پیش آئی تو ہم اس کو اس اسلحے سے ہٹائیں گے۔''

جب یہ قافلہ عظیمہ مرّ الظہر ان کے مقام تک پہنچا تو قریش کا ایک گروہ ملا۔ وہ اس جماعت و قافلے کو دیکھ کر گھبرا گیا اور جلدی سے اپنی قوم یعنی قریش کو جا کر بتلایا تو کچھ جوان آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ کی قسم اے محمد (ﷺ)! نہ تو آپ بچپن میں کبھی دھوکے بازی کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں اور نہ ہی بڑی عمر کے ہونے کے بعد دھوکہ دہی میں ملوث پائے گئے ہیں۔ ہم اس کے

Marfat.com

علاوہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ رسول اکرم ﷺ ان کے اس اشارے کو سمجھ گئے اور جواب مرحمت فرمایا کہ ہم حرم میں اسلحے سمیت داخل نہیں ہونگے۔ پھر جب آپ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے کا وقت قریب ہو گیا تو چونکہ قریش مسلمانوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے نہیں دیکھ سکتے تھے لہٰذا وہاں سے باہر نکل گئے۔

بیت اللہ میں داخلہ:

رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ اپنی تلواروں کو کداء کے مقام پر لٹکا کر بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کے آگے آگے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یہ اعلان کرتے ہوئے جا رہے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اس کے لشکر کو باعزت کیا اور اس نے اکیلا ہی تمام لشکروں کو شکست فاش دی۔

طواف کعبہ:

اپنی سواری پر سوار ہو کر آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور اپنی لاٹھی سے حجر اسود کا استلام کیا اور آپ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ پہلے تین چکر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے تیز تیز لگاؤ کیونکہ مشرکین یہ کہہ رہے تھے کہ عنقریب کعبے کا طواف ایسی قوم کرنے والی ہے کہ جن کو یثرب کی گرمی نے کمزور کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے آپ کو قوی رکھتا ہے/ظاہر کرتا ہے اور آپ نے اپنی چادر کو حاجیوں کے مخصوص انداز میں باندھا۔ آپ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا کہ جیسا نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا مسلمانوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے طواف کو مکمل فرمایا۔ اور انہوں نے حلق وقصر کروایا۔

زواج میمونہ

(حضرت میمونہؓ کی شادی)

مکہ مکرمہ میں ہی آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ جنہوں نے احد کے میدان میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی تھی، ان کی زوجہ محترمہ میمونہ بنت حارثہ ہلالیہ سے شادی فرمائی۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھیں اور آپ کی آخری زوجہ محترمہ تھیں۔ مکہ سے نکل کر سرق کے مقام پر ان کا آپ ﷺ سے ازدواجی ملاپ ہوا۔ مکہ سے نکل کر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو عمرے کی ادائیگی کے

Marfat.com

لیے روانہ فرمایا جن کو آپ ﷺ نے گھوڑوں کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ اس سچے خواب کی روشنی میں جو اللہ نے آپ کو دکھایا تھا، خوشی خوشی مدینے لوٹے۔

Marfat.com

باب سیزدہم

السنۃُ الثامنہ

(ھجرت کا آٹھواں سال)

Marfat.com

سریۃ غالب بن عبداللہ اللّیثی الی بنی ملوح

(مسلمانوں کی ایک جماعت غالب بن عبداللہ لیثی ؓ کے ہمراہ قدید کی جانب)

اس سال صفر میں آنحضرت ﷺ نے سیّدنا غالب بن عبداللہ لیثی ؓ کو بنو ملوّح کی طرف روانہ فرمایا، جو کہ عرب قوم تھی۔ اور قدید کے مقام پر رہائش پذیر تھی۔ جناب غالب ؓ کا یہ لشکر چل پڑا یہاں تک کہ جب قدید کے مقام پر پہنچے، تو حارث بن مالک لیثی سے ٹکراؤ ہوا جو کہ "ابن برصاء" کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک بڑا جھگڑالو قسم کا دشمن تھا۔ لہٰذا مسلمانوں نے اس کو قیدی بنالیا۔ تو اس نے مسلمانوں سے کہا: "ارے میں تو اسلام لانے کے لیے ہی آرہا تھا۔" مسلمانوں نے اس کو جواب دیا: "اگر آپ مسلمان ہو تو ایک رات کی چوکیداری آپ کو کوئی نقصان نہیں دے گی۔ ورنہ (ہمارا تم کو جکڑ دینا رائیگاں نہیں جائے گا) اور ہم اس کا فائدہ پورا پورا وصول کرلیں گے۔"

فضل خداوندی:

پھر یہ لوگ چل پڑے حتیٰ کہ بنو ملوّح کے ایک محلے تک جاپہنچے۔ اور وہاں سے ان کی بکریاں وغیرہ ہانک لائے۔ اسی اثناء میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ایک گروہ آگے بڑھا۔ اور ایسی طرف سے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا، جس طرف سے ان کا دھیان نہیں تھا۔ لیکن اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر اپنا خصوصی فضل وکرم اور احسان فرمایا۔ اور شدید سخت قسم کی بارش نازل فرمائی، جو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان آڑ بن گئی۔ اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مشرکین کا وہ گروہ دیکھ رہا تھا کہ اسلام کے شیران کے چوپایوں کو اپنے شکنجوں میں دبوچے جارہے تھے، مگر وہ ان کو مسلمانوں سے چھڑانے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔

سریۃ غالب بن عبداللہ اللّیثی الیٰ فدک

(فدک کی جانب سیدنا عبداللہ لیثی ؓ کی پیش قدمی)

Marfat.com

پس منظر:

جب حضرت غالبؓ فتح سے ہمکنار ہوکر مدینہ واپس لوٹے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ۲۰۰ بندوں کی ہمراہی میں فدک کے مقام پر بنومرّہ سے قصاص لینے کے لیے روانہ فرمایا۔ بنومرّہ والے وہ لوگ تھے، جنہوں نے سیّدنا بشیر بن سعدؓ کے لشکر کو شہید کیا تھا۔

خطبہ اور لشکر کی ترتیب:

آپؓ اس لشکر کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ جب اس قوم کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: امّا بعد! میں تم لوگوں کو فقط ایک اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں، جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں یہ وصیّت کرتا ہوں کہ ہر لمحے میری اطاعت کرنا۔ اور کسی بھی معاملے میں میری حکم عدولی مت کرنا۔ کیونکہ جس کی اطاعت نہ کی جائے وہ عقل مند نہیں کہلاتا۔'' اس کے بعد لشکر کی جوڑی جوڑی بنادی۔ اور فرمانے لگے: ''اے فلاں! اے فلاں! اور اے فلاں! تم اور فلاں تم میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار نہ کرے۔ اور تم اس بات سے بچو کہ جب تم میں سے کوئی لڑے اور میں اس سے پوچھوں کہ تمہارا جوڑی دار کہاں ہے؟ تو وہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اور جب میں نعرہ تکبیر لگاؤں تو تم بھی تکبیر لگاؤ۔

فتح:

جب انہوں نے دشمن کا محاصرہ کرلیا، اور حضرت غالب بن عبداللہؓ نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کی صداء لگائی۔ اور اپنی تلواریں سونت لیں۔ دشمنوں میں سے کوئی ایک بھی نہ بچ سکا۔ (اس طرح) مسلمان ان کے بھیڑ بکریاں (مویشی) ہانک لائے۔ اور ہر ایک کو دس دس اونٹ (غنیمت کے طور پر) ملے۔

سریۃ کعب بن عمیر الیٰ ذات اطلاح

(مسلمانوں کی ایک جماعت سیدنا کعب بن عمیرؓ کے ہمراہ ذات اطلاع کی جانب)

ربیع الاوّل میں حضور ﷺ نے کعب بن عمیر غفاریؓ کو پندرہ/ ۱۵ آدمیوں کے ساتھ شام کے علاقے ''ذات اطلاح'' کی طرف بھیجا۔ وہاں انہوں نے دشمنوں کی ایک کثیر جمعیت کو پایا، جن کو اسلام

Marfat.com

کی دعوت دی گئی، تو انہوں نے نہ صرف اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ لڑائی شروع کر دی۔ چونکہ وہ لوگ تعداد میں زیادہ تھے، لہٰذا مسلمان یکے بعد دیگرے شہید ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ صرف ان کے سردار کعب بن عمیرؓ ہی زندہ بچ سکے۔ انہوں نے واپس آکر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ سخت پریشان ہو گئے۔ اور ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کی جماعت بنا کر ان سے قصاص لینے کے لیے روانہ فرمائیں مگر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ چھاڑ کر جا چکے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنا ارادہ ترک فرما دیا۔

غزوۃ مؤتۃ

(غزوہ مؤتہ! ایک عظیم معرکہ)

اپنے بے گناہ قاصد کی مظلومانہ شہادت کا انتقام:

جمادی الاولیٰ میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قاصد حارث بن عمیر ازدیؓ، جن کو آپ ﷺ نے امیر بصریٰ کی طرف قاصد بنا کر روانہ فرمایا تھا۔ ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کے لیے ایک لشکر تیار فرمایا۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو اس لشکر کا امیر بنا دیا۔ اور وقت روانگی ان کو فرمایا: ''اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابو طالبؓ امیر ہونگے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر لشکر ہونگے۔ پھر تین ہزار کی جمعیّت پر مشتمل یہ عظیم الشان لشکر اپنے مقصد کی جانب رواں دواں ہو گیا۔

حضور ﷺ کی مجاہدوں کو نصیحتیں:

آنحضرت ﷺ نے ان کو روانہ فرماتے ہوئے جو وصیّت فرمائی، اس میں یہ باتیں بھی تھیں کہ اللہ کا نام لے کر (اس کی مدد طلب کرتے ہوئے) لڑائی شروع کرنا۔ اللہ، اور اپنے دشمنوں سے ملک شام جا کر قتال کرو۔ اور دھیان سے سنو کہ تم ان میں کچھ لوگوں کو ان کی عبادت گاہوں میں لوگوں سے الگ تھلگ پاؤ گے، ان سے تم کوئی چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔ کسی عورت، بچے اور ضعیف العمر بوڑھے کو قتل مت کرنا۔ درختوں کو مت اکھاڑنا۔ اور عمارات کو مت ڈھانا۔''

ولولہ انگیز خطاب:

یہ لشکر برابر چلتا رہا حتیٰ کہ ''موتہ'' کے مقام پر حضرت حارث بن عمیرؓ کے قتل کی جگہ جا پہنچا۔ وہاں

Marfat.com

مسلمانوں کے خلاف جمع ہونے والی رومیوں کی ایک کثیر جماعت کو پایا، جن میں آدھے تو رومی ہی تھے، جب کہ بقیہ دیگر عرب مدد کے لیے آئے ہوئے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر لشکر کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کر دیا کہ کیا کیا جائے، آیا رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دے کر آپ ﷺ سے مدد طلب کی جائے یا لڑائی شروع کر دی جائے؟ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا: ''اے قوم! جو بات تم کو ناگوار لگ رہی ہے، یہ وہی تو ہے، جس کے لیے تم لوگ آئے ہو۔ تم لوگ شہادت کی طلب میں نکلے ہو۔ اور (ہمارا تو اعزاز ہی یہ ہے کہ) ہم کبھی تعداد کی کثرت اور قوت یا اکثریت کے بل بوتے پر لڑائی نہیں کیا کرتے۔ بلکہ ہم تو اس دین کے نام پر جنگوں اور معرکوں کے صف شکن شہسوار رہے ہیں۔ جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں باعزت کر دیا ہے۔ لہٰذا اب جنگ کا اونٹ کسی بھی کروٹ بیٹھے، ہمارے سامنے دو پاکیزہ راہیں (جنت کا راستہ دکھلا رہی) ہوں گی کہ یا تو ہم فتح یاب ہو جائیں گے، یا شہادت کے بلند و بالا مقام پر فائز ہو کر ابدی سعادتیں حاصل کر لیں گے۔''

گھمسان کی لڑائی اور قائدین کی شہادتیں:

یہ سن کر لوگوں کے میں جوش اور ولولہ بھر گیا۔ اور وہ بول اٹھے: ''خدا کی قسم! ابن رواحہ سچ بول رہے ہیں۔'' اور پھر ان جوانمردوں نے خدا کے نام پر جنگ کرنے کے لیے اپنی کمریں کس لیں۔ اور خدا و رسول کی یہ جانثار فوج جا کر اس بڑے ٹڈی دل لشکر سے بھڑ گئی۔ اسی اثناء میں حضرت زید بن حارثہؓ جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے تو جھنڈا حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے اٹھا لیا اور جذبات کی فراوانی میں یہ اشعار گنگنا رہے تھے:

یا حبذا الجنة واقترابها

طيبة و بارد شرابها

والروم روم قد دنا عذابها

كافرة بعيدة انسابها

عليّ اذا لاقيتها ضرابها

ترجمہ:

کیا ہی اچھی ہے جنت، اور اس کا قریب آجانا

پاکیزہ اور ٹھنڈا ہے اس کا پانی

اور یہ روم تو ایسے روم ہیں

جن کے عذاب کا وقت قریب آچکا ہے

یہ ایسے کافر ہیں جن کے نسب بھی دور دور ہیں

جب میرا ان سے مقابلہ ہو تو ان کو قتل کرنا مجھ پر لازم ہے۔

پھر آپؓ اسی جذبے سے سرشار جام شہادت نوش کرنے تک لڑتے رہے۔ رضی اللہ عنہ۔

ان کے بعد سیّدنا عبداللہ بن رواحہؓ نے قیادت سنبھال لی۔ آپؓ آگے بڑھے۔ (اچانک) کچھ تردّد اور شک ہونے لگا تو آپؓ اپنے آپ سے یوں مخاطب تھے:

اقسمت یا نفس لتنزلنه

طائفة او لتکرهنه

ان اجلب الناس وشدوا الرنة

ما لی اراک تکرهین الجنة

قد طالما قد کنت مطمئنة

هل انت الا نطفة فی شنة

اے میرے نفس میں نے قسم کھائی ہے کہ تو ضرور گھوڑے سے اتر کر اللہ کے راستے میں جہاد کر! ناگواری سے اتر یا خوش خوشی۔

اگر لوگوں نے چیخ چیخ کر مدد جمع کر لی ہے اور نوحے کا رونا شدت اختیار کر گیا ہے

تو میں بھی تجھ کو جنت کو ناپسند کرنے والا نہیں سمجھتا

ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے کہ تو بڑے چین و اطمینان سے رہ رہا تھا (بسا اوقات تو تو مطمئن ہی رہا)

اور تو ایک گندے پانی کا قطرہ ہی تو ہے۔"

Marfat.com

اس کے بعد آپؓ اپنے گھوڑے سے اتر کر سخت شور و غوغا کی لڑائی میں گھس گئے۔ شہید ہونے تک جوانمردی سے لڑتے رہے۔

قائدانہ صلاحیت:

ان کی شہادت کے بعد کچھ مسلمانوں نے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا، تو عقبہ بن عامرؓ نے ان کو ابھارتے ہوئے کہا کہ بندہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مرے، اس سے تو یہ کہیں اچھا ہے کہ سینہ تان کر آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے مرے۔'' لہٰذا مسلمان لوٹ آئے۔ اور بالاتفاق اللہ کی بے نیام تلوار سیّدنا خالد بن ولیدؓ کو امیر بنا دیا۔ ان کی ہمت اور جنگی مہارت کی بناء پر یہ لشکر ضائع ہونے سے محفوظ رہا کہ تین ہزار مسلمان ڈیڑھ لاکھ کافروں کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھے۔ مگر جب انہوں نے جھنڈا اٹھایا، تو اس روز بڑے غضب ناک انداز میں لڑائی کی اور انہوں نے اگلے دن لشکر کی ترتیب بدل دی آگے والوں کو پیچھے اور پیچھے والوں کو آگے، دائیں والوں کو بائیں، اور بائیں طرف والوں کو دائیں طرف کر دیا۔ اس سے رومی یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی مزید کمک آن پہنچی ہے، جس کی وجہ سے وہ مرعوب ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد سیّدنا خالدؓ نے لشکر اسلامی کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کر دیا یہاں تک کہ یہ لشکر ظاہری پسپائی اختیار کرتے کرتے مؤتہ کے مقام تک جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر سات دن تک جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اور دونوں فریق ایک دوسرے سے پیچھے ہوتے رہے کیونکہ کفار یہ سمجھے کہ مسلمانوں کو مسلسل امداد موصول ہو رہی ہے۔ اور انہیں یہ ڈر لاحق ہو گیا کہ اگر سلسلہ یونہی جاری رہا تو ایسا نہ ہو کہ مسلمان ان کو پسپا کرتے کرتے مقام صحاری کے وسط میں ہانک کر لے جائیں، جہاں سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا لڑائی ختم ہو گئی۔

اللہ کی تلوار (سیف من سیوف اللہ!)

وہاں نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو سیّدنا زید، جعفر اور ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر موصول ہونے سے پہلے ہی ان کی شہادت کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: ''جھنڈا زیدؓ نے تھاما، جب ان کو شہید کر دیا گیا تو جعفرؓ نے اور جب ان کو بھی شہید کر دیا گیا تو ابن رواحہؓ نے اٹھا لیا ان کو بھی شہید کر دیا گیا۔'' اس وقت آنحضرت ﷺ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے، اسی اثناء میں آپ ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا: ''اس کے بعد جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اٹھالیا جس کے ہاتھ پر اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔''

ماتم کرنے والیاں:

اس وقت ایک شخص آیا، اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! جعفرؓ کے اہل خانہ آہ و بکا کر رہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے ان کو اس سے روکنے کا حکم فرمایا۔ وہ شخص چلا گیا۔ پھر واپس آیا۔ اور کہا کہ میں نے ان کو منع تو کیا ہے، مگر وہ باز نہیں آتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک بار پھر اس شخص کو ان کو روکنے کا حکم فرمایا۔ یہ شخص دوبارہ گیا۔ پھر یہ کہتے ہوئے واپس آیا کہ اللہ کی قسم! ان کا رونا ہم سے زور ہے۔ وہ ہم پر غالب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان کے منہوں پر مٹی ڈال دو۔''

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ:

جب یہ لشکر واپس مدینہ لوٹا، تو مسلمان ان کو یوں کہتے ہوئے ملے: ''اے بھگوڑو! اے بھگوڑو!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بھگوڑے نہیں بلکہ یہ لوگ تو پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ مدینہ میں مقیم حضرات یہ سمجھ رہے تھے کہ سیّدنا خالدؓ کا لشکر کو واپس لے آنا شکست ہے، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کے اس عمل کو جنگی تدبیروں میں سے شمار کیا اور سیّدنا خالدؓ کی ان کی مہارت پر تعریف فرمائی۔

سریۃُ عمرو بن العاص الیٰ ذات السلاسل

(مسلمانوں کی ایک جماعت سیدنا عمرو بن عاص ؓ کے ہمراہ ذات سلاسل کی جانب)

پس منظر:

جمادی الآخرہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قضاعہ کا ایک بڑا لشکر مدینے پر حملہ کرنے کی غرض سے وادی قریٰ کے پیچھے اپنے گھروں میں جمع ہو رہے ہیں۔ رسول خدا ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لیے سیّدنا عمرو بن عاصؓ کو مہاجرین و انصار میں سے تین سو/۳۰۰ معزز اور سخی و اہل مروّت حضرات کو روانہ فرمایا۔ ان کے بعد ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بھی انصار و مہاجرین میں سے ۲۰۰ صحابہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ ان ۲۰۰ صحابہ میں حضرات ابوبکر و عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ یہ قافلہ سیّدنا عمروؓ کے ۳۰۰ کے قافلے سے قضاعہ میں آمنا سامنا ہونے اور جنگ چھڑنے سے پہلے ہی جاملا۔

Marfat.com

دوراندیشی:

لشکر کے کچھ لوگوں نے آگ جلانا چاہی۔ مگر عمروؓ نے ان کو اس سے منع فرمادیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات بڑی ناگوار گزری، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''عمروؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے مقابلے میں ان کے جنگی تجربے کی بناء پر ہی ہمارا امیر بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا ان کی نافرمانی مت کیجیے۔'' تو انہوں نے اپنے امیر کی اطاعت کرلی۔ اور جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں نے جم کر ان پر دھاوا بول دیا۔ اور ایک ہی گھنٹے کے اندر اندر دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے ان کے اموال کو سمیٹا اور بھاگنے والے دشمنوں کا پیچھا کر کے ان کو قیدی بنانا چاہا، مگر ان کے قائد حضرت عمروؓ نے ان کو اس سے بھی منع کر دیا۔ اس طرح مسلمان کامیاب ہو کر مدینہ واپس لوٹ آئے۔

راستے میں سیّدنا عمرو بن عاصؓ کو سخت ٹھنڈی رات/سردی میں غسل جنابت کرنے کی حاجت پیش آگئی، جب صبح ہوئی تو انہوں نے سوچا کہ اگر میں غسل کروں گا تو ٹھنڈ سے مر جاؤں گا۔ جب کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۹۵ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ.

''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

لہٰذا انہوں نے تیمم کر کے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد چلنے کا حکم فرمایا۔

مقدمہ:

جب یہ لشکر مدینہ جا پہنچا تو آپ ﷺ اپنی عادت شریفہ کے مطابق لوگوں سے ان کے سفر کے حالات پوچھ رہے تھے تو صحابہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کی جو بات ناگوار گزری تھی (اس کی شکایت کی) کہ سخت سردی میں انہوں نے آگ جلانے سے منع کر دیا تھا اور وہ آرام سے قیدیوں کو پکڑ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے قیدیوں کو پکڑنے سے روک دیا تھا۔ اور انہوں نے حالت جنابت میں نماز ادا کی تھی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا، تو انہوں نے جواب دیا: ''میں نے ان کو آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن ان کی قلت (کم تعداد) کو جان کر ان پر جری نہ ہو جائے۔ اور میں نے پیچھا کرنے سے اس لیے منع کر دیا تھا کہ کہیں دشمن ان کے لیے گھات لگا کر نہ بیٹھا ہو۔ اور میں نے

Marfat.com

جنابت کی حالت میں نماز ادا کی کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے پارے کی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۹۵ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو جب کہ اگر اس وقت میں نہاتا تو ہلاک ہو جاتا۔'' تو نبی اکرم ﷺ مسکرائے۔ اور عمروؓ کی تعریف فرمائی۔

سریۃ الخبط/غزوۃ سیف البحر

(غزوہ خبط جسے غزوہ سیف البحر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے!)

رجب میں حضور اکرم ﷺ نے ابو عبیدہ عامر بن جراحؓ کو ۳۰۰ گھڑ سواروں کی ہمراہی میں جہینہ قبیلے سے نمٹنے کے لیے روانہ فرمایا، جو سمندر کے ساحل پر رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس لشکر کو زادِ راہ کے طور پر کھجور کے ٹوکریاں دیں، پھر یہ لشکر چل پڑا جب ساحل سمندر پر پہنچا، تو تقریباً آدھا ماہ تک وہاں ٹھہر کر دشمن کا انتظار کرتے رہے۔ اس دوران ان کا زادِ راہ بھی ختم ہو گیا۔ اور انہوں نے خبط یعنی کیکر کے پتے کھانا شروع کر دیے۔ وہ ان پتوں کو پانی میں ابال لیا کرتے تھے اور پھر اسے کھانے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ کھاتے کھاتے ان کے جبڑے زخمی ہو گئے۔

سخی ابن سخی:

اس لشکر میں ایک سخی کے پیکر سخاوت بیٹے قیس بن سعد بن عبادہؓ بھی تھے۔ جنہوں نے ان صحابہؓ کے لیے ہر روز ایک ایک کر کے تین اونٹنیاں ذبح کیں۔ چوتھے دن جب انہوں نے اونٹنی ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو لشکر کے امیر سیّدنا ابو عبیدہؓ نے ان کو اس سے روک دیا۔ کیونکہ جناب قیس نے یہ اونٹنیاں اپنے والد صاحب کے بھروسے پر قرضے کے طور پر لی تھیں۔ تو امیر لشکر سیّدنا ابو عبیدہؓ کو یہ خدشہ ہوا کہ انہوں نے جو قرضہ لیا ہے وہ ان کے لیے ان کے والد پورا نہیں کر سکیں گے۔ تو قیسؓ نے کہا: ''کیا تو نے سعد کو دیکھا ہے؟ کہ لوگوں کے قرضے ادا کرتا رہتا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا اس کی عادت ہے۔ کیا ایسا شخص وہ قرضہ ادا نہیں کرے گا، جو میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے لیا ہو؟؟

بہرحال! جب یہ لشکر دشمن سے ٹکراؤ کی کوئی صورت نہ پا سکا، تو واپس مدینے لوٹ آیا۔ وہاں آ کر قیس بن سعد نے اپنے والد صاحب کو کہا: ''میں اس لشکر میں تھا کہ ان پر بھوک آن پڑی۔'' ان کے والد

Marfat.com

نے کہا: "تو تمہیں اونٹ ذبح کر دینے چاہیے تھے!" انہوں نے کہا کہ میں نے اونٹ ذبح تو کیے تھے، مگر پھر دوبارہ بھوک آ گئی۔ والد صاحب نے کہا: "تو تمہیں اور اونٹ ذبح کر دینے چاہیے تھے!" انہوں نے کہا: "میں نے کر دیے تھے مگر پھر بھوک نے دھاوا بول دیا۔" انہوں نے کہا: تمہیں ایک بار پھر ذبح کر دینے چاہیے تھے!" انہوں نے بتلایا کہ میں نے ذبح تو کیے مگر پھر بھوک آ گئی انہوں نے کہا: "تمہیں ذبح کر دینے چاہیے تھے!" انہوں نے جواب دیا: "پھر مجھے منع کر دیا گیا۔"

غزوۃ الفتح الاعظم
(اب ایک عظیم الشان فتح کا وقت آن پہنچا ہے)

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کام کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کے اسباب بھی مہیا فرما دیتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں حائل ہونے والی تمام رکاوٹوں کو بھی ختم فرما دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ آپ ﷺ سارے عرب کو اپنا مطیع وفرمانبردار اس وقت تک نہیں بنا سکتے، جب تک کہ قریش کو اپنا فرمانبردار نہ بنا لیں۔ اور نہ مکہ کے تابع کرنے سے پہلے ملکوں کو اپنا مطیع بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا، آپ ﷺ کو اس (فتح مکہ) کا اشتیاق رہنے لگا۔ لیکن اس کو فتح کرنے سے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا وہ عہد باز رکھتا تھا، جو آپ ﷺ نے حدیبیہ میں قریش سے کیا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ تو وفائے عہد کرنے والوں کے بھی سردار تھے۔ لیکن قانون فطرت یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کے اسباب بھی مہیا فرما دیتے ہیں۔

پس منظر:

گذشتہ واقعات میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ نے آپ ﷺ کے عہد (معاہدہ) میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ جب کہ قبیلہ بنو بکر قریش کے عہد میں چلا گیا تھا۔ خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان جاہلیت کے کچھ خون باقی تھے۔ یعنی اس پرانی لڑائی میں کچھ مقتولین کا بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔ جن کی آگ اسلام کے ظاہر ہونے سے سرد پڑ گئی تھی۔ اب جب کہ صلح حدیبیہ کے بعد امن وسکون کا دور دورہ ہو گیا، تو بنو بکر میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور مترنم آواز میں رسول اکرم ﷺ کی مذمت کرنے لگا۔ جہاں سے ایک

Marfat.com

خزاعی شخص نے اس کو سُن لیا، تو یہ خزاعی شخص کھڑا ہوا اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ بات خزاعہ اور بنو بکر کے لوگوں کے لیے ایک دوسرے سے دشمنی کی آگ بھڑکانے کا محرّک ثابت ہوئی کہ اس سے بنو بکر کو اپنے گذشتہ مقتولین کا انتقام بھی یاد آ گیا اور انہوں نے اپنے خونی دشمن بنو خزاعہ سے جنگ کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ اور اپنے حلیف قریش کو بھی مدد کے لیے بلایا۔

عہد شکنی!

انہوں نے تمام وعدوں وفاؤں اور عہد کو بالائے طاق رکھ کر خفیہ طور پر ساز و سامان اور رجال کار سے ان کی مدد کی۔ اور پھر خزاعہ کی طرف بڑھے۔ جبکہ وہ بے فکری کی حالت میں آرام کر رہے تھے۔ یہ لوگ اچانک ان پر آ دھمکے۔ اور ان کے ۲۰ بندے قتل کر دیے۔

امانت دار سردار حضور اقدس ﷺ کے حلیفوں نے جب یہ دیکھا تو عمرو بن سالم خزاعی کی قیادت میں آپ ﷺ کے پاس ایک وفد بھیج دیا تا کہ بنو بکر اور قریش کے اس سلوک کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دے سکیں۔ پس جب اس وفد نے آنحضرت ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر واقعہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم کو اس چیز سے روکوں گا، جس چیز سے میں خود بچتا ہوں۔''

ادھر قریش نے جب یہ دیکھا کہ ان کی اس کاروائی کی صورت میں ان سے عہد شکنی ہو گئی ہے، تو وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور اس زخم کی دوا کرنے لگے۔ (اس کا ازالہ کرنے کا ارادہ کیا) اس سلسلے میں انہوں نے اپنے قائد ابو سفیان بن حرب کو مدینے کی طرف بھیجا تا کہ وہ نہ صرف تجدید عہد کرے بلکہ اس کی مدّت کو بھی طویل کر دے۔ ابو سفیان اپنی سواری پر سوار ہوا، وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس اس سے پہلے کوئی نہیں پہنچا ہو گا۔

دینی غیرت:

جب وہ مدینے پہنچا تو سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔ یہ وہی ہیں، (جنہیں نے ام المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔) ابو سفیان، آنحضرت ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو یہ دیکھ کر حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔ تو ابو سفیان نے کہا: ''اے میری پیاری بیٹی! کیا تُو نے مجھ پر اس بستر کو ترجیح دی ہے یا مجھ کو اس پر ترجیح دی ہے؟ (کہ میں سردار ہوں اور اس بستر پر بیٹھنا میرے شایان

Marfat.com

شان نہیں ہے۔) انہوںؓ نے جواب دیا: ''آپ اس لائق نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھ سکیں کیونکہ آپ ناپاک مشرک ہیں۔'' (ابو سفیان یہ دیکھ کر بڑا سٹپٹایا اور غصّے سے) بولا: ''مجھ سے دور ہو کر تجھ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں ہیں''۔ یہ کہہ کر انؓ کے پاس سے نکل آیا۔

اللہ کے پاک نبی ﷺ کی دو ٹوک گفتگو:

پھر ابو سفیان نے نبی اکرم ﷺ کے پاس مسجد میں آ کر حاضری کا مدّعا بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟'' اس نے (حقیقت حال سے پہلو تہی کرتے ہوئے) کہا: ''نہیں! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر بات ایسی ہی ہے، تو ہم اپنی مقرر کردہ مدّت اور وعدے پر برقرار ہیں۔'' اس سے زیادہ آپ ﷺ نے کوئی بات نہیں کی۔ پھر ابو سفیان کھڑا ہوا۔ اور قریشی مہاجرین کے پاس اس اُمید سے گیا کہ شاید وہ اس کے مقصد میں اس کی کچھ مدد کریں، مگر کسی کو اپنا مددگار نہ پایا بلکہ سب نے یہی کہا: ''ہماری پناہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں ہے۔''

لہٰذا ابو سفیان اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ آیا۔ اور کوئی کام نہ کر سکا۔ یہ دیکھ کر قریش نے ان پر الزام لگایا کہ اس نے ان سے خیانت کی ہے۔ اور اسلام کی پیروی کرنے لگا ہے۔ (اس طرح ان پر خیانت کرنے کی، اور اسلام کی پیروی کرنے کی تہمت لگائی۔ جواباً ابو سفیان نے اس تہمت کو اپنے سے دور کرنے کے لیے بتوں کے گرد حج کر کے دکھایا۔

فتح مکہ کی جانب پہلا قدم:

ادھر سے خود رسول اللہ ﷺ نے بھی سفر کی تیاری فرمائی اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس کا حکم فرمایا اور ابو بکر صدّیق کو تو جہت کا بھی بتلا دیا کہ مکّہ کا ارادہ ہے۔ تو انہوں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کے اور قریش کے درمیان لڑائی نہ کرنے کا عہد نہیں ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں بالکل تھا تو، مگر اب انہوں نے دھوکہ دیکر اس کو توڑ ڈالا ہے۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے مدینے کے اردگرد میں رہنے والے دیہاتی لوگوں کو بھی نکلنے کا حکم فرماتے ہوئے کہا: ''جو شخص اللہ اور قیامت کے روز پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ رمضان میں مدینہ آ جائے تو (یہ سن کر) قبیلہ غفار، مزینہ، اشجع اور جہینہ والے جو قبائل حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے وہ حاضر ہو گئے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے خبروں کو لشکر سے چھپا کر رکھا تا کہ اس معاملے کا سب کو نہ پتا چل جائے۔ اور قریش مسلمانوں کی اس تیاری کے اقدام کو جان کر لڑائی کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ دراصل رسول اکرم ﷺ مکے میں لڑائی کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس کی حرمت کو پامال کیے بغیر اس کے مکینوں کو اپنا تابع بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ اپنے مولیٰ جل جلالہ سے یہ فرماتے ہوئے یوں دعا گو ہوئے: ''اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو روک لے۔ اور ہماری تیاریوں کی خبر کو ان سے پوشیدہ رکھ، یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے ملک میں پہنچ جائیں۔''

سیّدنا حاطبؓ کا قصہ:

ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ اٹھے اور انہوں نے قریش کے نام ایک خط لکھا، جس میں آنحضرت ﷺ کے ارادے کی اطلاع دی گئی تھی۔ اور ایک لونڈی کو مزدوری پر لیکر قریش کی طرف بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دے دی۔ آپ ﷺ نے اس کے تعاقب میں حضرت علیؓ، زبیرؓ ور مقدادؓ کو بھیجا اور فرمایا: ''جاؤ یہاں تک کہ تم روضۃ خاخ میں پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں کجاوے میں ایک عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط لے آؤ۔'' یہ حضراتؓ چل پڑے۔ اور روضۃ خاخ میں پہنچ گئے۔

وہاں انہوں نے ایک عورت کو تو پایا مگر جب انہوں نے اس عورت کو کہا کہ خط نکالو! تو اس عورت نے جواب دیا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ جواباً انہوں نے فرمایا: ''دیکھو! یا تو تم شرافت سے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دو، ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار کر بھی وہ خط نکال لیں گے۔'' (ان حضرات کے یہ تیور دیکھ کر وہ عورت سہم گئی) اور اس نے اپنے بالوں کے جُوڑے سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ یہ لوگ اس خط کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئے۔

حضور ﷺ نے حضرت حاطبؓ سے پوچھا: ''اے حاطب! یہ کیا حرکت ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول! میرے معاملے میں جلدی مت کیجیے، کیونکہ میں قریشی نہیں ہوں بلکہ ان کا حلیف ہوں۔ جب کہ جو دیگر مہاجرین آپ کے ساتھ ہیں، ان کے رشتے دار وہاں ہیں جو ان کے اہل خانہ اور مال وغیرہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ (چونکہ میرا ان سے کوئی نسبی رشتہ نہیں اور میرے اہل خانہ

Marfat.com

وہاں ہیں، (لہٰذا) میں نے سوچا کہ ان پر میرا یہ احسان ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے وہ میرے اہل خانہ کی حفاظت کریں گے۔ اور یہ کام میں نے اپنے دین سے مرتد ہو کر کیا ہے اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر کو پسند کرنے کی بناء پر۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "آپ نے درست بات کہی۔"

بدریوں کی مغفرت کردی گئی ہے:

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے، میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں؟" آنحضرت ﷺ نے جواب دیا یہ تو بدر میں شریک ہوئے تھے اور آپ کو کیا خبر کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کے بارے میں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے، ہمیں اطلاع دے دیں۔" پس فرمایا: "جو تمہارا دل چاہے کرو۔ کیونکہ تمہاری مغفرت کردی گئی ہے" اور اسی پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اٹھائیسویں پارے کی سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت نازل فرمائی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ.

"اے ایمان والو! تم اگر میرے راستے میں جہاد کرنے کی خاطر اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے گھروں سے نکلے ہو، تو میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو ایسا دوست مت بناؤ کہ ان کو محبت کے پیغامات بھیجنے لگو۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس آنے والے حق سے اتنا انکار کر چکے ہیں کہ وہ رسول کو بھی اور تم لوگوں کو بھی صرف اس وجہ سے (مکے سے) باہر نکالتے رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم ان سے خفیہ طور پر دوستی کی بات کرتے ہو، حالانکہ میں تو وہ بات بھی جانتا ہوں، جو تم خفیہ کرتے ہو۔ اور جو اعلانیہ سرانجام دیتے ہو۔ اور جو شخص تم میں سے ایسا کریگا، وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔"

روانگی لشکر:

پھر حضور اکرم ﷺ مدینے پر ابن امّ مکتوم کو والی بنا کر نصف رمضان یعنی ۱۵ رمضان کو اس عظیم لشکر

Marfat.com

کے ہمراہ چل دیے۔ اور لشکر کی تعداد ۱۰۰۰۰/ دس ہزار مجاہدین تھے۔ جب ابواء کے مقام پر پہنچے، تو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دو سخت ترین دشمن ملے۔ یعنی آپ کے چچا زاد ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (جو بدر میں شہید ہونے والے صحابی عبیدہ بن حارث ؓ کے سگے بھائی تھے) اور اس کا داماد عبداللہ بن ابوامیّہ بن مغیرہ (ان کی بیوی امّ سلمہ کے سگے بھائی) یہ دونوں حضرات اسلام لانا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف ان کے اسلام کو قبول فرمالیا بلکہ آپ ﷺ نے بے حد مسرور ہوتے ہوئے تیرہویں پارے کی سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۹۲ دہراتے ہوئے فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ.

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ آپ کی مغفرت فرمائیں جو کہ ارحم الرّاحمین ہیں۔"

سفر کی مشقت سے روزہ نہ رکھنے کا نبوی ثبوت:

جب آپ ﷺ قدید کے مقام پر پہنچے، تو آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے روزہ رکھنا انتہائی مشکل ہو رہا ہے، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو روزہ نہ رکھنے کا حکم فرما کر خود بھی روزہ نہ رکھا۔ راستے میں رسول اکرم ﷺ نے آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب ؓ کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینے کی جانب آتے پایا۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنے ساتھ واپس مکہ چلنے کا حکم فرمایا اور ان کے اہل خانہ کو مدینے بھیج دیا۔

کفر کی مغلوبیت کی ابتداء ہوگئی:

جب آنحضرت ﷺ مرّ الظہر ان کے مقام پر پہنچے، تو دس ہزار لوگوں کو الاؤ روشن کرنے کا حکم صادر فرمایا، (تاکہ قریش کو مسلمانوں کی کثرت کا اندازہ ہو اور وہ مرعوب ہو جائیں۔) لہٰذا جب قریش کو یہ خبر پہنچ چکی کہ محمّد (ﷺ) ایک بڑے عظیم الشّان لشکر کے ساتھ جنگی چال چل رہا ہے کہ کسی کو اس کے رخ کی بھی خبر نہیں (کہ وہ کس سمت کا ارادہ رکھتا ہے تو ان کو حد درجے تشویش ہوئی۔) تو انہوں نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام، اور بدیل بن ورقاء کو رسول اللہ ﷺ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ جب یہ لوگ مرّ الظہر ان پہنچے تو ان کو اتنی زیادہ آگ روشن نظر آئی جتنی کہ عرفہ کی آگ ہوتی ہے۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان کہنے لگا: "یہ کیا ہے؟ یہ تو عرفہ کی آگ معلوم ہوتی ہے!" بدیل بن ورقاء نے کہا: "یہ

Marfat.com

تو بنو عمرو والوں کی آگ ہے۔" ابو سفیان نے کہا: "قبیلہ بنو عمرو والے تو اس سے کم ہیں۔"

گرفتاری اور ابو سفیانؓ کا اسلام:

رسول اللہ ﷺ کے چوکیدار نے ان کو وہاں دیکھ لیا، اور ان کے پاس پہنچ گئے۔ اور پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ پس ابو سفیان مسلمان ہو کر اپنی دنیا آخرت کو سنوار گئے۔ جب وہ چلنے لگے تو آپ ﷺ نے سیّدنا عباسؓ کو فرمایا: "ابو سفیان کو پہاڑ کی ناک (چوٹی) کے سامنے ذرا روک کر رکھو، تاکہ وہ مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کا معائنہ کر لے۔" تعمیل ارشاد کو بجالاتے ہوئے سیّدنا عباسؓ نے ان کو روک لیا۔ اور مختلف مسلمان قبائل نے گروہ در گروہ ابو سفیان کے سامنے سے گزرنا شروع کر دیا جب کہ وہ یہ کہتے ہوئے پوچھ رہے تھے کہ اس قبیلے کی اور میری کیا نسبت ہے؟ (میری اور اس کی برابری بھلا کہاں!)

یہ تو اخوت عامہ کا دن ہے:

یہاں تک کہ ان کے پاس سے انصار کا ایک قبیلہ گزرا، جس کا جھنڈا سعد بن عبادہؓ نے اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اے ابو سفیان! آج کا دن شدید لڑائی کا دن ہے، جس سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔ آج کے دن کعبہ حلال کر دیا جائے گا (حرمت اٹھالی جائے گی۔") ابو سفیان نے کہا: "اے عباسؓ! آج کی ہلاکت کا دن کیسا اچھا ہے!!!" اس کے بعد فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آیا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ اور کچھ صحابہ کرامؓ تھے۔ سیّدنا زبیر بن عوامؓ نے اس کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا۔ ابو سفیانؓ نے سعدؓ کے اُس قول کے بارے میں آنحضرت ﷺ کو بتلایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سعد نے غلطی سے یہ بات کہہ ڈالی ہے۔ حقیقت حال تو میں بتلاتا ہوں کہ آج تو وہ دن ہے، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کعبہ کو عزت بخشیں گے۔ اور آج کا دن تو وہ دن ہے، جب کہ کعبہ کو نئی چادر سے ڈھانپا جائے گا۔"

پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان کے جھنڈے کو "حجون" کے مقام پر گاڑ دیا جائے۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم فرمایا کہ مکہ کی نشیبی جگہ "کدی" کے مقام سے داخل ہوں۔ جب کہ آنحضرت ﷺ خود بالائی جگہ میں "کداء" سے داخل ہوئے۔

پناہ!

Marfat.com

(رحمت دو عالم ﷺ کی طرف سے مقرر) ایک بندہ آواز لگا رہا تھا: ''جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا، وہ امن میں ہے۔ اور جو شخص مسجد میں داخل ہو گیا، وہ بھی امن میں ہے۔ اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا، اس کو بھی امان مل گئی۔ (یہ اعلان ابوسفیانؓ پر بڑا احسان تھا۔)

جنہیں رحمت نبوی بھی نہ مل سکی:

(فتح مکہ کے دن ویسے تو عام معافی تھی، لیکن) اس عام معافی سے بھی ایک مخصوص جماعت کو علیحدہ فرمایا، جن کے گناہ بہت بڑے بڑے تھے۔ اور انہوں نے اسلام و مسلمانوں کو سخت تکالیف پہنچائیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے خون کو بہانے کی کھلی اجازت دے دی۔ اگرچہ وہ کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہوں۔

۱...... ان لوگوں میں سرفہرست عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہے، جو ایک بار ایمان لے آیا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی کتابت وحی بھی کیا کرتا تھا۔ پھر مرتد ہو گیا۔ اور حضور اقدس ﷺ پر یہ کہتے ہوئے جھوٹ باندھنے لگا: ''محمد (ﷺ) مجھے حکم دیتا تھا کہ 'علیم حکیم' لکھو۔ اور میں اس کی جگہ ''غفور الرحیم'' لکھ دیا کرتا تھا۔ اور وہ (آنحضرت ﷺ) کہا کرتا تھا کہ سب ٹھیک ہے۔ (معاذ اللہ)

اور انہی میں سے ۲...... عکرمہ بن ابو جہل، ۳...... صفوان بن امیہ، ۴...... ھبار بن اسود ۵...... حارث بن ھشام، ۶ زھیر بن ابوامیہ، ۷...... کعب بن زھیر، ۸...... حضور اقدس ﷺ کے سگے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی، ۹...... ابوسفیان کی بیوی ھند بن عتبہ اور ان کے علاوہ دیگر چند ایک لوگ تھے۔

ان کے علاوہ باقی لوگوں کو قتل کرنے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرما دیا تھا لیکن جو پلٹ کر لڑائی کرنے کی کوشش کرے، اسے مارنے کی اجازت تھی۔ پس جب حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر کا آمنا سامنا قریش کے ایک خوفزدہ دستے سے ہوا جو انہیں روکنے آیا تھا، ان سے لڑائی کرنا پڑی۔ اور ان میں سے ۲۴ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جبکہ مسلمانوں میں سے بھی دو ۲ صحابہ شہید ہوئے۔ (فقط اسی جگہ سے مسلمانوں کے لشکر کو زبردستی داخل ہونا پڑا۔) جب کہ رسول اللہ ﷺ کے لشکر کے سامنے کوئی

Marfat.com

رکاوٹ پیش نہیں آئی۔

عاجزی وانکساری کے مثلِ اعلیٰ کا ایک اور انوکھا مثالی نمونہ:

وہ دن آ ہی گیا!!

آنحضرت رسول اکرم ﷺ اپنی سواری پر سوار تھے۔اور فتح مکہ کی اس نعمت عظمٰی پر شکر اور عاجزی وانکساری کرتے ہوئے اپنی سواری پر اس قدر جھکے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی پیشانی سواری کو چھو رہی تھی۔آپ ﷺ کے پیچھے سیّدنا اسامہ بن زید ؓ بیٹھے ہوئے تھے۔یہ بیس رمضان المبارک جمعے کی صبح کا وقت تھا۔

پھر آپ ﷺ حجون کے مقام پر پہنچے۔جہاں جھنڈا گاڑا گیا تھا۔وہاں آپ ﷺ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا، جس میں امہات المؤمنین میں سے امّی امّ سلمہ ؓ اور امّی میمونہ ؓ تھیں۔آپ ﷺ نے ذرا آرام فرمایا، پھر چل دیے۔آپ ﷺ کے ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق ؓ تھے، جو واقعات بیان فرما رہے تھے۔اور آنحضرت ﷺ سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے، یہاں تک کہ بیت اللہ شریف پہنچ گئے۔

حسرت دیرینہ:

وہاں آپ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف کے سات چکر اپنی سواری پر ہی بیٹھے بیٹھے پورے کیے۔ اور اپنی لاٹھی کے ذریعے سے ''استلام حجر'' کیا۔یعنی حجر اسود کو بوسہ دیا۔

اور اللہ کی مدد سے بتوں کا بھی خاتمہ ہوا:

اس وقت کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ/۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ میں موجود لاٹھی سے ان کو گراتے جاتے، اور فرماتے جاتے:

جاء الحق و زهق الباطل ......الخ

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا (اور ایسا مٹا کہ اب) نہ باطل شروع ہوگا، اور نہ ہی دوبارہ اٹھے گا۔''

پھر آپ ﷺ نے بتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ ان کو بیت اللہ سے نکال دیا جائے۔ان میں حضرات ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی ایسی تصاویر تھی جن کے ہاتھ میں تیر تھے۔(گویا یہ اشارہ تھا

Marfat.com

کہ یہ لوگ بھی 'استقسام بالازلام' یعنی قربانی کے جانور پر کے جانے والے جوئے کے عادی تھے۔نعوذ باللہ) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان مشرکین کا بیڑا غرق کریں، یہ جانتے تھے کہ ان بزرگ ہستیوں نے کبھی ''استقسام بالازلام'' نہیں کیا۔!!!''

یہ پہلا دن تھا، جس میں کعبۃ اللہ کو ان باطل معبودوں سے پاک کیا گیا۔کعبۃ المقدس کے ان بتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام عرب کے دیہاتوں اور شہروں میں میلوں تک بتوں کی پوجا کا سلسلہ ختم ہوگیا۔سوائے چند ایک کے جو اپنی روش پر برقرار رہے۔

عنقریب ہم سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرنے والے قارئین کے سامنے اس کے جڑ سے ختم ہونے اور ان کی عبادت کے مکمل طور پر مٹ جانے کا ذکر کریں گے۔

العفو عند المقدرة

(معافی تو وہ ہے، جو طاقت کے ہوتے ہوئے دی جائے)

آج تم آزاد ہو!

پھر نبی اکرم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے۔اور اس کے اردگرد تکبیریں لگائیں۔اس کے بعد مقام ابراہیم کی طرف نکلے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔پھر زمزم نوش فرمایا۔اور مسجد میں تشریف فرما ہو گئے۔ لوگ آپ ﷺ کے اردگرد حلقہ لگائے ہوئے تھے۔منتظر نگاہیں آپ ﷺ کو تک رہی تھیں کہ آپ ﷺ قریش کے ان مشرکین کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنے والے ہیں، جنہوں نے آپ ﷺ کو ایذا رسانی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر رکھا تھا کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اپنے شہر سے نکالا۔اور آپ ﷺ سے جنگیں کیں تھی۔(گھبراہٹ کے عالم میں ان کافروں کے دلوں میں ہزار طرح کے وساوس کھٹک رہے تھے۔اور بادشاہوں کے فتح یاب ہونے کے بعد شکست خوردہ لوگوں سے سلوک سے مطلع ہونے کی وجہ سے ان کے سینے کروٹیں لے رہے تھے۔) لیکن اس وقت بھی آنحضرت ﷺ کے ایسے اخلاق حسنہ ہی ظاہر ہوئے، جو ہر مسلمان پر سیکھنا فرض ہیں، یہ کہ اس کی خوشی غمی فقط اللہ کے لیے ہو نہ کہ اپنے نفس کی خواہش کے واسطے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے قریشیو! تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک روا رکھنے والا ہوں؟'' انہوں نے سہمے سہمے جواب دیا: ''ہم خیر کے سوا کسی چیز کی توقع

Marfat.com

نہیں رکھتے، کیونکہ آپ تو مہربان بھائی ہیں۔ اور مہربان و کریم بھائی کے ہونہار صاحبزادے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ، آج تم سب آزاد ہو۔'' (سبحان اللہ)

اللہ رب العزت امام بوصیریؒ پر رحمت نازل فرمائیں کہ انہوں نے اشعار کہے:

واذا كان القطع والوصل لله

تساوى التقريب والاقصاء

وسواء عليه فيما اتاه

من سواه الملام والاطراء

ولو ان انتقامه لهوى النف

س لدامت قطيعة وجفاء

قام لله فى اليامور فارضى الله

منه تباين ووفاء

فعله كله جميل وهل ينض

ح الا بما حواه الاناء

ترجمہ:

جب قطع تعلق اور صلہ رحمی فقط اللہ کے لیے ہو

تو قرابت اور اجنبیّت برابر ہو جاتے ہیں

اور ملامت اور تعریف اس کے لئے برابر ہو جاتی ہے

اگر آپ (حضور ﷺ) کا انتقام اپنے نفس کی خواہش کے لیے ہوتا

تو ہمیشہ کے لیے قطع رحمی اور ظلم برقرار رہتا

وہ اللہ کے لیے کھڑے ہوئے تمام معاملات میں اور انہوں نے اللہ کو راضی کر لیا

توڑنے اور جوڑنے کا طریقہ تو وہی جانتے ہیں

Marfat.com

ان کے تمام کام بہترین تھے

اور برتن سے وہی چھلکتا ہے،

جو کہ برتن کے اندر موجود ہو۔

احکام:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق اسلام کے احکامات کو واضح کر کے بیان فرمایا۔ مثلاً آپ ﷺ نے اس روز فرمایا کہ کسی کافر کے بدلے مسلمان کو ''قتل'' نہیں کیا جائے گا۔ الگ الگ دین والے، ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ کسی عورت سے شادی کے بعد اس کی پھوپھی اور خالہ سے شادی نہیں کر سکتے۔ عدالت میں گواہ وہ لائے گا جو دعویٰ دائر کرے گا۔ اور قسم وہ کھائے گا، جو انکاری ہوگا۔ عورت اگر تین دن کے مسافت کے برابر سفر کرے، تو اس کے ساتھ اس کا کوئی ذی رحم محرم ہونا ضروری ہے۔ صبح (بعد فجر) اور عصر کے بعد (نفل) نماز پڑھنا درست نہیں۔ اور یوم اضحیٰ (۹، ۱۰ اور ۱۱ ذوالحجہ یعنی قربانی اور عید کے دن) کو روزہ نہ رکھا جائے۔''

پھر فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! یقیناً اللہ رب العزت نے تم سے جاہلیت کی بڑائی اور اپنے آباؤ واجداد پر فخر کرنے کی نحوست ختم کر دی ہے۔ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے چھبیسوں پارے کی سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۳ تلاوت فرمائی:

يَـاَيُّهَـا الـنَّـاسُ اِنَّـا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ.

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ رب العزّت کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے، جو بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ بے شک اللہ پاک جاننے والے ہیں۔ باخبر ہیں۔''

حضرت امیر معاویہؓ اور ابو قحافہؓ کا قبول اسلام:

Marfat.com

پھر لوگ آپ ﷺ سے اسلام پر بیعت ہونے لگے۔ وہ لوگ جو اسی روز ایمان افروز ہوئے تھے، ان میں سے حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد صاحب حضرت ابوقحافہؓ بھی اسی روز ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ ان کے ایمان لانے سے آنحضرت ﷺ بے حد خوش ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک شخص (بادشاہوں کے دربار کا خیال دل میں لئے) کانپتا ہوا آیا۔ آپ ﷺ نے اُسے فرمایا: ''پُرسکون اور نارمل ہو جاؤ۔ کیونکہ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں بلکہ میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا ہی بیٹا ہوں، جو (تنگ دستی کی وجہ) سے سوکھایا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (سلام علی افضل الخلائق صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم، صلوٰۃً دائماً)

عبداللہ بن سعد:

وہ لوگ جن کے خون بہانے کی اجازت دی گئی تھی، اُن پر تو گویا زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گئی۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے، جن پر عذاب کا کلمہ صادق آ گیا۔ اور وہ مارے گئے۔ جبکہ بعض خوش نصیب ایسے بھی تھے، جن پر اللہ کی عنایت ہوئی۔ اور وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سدھار گئے۔ مثلاً عبداللہ بن سعد بن ابوسرح اپنے رضاعی بھائی عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا۔ اور اس سے درخواست کی کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے امن طلب کیجیے۔ سیّدنا عثمان نے خفیہ طور پر ان کو اپنے پاس چھپا کر رکھ لیا۔ اور جب لوگ پرسکون ہو گئے، تو ان کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس کو امن دے چکا ہوں، لہٰذا آپ اپنا خصوصی کرم فرمایئے اور اس کو بیعت فرما لیجیے۔'' مگر آنحضرت ﷺ اس سے بار بار رخ پھیرتے رہے۔ بالآخر اس کو بیعت کر لیا۔ جب عثمانؓ اور عبداللہؓ چلے گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ان سے بار بار اس لیے رخ موڑا تھا تاکہ تم میں سے کوئی اٹھے، اور اس کی گردن اڑا دے۔'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر آپ نے اس بات کی طرف کوئی اشارہ کیوں نہیں کیا؟'' آپ ﷺ نے جواب دیا: ''کسی نبی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دزدیدہ نگاہی (آنکھوں کی خیانت) کرے۔''

عکرمہ بن ابوجہل:

عکرمہ بن ابوجہل نے جب یوں ہر سو موت ہی موت دیکھی، تو بھاگ نکلا۔ اس کے پیچھے اس کی

Marfat.com

بیوی اور چچا زاد امّ حکیم بنت حارث بن ہشام نکلیں۔ آپ (امّ حکیمؓ) فتح مکہ کے روز ہی ایمان لائی تھیں۔ اور جناب رسول اکرم ﷺ سے ان کے لیے امان لینے کے بعد ان کی تلاش میں نکلی تھیں۔ عکرمہ کا ارادہ تھا کہ سمندری راستے سے کہیں بھاگ جائے۔ مگر ان کی قابل فخر زوجہ نے ان کو کہا: "ذرا سنیے تو! میں آپ کے پاس سب سے بھلے اور بہتر شخص کے پاس سے آ رہی ہوں۔ اب آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالیے، کیونکہ میں آپ کے لیے امن کا پیام لائی ہوں۔" یہ سُن کر وہ لوٹ آئے۔

پھر جب آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا، تو بے انتہا خوشی سے کھڑے ہو گئے۔ اور عالم سرور میں فرمایا: "اس شخص کو خوش آمدید، جو ہمارے پاس مہاجر بن کر مسلمان ہو کر آیا ہے۔" پھر عکرمہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے لیے اللہ عزوجل سے ان کی عداوتوں اور گزشتہ اسلام دشمنیوں کی معافی طلب کریں۔ آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد آپؓ مسلمانوں میں سے بہترین اور اسلام کے معاملے میں بے حد غیرت مند بن گئے۔ (رضی اللہ عنہ ورضواعنہ)

ہبار بن اسود:

حبار بن اسود بھاگ کے چھپ گیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ جعرانہ کے مقام پر تھے، یہ آ کر مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے ڈر کر بھاگ گیا تھا، اور چاہتا تھا کہ عجمیوں میں چلا جاؤں (مگر) پھر مجھے آپ کی بھلائی، ہمدردی اور صلہ رحمی یاد آئی۔ اور ان لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کا عفو و درگزر کا معاملہ یاد آیا، جنہوں نے آپ کے حوالے سے بیوقوفی کا مظاہرہ کیا تھا۔ (تو اپنا ارادہ ترک کر کے آپ ﷺ کے پاس چلا آیا) اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم مشرک تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعے سے ہدایت دی۔ اور ہمیں ہلاکت سے چھٹکارا نصیب کیا۔ پس آپ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائیے۔ آپ ﷺ نے کمال کرم اور عفو درگزر کی انتہا کا مظاہرہ فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا: "جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔" (رضی اللہ عنہ ورضواعنہ)

حارث بن ہشام اور زہیر بن ابوامیہ مخزومی:

حارث بن ہشام اور زہیر بن ابوامیہ مخزومی کو امّ ہانی بنت ابوطالبؓ نے پناہ دے دی۔ پھر آپ

Marfat.com

ﷺ نے بھی ان کی پناہ کی اجازت عطا فرما دی۔ اور جب رسول اکرم ﷺ حارث بن ہشامؓ سے مسلمان ہونے کے بعد ملے تو فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے آپ کو ہدایت دی۔ آپ کے جیسا عقلمند شخص اسلام سے جاہل نہیں رہ سکتا تھا۔'' اس کے بعد آپؓ کا شمار بڑے بڑے صحابہ میں ہونے لگا۔ (رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ)

صفوان بن امیہ:

صفوان بن امیہ نے روپوشی اختیار کر لی۔ اور جا کر دریا میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا، مگر ان کے چچازاد بھائی عمیر بن وہب الجمحیؓ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! یقیناً صفوان اپنی قوم کے سرداروں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دریا میں غرق کرنے کے لیے بھاگ گئے ہیں۔ کیوں نہ آپ انہیں امان دے دیں۔ آپ ﷺ تو ایسی انوکھی شان کے مالک ہیں کہ ہر سیاہ سفید کو امان دے چکے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے چچا زاد کو بلا لاؤ۔ بے شک وہ امان میں ہے۔'' عمیر بن وہبؓ نے فرمایا کہ مجھے آپ کی اس امان کا کوئی ایسا واضح ثبوت دے دیجیے، جو میں اس کے سامنے پیش کر کے اس کو آپ ﷺ کی امان کا یقین دلا سکوں۔'' آپ ﷺ نے اپنا عمامہ اسے تھما دیا۔ عمیرؓ اسے لیکر چلے گئے۔ حتیٰ کہ چلتے چلتے جب صفوان سے ملاقات ہوئی، تو اس کو کہا: ''آپ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ میں آپ کے پاس لوگوں میں سے سب سے بہترین شخص کے پاس سے آ رہا ہوں، جو سب سے نیک، سب سے بردبار اور تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ اور تو اور (اس سے آپ کے خاندانی قریبی مراسم بھی ہیں کہ) وہ رشتے داری میں آپ کا چچازاد ہے۔ اس کی عزت آپ کی عزت، اس کی شرافت آپ کی شرافت اور اس کا ملک آپ کا ملک ہے۔'' صفوان نے کہا: ''(یہ بات تو ٹھیک ہے مگر) مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔'' سیّدنا عمیرؓ نے جواب دیا کہ وہ تو ایسی شفیق ہستی ہیں جو آپ کے گناہ سے بھی بڑے گناہوں سے بھی درگزر کرنے والے ہیں۔ اور وہ بڑے ہی عزت دار شخص ہیں۔ پھر آپؓ نے اسے امن کا پیام یعنی آنحضرت ﷺ کا عمامہ دکھایا، جسے دیکھ کر صفوان رسول اکرم ﷺ کے پاس لوٹ آیا۔ اور آنحضرت ﷺ سے حیرت سے استفسار کرتے ہوئے پوچھا: ''عمیر کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے پناہ دے دی ہے؟'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''عمیر نے درست کہا ہے

Marfat.com

ے۔"اس نے کہا: "مجھے اسلام کے بارے میں غور وخوض کرنے کے لیے دوماہ کی مدّت درکار ہے۔" آنحضرت ﷺ نے اس کو کہا کہ آپ کو چار مہینوں کی مہلت ہے۔اس کے بعد حضرت صفوانؓ ایمان لے آئے۔اور آپؓ کا اسلام بڑا عمدہ رہا۔(رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

ہند بنت عتبہ:

جب کہ ہند بنت عتبہ نے بھی روپوشی کی زندگی اختیار کرلی۔مگر پھر ایمان کے نور سے منوّر ہوگئیں۔اور جب آپ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ بے حد خوش ہوئے۔اور مرحبا کہا۔انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی: "اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! روئے زمین پر جتنے بھی خیمے والے تھے، مجھے ان میں سب سے زیادہ آپ کے رسوا ہونے کی تمنا تھی۔مگر آج کے دن اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے زمین کی پیٹھ پر جتنے بھی خیمے والے ہیں، مجھے ان میں سب سے زیادہ آپ کے غلبہ کی تمنا وآرزو ہے۔(رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

وفود کعب بن زهیر

(کعب بن زہیر کا وفد)

جب کعب بن زہیر پر زمین تنگ پڑگئی اور اسے کوئی پناہ دینے والا نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ کے مکے سے (مدینہ) آنے کے بعد وہ بھی مدینہ آیا۔اور اسلام لے آیا۔اور ایک قصیدہ پڑھا، جس کے اشعار یہ ہیں:

وقال كلّ صديق كنت آمله — لاالهينك انى عنك مشغول

فقلتُ خلّوا سبيلى لا ابالكم — فكلّ ماقدّر الرّحمٰن مفعول

كل ابن انثىٰ وان طالتمته — يوماً على آلة حدباء محمول

نُبّئتُ ان رسول الله اوعدنى — والعفو عند رسول الله مامؤل

مهلاً هداك الّذى اعطاك نافلة ال — قرآن فيها مواعيظ وتفصيل.

اور ہر دوست نے کہا کہ میں پرامید ہوں

Marfat.com

کہ میں آپ سے اعراض کرنے والا نہیں ہوں بلکہ میں تو آپ میں رغبت کرنے والا ہوں

میں نے کہا میرا راستہ چھوڑ دو تمہارا باپ نہ رہے (عربی کا محاورہ)

ہر بات جو رحمٰن مقرر کر چکا ہے وہ ہو کر رہنے والی ہے

ہر عورت کا بیٹا، ہوتا اگر چہ اس کی زندگی کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو،

ایک دن اس کو میت کی ڈولی پر سوار ہو کر رہنا ہے

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں دھمکی دی ہے

مگر رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے تو معافی ہی کی امید کی جاتی ہے

کیسے صبر کریں، آپ کو وہ ذات ہدایت دے، جس نے قرآن جیسا انعام دیا،

جس میں نصیحتیں اور تفصیلات ہیں۔

اور مزید تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

یقیناً رسول اللہ ﷺ ایک ایسی تلوار ہیں جس سے روشنی کی جاتی ہے اور اللہ کی سونتی ہوئی ہندی تلواروں میں سے ایک ہیں۔

جب وہ یہ اشعار پڑھ کر فارغ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی چادر مبارک اتار کر دی۔

سیدنا وحشیؓ:

حضرت حمزہؓ کے قاتل حضرت وحشیؓ بھی اسی طرح اسلام لے آئے۔ اور اپنے اسلام میں بہترین کارکردگی کے حامل ہوئے۔

آپ ﷺ نے ان کو قبول فرمالیا۔

عتبہؓ اور معتبؓ:

ابولہب کے دونوں بیٹے عتبہ اور معتب بھی اسلام لے آئے اور آپ ﷺ نے ان کے ایمان لانے پر بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔

سہیل بن عمروؓ:

سہیل بن عمرو بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے روپوشی اختیار کی۔ جب ان کے بیٹے

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ سے ان کے لیے امان طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے انہیں امن دے دیا اور فرمایا: ''یقیناً سہیل عقل اور شرافت والا شخص ہے اور سہیل جیسا بندہ اسلام سے جاہل نہیں رہ سکتا۔'' جب یہ بات حضرت سہیل کے پاس پہنچی تو فرمایا: اللہ کی قسم! محمد ﷺ بچپن میں بھی نیک تھے۔ اور بڑے ہو کر بھی پارسا ہیں۔'' اس کے بعد وہ اسلام لے آئے۔

بیعۃ النّساء

(عورتوں کی بیعت)

جب مردوں کی بیعت مکمل ہوئی، تو حضور ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع فرمایا۔ وہ اس شرط پر بیعت کرتی جا رہی تھیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گیں، چوری، زنا اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گیں۔ اور اپنے ہاتھوں اور پیروں میں بہتان باندھ کر نہ لائیں گیں۔ (اور کسی پر بہتان نہیں باندھیں گیں، جس کو خود انہوں نے اپنی طرف سے گھڑا ہو۔) اور نیکی میں رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گیں۔

عید کا سماں:

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ کعبے کے اوپر چڑھ کر اذان دیں۔ یہ اسلام کے غلبے کی ابتداء تھی، جو معزز کعبے سے شروع ہوئی۔ ان باتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے یہ فعل باعث حیرت نہیں ہے کہ اس روز مسلمانوں نے ایک بہت بڑا جشن اور تہوار منایا ہوگا، جس میں اس عظیم الشان نعمت اور واضح مدد پر اللہ کے بے حد حمد وثناء بیان کی ہو۔ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد انیس/۱۹ دن تک مکّے میں قیام پذیر رہے۔ اور اس دوران نماز سفر ادا فرماتے رہے۔

اس کے بعد اس شہر پر عتاب بن اُسید ؓ کو نگران بنایا۔ اور ان کا ہر روز ایک درہم وظیفہ مقرر فرمایا کیونکہ آپ ؐ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ عزوجل اس پیٹ کو کبھی نہ بھرے جو ایک درہم ہر روز ملنے پر بھی بھوکا ہی رہے۔''

هدم العزیٰ او سریة خالد بن ولید

(عزّیٰ بت زمین بوس ہو گیا)

Marfat.com

مکّے میں قیام کے پانچویں روز آنحضرت ﷺ نے سیّدنا خالد بن ولیدؓ کو تیس گھڑسواروں کی ہمراہی میں وادی نخلہ میں موجود قریش کے بتوں میں سب سے بڑے بُت ''عزیٰ'' کے مجسمے کو ڈھانے کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت خالدؓ اس کی طرف گئے اور اس کو مسمار کر کے رکھ دیا۔

ھدم سُواع او سریۃ عمرو بن عاص
(سواع بن کو بھی ڈھایا گیا)

مکے سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہذیل والوں کے سب سے بڑے بُت ''سُواع'' کو مسمار کرنے کے لیے آپ ﷺ نے سیّدنا عمرو بن عاصؓ کو بھیجا۔ آپؓ اس کی طرف گئے۔ اور اس کو گرا کر زمین بوس کر دیا۔

ھدم مناۃ او سریۃ سعد بن زید اشھلیؓ
(منات بت کو بھی پاش پاش کر دیا گیا)

سعد بن زید اشہلی کو بیس/۲۰ شہسواروں کی ہمراہی میں ''مناۃ'' کو گرانے کے لیے روانہ فرمایا، جو کہ اوس وخزرج کا بُت تھا۔ اس کا مجسمہ ''مشلّل'' میں تھا۔ جو سمندر کے ساحل پر واقع ایک پہاڑ کا نام ہے، جہاں سے ''قدید'' کی طرف اُترا جاتا ہے۔ یہ حضرات اس کی طرف گئے۔ اور اس کو پاش پاش کر دیا۔

غزوۃ حُنین او ھوازن
(غزوہ حنین، تاریخ کا اہم معرکہ)

ہوازن اور ثقیف کی جسارت:

اس عظیم الشان فتح یابی اور بُتوں کی حکومت کے منہدم ہو جانے کے بعد، عرب کے لشکر اسلام سے قریب تر ہوتے چلے گئے۔ اور اسلام میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے، جب کہ دو قبیلے ہوازن اور ثقیف پر جاہلیّت کی غیرت غالب آ گئی۔ اور ان کے معزز شرفاء مشورے کے لیے جمع

Marfat.com

ہو گئے۔اور کہا کہ محمد (ﷺ) اب اپنی قوم سے جنگ کر (نے کے بعد ان کو زیر کر) کے فارغ ہو چکا ہے۔اب اس کو ہم سے جنگ کرنے سے روکنے والی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔لہٰذا اس کے ہم پر حملہ کرنے سے پہلے ہی ہمیں اس پر حملہ آور ہو جانا چاہیے۔لہٰذا یہ معاملہ طے پا گیا، تو انہوں نے اپنی ریاست پر مالک بن عوف نصری کو نگہبان مقرر کر دیا۔ان کے اس فیصلے پر کچھ دیگر قبائل بھی متفق ہو گئے، جن میں بنو سعد بن بکر جیسے زور آور قبائل بھی تھے۔جن کے ہاں آنحضرت ﷺ نے بچپن میں شیر خواری کا زمانہ گزارا تھا۔

درید بن صمہ:

ان کے اس لشکر میں درید بن صمہ بھی تھا، جو اپنی اچھی رائے کے حوالے سے بڑا مشہور تھا۔اور لڑائی کرنے میں بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا۔اب اگرچہ اس کی عمر ڈھل جانے کی وجہ سے یہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ اور جنگ وجدال کے بیچ میں گھس کر معرکہ آرائی کے جوہر دکھانے کے لائق تو نہیں رہا تھا، البتہ ایک طویل عرصہ مہم جوئی کے میدانوں میں حوادثات سے دست وگریبان رہنے کی وجہ سے حاصل ہونے والے اس کے قابل تقلید مشورے اور گرانقدر جنگی رائے لینے کے لیے اسے بھی میدان کارزار میں اٹھا لائے تھے۔

ایک بے تکا جنگی تجربہ:

اس کے بعد ان کے سردار مالک بن عوف نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اپنے ساتھ میدان جنگ میں اپنے بیوی بچے اور مال و دولت بھی لے چلو۔درید نے جب یہ سُنا تو اس کا سبب پوچھا۔اس نے کہا کہ میں لوگوں کے ساتھ ان کے مال مویشی اور بیوی بچے اس لئے لے جا رہا ہوں (تاکہ ہر ہر بندہ اپنے اہل وعیال کے پیچھے ہونے کی بناء پر جرأت سے لڑائی کر سکے۔) درید نے یہ سُن کر کہا: ”(ارے میاں کیا بیوقوفی کر رہے ہو!) کیا شکست خوردہ لوگوں کو بھی کوئی چیز روک سکی ہے؟ اگر تو فتح یاب ہو گیا۔اور اس کے لیے بندہ اپنی تلوار اور نیزے کے ساتھ نکل آئے، تو تجھ کو اس سے فائدہ ہو گا۔اور اگر تیرا مقدر شکست ہے، تو تُو اپنے اہل وعیال کو خواہ مخواہ ہلاک کر کے رکھ دے گا۔“ مگر مالک نے اس کا مشورہ قبول نہیں کیا۔اور عورتوں کی صفیں فوجیوں کی صفوں کے پیچھے باندھ دیں۔جن کے پیچھے اونٹ تھے۔اور ان کے پیچھے گائے اور پھر بکریاں تھیں، تاکہ لڑائی کرنے والوں میں سے کوئی شخص بھاگنے کا

Marfat.com

تصور بھی نہ کر سکے۔

جنگ کی تیاریاں:

رسول اکرم ﷺ کو جب یہ خبر موصول ہوئی کہ ہوازن اور ثقیف لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے ان کی طرف پیش قدمی کرنے کا مشورہ طلب فرمایا۔ (اور جب لڑائی کا مشورہ طے ہو گیا) تو پلک جھپکتے ہی آپ ﷺ کے ساتھ بارہ ہزار/۱۲۰۰۰ اجانثار غازی نکل پڑے جن میں دو ہزار اہل مکہ تھے۔ جب کہ باقی وہ تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے۔ کچھ اہل مکہ پیدل اور کچھ سواریوں پر نکلے تھے۔ حتیٰ کہ عورتیں بھی بغیر کسی کمزوری کے غنیمت کی امید کرتے ہوئے چل رہی تھیں۔ اس لشکر میں اسّی/۸۰ مشرکین بھی نکل پڑے تھے، جن میں سے صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو وغیرہ تھے۔ (یہ تمام لوگ بھرپور مال کی توقع کر رہے تھے۔) جب اسلامی لشکر دشمنوں کے قریب ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ نے مجاہدین کی صف بندی فرمائی۔ اور علمبرداری کی ذمے داری سونپ دی۔ مہاجرین میں سے حضرت علی بن ابو طالبؓ کو، خزرج میں سے حباب بن منذرؓ کو، اوس میں سے اُسید بن حضیرؓ کو اور اس طرح سے دوسرے عرب کو جھنڈے عنایت فرمائے۔ پھر حضور انور ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو گئے۔ اور دوہری زرہ زیب تن فرمالی۔ سر مبارک پر جنگی ٹوپی پہن لی۔ (اسی طرح مغفر نامی ایک سر پر باندھنے والا ہتھیار باندھ لیا۔)

کفر کا گھات:

دوسری طرف مسلمانوں کو ان کی کثرت نے خود پسندی میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ لیکن ان کی اس کثرت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ کیونکہ جب مسلمانوں کا لشکر دشمنوں کی سمت متوجہ ہوا، تو ان کے ایک گروہ نے مسلمانوں پر گھات لگا کر حملہ کر دیا، جو کہ وادی کی گھاٹیوں اور تنگ دروں میں چھپے ہوئے تھے۔ اس کمین گاہ سے اُن کفار نے ایسے مسلسل تیر برسائے گویا منتشر ٹڈیاں اڑی آ رہی ہوں۔ لہٰذا مسلمانوں کے گھوڑوں کی لگامیں بغیر سر گھمائے ہی الٹے پاؤں مڑنے لگیں۔ اور جب وہ اپنے پیچھے والے ساتھیوں کے پاس پہنچے، تو چونکہ ان میں دہشت و خوف سرایت کر گیا تھا، لہٰذا شکست میں ان کی اتباع کی۔

Marfat.com

سچے ساتھی:

جب کہ رسول اکرم ﷺ میدان کارزار میں ہی اپنے خچر پر ثابت قدم تھے۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین وانصار کی ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہ گئی، جن میں سیّدنا ابوبکر، عمر، علی، عباس، ان کے فرزندار جمند فضل، ابوسفیان بن حارث، ان کے بھائی ربیعہ بن حارث اور معتب بن ابولھب رضوان اللہ علیھم اجمعین شامل تھے۔ حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی جبکہ حضرت ابوسفیانؓ رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ یوں پکارتے ہوئے جارہے تھے: ''اے لوگو! میری طرف آؤ۔'' مگر کوئی بھی آپ ﷺ کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اوران پر زمین اپنی تمام تر کشادگیوں کے باوجود تنگ پڑ گئی تھی۔

چہ می گوئیاں:

اہل مکہ، جو نئے نئے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور وہ لوگ جن (کی آنکھوں) سے کفر کا غبار ابھی تک چھٹا نہیں تھا ان میں سے کچھ تو اس پشت نہ پھیرنے پر خوش ہوئے، جبکہ کچھ غمگین ہو گئے۔ ابوسفیان بن حرب نے کہا: ''ان کی شکست سمندر سے پہلے پہلے ختم ہونے والی ہے۔'' اور صفوان بن امیہ کے بھائی نے کہا: ''اصل میں بات یہ ہے کہ اب محمد (ﷺ) کا جادو باطل ہو گیا ہے۔'' (معاذ اللہ) صفوان نے کفر پر برقرار ہونے کے باوجود اس کو یوں جواب دیا: ''خاموش ہو جا! اللہ اس بات کی وجہ سے تیرا منہ ہی پھاڑ دیں۔ خدا کی قسم! ہوازن کا کوئی شخص میرا ذمہ دار بنے، اس سے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ قریش کا ایک بندہ میرا ذمہ دار بنے۔'' اس کے پاس سے قریش کا ایک شخص یہ کہتے ہوئے گزرا: ''محمد (ﷺ) اور اس کے صحابہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کے شکست خوردہ ہونے کی مبارک ہو۔ خوش ہو جاؤ۔ خدا کی قسم! وہ اب اس کا تدارک نہیں کر سکیں گے۔'' اس کے اس جملے کو سن کر صفوان نے سخت برہمی کے عالم میں کہا: ''تیری ہلاکت ہو، کاہے کی مبارک؟ کیا تو جاہلوں کے غالب آنے کی خوشخبری سُنا رہا ہے؟'' اور اس شخص کو عکرمہ بن ابوجہل نے کہا: ''محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کا اس شکست کا تدارک کرنا یا نہ کرنا یہ بات آپ کے ہاتھ میں تو ہے نہیں بلکہ یہ معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور محمد (ﷺ) کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچنے والا، کیونکہ اگر آج وہ شکست خوردہ ہو بھی گیا، تو کوئی

Marfat.com

بات نہیں بالآخر انجام کار اسی کے حق میں ہونے والا ہے۔" سہیل بن عمرو نے کہا: "آپ نے وعدہ خلافی کی ہے۔" تو اس نے کہا: "اے ابو یزید! (یہ سہیل کی کنیت تھی) یقیناً ہم ایک حقیر شے پر جمے ہوئے ہیں۔ اور ہماری عقلوں کو زنگ لگ گیا ہے کہ ہم ایسے پتھروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، جو نہ نفع دیتے ہیں۔ اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

جبلِ استقامت:

اور تو اور کچھ شکست خوردہ لوگ تو مکے تک جا پہنچے۔ ادھر یہ تمام واقعات رونما ہو رہے تھے، اُدھر رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور یوں اشعار پڑھتے رہے:

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں　　　میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

غیبی مدد:

آنحضرت ﷺ نے سب سے تیز اور بلند و بالا آواز والے صحابی سیّدنا حضرت عباسؓ کو ارشاد فرمایا کہ اے عباس! انصار کو آواز دو۔ جب انہوں نے انصاریوں کو صدا لگائی: "اے انصاریو! اے بیعت رضوان والو! تو یہ آواز سب تک پہنچ گئی۔ اور چار سو سے انصار صحابہؓ لبیک لبیک اور حاضر ہیں حاضر ہیں پکارتے ہوئے جمع ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک آنحضرت ﷺ کی سواری کی لگام پکڑنا چاہ رہا تھا، مگر آپ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرما دیا، کیونکہ شکست خوردہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی زرہ اٹھائی اور گردن میں ڈال لی۔ اور تلوار اور ڈھال بھی تھام لی۔ پھر اپنی سواری سے اُتر آئے۔ آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دیا گیا۔ اور آوازیں لگا کر اشارہ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان لوگوں کا ایک بہت بڑا لشکر رسول اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گیا۔ اور اللہ رب العزت نے اپنے رسول پاک ﷺ اور مؤمنین پر خصوصی رحمت نازل فرمائی۔ اور ایسے لشکر بھیجے کہ جنہیں وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

فتح و کامرانی:

پھر مسلمانوں نے ایمانی طاقت سے بھر پور پُر جوش انداز میں پلٹ کر دشمنوں پر یک بارگی

Marfat.com

متحد ہو کر حملہ کر دیا۔ جس کی تیز دھار نے مشرکین کے لشکر کو تتر بتر کر کے رکھ دیا۔ اور کفار ہر جانب بکھر کر پھر ادھر اُدھر ایسے بدحواس ہو کر بھاگنے لگے کہ انہیں اپنے اموال اور بیوی بچوں تک کا بھی خیال نہ رہا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور کچھ کو قتل کر ڈالا۔ کچھ کو قیدی بنالیا۔ اور اس کے بعد ان کے بیوی بچوں کو پکڑ لیا۔ اور بہت سے فوجیوں کو قیدی بنالیا۔ ان میں جس کا مقدر تھا، وہ بھاگ نکلا۔

اس جنگ میں سیّدنا خالد بن ولیدؓ کو انتہائی گہرے زخم لگے۔ اور مشرکین مکہ نے جب اسلام اور مسلمانوں پر اللہ کی مہربانیاں دیکھیں تو ان میں سے ایک جمّ غفیر مشرف باسلام ہو گیا۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

نتائج وثمرات:

(ایک بات تو یہاں اختتام پذیر ہوئی۔) دوسری بات یہ کہ اس غزوے میں جو سبق ملا، وہ لڑائی کے اہم پوائنٹس میں سے ایک ہے کہ لشکر مختلف اقسام کے لوگوں کی آماجگاہ بن گیا، جن میں مشرکین، دیہاتی اور نئے اسلام لانے والے لوگ شامل تھے، اور یہ لوگ ایسے تھے کہ ان کے لیے اسلام کا فتح یاب ہونا اور اس کا شکست خوردہ اور رسوا ہونا برابر تھا۔ لہٰذا پہلے ہی جھٹکے میں انہوں نے بھاگنے کو ترجیح دی۔ اور اگر اللہ کا فیصلہ نہ ہوتا تو مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیا جاتا لہٰذا سبق یہ ملا کہ لڑائی کے لشکر میں فقط ایسے لوگ ہونے چاہییں جو خالصۃً دل سے لڑائی کے میدان میں اتریں، تاکہ وہ صحیح طور پر اپنے دین کا دفاع کر سکیں۔ اور اللہ رب العزت کے اس دردناک عذاب سے ڈرتے ہوئے، جو اس نے بھاگنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، جنگ کے میدان سے فرار ہونے کا سوچیں بھی نہیں۔

دورِ رسالت کی سب سے بھاری غنیمت:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو جمع کرنے کا حکم فرمایا تو وہ تقریباً چوبیس ہزار/۲۴۰۰۰ اونٹ، چالیس ہزار/۴۰۰۰۰ سے زائد بکریاں اور چار ہزار/۴۰۰۰ اوقیہ چاندی تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو جعرانہ کے مقام پر جمع فرمایا جب کہ مشرکین تین ٹولیوں میں منتشر ہو چکے تھے۔ ایک ٹولی جو طائف کی طرف چلی گئی۔ اور دوسری ٹولی، نخلہ کے مقام پر قیام پذیر ہو گئی۔ جب کہ تیسری، اوطاس کے مقام پر دوبارہ جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گئی۔

Marfat.com

سریۃ ابو عامر الاشعریؓ الیٰ اوطاس

(اوطاس والوں کی سرکشی)

آنحضرت ﷺ نے اس تیسری ٹولی کے لیے ابو عامر اشعریؓ کو ایک جماعت کے ہمراہ روانہ فرمایا، جس میں ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تھے۔ یہ جماعت ان کی طرف چلی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ اور انہوں نے بقیہ مال غنیمت بھی حاصل کرتے ہوئے کامیابی حاصل کی۔ اس ٹولی سے لڑائی میں ابو عامرؓ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ اور لشکر پر اپنے بھتیجے ابوموسیٰؓ کو امیر بنا گئے، جو کہ ان کے بعد کامیاب وکامران لوٹے۔

غزوۃ الطائف

(معرکہ طائف)

رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ کو لے کر طائف کی طرف تشریف لے گئے تاکہ ثقیف اور ہوازن جو کہ ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ان کی باقی زندگانی کا سلسلہ ختم فرما دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے ابتدائی حصے میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو مقرر فرمایا۔ نبی ﷺ جب مالک بن عوف اشعری کے قلعہ سے گزرے تو اس کو گرانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (ایک روایت کے مطابق جو درست معلوم ہوتی ہے، مالک بن عوف کی جگہ عوف بن مالک آیا ہے۔) آپ ﷺ کا ثقیف کے ایک فرد کے باغ سے گزر ہوا جہاں وہ محصور ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو پیغام بھیجا کہ باہر نکل آؤ، ورنہ ہم تمہارا باغ جلا دیں گے۔ مگر وہ نہ نکلا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے اس کے باغ کو جلانے کا حکم دے دیا۔

جب مسلمان طائف پہنچے تو دشمنوں کو قلعہ بند پایا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک سال کی غذا بھی اپنے پاس جمع کی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے لشکر نے اس قلعے کے قریب ہی پڑاؤ ڈال لیا۔ مشرکین نے ان پر تیروں کی اتنی سخت بارش کی کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں سے بہت سوں کو زخم پہنچے مثلاً حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ (آپؓ کا زخم طول پکڑ گیا حتیٰ کہ آپؓ اپنے والد صاحب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں اسی زخم کی وجہ سے انتقال کر کے شہادت کے مرتبے پر

Marfat.com

فائز ہوئے۔)اور حضرت ابوسفیانؓ بن حرب کی آنکھ مبارک شہید ہوگئی تھی۔اسی طرح سے مسلمانوں میں سے بارہ لشکری زخموں سے چور چور ہو گئے اور بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر جام شہادت نوش فرمالیا۔

جب رسول خدا ﷺ نے اندازہ فرمالیا کہ اب دشمن تیراندازی میں پختگی اور مضبوطی پکڑتے چلے جارہے ہیں توآپ ﷺ ایک بلند جگہ تشریف لے گئے، جہاں آج کل مسجد طائف ہے،وہاں پر امّ سلمہؓ اور زینبؓ کے لیے دوخیمے لگائے گئے۔قلعے والوں کا یہ گھیراؤ ۱۸/ اٹھارہ دن تک جاری رہا۔ہر روز سیّدنا خالد بن ولیدؓ ان کو للکار کر مقابلے پر آنے کی دعوت دیتے،مگران جیسے شیر کا سامنا کرنے کی ان بزدلوں میں جرأت کہاں تھی!!

ایک روز ثقیف کے سردار عبد یالیل نے حضرت خالدؓ کو قلعے کے اندر ہی سے پکار کر بتلایا کہ ہماری طرف سے تمہارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔بلکہ ہم تو اپنے قلعوں میں ہی قیام پذیر رہیں گے کہ اس میں ہمارے پاس اتنا کھانا ہے،جو کئی سالوں تک آرام سے ہمارے کام آتا رہے گا۔اور اگر تم لوگوں نے ہمارا اتنے طویل عرصے تک بھی محاصرہ کیے رکھا کہ ہمارے پاس موجود ہمارا کھانا ختم ہوگیا،تو ہم اپنی تلواریں سونت کر تم لوگوں سے مقابلے کے لیے صف آراء ہو جائیں گے۔اور ہمارے آخری جوان کی موت تک مسلسل لڑائی کرتے رہیں گے۔تو حضور اقدس ﷺ کے حکم پر منجنیق گاڑی گئی۔اور قلعے میں شگاف ڈالنے کے لیے صحابہؓ کی ایک جماعت دبابہ کے نیچے جمع ہوگئی۔(دبابہ:"جدید دور میں اس کی شکل ٹینک ہے کہ اس میں اپنی سیفٹی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا جاتا ہے۔") توانہوں نے دہکتی بھڑکتی آگ سے میخوں اور تیروں کی بارش کر ڈالی جس نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

حضور اقدس ﷺ نے ان کے انگوروں اور کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا،تو مسلمانوں نے تعمیل حکم کے طور پر بڑی تیزی سے درخت کاٹنا شروع کر دیے۔اہل قلعہ یہ دیکھ کر پکار پکار کر کہنے لگے کہ اللہ کے لیے ان کو چھوڑ دو اور ہم پر رحم کھاتے ہوئے ان کو چھوڑ دو۔آپ ﷺ نے فرمایا:"ہاں،اللہ کے لیے ٹھیک ہے!اور ان پر رحم کھاتے ہوئے ان کے درختوں کو چھوڑ دو۔پھر آواز لگانے والے کو فرمایا کہ اعلان کر دو کہ جو شخص قلعہ چھوڑ دے اور نیچے اُتر آئے اسے مسلمانوں کی طرف سے امان دیا جائے

Marfat.com

گا۔" یہ سُن کر دس بارہ لوگ اُتر آئے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھا کہ ثقیف کا دفاع بڑا ہی سخت ہے، اور اس میں فی الحال فتح یابی کے آثار نظر نہیں آ رہے، تو اپنے صحابی نوفل بن معاویہ الدیلیؓ سے مشورہ فرمایا کہ آیا اس محاصرے اور ٹھہراؤ کو برقرار رکھا جائے یا واپس مدینے چلنے میں مصلحت ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! لومڑی اپنے بل میں ہے۔ (ثقیف والے تنگ دستی کا شکار ہیں۔) اگر آپ نے یہیں قیام فرما کر محاصرے کو برقرار رکھا تو آپ ایک نہ ایک دن ان کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ ان کو چھوڑ دیتے ہیں تو یہ آپ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے۔" تو آپ ﷺ نے کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے بنو ثقیف کے لیے بددعا کی درخواست کی۔ تو آپ ﷺ نے بددعا کے بجائے یوں کہتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے: "اے اللہ! ثقیف والوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ اور ان کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیجیے۔"

تقسیم السبی
(قیدیوں کی تقسیم کا مرحلہ)

سیاست دینیہ کا عجیب مظاہرہ:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ جعرانہ کے مقام پر واپس لوٹ آئے، جہاں پر قیدیوں کو چھوڑا تھا۔ اب ان کو گنا گیا۔ اور ان میں سے خمس نکالا گیا۔ اس لیے مصلحت پسندوں کے سب سے بڑے رول ماڈل، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک اعلیٰ مصلحتی قدم یہ اٹھایا کہ اس غنیمت کے خمس میں سے ایک بڑی مقدار ان لوگوں کو دے دی، جو تازہ تازہ اسلام لائے تھے اور فی الحال ان کا ایمان کمزور تھا۔ (سیّد الحکماء ﷺ نے یہ قدم اس لیے اٹھایا) کہ مسلمانوں کے اس حُسن کردار سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے محبت پیدا ہو جائے۔ اسی طرح سے بعض غیر مسلموں کے دلوں کو بھی اسلام کی جانب پھیرنے کے لیے خمس میں سے کچھ مال مرحمت فرمایا۔ اس وقت ابوسفیان بھی انہی تازہ تازہ اسلام لانے والوں میں سے ایک تھے، جن کا ایمان تاحال پختہ نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو ۴۰/ چالیس اوقیہ سونا اور ۱۰۰/ سو اونٹ عطا فرمائے۔

Marfat.com

یہی معاملہ ابوسفیانؓ کے صاحبزادوں جناب معاویہ اور جناب یزید کے ساتھ کیا گیا۔ یہ حسن معاشرت دیکھ کر سیّدنا ابوسفیان بول اٹھے: ”اے محمد ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں چاہے جنگ کی حالت ہو یا امن کی، آپ واقعی ”حقیقی سخی“ کہلانے کے مستحق ہیں۔“

ایک عجیب واقعہ:

جن کی رقت قلب کے لیے خمس دیا گیا، ان میں سے ایک حکیم بن حزامؓ بھی ہیں۔ ان کو بھی ابو سفیانؓ کے جتنا ہی مال و متاع دیا گیا تھا۔ جب انہوں نے مزید طلب کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ان کے مطالبے کے مطابق دے دیا۔ تو انہوں نے اور مانگا تو آپ ﷺ نے اتنا ہی اور دیتے ہوئے فرمایا: ”اے حکیم! بے شک یہ مال تر و تازہ اور میٹھا ہے۔ لہٰذا جو شخص اسے سخاوت نفس کے ساتھ لے گا، اس کے لیے اللہ عزوجل کی جانب سے اس میں برکتیں ڈال دی جائیں گیں۔ مگر جو شخص اسے سانپ بن کر بیٹھنے کی نیت (بخل) کے ساتھ لے گا، اس کے لیے اس میں برکت نہیں رکھی جائے گی۔ بالکل اسی شخص کی طرح جو چرتا رہتا ہے، مگر سیر نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی سُن لے کہ اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔“ یہ سُن کر سیّدنا حکیمؓ نے فقط انہی چالیس/۴۰ اوقیہ سونا اور سو/۱۰۰ اونٹ پر اکتفا کیا، جو ان کو پہلی مرتبہ میں دیے گئے تھے۔ اور بقیہ جو ان کو ان کے مطالبے پر دیے گئے تھے، انہوں نے وہ سب واپس کر دیے۔ اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: ”اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں جب تک زندہ رہوں گا، کسی سے اس کے مال سے کچھ مانگ کر اس میں کمی نہیں کروں گا۔“ انہوں نے حضور انور ﷺ سے کیا ہوا اپنا یہ وعدہ سچ کر دکھایا۔ اور سو فیصد سچا کر کے دکھایا کہ آپ ﷺ کے اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء ان کی کسی عمدہ کارکردگی کی وجہ سے بیت المال سے ان کو کوئی ایسی چیز بھی دیتے، جس کے وہ حقدار ہوا کرتے تھے تو بھی یہ عظیم صحابی رسولؓ آنحضرت ﷺ سے کیے ہوئے وعدے کا پاس رکھتے ہوئے، وہ چیز نہیں لیا کرتے تھے۔

اس روز رسول اکرم ﷺ نے سیّدنا عیینہ بن حصنؓ کو بھی سو اونٹ دیے۔

اسی طرح سخاوت کے اس بحرِ بے کراں ﷺ نے اقرع بن حابسؓ اور عباس بن مرداسؓ کو بھی

Marfat.com

سو سو اونٹ عطا فرمائے۔

حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بکریوں اور دنبیوں سے بھری گھاٹی کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: "کیا یہ آپ کو اچھی لگ رہی ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "بالکل۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تو سنو! یہ ساری کی ساری آپ کی ہوئیں۔" یہ شاہکار فعل دیکھ کر حضرت صفوان پکار اٹھے: "اس سے زیادہ تو کسی کا دل خوش نہیں ہوا ہوگا۔" اور یہی بات ان کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ ان عطیات وہدایا کے یوں دینے سے نبی اکرم ﷺ کا مقصد، ان کے دلوں کو نرم کرنا ہوتا تھا، تاکہ آپ ﷺ انہیں ایک سیدھے سچے دین کا ہمراہی بنا سکیں۔

اور یہ لائحہ عمل دینی سیاست کی ایک قسم، ایک طریقہ ہے۔ اور یہ طریقہ اتنا رائج اور عام ہوا کہ اللہ رب العزت نے زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف "مؤلفۃ القلوب" (دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے) صدقات ان کو دینا بھی صدقات کے مصارف میں سے ایک مصرف مقرر فرمادیا۔ اس روز آنحضرت ﷺ کا یہ عمل رائیگاں نہیں گیا بلکہ ایک بہت بڑے فائدے سے لبریز ہو کر لوٹا۔ کیونکہ اس روز جن کو تحائف دیے گئے، ان میں سے بہت سے لوگ ایسے تھے کہ بظاہر تو وہ حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، مگر درحقیقت ان کے دلوں نے اسلام کی محبت کا جام نہیں بھرا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے اس عظیم الشان فعل سے نہ صرف ان کے دلوں میں اسلام کی محبت راسخ ہوگئی، بلکہ یہ حضراتؓ آگے چل کر مسلمانوں کے بڑے بڑے بزرگ اور مسلمانوں کو بہت بڑا نفع پہنچانے والے ثابت ہوئے۔ جیسے صفوان بن امیہ اور معاویہ بن ابوسفیان اور حارث بن ہشام وغیرہ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

تقسیم کا مرحلہ:

اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کے حکم سے سیّدنا زید بن ثابتؓ نے بقیہ مال غنیمت کو سمیٹ کر اسے غازیوں میں تقسیم فرمادیا۔ دراصل چند دیہاتیوں نے جمع ہو کر آپ ﷺ کو یوں کہنا شروع کر دیا تھا کہ مال کو تقسیم کرو! مال کو تقسیم کرو!" حتیٰ کہ ان کی کثرت نے آپ ﷺ کو ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا (جب آپ ﷺ اُٹھ کر درخت کی طرف گئے تو) انہوں نے آپ ﷺ کی چادر مبارک پکڑ لی۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! میری چادر کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کے برابر بھی بکریاں ہوں، تو وہ بھی میں تمہارے درمیان تقسیم کر دوں۔ پھر تم مجھے بخیل، بزدل یا جھوٹ بولنے والا نہیں پاؤ گے۔''

پھر آنحضرت ﷺ اپنے اونٹ کے پاس چلے گئے۔ اور اس کے کوہان سے کچھ بال پکڑے اور فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کی قسم! میرے لیے خُمس کے علاوہ تمہارے مال غنیمت میں اور ان بالوں میں سے کچھ لینے کا حق نہیں ہے اور خمس بھی تمہارے اوپر ہی لوٹا دیا جائے گا (تمہارے ہی فلاحی کاموں میں صرف ہوگا) لہٰذا سلائی کرنے والی سُوئی اور ذرا سی چیز بھی ادا کردو کیونکہ مال غنیمت میں سے ذرا سی شے بھی روک کر اپنے پاس چھپا کر رکھ لینا فاتحین کے لیے باعث عیب و شرم ہے۔ اور قیامت کے روز یہی مال آگ میں داخل ہونے کا سبب بنے گا۔'' آنحضرت ﷺ کی یہ پرجوش تقریر سن کر ایک دلفریب منظر دیکھنے میں آیا کہ ہر ہر شخص جس نے مال غنیمت میں سے (مغالطہ کی وجہ سے) ذرا سی بھی معمولی سی چیز اٹھالی تھی، وہ اب اسے واپس لوٹانے لگا۔

اس کے بعد مال غنیمت کو تقسیم کرنا شروع فرمایا تو ہر پیادے کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں۔ اور گھڑسوار کو اس کے تین مثل یعنی بارہ اونٹ اور ایک سو بیس/۱۲۰ بکریاں ملیں۔ یہ تقسیم دیکھ کر ایک منافق شخص کھڑا ہو گیا اور بولا: ''یہ تو ایسی تقسیم ہو رہی ہے کہ جس میں (انصاف نہ ہونے کی وجہ سے معاذ اللہ) اللہ کی رضا تلاش نہیں کی گئی۔'' اس کی یہ غلیظ بات سن کر سرور کونین ﷺ سخت ناراض ہوئے۔ آپ ﷺ کی ناراضگی کا اظہار آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے ہو رہا تھا، جو غصّے کی شدّت سے سرخ ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ارے تیرا ناس ہو! اگر میں بھی انصاف نہیں کر رہا تو انصاف کون کرے گا؟ حضور انور ﷺ کے یہ شایان شان نہیں تھا کہ وہ کسی سے اپنی گستاخی کا انتقام لیتے، لہٰذا آپ ﷺ نے صرف نصیحت اور ڈراوے پر ہی اکتفا فرماتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

فاروق!!!

اسلام کے شیر سیّدنا عمرؓ اور اللہ کی تلوار سیّدنا خالد بن ولید ؓ آپ ﷺ کی اس صریح گستاخی کو برداشت نہ کر سکے۔ اور عرضمندانہ درخواست کی کہ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس منافق کی گردن

Marfat.com

اڑادیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''نہیں (اس کو قتل کرنے کی اجازت نہیں) شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔'' حضرت خالدؓ نے فرمایا: ''کتنے ہی نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی زبان سے وہ بات کرتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی ہے!'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کو چیر کر دیکھوں اور ان کے سینوں کو پھاڑ کر دیکھوں (کہ ان کے دلوں میں کیا ہے؟)

انصار صحابہؓ کا شکوہ اور جواب شکوہ:

حضور انور ﷺ نے غنیمت کے خمس سے جو بے شمار عطایا اور تحائف قریش اور عرب کے قبائل کو دیے، اور انصار کو یونہی چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر بعض انصاری صحابہ کو جوش آیا اور کچھ نے تو یوں تک کہ دیا کہ یہ بڑا عجیب معاملہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ آج کے روز قریش کو تحفے تحائف دے رہے ہیں، جب کہ ہمیں کچھ بھی نہیں دیا، حالانکہ ہماری تلوروں سے ابھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے! آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی تو آپ ﷺ فقط انصار کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم فرمایا کہ جہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔ جب وہ حضراتؓ وہاں جمع ہوگئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے انصاریو! یہ کیا باتیں تمہارے بارے میں چل رہی ہیں، جو میں سُن رہا ہوں؟ کیا جب میں تمہارے پاس آیا تو تم گمراہی کے دہانے پر نہیں تھے، پھر اللہ عزوجل نے میرے ذریعے سے تم کو اس گمراہی سے (نجات دے کر) ہدایت عطا فرمائی؟ تم لوگ اس وقت غریب تھے، پھر اللہ عزوجل نے میرے ذریعے سے تم لوگوں کو مالدار کر دیا!! تم ایک دوسرے کے خونی دشمن تھے، اللہ عزوجل نے میرے ذریعے سے تم لوگوں کے درمیان اُلفت پیدا فرمادی!! بات یہ ہے کہ یہ قریشی لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں۔ ابھی انہوں نے حالت کفر اور مصیبت میں ایک طویل عرصہ گزارا ہے، میں نے سوچا کہ یہ تحائف دے کر اس مصیبت کا ازالہ کروں۔ اور اس سے ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہونگے۔ اے میرے انصار صحابیو! کیا تم دنیا کی اس حقیر اور معمولی سی چیز کے لیے غضب ناک ہوگئے ہو جو میں نے ان لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے دے دی ہے؟ اور تمہیں اس اسلام کے سپرد کر دیا، جو اپنی مضبوطی کی وجہ سے لڑکھڑائے گا نہیں۔ اے انصاریو! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم رسول خدا ﷺ کو اپنے گھروں کی طرف لے جاؤ؟ اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضے میں

Marfat.com

محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصاری شخص ہونا پسند کرتا۔ اگر تمام لوگوں کو ایک لڑی میں پرویا جائے اور انصاریوں کو دوسری لڑی میں پرویا جائے تو میری یہ دلی خواہش ہوگی کہ مجھے انصاریوں کی لڑی میں پرویا جائے۔ اے اللہ! انصار اور اولادِ انصار پر رحم فرما۔" آنحضرت ﷺ کی یہ تقریر سُن کر انصار صحابہؓ اتنے روئے کہ ان کی داڑھیاں مبارک تر ہوتی چلی گئیں۔ اور انہوں نے روتے ہوئے کہا: "ہم اپنے حصے اور تقسیم میں رسول اللہ ﷺ کو پا کر راضی ہیں۔" پھر رسول اللہ ﷺ چل دیے۔ اور لوگ متفرق ہو گئے۔

وفود ھوازن
(قبیلہ ہوازن کے وفود)

زہیر بن صرد شاعر:

چند روز بعد ہوازن قبیلے کا ایک وفد زہیر بن صرد کے زیرِ قیادت سرورِ دوعالم ﷺ کے حضور پیش ہوا۔ اور آ کر عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے جو قیدی بنا رکھے ہیں، ان میں ہماری مائیں، بہنیں، پھوپھیاں اور خالائیں شامل ہیں۔ جن کی گرفتاری ہماری ساری قوم کی رسوائی کا سبب ہے۔ لہٰذا ہم اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے ایک عاجزانہ درخواست کرنے حاضر ہوئے ہیں۔" زہیر نے بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا: "بے شک اس قید خانے کے تالاب میں آپ کی پھوپھیاں، خالائیں اور آپ کی پرورش کرنے والیاں ہیں۔ جو کسی دور میں آپ کی کفالت کیا کرتی تھیں۔" (کیونکہ حضور ﷺ کی شیر خواری کا زمانہ اسی قبیلے میں گزرا تھا۔) اس کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں یوں اشعار پڑھتے ہوئے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی شفقت اور مہربانی کا سوال کیا:

امنن علینا رسول اللہ فی کرم — فانک المرء نرجوہ وننتظر

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعھا — اذفوک مملوءۃ من مخضھا الدرر

انا لنشکر للنعماء ان کفرت — و عندنا بعد ھذا الیوم مدخر

انا نؤمل عفوا منک نلبسہ — ھدی البریۃ ان تعفو و تنصر

Marfat.com

فالبس العفو من قد کنت ترضعه　　من امّهاتک ان العفو مشتهر

اے اللہ کے رسول! بخشش کر کے ہم پر احسان فرمایئے
کیونکہ آپ ایسے بندے ہیں کہ جن سے توقع کی جا سکتی ہے اور انتظار
ایسی عورتوں پر مہربانی کیجیے جن کا آپ نے دودھ پیا ہے
یاد کرو جب آپ کا منہ ان کے سینے کے دودھ سے بھرا ہوا کرتا تھا
بے شک ہم نعمتوں کا شکر کرنے والے ہیں، اگر آپ
آج کے بعد ہمارے لیے ذخیرہ بن جائے گا
یقیناً ہم آپ سے آپ کے عفو کی توقع کرتے ہیں جس کو ہم اوڑھنا بنائیں
جب کہ مخلوق کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ کبھی معاف کرتی ہے اور کبھی انتقام لے لیتی ہے
لہٰذا آپ معافی کو ان لوگوں کے لیے اختیار فرمایئے جن میں سے آپ نے دودھ پیا ہے
یعنی آپ کی مائیں۔ یقیناً معاف کرنا تو مشہور ہو ہی جاتا ہے۔
تمہیں اختیار ہے:

آپ ﷺ نے ان کے یہ دل موہ لینے والے اشعار سن کر فرمایا: ''بے شک سب باتوں میں مجھے سچ سب سے زیادہ محبوب ہے، لہٰذا تم دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کو چن لو کہ یا تو اپنے قیدیوں کو چھڑا لے جاؤ یا مال کو اختیار کر لو۔ میں نے تمہارا بے حد انتظار کیا تھا یہاں تک کہ مجھے یقین کی حد تک گمان ہو گیا تھا کہ اب تم لوگ انہیں چھڑانے نہیں آؤ گے۔'' تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم حسب ونسب کے برابر کسی شے کو نہیں رکھتے۔ ہماری عورتیں اور بچے ہمیں لوٹا دیجیے، ہم دل سے یہی بات پسند کرتے ہیں۔ اور آپ نے جو ہماری بکریوں اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا ہے، ہم ان کے بارے میں کوئی لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز میری اور بنو عبدالمطلب کی ہے وہ تمہاری ہے لہٰذا جب میں ظہر کی نماز ادا کروں، تو تم لوگ کھڑے ہو کر اعلان کرنا کہ ہم اسلام کے ناطے سے تمہارے

Marfat.com

بھائی ہیں۔ یہ کہنے کے بعد کھل کر اپنے اسلام کا اظہار لوگوں کے سامنے کر دینا۔ اور کہنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت چاہتے ہیں۔'' لہٰذا فرمان نبوی ﷺ کے مطابق وہ لوگ ایسا کر گزرے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا: ''امابعد! تمہارے یہ بھائی تو یہ تائب ہو کر مسلمان بن کر تمہارے پاس حاضر ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کو ان کے قیدی واپس لوٹا دوں۔ پس تم میں سے جو شخص یہ کام کر کے خوشنودی حاصل کرنا چاہے، وہ کر گزرے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ اس کے عوض اس کو کچھ ملے تو اگلی جنگ میں ہمیں جو مال ملے گا ہم اسے اس سے دے دیں گے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ بھی ایسا کر گزرے۔'' مہاجرین وانصارؓ نے جواباً عرض کی: ''جو چیز ہمارے پاس ہے، وہ اللہ کے رسول کی ہے۔'' البتہ چند دیہاتیوں کی ایک مختصر سی جماعت ایسا کرنے سے رک گئی۔ جیسے اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے قرض کے طور پر قیدی لے لیے۔

سالک بن عوف النصری:

حضور اقدس ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس لڑائی کے سربراہ مالک بن عوف النصری کے خاندان کو مکہ میں ان کی پھوپھی امّ عبداللہ بن امیہ کے پاس روک لیا جائے۔ تو وفد والوں نے عرض کی کہ یہ تو ہمارے سردار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ان سے خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں۔'' پھر مالک کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''وہ تو ثقیف کے ساتھ بھاگ گیا تھا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو خبردار کر دو کہ اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر آ گیا تو میں اس کو اس کا مال اور اس کے گھر والوں کو اس کے سپرد کرنے کے ساتھ ساتھ سو/۱۰۰ اونٹ دوں گا۔ جب مالک کو اس کی اطلاع ملی تو چپکے سے قلعے سے اُتر آیا۔ اور جعرانہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔ اور اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیا۔ آپ ﷺ نے ہوازن میں سے جو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تھے، اُن پر ان کو والی بنا دیا۔

عمرۃُ الجعرانہ

(جعرانہ والا عمرہ)

Marfat.com

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے عمرے کا ارادہ فرمایا۔ اور جعرانہ کے مقام پر تشریف لا کر احرام باندھا۔ اور رات کو مکّے میں داخل ہو کر طواف فرمایا۔ پھر استلام حجر فرمایا اور اسی رات لوٹ آئے، اور تیرہ دن کے قیام کے بعد کوچ کا حکم صادر فرمایا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امن و امان کے ساتھ مطمئن ہو کر لشکر چل پڑا۔ اور ستائیس/ ۲۷ شوال کو مدینے جا پہنچا۔

تبصرہ:

غزوہ حنین وہ لڑائی ہے، جس میں اللہ رب العزت نے شرک کے لشکروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور ان کی حکومت کو ذلیل کر دیا۔ اور ان کے بڑے بڑے سرداروں کا نام ونشان مٹا دیا کیونکہ ہوازن نے کسی بھی ایسے شخص کو جو لڑائی کے قابل ہو، جنگ میں شرکت کرنے سے نہیں چھوڑا۔ بلکہ سب کے سب کو ہانک کر گھسیٹ لائے تھے۔ حد تو یہ ہو گئی تھی کہ وہ لوگ اپنے اونٹ اور بکریوں کو بھی ہانک لائے تھے۔ اور اللہ رب العزت نے اسلام کو اعزاز بخشنے اور دشمنوں کو رسوا کر کے ان کے اموال کو چھین لینے کا فیصلہ فرما دیا تھا۔ چنانچہ مشرکین کا زور ٹوٹ گیا۔ اور ان میں کوئی ایسا مرد نہیں بچا، جو پلٹ کر حملہ کر سکتا۔ اور نہ ہی کوئی اپنا دفاع کرنے والا باقی رہا۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہوازن کے زور ٹوٹ جانے کے بعد عرب کی جنگ وقتال کو خاتمہ ہو گیا۔ اور ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہ گئی، جن کو ان کی کم عقلی اسلحے والے شہر کی طرف ہانک لے گئی۔ پھر جب ان کے سامنے حق کی مضبوط قوّت ظاہر ہو گئی، وہ اپنی تلواروں کو نیاموں میں ڈالنے ہی نہ پائے۔

سریۃُ قیس بن سعدؓ الیٰ صداء
(صداء والوں کو اسلام کی دعوت)

مدینہ لوٹنے پر حضور اکرم ﷺ نے قیس بن سعدؓ کو چار سو/ ۴۰۰ لوگوں کی ہم رکابی میں یمن میں قیام پذیر قبیلے ''صُداءٗ'' کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس قبیلے کا ایک بندہ آیا اور پوچھنے لگا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میری پشت پر جو لوگ ہیں میں ان کی طرف سے قاصد کے طور پر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ آپ اپنے لشکر کو واپس لے چلیے، میں آپ کو اپنی قوم کی

Marfat.com

ضمانت دیتا ہوں۔ یہ سُن کر آپ ﷺ نے اپنے لشکر کو واپس لوٹنے کا حکم فرمایا۔

وفود صُداء

پھر وہ شخص اپنی قوم کی طرف گیا۔ اور ان میں سے پندرہ/۱۵ بندوں کے ہمراہ واپس لوٹا، جو کہ سعد بن عبادہؓ کے مہمان بنے۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ سے اسلام پر بیعت کی اور کہا کہ ہم آپ کو اپنی قوم کے بقیہ لوگوں کی ضمانت دیتے ہیں۔ اور جب یہ لوگ، اپنی قوم کے پاس گئے، تو ان میں اسلام تیزی سے پھیل گیا۔ اس قوم کے لوگوں میں سے ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر سو/۱۰۰ بندے حاضر ہوئے۔

سریۃ عُیینہ بن حصن الیٰ بنی تمیم
(عیینہ بن حصن، بنو تمیم کی طرف)

پس منظر:

پھر آنحضرت ﷺ نے بشر بن سفیان عدویؓ کو بنی کعب بن خزاعہ سے ان کے اموال کی زکوۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ مگر بنو تمیم، جو ان کے ساتھ ہی رہتے تھے اس فرضیت کی ادائیگی سے انکار کر بیٹھے۔ لہٰذا جب حضور انور ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو ان پر حملہ کرنے کے لیے عیینہ بن حصنؓ کو پچاس/۵۰ شہ سوار کی معیت میں روانہ فرمایا۔

وہ شیر کی مانند ان کی طرف بڑھے، اور حملہ کر کے ان میں سے گیارہ/۱۱ مردوں، اکیس/۲۱ عورتوں، اور تیس/۳۰ بچوں کو قیدی بنا لیا۔ اور ان سب کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو رملہ بنت حارثؓ کے گھر میں رکھنے کا حکم مرحمت فرمایا۔

وفود تمیم
(بنو تمیم کا وفد)

آداب ملاقات:

ان کے بعد بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا، جس میں عطارد بن حاجب، زبرقان بن بدر اور عمرو بن اہتم تھے۔ یہ لوگ بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے اور جب ان کو بیٹھے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو پردوں کے پیچھے سے تیز آواز میں چنگھاڑتے ہوئے کہا: ''اے محمّد! ہماری طرف نکل کر آؤ، ہم آپ سے

Marfat.com

فخر اور بڑائی میں مقابلہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ جب ہم کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو بے حد زینت بخشتے ہیں اور جب ہم کسی کی بُرائی کرتے ہیں تو اس کو عیب دار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے چہرے کے آثار سے نمایاں تھے کہ آپ ﷺ کو ان کے اس طرح چلّانے سے تکلیف ہوئی تھی۔

اس بات پر ۲۶/ چھبیسویں پارے کی سورۂ الحجرات کی آیت نمبر ۴ اور ۵ نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

"(اے پیغمبر!) یقیناً وہ لوگ جو پردوں کے پیچھے سے پُکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ ذرا صبر کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ ان کی طرف نکل آتے تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہوتی۔ اور اللہ مغفرت فرمانے والے رحم فرمانے والے ہیں۔"

یہ ظہر کا وقت تھا لہٰذا سیّدنا بلالؓ نے ظہر کی اذان دی اور آپ ﷺ نماز کے لیے مسجد تشریف لے آئے۔ اس وقت یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ یہ کہتے ہوئے محبت کا اظہار کرنے لگے کہ ہم بنو تمیم کے لوگ ہیں۔ ہم اپنے شعراء و خطباء کو اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ ہم آپ سے شاعری میں مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور فخر اور بڑائی میں بھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو جواباً فرمایا: "نہ ہمیں اشعار پڑھنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اور نہ ہی ہمیں ایک دوسرے پر فخر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔" اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے نماز ادا فرمائی جبکہ اس وفد کے لوگ آپ ﷺ کے اردگرد جمع تھے۔ اور اپنے اور اپنے آباء و اجداد کی بزرگی پر بڑے فخر اور تکبر کا اظہار کر رہے تھے۔

انّ من البیان لسحراً:

اسی اثناء میں عمرو بن اہتم نے زبرقان بن بدر کی مدح کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی مجلس کا سردار ہے اور اپنے کنبے میں آقا کی حیثیت رکھتا ہے۔ زبرقان یہ سن کر بولا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو میرے اس اعلیٰ مقام کی وجہ سے مجھ سے حسد کر رہا ہے۔ اور جو اس نے میری تعریف کرتے ہوئے کہا، یہ

Marfat.com

اس سے زیادہ اچھی بات میرے بارے میں جانتا ہے۔ (مگر اس نے وہ بات چھپا کر رکھی ہے۔) تو عمرو بولا: "یہ شخص مُروّت سے بالکل ہی خالی ہے، کنجوسی وبخل میں انتہا درجے کو پہنچا ہوا ہے۔ بہت بُرا (اور) تکبّر کرنے والا ہے۔ (عمرو نے پہلے تعریف کی تھی پھر اسی وقت مذمت کرکے اس کی بُرائی کردی۔) اس کے اس بیک نوک قلم سے مدح وذم کے پہلو بدلنے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے چہرہ انور پر غصّے کے اثرات نظر آنے لگے۔ یہ دیکھ کر اس نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول ﷺ! پہلی بار بھی میں نے سچ ہی بولا تھا اور دوسری بار بھی کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ جب میں اس سے خوش تھا تو میں نے اس کے بارے میں جو سب سے اچھی بات میں جانتا تھا، وہ کہی۔ اور جب میں اس سے غصہ ہوگیا تو (اس کے بارے میں) جو بات میں سب سے بُری جانتا تھا، میں نے وہ کہہ ڈالی۔ یہ سُن کر نبی ﷺ نے فرمایا: "واقعی بعض بیان میں جادو ہوتا ہے۔" اس کے بعد یہ قوم ایمان لے آئی، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے قیدیوں کو رہا کردیا اور ان کو اچھا خاصا انعام بھی دیا۔ اور یہ لوگ کچھ مدت تک مدینے میں ہی ٹھہرے قرآن سیکھتے رہے اور دین کو سمجھتے رہے۔

سریۃ الولید بن عقبہ الیٰ بنی المصطلق
(سیدنا ولید بن عقبہؓ بنو مصطلق میں)

ولید بن عقبہؓ کی غلط فہمی:

پھر آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابو معیطؓ کو بنو مصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب آپؓ کی آمد کا ان کو پتا چلا تو ان (بنی المصطلق) کے بیس/۲۰ بندے اسلحہ تانے ہوئے ان کو خوش آمدید کہنے کے لیے آئے۔ ان کے ساتھ صدقات کے اونٹ تھے۔ جب انہوں نے ان سواروں کو یوں اسلحے سے لیس ہوکر سواریوں پر بیٹھے اپنی جانب بڑھتے دیکھا تو یہ سمجھے چونکہ ہمارے درمیان جاہلیت کی پُرانی دشمنی تھی، لہٰذا آج یہ لوگ بدلہ لینے اور قتال کرنے آرہے ہیں۔ چنانچہ آپؓ جلدی سے مدینے لوٹ آئے۔ اور آنحضرت ﷺ کو تفصیلات بتلائیں کہ وہ لوگ مرتد ہوگئے ہیں اور زکوٰۃ کا انکار کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے سیّدنا خالد بن ولیدؓ کو تحقیقات کی غرض سے بھیجا۔ وہ ایک لشکر کے ہمراہ خفیہ

Marfat.com

طور پر گئے۔ جب ان کے ہاں پہنچے تو صبح سویرے ان کے موذن کی اذان سُنائی دی۔ خالدؓ مزید تحقیق کرتے ہوئے ان کے پاس آئے، تو ان میں اطاعت اور احکام اسلام کی فرمانبرداری کے عنصر کو غالب پایا۔ لہٰذا حضرت خالدؓ واپس لوٹ آئے اور آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کے علاوہ کسی اور کو صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا۔ اور ولید بن عقبہ کے بارے میں چھبیسویں پارے کی سورۂ الحجرات کی آیت نمبر چھ/٦ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌ م بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًام بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ

''اے ایمان والو! اگر کوئی واقعہ سے بے خبر شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفیت کی وجہ سے کسی قوم کو تکلیف پہنچا کر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔''

سریۃ علقمہ بن مجزز الیٰ طائفۃ من الحبشہ

(سیّدنا علقمہ بن مجززؓ حبشہ والوں کی طرف)

پس منظر:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو یہ خبر موصول ہوئی کہ اہل جدّہ نے حبشہ کے لشکریوں کو اپنی سواریوں پر دیکھا ہے جو کہ حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت علقمہ بن مجززؓ کو تین سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ وہ چلتے حتیٰ کہ جدّہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ اور ان کو پکڑنے کے لیے اپنی سواریوں سے اُتر آئے۔ جب کہ حبشی سوہاں پر موجود ایک جزیرے میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

انوکھا مذاق:

پھر علقمہ اپنے ان ساتھیوں کے ہمراہ لوٹ آئے۔ جب وہ راستے میں تھے تو جلدی کرنے والوں کو اجازت دے دی کہ جلدی جا سکتے ہیں۔ اور ان پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو نگران مقرر فرمایا۔

Marfat.com

وہ شغلی مزاج کے (ہنس مکھ) آدمی تھے۔ اور بڑے انوکھے قسم کے مذاق کیا کرتے تھے۔ اب یہاں بھی وہی معاملہ ہوا۔ انہوں نے راستے میں ایک جگہ آگ جلائی اور جب آگ خوب بھڑک کر شعلے مارنے لگی تو ان لوگوں کو کہا: ''کیا تم لوگوں کو میری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''جی ہاں بالکل!!!'' فرمایا: ''تو سنو! میں تمہارے قتل کا عزم مصمم کر چکا ہوں، ہاں البتہ ان لوگوں کو چھوڑ دوں گا جو اس آگ میں چھلانگ لگالیں۔'' یہ سن کر حاضرین میں سے کچھ نے تو یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ ہم تو اسلام ہی اس آگ سے بچنے کے لیے لائے تھے۔ جب کہ بعض لوگوں کے اسی آگ میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کر لیا، تو عبد اللہؓ نے ان کو منع فرما کر حقیقت بیان کر دی کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔

ایک قیمتی نصیحت:

جب لوگوں نے یہ قصہ آنحضرت ﷺ کو سُنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیدا کرنے والے خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔'' (الحدیث رواہ البخاری)

Marfat.com

باب چہاردہم

السنةُ التاسعة

ھجرت کا نواں سال

Marfat.com

سریۃ علیؓ الیٰ ھدم الفُلس

(بت شکنی کی داستان کا ایک اور ایمان افروز واقعہ!)

ربیع الاوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ بن ابو طالب کو سو/۱۰۰ عام سواروں اور پچاس/۵۰ پیادوں کے ہمراہ "فُلس" نامی طیٔ قبیلے کے بُت کو مسمار کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ آپؓ وہاں پہنچے اور اس کو گرا کر جلا دیا۔ جب اس کے پجاریوں نے مزاحمت کی تو ان کو شکست فاش دی۔ اور ان کے اونٹ، بکریاں اور قیدیوں کو ہانک کر لے گئے۔

عدی بن حاتم کے اسلام لانے کا انوکھا واقعہ:

اتفاق کی بات ہے کہ ان قیدیوں میں سفانہ بنت حاتم طائی بھی تھیں۔ جب سیدنا علیؓ مدینے لوٹ کر آئے تو سفانہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس پر رحم اور شفقت واحسان کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کے مطابق احسان فرما کر اسے چھوڑ دیا۔ پھر سفانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان الفاظ میں دعا گو ہوئیں: "مالداری کے بعد فقیر ہونے والا آپ کا شکر ادا کرتا ہے۔ فقیری کے بعد مالدار ہو جانے والا شخص آپ کا مالک نہ بنے۔ اللہ آپ کی اچھائی کو اس کے مناسب مقام پر پہنچا دے۔ اور کسی کمینے کی مدد کی آپ کو ضرورت نہ پڑے۔ (اور کسی عزّت دار کی نعمت چلے جانے کے بعد اس واپسی کا سبب اللہ آپ کو بنائے رکھیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہی حضرت عدی بن حاتمؓ، جو کہ سفانہؓ کے بھائی ہیں، کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

جب اس (عدی بن حاتم طائی) نے اسلام کے عظیم اور سر بلند جھنڈوں کو اس کے شہر کی طرف آتے دیکھا تو اس نے ملک شام راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ مگر پھر اس کے واپس آنے کا سبب یہ ہوا کہ اس کی ہمشیرہ نے شام جا کر اس کو ان تمام معاملات کا جو کرم واحسان کے ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش آئے تھے، خبر دی۔ اور جو رویّہ مسلمانوں کے ہاں اس کے ساتھ اختیار کیا گیا تھا، اس کی اطلاع دی۔ بھائی نے کہا کہ اس تبصرے سے نبوت کے دعوے دار کے حوالے سے تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: "میرا تو خیال یہ ہے کہ تو جلدی سے جا کر اس سے مل لے۔ اگر وہ واقعی نبی ہیں تو اس کی جانب

Marfat.com

جلدی اور پہلے جانے والے کے لئے فضیلت کی بات ہے۔اور اگر وہ ایک بادشاہ ہے تو پھر تو تُو ہی تُو!"اس نے کہاواقعہ یہ سمجھداری کی بات ہے۔

وفود عدی بن حاتم

(عدی بن حاتم کا وفد)

(بہنا کی یہ باتیں سن کر دل مکمل طور پر اس عظیم ہستی کے عمدہ کردار کا غلام بن چکا تھا) لہذا فوراً وہاں سے نکلے۔اور مدینے حاضر ہو گئے۔اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔آپ ﷺ نے پوچھا: "کون ہو؟"انہوں نے جواب دیا:"عدی بن حاتم!" پھر آپ ﷺ ان کو اپنے گھر کی طرف لے کر چل پڑے۔

یہ کوئی بادشاہ نہیں ہے!!

آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک ضعیف العمر بوڑھی عورت آپ سے ملی، جس نے آپ ﷺ سے رکنے کی درخواست کی۔چنانچہ اس کے لئے آپ کافی دیر تک کھڑے رہے۔وہ اپنی کسی ضرورت کے بارے میں بات کر رہی تھی۔یہ دیکھ کر عدی نے دل میں کہا:"اللہ کی قسم! یہ کوئی بادشاہ نہیں ہے۔پھر آپ چل دیئے۔اور جب آپ گھر میں داخل ہوئے، وہاں ایک چھالوں بھرا چمڑے کا تکیہ تھا، آپ ﷺ نے ان کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا:"اس پر بیٹھ جاؤ!"انہوں نے کہا:"نہیں، بلکہ اس پر تو آپ بیٹھیں گے۔" آپ ﷺ نے اس سے انکار کر دیا۔اور انہی کو دے دیا۔اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا کہ مسلمان ہو جاؤ تو سلامتی میں رہو گے۔انہوں نے جواب دیا :"میں تو پہلے سے ایک سچے دین پر ہوں۔"(انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ وہ نصرانی تھے۔) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:"میں تم سے زیادہ تمہارے دین کو جاننے والا ہوں۔"عدی نے حیران ہو کر پوچھا:"کیا میرے دین کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟" فرمایا:"جی ہاں۔"اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے چند ایسی اشیاء کے نام گنوائے، جو وہ لوگ رسم و رواج کے ہاتھوں مجبور ہونے کی وجہ سے کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ دین مسیحی میں نہ تھیں۔مثلاً مرباع، یعنی چوتھائی غنیمت لے لینا وغیرہ۔اس کے بعد عدی کو کہا:"بے شک آپ کو وہ چیزیں جو آپ دیکھ رہے ہیں، دین میں داخل ہونے سے روک رہی ہیں۔مثلاً آپ کہتے ہیں:

Marfat.com

"کمزور اور نہتے لوگوں نے آپ کی اطاعت کی۔ اور جن کو عربوں نے دھتکار دیا ہے (انہوں نے اس پیغام کو مانا ہے۔) اللہ کی قسم! عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان ہی ناداروں مسکینوں میں بہت زیادہ مال پھیل جائے گا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص مال (زکوۃ) لینے والا نہ ملے گا۔ اس طرح حلقہ اسلام میں آپ کے داخلے سے آپ کو آپ کا یہ کھٹکا بھی مانع ہے کہ صحابہ کے دشمنوں کی تعداد بے حد زیادہ جبکہ صحابہ کی تعداد انتہائی کم ہے۔ سنو! کیا تم حیرہ کے بارے میں جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا: "میں نے اس کے بارے میں سنا ضرور ہے مگر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! یہ دعوت کا کام پایہ تکمیل تک پہنچ کر رہے گا حتی کہ ایک عورت بغیر کسی کی پناہ لیے حیرہ سے نکلے گی۔ اور بیت اللہ کا طواف کرے گی۔ اور اسلام میں داخل ہونے سے آپ کو شاید یہ بات بھی روکے ہوئے ہے کہ آپ ملک و بادشاہت کو دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھ رہے ہیں۔ مگر عنقریب آپ سنیں گے کہ بابل کی سر زمین کے چمکدار محلات انہوں (صحابہؓ) نے فتح کر لئے ہیں۔ اس تمام گفتگو کے بعد عدی اسلام لے آئے۔ اور اس وقت تک زندہ رہے کہ انہوں نے یہ ساری باتیں دیکھ لیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غزوہ تبوک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ رومیوں نے لشکروں کو جمع کیا ہے جو کہ حضور ﷺ کے ملک میں آپ ﷺ سے جنگ کرنے کے خواہشمند ہیں۔ ان دنوں ملک میں قحط پڑنے کی وجہ سے لوگ سخت تنگ دستی میں مبتلا تھے۔ چلچلاتی گرمی کے دن تھے۔ کھجوریں پکی ہوئی تھیں۔ اور لوگ باغات اور ان کے سایوں میں پڑنے کو پسند کرتے تھے کہ اسی اثنا میں آپ ﷺ نے تیاری کا حکم فرمایا۔ اکثر آپ ﷺ لڑائی کی جہت کو پوشیدہ رکھتے تھے تا کہ دشمن کو اس کی اطلاع نہ پہنچ جائے، مگر اس مرتبہ ایسا نہ ہوا اور سفر کی دوری اور دشمنوں کی مستحکم قوت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے مقصد کو واضح کر دیا۔ اور اس میں یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ لوگ اسکی پوری تیاری کر لیں گے۔ اور آپ ﷺ نے مکہ والوں اور دیہاتیوں کو اس جنگ کے لئے نکلنے کا کہا۔ اور مالداروں کو غرباء کے لئے سامان سفر مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔

سخاوت کے دریا بہا دینے والے:

حضرت عثمانؓ دس ہزار/۱۰۰۰۰ دینار، تین سو/۳۰۰ ساز و سامان سے لدے ہوئے اونٹ سمیت

Marfat.com

دیئے۔ اور پچاس/۵۰ گھوڑے راہ حق میں دینے کا شرف حاصل کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے یوں دعا فرمائی: ''اے اللہ! تو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں عثمان سے راضی ہوں۔''

حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے گھر کی کل کائنات سمیٹ لائے، جو ٹوٹل چار ہزار درہم/۴۰۰۰ کے بقدر بنتی تھی۔ آنحضرت نے یہ دیکھ کر پوچھا: ''اے ابو بکر! کیا اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟'' صدیق اکبرؓ نے جواباً عرض کی: ''جی ہاں! گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔''

حضرت عمر فاروقؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے آئے۔

عبدالرحمٰن بن عوف سو/۱۰۰ اوقیہ چاندی لے کر حاضر ہوئے۔

اسی طرح سے حضرت عباسؓ اور حضرت طلحہؓ نے بھی دل کھول کر مالی مدد کی۔

اور عاصم بن عدیؓ نے کھجور کے ستر/۷۰ وسق صدقہ کیے۔

خواتین کا جذبہ جہاد:

(جذبۂ جہاد اور جان و مال کی بازی لگا دینے میں صرف مرد حضرات نے ہی سخاوت کے دریا نہیں بہائے بلکہ اسلام کی ان معزز ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں نے بھی بے مثال داستانیں رقم کیں۔ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا مقابلہ کر کے اسلام کی عالمگیریت کا پہلو اجاگر کیا۔ لہذا وہ بھی حسب استعداد) اپنے اپنے زیورات لے آئیں۔

فقیروں کا جہاد:

حضور ﷺ کے پاس سات فقہائے کرام رضوان اللہ علیہم نے آ کر درخواست کی کہ انکو جنگ میں شرکت کے لئے ساز و سامان فراہم کر دیا جائے۔ مگر ان دنوں کے حالات کے پیش نظر سرور دو عالم ﷺ نے ان کو یہ کہتے ہوئے معذرت کر کے لوٹا دیا کہ ہم تمہارے ساز و سامان کا بندوبست نہیں کر سکتے۔ بس یہ سننا تھا کہ وہ فقہائے کرام اپنی اس غربت و فقیری اور جہاد سے محرومی پر آنسو بہاتے ہوئے واپس لوٹنے لگے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں۔ تو ان میں سے تین/۳ کو حضرت عثمانؓ نے دو/۲ کو حضرت عباسؓ نے اور دو/۲ کو یامین بن عمروؓ نے ساز و سامان فراہم کیا۔

Marfat.com

جب تمام لوگ جمع ہو گئے جن کی تعداد تیس ہزار/۳۰۰۰۰ تھی، تو رسول اکرم ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو مدینے کا والی بنایا۔ اور اپنے گھر پر علیؓ کو چھوڑا۔

منافقین کی ایک بڑی جماعت جنگ سے پیچھے رہ گئی، جن کی سرداری کا طوق عبداللہ بن ابی کے گلے میں تھا۔ اس نے کہا محمد (ﷺ) تنگ حالی، گرمی اور اس مملکت کی دوری کے باوجود بنی اصفر (گوروں) سے قتال کرنے جا رہے ہیں! کیا وہ بنی اصفر (گوروں) سے لڑائی کو کھیل سمجھ رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں ان کے صحابہ کو رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اور ان میں سے ایک جماعت اکٹھی ہو گئی، غرض جو ان کے دلوں میں آ رہا تھا، وہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے بارے میں پروپیگنڈہ کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو ان کی طرف بھیجا تا کہ جو وہ کر رہے ہیں، اس کے بارے میں پوچھ گچھ کریں۔ انہوں نے جواب دیا: ''ارے ہم تو ویسے ہی مزاح کر رہے تھے۔ اور گپ شپ لگا رہے تھے۔

حضور ﷺ کے پاس منافقین میں سے ایک جماعت آئی، جو آپ ﷺ کے سات نہ نکل سکنے پر معذرت کر رہی تھی۔ جد بن قیس بھی اس جماعت میں سے تھا، انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! ہمیں اجازت مرحمت فرمائیے۔ ہمیں فتنے میں مت ڈالیے کیونکہ ہم بنوالاصفر کی عورتوں سے امن میں نہیں ہیں۔'' جنگ میں ہمراہی نہ کرنے پر معذرت کرنے والوں میں سے دیہاتیوں کا گروپ آیا جو کہ اپنی کمزوری اور قلت کی وجہ سے معذرت خواہ تھے۔ انہوں نے معذرت چاہی تو آنحضرت ﷺ نے ان کا عذر قبول فرمالیا۔ اسی طرح سے منافقین کی ایک کثیر تعداد نے جنگ میں شمولیت سے معذرت چاہی۔ اور حضور ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ نے اس طرح اجازت دینے پر آپ ﷺ کو تنبیہ کرتے ہوئے سورۃ براءۃ کی آیت نمبر تینتالیس/۴۳ میں ارشاد فرمایا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ.

''(اے پیغمبر!) اللہ نے آپ کی بخشش فرما دی ہے، (مگر) آپ نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے کیوں دے دی کہ آپ کو پتا چل جاتا ان میں سے جو لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی آپ اچھی طرح جان لیتے۔''

Marfat.com

پھران کے بارے میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر پینتالیس/۴۵ میں ارشاد ربانی ہوا:

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ

"یقیناً آپ سے وہی لوگ اجازت چاہ رہے تھے، جو اللہ اور آخرت کے روز پر ایمان نہیں رکھتے۔ اوران کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے شک کی وجہ سے ڈانواڈول ہیں۔"

اس کے بعد اللہ عزوجل نے ان کے جھوٹے عذر کا پول کھولتے ہوئے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر چھیالیس/۴۶ نازل فرمایا:

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً وَّلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ انْبِعَاثَھُمْ فَثَبَّطَھُمْ وَقِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ.

"اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے، تو اس کے لئے کچھ تھوڑی بہت تیاری تو کرتے، لیکن اللہ کو ان کا نکلنا ناپسند تھا (منظور ہی نہ تھا۔) لہٰذا انہیں سست پڑا رہنے دیا۔ اوران کو کہا گیا کہ جواپاہج ہونے کی وجہ سے بیٹھے ہیں، ان کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔"

اس کے بعد اسی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر سینتالیس/۴۷ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی تاکہ مسلمان منافقین کے پیچھے رہ جانے کی بناء پر کسی قسم کی مایوسی کا شکار نہ ہوجائیں۔ فرمایا:

لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَھُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ م بِالظّٰلِمِیْنَ.

"اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تو سوائے فساد پھیلانے کے تمہارے درمیان کوئی اوراضافہ نہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پیدا کرنے کی کوشش میں تمہاری صفوں کے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے۔ اور خود تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں، جوان کے مطلب کی باتیں خوب سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔"

کچھ بڑے اعلیٰ پائے کے مسلمان بھی پیچھے رہ گئے، جن کے ایمان میں کچھ شک نہیں تھا مثلاً سیّدنا کعب بن مالک، سیّدنا ھلال بن امیہ، سیّدنا مرارہ بن ربیع اور سیّدنا ابوخیثم رضوان اللہ علیھم۔

Marfat.com

أنت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ[1]:

آنحضرت ﷺ نے چونکہ علیؓ کو مدینے میں ہی رہنے کا حکم فرمایا تھا، تو منافقین نے پرپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ نبی نے اس کو (نعوذ باللہ) بوجھ سمجھا تھا۔ لہٰذا اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ سن کر انہوں نے جلدی سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان افواہوں کی شکایت کی، جو سن رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ آپ کی مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ یہ سن کر علیؓ واپس لوٹ گئے۔ جبکہ حضور لشکر کے بڑے جھنڈے کو سیدنا ابو بکر صدیق کو تھما کر لشکر کے ساتھ چل پڑے۔

حکمتوں کے مہتاب ﷺ کا اپنی زندگی کے اس آخری غزوے میں جھنڈے کو سیدنا ابو بکرؓ کو تھمانا اور سیدنا علیؓ کو اپنے اہل وعیال کے پاس چھوڑ دینا اس امر میں ایسی حکمت چھپی ہے کہ جس کو سیرت طیبہ کے ورق گردانی کرنے والا بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

اس بڑے جھنڈے کے علاوہ جو دیگر جھنڈے تھے، ان کو آنحضرت ﷺ نے مختلف لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مثلاً مہاجرین کا جھنڈا سیدنا زبیرؓ کو، اوس کا جھنڈا سیدنا اسید بن حضیرؓ کو اور خزرج کا جھنڈا سیدنا حباب بن منذرؓ کو مرحمت فرمایا تھا۔

قوم ثمود کی بستی سے گزر:

چلتے چلتے جب یہ لشکر اسلامی ثمود کی ایک حجر نامی بستی کے پاس سے گزرا، تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا: ''ظالموں کی بستیوں میں سے تم فقط رونے کی حالت میں ہی گزرنا۔'' آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تا کہ ان کے دل اللہ کے خوف سے ڈر جائیں۔ لشکر کی نگرانی کے لیے آپ ﷺ نے سیّدنا عباد بن بشرؓ کا انتخاب فرمایا تھا۔ اور نماز پڑھانے کے لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو چنا تھا۔ جب یہ لشکر تبوک کے مقام پر پہنچا تو اس وقت یہ سرزمین ایسی تھی کہ وہاں عمارت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے سیّدنا معاذ بن جبلؓ کو فرمایا: ''قریب ہے کہ آپ کی عمر اتنی طویل ہو جائے کہ تم اس سرزمین کو باغوں بھرا دیکھو۔'' اور پھر ایسا ہی ہوا۔

عشق نبوی ﷺ:

Marfat.com

جب یہ لشکر آرام کر رہا تھا تو اسی وقت اس میں حضرت ابوخیثمہؓ بھی آملے، جو پیچھے رہ گئے تھے۔ دراصل ان کے آنے کا قصہ یہ ہوا کہ ایک روز وہ بڑی سخت گرمی کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس گئے، تو انہوں نے اپنی دونوں بیویوں کو اپنے ایک باغ میں دو الگ الگ چھتریوں تلے پایا۔ ان دونوں نے اپنی چھتریاں نہر کے کنارے لگائی ہوئی تھیں، جہاں سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی آرہا تھا۔ اور انہوں نے کھانا تیار رکھا ہوا تھا۔ وہ دن بڑی سخت گرمی کا تھا۔ جب انہوں نے اس شدید گرمی میں ان آرام دہ اشیاء کو دیکھا تو کہا: ''ہائے یہ تو کہیں کا انصاف نہیں کہ رسول خدا وہاں گرمی سے نڈھال ہو رہے ہوں۔ اور ابوخیثمہ یہاں پر ٹھنڈے سائے تلے بہتے پانی کے پاس اپنی خوبصورت خوبصورت بیویوں کے ساتھ گل چھرّے اڑائے۔'' اس کے بعد انہوں نے قسم کھاتے ہوئے کہا: ''اللہ کی قسم! میں جب تک رسول اللہ ﷺ کے لشکر کے ساتھ نہ جاملوں تب تک میں تمہاری ان چھتریوں میں داخل نہ ہوں گا۔ میرے لیے سفر کا توشہ تیار کرو۔'' بیویوں نے ان کے لیے توشہ تیار کر دیا۔ تو یہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ اپنی تیر وتلوار سنبھالے اور رسول اللہ ﷺ سے جاملنے کی نیت سے نکل پڑے۔ اور جب حضور ﷺ تبوک میں قیام فرما تھے، تو یہ آپ ﷺ سے آملے۔ رضی اللہ عنہ۔

وفود صاحب ایلۃ

معاملہ یہاں تک تو پہنچ گیا مگر جب حضور انور ﷺ میدان تبوک میں پہنچے تو جیسی افواہیں اڑی ہوئی تھیں، ویسا کوئی لشکر جرار تا حد نظر دکھائی نہیں دیا۔ لہٰذا وہاں چند روز قیام فرمایا۔ اور اسی دوران یوحنا ایلہ والے آئے، جن کے ساتھ جرباء قبیلے والے اہل اذرح اور اہل میناء بھی تھے۔ یوحنا اسلام تو نہ لایا بلکہ جزیہ دینے پر رسول اللہ ﷺ سے صلح کر لی۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

کتاب صاحب ایلۃ

(اہل ایلیا کی طرف والا نامہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے یوحنا اور اہل ایلہ کے لیے امن نامہ ہے۔ ان کی کشتیاں اور سواریاں، چاہے خشکی میں ہوں یا پانی میں، ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمے داری

Marfat.com

ہے۔ اسی طرح اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر بھی اس ذمے میں شامل ہیں، جو ان کے ساتھ ہیں۔ پس ان میں سے جس نے کوئی نئی بات کی یعنی معاہدہ توڑا، وہ اپنی جان دیے بغیر اپنے مال کو محفوظ نہیں کر سکتا۔ اور اس کا مال لوگوں میں سے جس نے لیا اسی کا ہو جائے گا۔ اور بات یہ ہے کہ ان کو خشکی یا سمندر میں بہنے والے پانی کو روکنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

کتاب اہل اذرح و جرباء

(اذرح اور جرباء والوں کی طرف حضور ﷺ کا والا نامہ)

اسی طرح اہل اذرح و جرباء کے لیے خط لکھ کر ارسال فرمایا، جس کا موضوع یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

"یہ خط نبی محمد ﷺ کی طرف سے اہل اذرح و جرباء کے نام لکھا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی امان حاصل کرنے والے ہیں۔ ان پر ہر رجب کے مہینے میں سو/١٠٠ دینار دینا لازم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے ضامن ہیں۔"

اہل میناء نے بھی اپنے پھلوں کی چوتھائی بطور جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وادی تبوک سے تجاوز کر کے اس سے ذرا آگے شام کے بعض شہروں کی جانب پیش قدمی کے بارے میں اپنے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے مشورۃً فرمایا: "اگر آپ ﷺ کو آگے چلنے کا حکم دیا گیا ہے تو چلیے!" آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: "اگر مجھے پیش قدمی کا حکم ہوتا تو میں مشورہ نہ کرتا۔" تو انہوںؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! روم کے ملک میں بہت سارے لشکر ہیں۔ اور ملک شام (روم کا ماتحت علاقہ) اہل اسلام میں سے کوئی بھی نہیں۔ اور ابھی ہم ان کے بالکل سینے پر بیٹھے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کا یہ قریب ہونا ہی ان کو خوف زدہ کر چکا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس بار اتنا ہی کافی ہے۔ لہٰذا ہم اس سال واپس لوٹ چلتے ہیں حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت پیدا فرما دیں۔"

حضور ﷺ نے ان کے اس گراں قدر مشورے کو قبول فرماتے ہوئے واپس روانگی کو حکم فرمایا، لہٰذا لشکر مدینہ لوٹ آیا۔

Marfat.com

مسجد الضرار

(مسجدِ ضرار، سازشوں کا مرکز!)

اس مسجد کو گرادو!

جب حضور اقدس ﷺ مدینے کے قریب (ذی اوان نامی جگہ) پہنچے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہاں ''مسجد الضرار'' کے نام سے منافقین کی قائم کردہ ایک مسجد ہے۔ انہوں نے اس کو مسجد قباء کے مقابلے میں تعمیر کیا تھا، تاکہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں۔ ان منافقین کی ایک جماعت حضور اقدس ﷺ کے پاس آئی اور مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ اس مسجد میں نماز ادا فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی تعمیر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر کہا کہ ہم نے تو صرف ثواب کے حصول کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مسجد کی تعمیر کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود گواہی دے رہے تھے کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو حکم فرمایا کہ جا کر اسے گرادو۔ لہٰذا وہ یہ کر گزرے۔

منافقین کے بہانے اور معافیاں:

(یہ قصہ یہاں مکمل ہوا) اور جب حضرت ﷺ واپس تشریف لا کر مدینے میں ٹھہر گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ غزوے میں نہ جانے والوں کی کچھ جماعتوں نے آکر جھوٹے بہانے پیش کرنا شروع کر دیے۔ آپ ﷺ نے ان کے عذر کو قبول فرما کر ان کے رازوں کو اللہ کے حوالے کر دیا، اور ان کے لیے استغفار کی دعا بھی فرمادی۔

حدیث الثّلاثۃ الّذین خلّفوا

(جنگ سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کرامؓ کا قصہ)

☆......حضرت کعب بن مالک خزرجیؓ،

☆......مرارہ بن ربیع

☆......حضرت ہلال بن امیہ اوسیؓ

یہ تینوں حضراتؓ اپنا اعتراف جرم کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ جب کعب بن مالکؓ آنحضرت

Marfat.com

ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، تو ان کو دیکھ کر آپ ﷺ ایسے مسکرائے جیسے بحالت غضب وغصہ مسکراتے ہیں۔اور دریافت فرمایا کہ آپ کو جنگ میں جانے سے کون سی چیز مانع رہی؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور اہل دنیا کے پاس اس حالت میں آتا، تو مجھے یقین ہے کہ میں کسی بہانے سے اس کے غصے کو ٹھنڈا کر کے بچ سکتا تھا، کیونکہ مجھے بے پناہ قوت کلام عطا کی گئی ہے۔مگر مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی بات گھڑ کر پیش کر دی تو آپ ﷺ فی الحال تو مجھ سے رضامند ہو جائیں گے مگر عنقریب اس کی بناء پر مجھے پر اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب پڑے گا۔اس کے برعکس اگر آج میں نے سچی بات کا اظہار کر دیا تو آپ ﷺ تو اگرچہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے،لیکن اس طریقے پر مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بخشش اور درگزر کی امید ہے۔خدا کی قسم! حقیقت حال تو یہ ہے کہ مجھے کوئی بھی عذر نہیں تھا۔'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ تم نے سچ بات کہی، لہٰذا اب اٹھو یہاں تک کہ اللہ آپ کے بارے میں کوئی فیصلہ فرما دیں۔''

ان کے دو ساتھیوں یعنی حضرت مرارہ بن ربیع ؓ اور ہلال بن امیہ ؓ نے بھی اسی طرح کی بات کی۔لہٰذا ان کو بھی یہی فرمایا۔

بائیکاٹ:

مسلمانوں پر ان لوگوں سے بات چیت کی پابندی لگا دی، لہٰذا لوگ ان سے بات کرنے سے رکے رہے۔اور ان لوگوں کو اپنی بیویوں تک سے علیحدہ رہنے کا حکم فرمایا۔لیکن چونکہ حضرت ہلال بن امیہ ضعیف العمر تھے۔اور ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا، لہٰذا ان کی زوجہ محترمہ ؓ نے اپنے شوہر کی خدمت کی اجازت چاہی۔آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرما دی۔اور یہ سلسلہ برقرار رہنے کی وجہ سے زمین اپنی پوری وسعت اور کشادگی کے باوجود ان لوگوں پر تنگ ہو کر رہ گئی۔اور ان لوگوں کو اپنی جانیں خطرے میں پڑی محسوس ہوئیں۔اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلانے والا کوئی نہیں۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان حضرات کی توبہ قبول فرمائی۔تو آنحضرت ﷺ نے ایک پیغام رساں کو ان کی جانب روانہ فرمایا جو ان کو اس عظیم نعمت کی خوشخبری دے۔اور لوگ گروہ در گروہ ان

Marfat.com

سے مل کر ان کی توبہ کے قبول ہو جانے پر مبارک باد دے رہے تھے۔اور جب سیّدنا کعبؓ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور انور ﷺ ان سے خوش ہو کر ملے اور فرمایا: ''اے کعب! مبارک ہو، جب سے تجھے تیری ماں نے جنم دیا ہے، تب سے اب تک آج سے زیادہ مسرّت کا دن تجھ پر نہیں گزرا۔'' انہوں نے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ توبہ کی قبولیت آپ کی طرف سے ہے، یا یہ اللہ عزوجل کی طرف سے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''میری طرف سے نہیں بلکہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے۔'' حضرت کعبؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! (اس کا شکر) تو یہ ہے کہ میں اپنے سارے کے سارے مال کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے صدقے کے طور پر دے کر اس سے علیحدہ ہو جاؤں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے کچھ مال کو تو اپنے پاس بچا کر رکھو، اللہ آپ کو اس میں خیر و برکت دے گا۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے گیارھویں پارے کی سورۃ البراءۃ کی آیت نمبر ایک سو اٹھارہ/ ۱۱۸ تلاوت فرمائی، جس میں ان کی اور ان کے ساتھیوں کی معافی کا اعلان تھا۔ فرمایا:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں کی بھی توبہ قبول فرمالی، جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی تمام تر کشادگیوں کے باوجود ان پر تنگ پڑ گئی۔ اور خود ان کی زندگیاں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے خود اس کی پناہ میں آئے بغیر کہیں اور پناہ نہیں مل سکتی۔ پھر اللہ عزوجل ان پر مہربان ہوئے تا کہ وہ توبہ کر لیں۔ بے شک اللہ ہی توبہ قبول فرمانے والے، رحم فرمانے والے ہیں۔''

وفود ثقیف

(ثقیف والوں کی جماعت)

نبی اکرم ﷺ کے تبوک سے لوٹ آنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس ثقیف قبیلے کا وفد آیا۔ ان کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ ان کے محاصرے کو ختم کر کے واپس گئے تو آپ ﷺ کے پیچھے

Marfat.com

پیچھے عروہ بن مسعود ثقفی چلے۔اور مدینے پہنچنے سے پہلے ہی حضور ﷺ سے آملے۔اور اسلام قبول فرمالیا۔اور آپ ﷺ سے اپنی قوم کی طرف لوٹ کر ان کو اسلام کی دعوت دینے کی اجازت چاہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ آپؓ سے لڑائی کریں گے۔انہوں نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ تو مجھے اپنی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ پسند کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے۔اور وہ ان سے اپنی اطاعت کی بڑی توقع کر رہے تھے کیونکہ ان کا اپنی قوم میں بڑا مرتبہ تھا کہ وہ بڑے سردار اور معزز تھے۔لیکن جب وہ طائف آئے۔اور اپنی قوم کے سامنے وہ مدعا پیش کیا جس کو وہ لیکر آئے تھے تو اس قوم نے ان کو تیر مار مار کر شہید کر ڈالا۔

مذاکرات:

ان کی شہادت کے ایک مہینے بعد انہوں نے آپس میں مشورہ کیا انہوں نے دیکھا کہ ان کے اندر اپنے اردگرد کے عرب سے جنگ وقتال کرنے کی استعداد نہیں ہے تو انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اپنے میں سے کسی ایک بندے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجتے ہیں، جو آپ ﷺ سے بات چیت اور مذاکرات کرے۔اور اس معاملے کے لیے انہوں نے عبد یالیل بن عمرو کو چنا۔مگر اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا: "میں اکیلا تو ایسا کام نہیں کرونگا، ہاں اگر تم لوگ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی بھیج دو تو ہو سکتا ہے۔" لہٰذا انہوں نے اس کے ساتھ اپنی قوم کے مزید پانچ آدمیوں کو روانہ کر دیا۔اور یوں انہوں نے مدینے کی جانب سفر شروع کر دیا۔اور جب رسول اکرم ﷺ سے آمنا سامنا ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے مسجد کے بیچ میں ایک خیمہ گاڑ دیا، تا کہ یہ لوگ قرآن پاک سنیں۔اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔اور وہ ہر روز رسول پاک ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے۔اور وہ اپنی سواریوں کے پاس اپنے میں سب سے کم عمر لڑکے عثمان بن ابو العاص کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

چھوٹا مگر سمجھدار:

جب قوم آپ ﷺ کے پاس سے لوٹ آتی، تو یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن سیکھتے اور جب کبھی آپ ﷺ کو سوتے ہوئے پاتے تو حضرت ابو بکرؓ سے سیکھتے حتیٰ کہ انہوں نے قرآن پاک کا کافی حصہ زبانی یاد کر لیا۔مگر یہ بات انہوں نے اپنے قافلے والوں سے مکمل چھپائے

Marfat.com

رکھی۔اور جب وہ قوم ایمان کے نور سے منوّر ہوئی اور حضورﷺ سے درخواست کی کہ کسی ایسے بندے کو مقرر فرمادیں۔جو ان کی امامت کرائے تو آپﷺ نے انہی حضرت عثمان بن ابو العاص ؓ کو حکم دیا۔ کیونکہ آپﷺ ان کے اسلام پر شوق، قرآن کی قراءت اور دین کی تعلیم کی تڑپ اور دلچسپی سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔

کتاب اھل الطائف

(طائف والوں کو پیغمبر کا پیغام)

اس کے بعد حضور اکرمﷺ نے ان کو ایک خط لکھ کر دیا، جس کا مضمون یوں تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

"یہ خط محمد (ﷺ) جو کہ اللہ کے رسول ہیں، ان کی طرف سے مؤمنین کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ یقیناً ان طائف کے علاقے وج کے بعد کانٹے دار درخت اُکھاڑنا اور ان کا شکار کرنا حرام ہے۔ان کا کوئی درخت نہ اُکھاڑا جائے۔اس فرمان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہوا پایا گیا تو اس کو کوڑے لگائے جائیں گے۔اور اس کے کپڑے اُتارے جائیں گے۔"

انوکھی تدبیر:

اس کے بعد انہوں نے بُت کو گرانے کے بارے میں رسول اللہﷺ سے ایک ماہ کی مہلت مانگی تا کہ اسلام ان کی قوم کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔اور عورتوں جیسے بیوقوف اس کو گرانے سے نہ روکیں۔آپﷺ نے یہ بات قبول فرمالی۔اور جب یہ لوگ رسول اللہﷺ کے پاس سے واپس اپنے وطن آ رہے تھے تو ان کے سردار نے ان سے کہا کہ میں قبیلہ ثقیف (کے عادات واطوار) کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں، لہٰذا ان سے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھ کر جنگ وقتال سے ان کو خوف دلاؤ۔اور ان کو یہ بھی بتلا دو کہ محمد (ﷺ) نے تم پر کافی مشکل اُمور طلب کیے ہیں، ہم نے تو ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔محمد (ﷺ) نے طاغیہ کے گرانے کا حکم دیا ہے۔اور زنا کے چھوڑنے کا فرمایا ہے۔اسی طرح شراب پینا اور سود لینا بھی چھوڑنا پڑے گا۔

بنو ثقیف کا قبول اسلام:

Marfat.com

اس کے بعد جب یہ لوگ اپنے شہر پہنچے تو ثقیف والے ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔انہوں نے (اسی طے شدہ منصوبے عمل پیرا ہوتے ہوئے) بتلایا کہ ہم ایک بڑے ہی سخت مزاج بندے کے پاس سے آرہے ہیں، جو کہ اپنی تلوار کے ساتھ ہی نکلتا ہے۔لوگ اس کے فرمانبردار بنتے چلے جارہے ہیں۔اس نے ہم پر چند سخت اُمور پیش کیے ہیں۔اور پھر انہوں نے قوم کے سامنے وہ باتیں بیان کردیں جو اوپر گزریں۔کہتے ہیں ہم نے تو کہہ دیا: ''اللہ کی قسم! ہم تو اس کی کبھی اطاعت نہ کریں گے۔'' اور پھر ان سے کہا: '' اپنے اسلحے کی درستگی کرو۔ اور اپنے قلعوں کی مرمت کر کے جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔'' انہوں نے تیاری شروع کردی۔اور مسلسل دو تین دن تک تیاری کرتے رہے۔اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم میں لڑنے کی طاقت تو نہیں ہے۔لہٰذا محمد (ﷺ) کے پاس لوٹ جاؤ اور جو وہ مطالبہ کررہا ہے اسے پورا کردو۔'' اس وفد نے جواب دیا: ''ہمیں تو یہ پہلے سے معلوم ہی تھا لہٰذا ہم اسلام لے آئے تھے۔قوم نے پُوچھا: ''پھر تم لوگوں نے ہم سے اپنا اسلام کیوں چھپایا؟ وفد والوں نے کہا: '' تاکہ تم لوگوں سے شیطان کی نحوست ختم ہوجائے۔'' اس کے بعد وہ پوری قوم اسلام لے آئی۔

ھدم اللات

(میرا مذہب بت شکنی ہے!)

اور جب رسول اکرم ﷺ کو ثقیف کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو حضرت ابوسُفیانؓ اور مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ کو ''لات'' نامی بُت کو جو کہ طائف میں ثقیف والوں کا بُت تھا، گرانے کے لیے روانہ فرمادیا۔ یہ حضرات اس کی طرف گئے اور اس کو گرادیا حتیٰ کہ اس کو زمین کے برابر کردیا۔

حج ابی بکر

(نیابت نبوی کا ایک اور مظہر)

ذوالقعدہ کے آخری ایّام میں حضرت اقدس ﷺ نے ابو بکر صدّیقؓ کو لوگوں کو حج کرانے کے لیے روانہ فرمایا۔آپؓ تین سو افراد کی ہمراہی میں مدینے سے نکلے۔اور آپؓ کے ساتھ قربانی کے وہ بیس /۲۰ اونٹ تھے، جو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو ہدیہ دیے تھے۔اس کے علاوہ حضرت صدّیق اعظم کے

Marfat.com

اپنے ۱۵ اونٹ تھے۔ ابھی انہوںؓ نے سفر شروع ہی کیا تھا کہ آپ ﷺ پر سورۃ البراءۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات کے ساتھ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حج اکبر کے روز یہ آیات لوگوں کو سنانے کے لیے بھیج دیا۔ اور نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جس بندے نے مجھ سے بات سُنی ہو محض وہی آگے بات کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔'' چنانچہ حضرت علیؓ چلے اور راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مل گئے۔ انہوں نے پوچھا: ''کیا آپ کو حج پر عامل بنایا ہے؟'' حضرت علیؓ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ مجھے تو لوگوں کو سورۃ البراءۃ سنانے کے لیے روانہ کیا ہے۔'' جب لوگ منیٰ میں اکٹھے ہوئے تو آپؓ نے سورۃ البراءۃ سے ابتدائی تیرہ/۱۳ آیات تلاوت فرمائیں۔ جو ان معاہدوں کو توڑنے کی متضمن تھیں، جو مشرکین نے پورے نہیں کیے تھے۔ اور ان کو چار مہینے مہلت دینے کی بات کی کہ جن میں وہ ملک میں جیسے چاہیں گھومیں پھریں۔ اور ان مشرکین کے زمانے کو ایک مدت تک بڑھا دیا تھا، جنہوں نے نہ تو مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کی تھی اور نہ ہی مسلمانوں کو کسی قسم کا دھوکہ دیا تھا۔ اس کے بعد اعلان ہوا کہ آج کے بعد نہ کوئی مشرک بیت اللہ کا حج کرے گا نہ ہی برہنہ طواف کرے گا۔ (اس دوران) حضرت علیؓ، ابوبکرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔

وفاۃ عبداللہ ابن اُبی بن سلول

(عبداللہ بن ابی کا قصہ تمام ہوا)

منافقین کا جنازہ نہ پڑھو:

اسی سال ذوالقعدہ میں عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے اتنی لمبی لیے نماز جنازہ پڑھائی کہ کسی اور کی نہ پڑھائی تھی۔ پھر ان کے بیٹے عبداللہ کی طیب خاطر کے لیے اور اس لیے بھی کہ خزرج والوں کے ہاں عبداللہ کا ایک نمایاں مقام تھا۔ لہٰذا ان کی دل جوئی کے لیے آپ ﷺ جنازے کے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ حضرت اقدس ﷺ کا یہ عظیم فعل دیکھ کر منافقین کی ایک بڑی جماعت نے اپنے اوپر سے منافقت کا لبادہ اُتار پھینکا۔

اس کے بعد اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو دسویں پارے کی سورۃ البراءۃ کی آیت نمبر چوراسی/۸۴ نازل فرماتے ہوئے یوں تنبیہ فرمائی:

Marfat.com

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ .

"اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو مر جائے، ان کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھو نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہوا کرو۔"

وفاۃ امّ کلثوم

(ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال)

اسی سال آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں، ان کا انتقال پُرملال ہوا۔

نوٹ: انہی کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر میری اور بھی کوئی بیٹی ہوتی تو میں آپ کے نکاح میں دے دیتا!

Marfat.com

باب پانزدہم

السنة العاشره

ھجرت کا دسواں سال

Marfat.com

سریۃ خالد بن ولیدؓ الیٰ نجران
(خالد بن ولیدؓ کی جماعت نجران والوں کی طرف)

اس سال ربیع الثانی میں آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک جماعت کا قائد بنا کر بنی عبد المدان کے پاس بھیجا جو کہ یمن کے ملک میں نجران میں رہائش پذیر تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ ان کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت دیں۔ اس کے باوجود بھی اگر وہ انکار کریں تو پھر ان سے جنگ و جدال شروع کر دینا۔ آپؓ جب ان کے پاس پہنچے، تو اپنے سواروں کو ہر طرف اسلام کی دعوت کا یہ مبارک پیام دے کر دوڑایا کہ اسلام لے آؤ امن ملے گا۔ شہسوار یہ نعرہ لگاتے جا رہے تھے۔ اور انہی کے خلوص کی برکت سے وہ اسلام بھی لا رہے تھے۔ اور گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے تھے۔ حضرت خالدؓ چند روز ان کے پاس رہے۔ اور ان کو اسلام کی تعلیم دیتے رہے۔ اور قرآن سکھاتے رہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ باتیں لکھ کر بھجوائیں تو آنحضرت ﷺ نے ان کو بلا بھیجا کہ ان کے وفد کے ہمراہ لوٹ آئیں۔ جب وہ آ گئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم لوگ جہالت میں ان لوگوں پر کیسے غالب ہوتے تھے، جو تم سے قتال کرتے تھے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ہم لوگ متحد رہا کرتے تھے اور متفرق نہیں ہوتے تھے۔ اور نہ کسی پر ظلم کرتے تھے۔'' آپ ﷺ نے ان لوگوں کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: ''تم نے سچ کہا۔''

پھر قیس بن حصینؓ کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔

سریۃ علی بن ابی طالب الیٰ بنی مذحج
(حضرت علیؓ کے ساتھی بنو مذحج والوں کی طرف)

حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو رمضان میں یمانی کے قبیلے بنی مذحج کی طرف روانہ کیا۔ اور ان کو اپنے ہاتھ سے عمامہ پہناتے ہوئے فرمایا: ''چلو! حتیٰ کہ ان کے سامنے پہنچ جاؤ۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ان کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کی دعوت دو۔ اگر وہ یہ دعوت قبول کر لیں تو نماز کا حکم کرو۔ اور فی الحال ان سے اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مطالبہ مت کرنا۔ اگر اللہ ربّ العزّت نے ان میں سے کسی ایک کو بھی آپ

Marfat.com

کے ہاتھ پر ہدایت عطا کردی تو یہ آپ کے لیے ان چیزوں سے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے (ساری دنیا سے) بہتر ہے۔ اور جب تک وہ تم سے قتال نہ کریں، تم لڑائی نہ کرنا۔''

مقابلہ:

جب وہ ان کے پاس پہنچے تو ان کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔ اہل اسلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی، تو انہوں نے نہ صرف انکار کردیا بلکہ انکار کرتے ہی مسلمانوں پر تیر اندازی بھی کردی۔ حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کی صفیں بنائیں۔ اور قتال کا حکم دے دیا۔ اور انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ دشمن کے دانت کھٹے کردیے۔ البتہ راہ فرار اختیار کرنے والوں کا پیچھا نہ کیا۔ پھر ان سے مل گئے۔

اور پھر جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلاچوں وچرا اسلام قبول کرلیا۔ ان کے سرداروں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرکے کہا کہ ہم اپنی قوم کے لوگوں کے ذمّے دار ہیں۔ اور یہ ہمارا صدقہ ہے۔ پس اس میں سے اللہ کا حق لے لیجیے، انہوں نے لے لیا۔ پھر سیّدنا علیؓ آنحضرت ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ آنحضرت ﷺ نے وہ مال حجۃ الوداع کے موقع پر مکّہ میں تقسیم فرمادیا۔

بعث العمّال الی الیمن

(زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی جماعت یمن کی طرف)

عمال کو حضور ﷺ کی نصیحتیں:

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یمن کی طرف عمال بھیجے۔ حضرت معاذؓ بن جبل کو عدن پہاڑ کی طرف سے کورۃ العلیا کی جانب روانہ کیا۔ جب کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو وہیں کورۃ السّفلی کی طرف بھیج کر جناب خاتم النّبیین ﷺ نے دونوں حضرات کو یہ فرماتے ہوئے وصیّت کی: ''لوگوں پر آسانی کرنا، کسی قسم کی مشکل مت کرنا۔ خوشخبری دینا، آپس میں نفرت مت پھیلانا۔'' اور خصوصاً معاذؓ کو فرمایا: ''بے شک تم ایسی قوم کی طرف جارہے ہو، جو اہل کتاب ہیں۔ جب تم ان کے پاس پہنچ جاؤ تو ان کو اس پاکیزہ کلمے کی دعوت دو: ''اشھدُ ان لا الٰہ الاّ اللہ وانّ محمّداً رّسول اللہ'' اگر وہ اس معاملے میں آپ کی اطاعت کرلیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ ربُّ العزّت نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر

Marfat.com

اس بات پر بھی مُطیع ہو جائیں تو بتانا کہ اللہ نے زکوٰۃ بھی فرض کی ہے، جو کہ تمہارے مالدار لوگوں سے لے کر تمہارے ہی غرباء میں تقسیم کر دی جائے گی۔ تو اگر وہ آپ کی یہ بات بھی بخوشی قبول کر لیں تو تم پر ان کے اموال کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ اور سنو! مظلوم کی بددعا سے ڈرنا، کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ تک رسائی میں کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔'' پھر حضرت معاذؓ یمن میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات تک قیام پذیر رہے۔ جبکہ سیّدنا ابو موسیٰؓ حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔

حجۃُ الوداع

(پہلا اور آخری حج)

اس دسویں سال میں حضور ﷺ نے لوگوں کو وہ حج کروایا، جس میں مسلمانوں کو الوداع کہا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا حج نہ فرمایا۔ ہفتہ کے روز ماہ ذوالحج کی آمد میں پانچ/۵ دن باقی تھے کہ حضور ﷺ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ مدینہ میں ابو دجانہ انصاریؓ کو والی مقرر فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تقریباً ۹۰۰۰۰/نوے ہزار کا ایک عظیم الشان لشکر تھا۔

حج کا طریقہ:

جہاں سے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی سواری لے کر چلی تھی، وہیں سے حج کے لیے احرام باندھ لیا۔ اور وہیں سے آپ ﷺ تلبیہ پڑھنے لگے تھے آپ ﷺ کہتے جاتے تھے: ''اے اللہ! حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ تیری خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ یقیناً تمام تعریفات اور نعمتیں تیری اور تیری ہی بادشاہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔'' اور مسلسل چلتے جاتے، یہاں تک کہ چاشت کے وقت مکے میں بالائی راستے میں داخل ہو گئے۔ جب بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو فرمانے لگے: ''اے میرے اللہ! اس کے شرف، عظمت، رعب اور بڑائی میں اضافہ فرما دیجیے۔'' پھر بیت اللہ کے اردگرد سات چکر لگائے۔

حجر اسود کا استلام کیا۔

پھر مقام ابراہیمؑ پر دو رکعات ادا کیں۔ اور زمزم کا پانی نوش فرمایا۔

پھر اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے ہی صفا مروہ کی سعی فرمائی۔ جب حضور ﷺ صفا پر چڑھے تو خداوند

Marfat.com

عزوجل کی ان الفاظ سے بڑائی بیان فرماتے: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ جس نے اپنے وعدے کو پورا کر کے اپنے بندے کی مدد کی۔ اور بڑے بڑے لشکروں کو اکیلے شکست فاش دی۔"

ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو منیٰ کی طرف گئے اور وہیں رات کا قیام فرمایا۔ (نو/۹ ذوالحجہ کو عرفات میں وقوف فرمایا اور پھر رمی، نحر، حلق اور طواف فرمایا۔)

خطبۃ الوداع

(انسانیت کا سب سے پہلا عالمی منشور)

نویں ذوالحجہ کو عرفہ کی طرف رُخ کیا۔ اور وہاں ایسا خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں پورے کے پورے دین کے بنیادی اور فروعی وذیلی احکام کو مفصلاً بیان فرمادیا، ملاحظہ فرمائیے:

الحمدللہ نحمدہ، و نستعینہ و نستغفرہ، ونتوب الیہ و نعوذ بہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا، من یّھدہ اللہ فلامُضلّ لہ ومن یّضلل فلا ھادی لہ، و اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ، و اشھد انّ محمّداً عبدہ و رسولہ:

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی فرمانبرداری پر اُبھارتا ہوں۔ اور اس ذات سے بھلائی مانگتا ہوں جو بہتر ذات ہے۔

امّا بعد! اے لوگو! میں تمہارے سامنے چند اُمور کی وضاحت کرنے چلا ہوں۔ میری بات کان کھول کر غور سے سُنو۔ ہوسکتا ہے اگلے سال میں یہاں تمہارے درمیان موجود نہ ہوں۔

دستور کا مغز:

اے لوگو! یہ بات قطعی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہاری جانیں اور اموال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے کہ آج کے روز تمہارے اس شہر کے اندر اس مہینے کی حرمت رکھی گئی ہے۔"

گواہ رہنا میں نے اللہ کا پیغام پہنچادیا:

اس کے بعد فرمایا: "کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچادیا؟

Marfat.com

اے اللہ آپ گواہ رہیے!

جس کے پاس امانت ہو اس کو چاہیے کہ امانت کو اس کے مالک کے سپرد کر دے۔ بے شک جاہلیت کا سُود ختم کر دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اسی طرح جاہلیت کے خون معاف کر دیے گئے ہیں۔ اور سب سے پہلے میں عامر بن ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ اور بیت اللہ میں اس کا نظم و نسق سنبھالنے اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ یہاں پر ہونے والی دیگر تمام جاہلانہ رسومات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اور شریعت محمدیہ میں جان بوجھ کر قتل کرنے کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔ شبہ عمد یعنی جو قتل پتھر یا لاٹھی وغیرہ سے قتل کے ارادے کے بغیر ہو جائے، اس کی دیت ۱۰۰/سو اونٹ ہے۔ اور جو اس سے زائد کا مطالبہ کرے وہ اہل جاہلیت میں سے ہے۔ اے لوگو! شیطان جزیرہ عرب میں اپنی عبادت سے بالکل مایوس ہو چکا ہے، ہاں البتہ اس نے آس باندھ رکھی ہے کہ اس کی ایسے کاموں میں اطاعت کی جائے گی، جن کو تم معمولی سمجھ کر انجام دے دیتے ہو۔ لوگو! یقیناً نسیئ (اپنی مرضی اور نفسانی خواہش سے کسی مہینے کو حلال، کسی کو حرام کر کے اس میں لڑائی کرنا یا چھوڑنا جیسا کہ عربوں کی عادت تھی کہ وہ رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کو محترم سمجھ کے ان میں لڑائی نہیں کیا کرتے تھے لیکن پھر اپنی مرضی سے ان مہینوں کو دوسرے مہینوں میں بدل کر لڑائی جھگڑے کو جائز سمجھ لیتے تھے۔ یہ) تو کفر میں زیادتی ہے۔ کسی مہینے کو حلال کر لیتے ہیں۔ اور کسی کو حرام کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کام اس لیے کرتے ہیں تاکہ جو اللہ پاک نے حدود مقرر فرمائی ہے۔ اس کو پامال کر کے رکھ دیں۔ اور یقیناً زمانہ اپنے پھیر اور پر واپس آ گیا ہے۔ اس روز کی طرح جس روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا فرمائے تھے۔ کتاب اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جو اللہ کی کتاب میں اس دن سے لکھے ہوئے ہیں، جب سے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں حرمت کے چار مہینے ہیں۔ تین مہینے تو لگاتار ہیں اور ایک اکیلا ہے، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تینوں لگاتار ہیں۔ جب کہ رجب، جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان اکیلا ہے۔

کیا اس بات کی بھی وضاحت ہو گئی؟

اے اللہ تو گواہ رہنا!

Marfat.com

اے لوگو! تمہاری عورتوں کا تم پر اور تمہارا ان عورتوں پر حق ہے۔ تمہارا حق تو یہ ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور سے ازدواجی تعلق قائم نہ کریں اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو اپنے گھر میں لائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ ہاں البتہ تم اجازت دے دو تو اور بات ہے۔ اور نہ کسی فحش کام میں ملوث ہوں۔ اس کے باوجود اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے کہ ان کو مارو اور ان سے اپنے بستر علیحدہ کرلو۔ لیکن پٹائی کا جو تمہیں حق دیا گیا ہے وہ ایسی ہونی چاہیے، جس میں چوٹ یا زخم نہ لگ جائے۔ اور اس کے بعد اگر وہ اس بُرے کام سے رک جائیں اور تمہاری فرمانبرداری کرنے لگ جائیں تو تم پر ان کا رزق اور جوڑے (سازوسامان) دستور کے مطابق ادا کرنا لازم کیا گیا ہے۔ اور سُنو یہ عورتیں تمہارے پاس ایک طرح سے قیدی ہیں، کیونکہ وہ خود اپنے لیے کوئی چیز اختیار نہیں کرسکتیں۔ تم نے ان کو اللہ سے امانت کے طور پہ حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے ہی تم نے ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کرالیا ہے لہٰذا عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو اور ان میں خیر و بھلائی تلاش کرتے رہو۔

کیا میں نے یہ بات بھی واضح طور پر پہنچادی ہے؟

اے اللہ آپ گواہ رہنا۔

پھر فرمایا اے اللہ گواہ رہنا!

اے لوگو! یہ اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس کی رضامندی ہو تو بالکل حلال ہے۔

کیا میں نے یہ بات بھی واضح کردی ہے؟

اے اللہ گواہ رہنا۔

میرے بعد کافر بن کر ایک دوسرے کی گردنیں مت مارتے پھرنا، کیونکہ میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر اس کو تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، وہ چیز کتاب اللہ ہے۔

Marfat.com

کیا یہ بات پہنچادی؟

اے اللہ گواہ رہنا۔

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور اسی طرح تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ تم سب لوگ آدم سے پیدا ہوئے ہو اور آدم مٹی سے۔ تم میں سے معزز وہ ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ کسی عربی کو کسی (غیر عربی) عجمی پر سوائے تقویٰ کے کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

کیا میں نے یہ بات بھی پہنچادی؟

اے اللہ گواہ رہنا!

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو حاضر ہیں وہ ان کو جو اس وقت حاضر نہیں، میرا یہ پیغام پہنچادیں۔ اے لوگو اللہ نے میراث میں تمام وارثوں کا حق مقرر فرمادیا ہے۔ اور کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز ہے نہ ہی ایک تہائی مال سے زائد میں وصیّت کرنا درست ہے۔ اولاد بستر والے کی ہی ہوگی۔ (باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے) جبکہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا۔ (یعنی اس کو بچے کے نسب میں کوئی حصّہ نہیں ہوگا) اور جس شخص نے اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی (کہ یہ میرے والد ہیں) یا اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو ولی/ آقا بنایا تو ایسے شخص پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اور اللہ کے ہاں ایسے لوگوں کے فرائض قبول ہوں گے نہ ہی نوافل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔“

اور اسی روز اللہ ربّ العزّت نے مومنیں کو چھٹے پارے کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳ نازل فرما کر احسان فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا .

”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمّل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری فرمادی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو (ہمیشہ کے لئے) بطور دین کے پسند کیا۔“

یہ سُننا تھا کہ مسلمان خوشی سے جھوم اٹھے اور یہ بھی کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ اس روز مسلمانوں کے لیے عید کا سا سماں تھا اور انہوں نے اس روز خوشی کا ایسا مظاہرہ کیا، کہ اس میں اللہ کی اس عظیم نعمت پر بے

Marfat.com

انتہا شکر بجالائے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حج کے بقیہ فرائض مثلاً رمی جمار، نحر، حلق اور طواف وغیرہ سرانجام دیے۔ اور مکہ میں دس روز گزارنے کے بعد مدینہ کی طرف کوچ فرمایا۔ اور جب مدینے کی جھلک نظر آنے لگی تو تین بار تکبیر لگائی۔ اور فرمایا: "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ اور وہی ہر شے پر قادر ہے۔ ہم سفر سے آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ (یہی سفر سے لوٹنے کی دعا ہے۔) اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تن تنہا تمام گروہوں کو شکست فاش دی۔"

الوفود
(نومسلموں کے وفود)

اس سال اور اس سے گزشتہ یعنی نویں سال میں عرب کے مختلف وفود رسول اللہ ﷺ کے پاس مسلمان ہونے کے لیے گروہ در گروہ آنے لگے۔ ان وفود کی آمد کے واقعات میں چند ایسی قابل تعریف تعلیمات کا تذکرہ ہے، جن کا پہچاننا اہل ادب کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارا خیال ہے کہ ہم یہاں پر آپ کے سامنے چیدہ چیدہ ان اوصاف کا تذکرہ کرتے چلیں جو آپ کے یقین میں اضافہ کریں۔ اور آپ کی بصیرت کو پُرنور کر دیں۔ آیئے ہم ان اوصاف کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وفود نجران
(نجران والوں کا وفد)

من جملہ ان وفود میں نجران کے نصرانیوں کا وفد بھی پیش خدمت ہوا جو کہ ۶۰/ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا، وہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے "حبرۃ" (یمن کا ایک اعلیٰ قسم کا کپڑا) کے جوڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور چاندی کی سونے سے جڑاؤ کی ہوئی چادریں لپیٹی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے ساتھ کچھ بچھونے لائے تھے، جن پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اور کھال کے بنے ہوئے کمبل تھے۔ وہ لوگ اس کو آپ ﷺ کے پاس بطور ہدیہ لے کر آئے تھے۔ آپ ﷺ نے کمبل تو قبول کر لیے، جبکہ وہ

Marfat.com

تصویروں والی چادر/ بچھونے قبول نہ کیں۔

جب نماز کا وقت قریب ہوا تو ان لوگوں نے مسلمانوں کی مسجد میں ہی بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی۔

اسلام اور عیسائیت میں فرق:

جب ان حضرات نے نماز مکمل کر لی تو حضور ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر ڈالا کہ ہم تو شروع ہی سے مسلمان ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام اور تمہارے درمیان تین فرق ہیں، پہلی بات تمہارا صلیب کی عبادت کرنا، دوسرا تمہارا خنزیر کا گوشت کھانا اور تیسرا تمہارا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی اولاد ہے۔'' انہوں نے کہا: پھر عیسیٰؑ کی طرح کون ہے، جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟'' ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ رب العزت نے تیسرے پارے کی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۹ نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ.

''اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی طرح ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو) مٹی سے پیدا فرمایا تھا اور ان کے (پتلے) کو حکم فرمایا تھا کہ بن جاؤ تو وہ بن گیا۔''

اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان کے سامنے یہ بات واضح طور پر کھولنے کے لیے کہ وہ اپنے معاملے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، اسی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ میں فرمایا:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ م بَعْدِ مَاجَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآئَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

''تمہارے پاس (حضرت عیسیٰؑ کے واقعے کا) جو صحیح علم آ گیا ہے، اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملے میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو: ''آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنے لوگوں کو اور تم اپنے لوگوں کو، پھر ہم اللہ کے سامنے گڑگڑائیں، اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

Marfat.com

اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کو اس راہ حق کی مشعل دکھائی، جس کو انہوں نے قبول تو نہ کیا مگر جزیہ دینا پسند کرلیا جو صفر اور رجب کے مہینے میں ہزار ہزار جوڑوں پر مشتمل تھا۔ اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی بھی جزیے میں شامل تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ اپنی امت کے امین کو روانہ فرمادیجے۔ (جو ہمیں اسلام کی تعلیمات سکھائے۔) تو حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ عامر بن جراحؓ کو ان کے ہمراہ روانہ کردیا۔ اسی وجہ سے ان کو ''اس امت کے امین'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

وفود ضمام بن ثعلبہ

(ضمام بن ثعلبہ کا وفد)

ان وفود میں سے ایک وفد ضمام بن ثعلبہ کا بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی شخص آیا، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ دور سے ہی اس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر جو بات وہ کررہا تھا وہ کسی کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔ پھر اس نے مسجد کے احاطے میں ہی اونٹ بٹھا کر پوچھا عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے۔ تو صحابہؓ نے اس کو بتلادیا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے قریب ہوکر بولا: ''میں آپ سے چند ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اور عین ممکن ہے کہ میں سوال کرنے کے دوران ذرا سختی کا برتاؤ روا رکھوں، لہٰذا آپ مجھ سے کسی قسم کی خفگی کا اظہار مت کیجیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تیرے جی میں آئے سوال کرتا چلا جا۔''

یہ سب تعلیمات اللہ کی طرف سے ہیں:

اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ کو واقعی اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کی طرف بھیجا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں! اس نے پھر کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہی بات ہے۔'' پھر اس نے پوچھا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ ہمارے مالداروں سے اموال (صدقے وغیرہ کی مد میں) لے کر ہمارے غرباء میں تقسیم کردیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں یہی بات ہے۔'' اس کے بعد اس نے سوال کیا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا یہ بھی آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ بارہ

Marfat.com

مہینوں میں سے ایک مہینہ کے روزے رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی بات ہے۔'' اس نے کہا: ''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جو بھی بیت اللہ کا حج کر سکتا ہو اس پر حج فرض ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم یہی بات ہے۔'' اس کے بعد اس نے کہا: ''اب میں تصدیق کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں۔'' اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں۔'' جب واپس ہوا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سمجھدار بندہ ہے۔'' اس کے بعد ضمامؓ اپنی قوم کے پاس چلے گئے۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور بتوں کی پوجا چھوڑنے کی تلقین کی تو وہ سب کے سب اسلام لے آئے۔

وفود عبدالقیس

(عبد قیس کا وفد)

ان وفود میں سے ایک وفد عبد قیس بھی ہے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''عنقریب تمہارے پاس مشرق کے بہترین لوگوں کا قافلہ آئے گا جن کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ان کی سواریاں چل چل کر تھک چکی ہوں گی۔ اور ان کا توشہ ختم ہو چکا ہوگا۔ اے اللہ! عبد قیس والوں کی مغفرت فرما۔'' اور جب وہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بے اختیار انہوں نے مسجد کے دروازے پر اپنے آپ کو سواریوں سے گرا دیا۔ (جلدی سے اترے۔) اور جلدی سے آپ ﷺ کی طرف آ کر سلام عرض کرنے لگے۔

ان میں عبداللہ بن عوف اشج بھی تھے۔ جو کہ سب سے کم عمر تھے اس لیے سواریوں کے پاس رُک گئے۔ اور سواریوں کو بٹھا کر اپنا سامان وغیرہ اکٹھا کیا، اور دو سفید کپڑے نکال کر زیب تن کر لیے۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے، یہاں تک کہ آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ یہ بالکل خوبصورت نہیں تھے۔ یہ سمجھ گئے کہ آنحضرت ﷺ ان کی بدصورتی کی طرف نگاہ مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مردوں کی کھال سے سیرابی حاصل نہیں کی جا سکتی (یعنی اصل چیز خوبصورتی نہیں تقویٰ ہے) اور انسان اپنے جسم میں موجود دو چھوٹی چیزوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اور وہ ہیں دل اور زبان! آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں، جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں، تدبّر اور تسلّی!

Marfat.com

تعلیمات اسلامیہ:

حضور ﷺ نے اس وفد کو یوں خوش آمدید فرمایا: ''خوش آمدید اس قوم کو جو رسوا ہوئی نہ نادم۔''
انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم لوگ آپ کے پاس انتہائی دور سے آئے ہیں۔ اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کفار کا قبیلہ حائل ہے۔ لہٰذا ہم آپ ﷺ سے حرمت کے مہینوں میں ہی ملاقات کے لیے حاضر ہو سکتے ہیں۔ پس آپ ہمیں پکی بات کا حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان کیا ہے؟ ایمان اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکواۃ ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اس کے علاوہ تم غنیمت میں سے پانچواں حصہ دیا کرو۔ (پھر اس زمانے میں پی جانے والی کچھ شرابوں کے نام لے کر فرمایا) اور میں تمہیں دباء، حنتم ،نقیر ،مزفت سے روکتا ہوں۔ اشج نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری زمین بہت بھاری ہے اور بہت بے آب وگیاہ ہے۔ (آب وہوا مناسب نہیں ہے) اگر ہم یہ چیزیں نہ پئیں تو ہمارے پیٹ پھول جاتے ہیں۔ اور (اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) ہمارے لیے بس اتنی سی کی اجازت مرحمت فرمایئے۔'' آنحضرت ﷺ نے جواباً اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر فرمایا: ''اے اشج اگر میں تمہیں اتنی کی اجازت دوں گا تو تم اتنی پیو گے۔ اور پھر معاملہ اتنا بڑھے گا کہ جب تم میں سے کوئی یہ پی کر مستی میں دھت ہو جائے گا تو وہ اپنے چچا زاد کے خلاف کھڑا ہو گا اور اس کی پنڈلی کو تلوار سے اُڑا دے گا۔ (دنگا فساد مچائے گا۔)'' اور اس کے پینے سے آپ ﷺ نے اس لیے منع فرمایا تھا کہ وہ لوگ بے حد شراب نوش تھے۔

وفود بنی حنیفہ

(مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی کا قبیلہ)

انہی وفود میں سے وفد بنو حنیفہ بھی ہیں۔

ان کے ہمراہ مسیلمہ کذّاب بھی تھا جو یہ کہہ رہا تھا: ''اگر حضور ﷺ مجھے اپنے بعد بادشاہی دے دیں تو میں آپ ﷺ کی اتباع کروں گا۔'' وہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اس کے ساتھ حضرت ثابت

Marfat.com

بن قیس بن شماس بھی تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ٹہنی کا ٹکڑا تھا۔ جب آپ ﷺ مسیلمہ کے پاس گئے جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا اور فرمایا: ''اگر تم اسلام لانے کے عوض یہ بھی مانگو تو میں نہ دوں گا۔ اور میں تمہارے بارے میں وہی اندیشہ کر رہا ہوں جو میں خواب میں دیکھ چکا ہوں۔''

دراصل آپ ﷺ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں سونے کے دو عدد کنگن تھے۔ حضور ﷺ کو ان کنگنوں نے فکر مند کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان دو کنگنوں کی تاویل دو جھوٹوں سے فرمائی جو آپ ﷺ کے بعد آئیں گے ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب اور دوسرا اسود عنسی تھا۔ اللہ ربّ العزّت نے آپ ﷺ پر وحی فرمائی کہ ان کو پھونک مارو۔ جب آپ ﷺ نے پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے۔ حضور ﷺ نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ آپ ﷺ کے بعد دو جھوٹے نمودار ہوں گے، مسیلمہ انہی میں سے ایک تھا۔ جب کہ دوسرا اسود عنسی تھا، جو صنعاء والوں میں سے تھا اور باقی بنوحنیفہ اسلام لے آئے۔

وفود طیء

(بنوطیء کا وفد)

اور انہی وفود میں سے وفد طیء بھی تھا۔ زید الخیل (گھوڑے جیسے زید) جیسے نامور صحابی اسی وفد کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا: ''میں نے عرب لوگوں کے بارے میں لوگوں سے جو باتیں سُنیں تھیں، وہ اس سے کم ہی نکلے۔ سوائے زید الخیل کے۔'' آنحضرت ﷺ نے ان کا نام زید الخیل سے بدل کر زید الخیر (بہترین زید) رکھ دیا۔

وفود کندۃ

(کندہ والوں کی جماعت)

آنے والے وفود میں ایک کندہ نامی وفد بھی تھا۔ جس کے ساتھ اشعث بن قیس آیا تھا، جو لیڈر اور اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور جب یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو کوئی شے چھپائی اور حضور ﷺ سے پوچھنے لگے: ''(اگر آپ سچے نبی ہیں تو) ہمیں بتلاؤ کہ ہم نے کیا چیز چھپا رکھی ہے؟'' آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''سبحان اللہ! ایسی باتیں تو کاہن کرتا ہے۔ اور کاہن اور متکہن (جادوگر اور جادو کروانے والا) دونوں آگ میں جائیں گے۔'' اس کے بعد فرمایا: ''بے شک اللہ نے مجھے حق دے

Marfat.com

کر مبعوث فرمایا ہے، اور مجھ پر ایسی کتاب نازل فرمائی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی باطل چیز ٹھہر سکتی ہے نہ اس کے بعد ٹھہرے گی۔ اس قوم نے یہ کتاب سُننے کی فرمائش کی تو آپ ﷺ نے ۲۳ویں پارے کی سورۃ الصافات کی آیت نمبر ۱ تا ۵ تلاوت فرمائی:

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ

"قسم ہے قطار لگا کر صف باندھنے والوں کی۔ پھر جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی۔ پھر قسم ہے قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی۔ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ جو تمام آسمانوں کا، تمام زمینوں کا، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ہر چیز کا مالک ہے اور ان تمام مقامات کا مالک ہے، جہاں سے ستارے طلوع ہوتے ہیں۔"

اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور ٹھہر گئے۔ جبکہ آپ ﷺ کے آنسو آپ ﷺ کی داڑھی سے ٹپک ٹپک کر گر رہے تھے۔ تو لوگوں نے حیرانگی کے عالم میں کہا: "ارے یہ کیا! ہم تو آپ ﷺ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ کیا آپ ﷺ اس ذات کے خوف سے رو رہے ہو جس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے یوں جواب دیا: "بے شک اُس ذات کے خوف نے مجھے رُلایا ہے، کیونکہ اس نے مجھے ایسے سیدھے راستے کی طرف مبعوث کیا ہے گویا کہ تلوار کی تیز دھاری ہو۔ اگر میں اس سے تھوڑا سا بھی اِدھر اُدھر ہوا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔" پھر آپ ﷺ نے پندرہویں پارے کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۶، ۸۷/ چھیاسی اور ستاسی تلاوت فرمائی:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا.

"اور اگر ہم چاہیں تو ہم نے جو قرآن آپ ﷺ کے پاس وحی کیا ہے، ہم اسے لے جائیں۔ پھر اس کے لادینے کے بارے میں ہم پر آپ کوئی ذمہ لینے والا بھی نہیں پائیں گے سوائے آپ کے رب کی مہربانی کے۔ بے شک آپ پر اس کی بخشش بہت بڑی ہے۔"

پھر آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے پوچھا: "کیا تم لوگ اسلام لا چکے ہو؟" انہوں نے کہا:

Marfat.com

''کیوں نہیں! ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔'' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''پھر کیا وجہ ہے کہ یہ ریشم ابھی تک تمہاری گردنوں پر لٹک رہی ہے۔'' یہ سُننا تھا کہ انہوں نے اس کو اسی وقت پھاڑ کر پھینک دیا۔

وفود ازد شنوءۃ

(ازدشنوءۃ کے لوگ)

ان آنے والے وفود میں سے ازدشنوءۃ کا وفد بھی حاضر ہوا، جس کا سردار صرد بن عبداللہ ازدی تھا۔ یہ (ازدشنوءۃ والے) لوگ اسلام لائے تو انہی (صرد بن عبداللہ) کو ان کی امارت پر قائم رکھا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جو اسلام لایا ہے، اپنے آس پاس کے مشرکوں سے جہاد کرے۔

وفود رسول ملوک حمیر

حمیر کے بادشاہوں کے قاصد کا وفد

اور انہی میں سے ایک وفد حمیر کے بادشاہوں، حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان جو کہ ذی رعین معافر اور ہمدان کے گورنر تھے، کا بھی تھا۔ یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ جب اپنے اسلام کی اطلاع دینے کے لیے انہوں نے ایک قاصد نبی علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی طرف یہ خط لکھ کر بھیج دیا:

کتاب ملوک حمیر

(حمیر کے بادشاہوں کی طرف حضور ﷺ کا والا نامہ)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم!

''یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کے نام جو ذی رعین، معافر اور ہمدان کے گورنر ہیں۔

امّا بعد! میں تمہارے سامنے اللہ کی ثناء بیان کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

امّا بعد! جب ہم روم کی سرزمین سے لوٹ رہے تھے تو ہمیں تمہارا پیغام رساں ملا۔ ہماری ملاقات

Marfat.com

اس سے مدینہ میں ہوئی۔ اس نے وہ پیغام جو آپ نے دیا تھا پہنچا دیا ہے۔ اور تمہارے حالات کے بارے میں بتایا۔ اسلام لانے کی اور مشرکین کو قتل کرنے کی اطلاع دے دی ہے۔ اور اس بارے میں خبر دی ہے کہ اگر آپ بھلائی کے کام کرتے رہو، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہو۔ نماز قائم کرتے ہو۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہو۔ غنیمتوں میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے مختص کرتے ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے عامل کا حصہ ادا کرتے ہو۔ اور اللہ نے مؤمنین پر جو صدقہ فرض کیا ہے، وہ ادا کرتے ہو، تو یقیناً اللہ نے تمہاری رہنمائی کر کے تمہیں ہدایت دی ہے۔

امّا بعد! یقیناً! محمد (ﷺ) نے زرعہ ذی یزن کی طرف اپنے پیغام رساں بھجوائے ہیں۔ لہٰذا جب تمہارے پاس یہ لوگ آ جائیں تو میں تم کو ان سے بہترین معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میرے سفیر معاذ بن جبل، عبداللہ بن زید، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نمر اور مالک بن مرّہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ جو تمہارے پاس صدقہ ہے اسے جمع کرو۔ اور اپنے مخالفین سے جزیہ لے لو۔ اور یہ دونوں چیزیں میرے قاصدوں کو دے دو۔ ان کے امیر معاذ بن جبل ہیں، وہ خوش ہو کر ہی لوٹنے چاہییں۔

امّا بعد! محمد (ﷺ) اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ بات کہ وہ (محمد) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ بات یہ ہے کہ مالک بن مرّہ رہاوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ وہ پہلے لوگ ہیں جو کہ قبیلہ حمیر میں سے مسلمان ہوئے ہیں۔ اور مشرکین کو قتل کیا ہے۔ لہٰذا میں خوشخبری دیتا ہوں آپ خوش ہو جائیں اور حمیر والوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ اور اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ رسوا نہ کرو گے اور بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ رسول اللہ ﷺ تمہارے مالداروں اور فقراء کے رکھوالے ہیں۔ اور محمد (ﷺ) کے لیے صدقہ لینا جائز ہے نہ اس کے اہل بیت کے لیے صدقہ لینا درست ہے۔ کیونکہ اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ یہ وہ زکوٰۃ ہے جس سے مسلمانوں کے فقیروں و مسافروں کی حالت زار کو سنوارا جاتا ہے۔ مالک نے خبر پہنچا دی اور امانت کی حفاظت کی۔ اور میں تم کو اس سے بھلائی والا معاملہ روا رکھنے کا حکم کرتا ہوں۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

وفود ہمدان

(ہمدان قبیلہ کا قافلہ)

Marfat.com

انہی وفود میں سے ایک وفد ہمدان کا ہے۔ مالک بن نمط انہی میں سے تھا جو کہ بڑا اچھا شاعر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے تبوک سے واپسی پر ملاقات فرمائی۔ اس وقت انہوں نے یمنی چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔ اور عدنی عمامے باندھے ہوئے تھے۔ مالک نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں یوں اشعار پڑھتے ہوئے مدح کی:

حلفت برب الراقصات الی منیٰ
صوادر بالرکبان من هضب قردد
بان رسول الله فینا مصدق
رسول اتی من عند ذی العرش مهتد
فما حملت من ناقة فوق رحلها
اشد علی اعدائه من محمد

''منیٰ کی طرف ناچ کر چلنے والی اونٹنیوں کی قسم!
جو اپنے سواروں سمیت بلند و بالا ٹیلوں سے لوٹنے والی ہیں۔
کہ ہمارے درمیان سچے رسول اللہ ﷺ ہیں
جو ایسے رسول ہیں کہ صاحب عرش کے پاس سے آئے ہیں۔ اور ہدایت یافتہ ہیں۔
کسی اونٹنی نے آج تک اپنے کجاوے پر نہیں اُٹھایا ہوگا
کوئی جوانمرد جو دشمنوں پر محمّد (ﷺ) سے زیادہ سخت ہو۔''

اور آپ ﷺ نے انہیں ان کی قوم کے ان لوگوں پر امیر مقرّر فرما دیا جو اسلام لے آئے تھے۔

ہمدان والے کیا ہی خوب ہیں!!

حضور ﷺ نے ہمدان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''ہمدان کا گاؤں بہترین گاؤں ہے۔ یہ گاؤں والے فوری مدد کرنے میں کیا خوب ہیں۔ اور کیا ہی خوب ان کا مشقتوں پر صبر کرنا ہے۔ ان میں زاہد اور تارک دنیا لوگ اور دین پر جمے ہوئے افراد ہیں۔

Marfat.com

وفود تجیب
(تجیب والوں کی جماعت)

ان وفود میں سے ایک وفد تجیب بھی ہے جو کہ کندہ کا ایک قبیلہ ہے۔رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وفد میں تیرہ/۱۳ لوگ اپنے صدقات لے کر حاضر ہوئے، جو اللہ نے ان پر فرض کیے تھے۔رسول اللہ ﷺ بڑے خوش ہوئے۔اور ان کی مہمان نوازی کی۔ ان لوگوں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے اپنے اموال میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق آپ کے سامنے لا کر حاضر کر دیا ہے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اسے واپس لے جا کر اپنے فقراء میں تقسیم کر دو۔''انہوں نے جواباً عرض کیا:''جو ہمارے فقراء کی ضرورت سے زیادہ ہو گیا تھا ہم وہی تو لے کر آئے ہیں۔''حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:''ان کے جیسا تو کوئی وفد اہل عرب میں سے نہیں آیا۔''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔اور جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسلام کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔''اس کے بعد انہوں نے قرآن کریم کے بارے میں سوالات شروع کر دیے، اس بات کی وجہ سے بھی آنحضرت ﷺ کی ان میں دلچسپی بڑھ گئی۔اس کے بعد انہوں نے اپنے گھروں کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا:''آپ کو جانے میں کس بات کی جلدی ہے؟''انہوں نے جواب دیا:''ہم اپنی قوم کے ان لوگوں کو جو گھروں میں پڑے ہوئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے دیدار، ہماری ان سے ملاقات اور ان چیزوں کی اطلاع دیں گے جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتلائیں۔''

میری مغفرت فرما دیجئے:

اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس آ کر اجازت چاہی۔آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ان کو اتنے بہترین ساز وسامان سے لاد دیا جتنا کہ کسی وفد کو لادا جا سکتا تھا۔اس مرحلے سے فارغ ہونے کے بعد حضور انور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص رہ تو نہیں گیا، جو حاضر نہ ہوا ہو؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا:''جی ہاں بس ایک چھوٹی عمر کا لڑکا ہے، ہم اسے اونٹوں کے پاس

Marfat.com

چھوڑ آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اس کو بھی ہمارے پاس لے آؤ۔'' یہ لوگ اس کو لے آئے۔ اور جب وہ آ گیا تو اس نے آپ ﷺ سے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اس گروہ میں سے ہوں جو ناک رگڑ کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ اور آپ نے ان کی حاجت پوری فرمادی لہٰذا میری حاجت بھی پوری فرمادیجیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کی حاجت کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمائیں اور دل کا غنا عطا فرمائیں۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے قبیلے کے جیسے دوسرے لوگوں کا اکرام کیا تھا اس کا بھی ویسے ہی اکرام کرو۔''

وفود ثعلبه

(ثعلبہ والوں کا وفد)

انہی میں سے ثعلبہ کا وفد ہے۔ جس کے چار بندے اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور سلام کیا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم لوگ اپنی بقیہ قوم کے قاصد ہیں۔ اور ہم اسلام قبول کر چکے ہیں۔ مگر ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اس شخص کا اسلام معتبر ہی نہیں، جس نے ہجرت نہ کی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ایسا نہیں!) تم جہاں کہیں بھی ہو اگر اللہ سے ڈرتے رہو تو تم کو تمہارا ہجرت نہ کرنا نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' اس کے بعد دریافت کیا کہ تمہارا وطن کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''سرسبز اور شادابیوں سے پُر ہے۔'' آنحضرت ﷺ اللہ کا شکر بجالائے۔ پھر وہ لوگ آپ ﷺ کی مہمان نوازی میں چند روز ٹھہرے اور جب لوٹنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی عطا فرما کر اجازت مرحمت فرمائی۔

وفود بنی سعد هذيم

(سعد بن ہذیم کا وفد)

ان لوگوں میں قضاعہ قبیلے کی شاخ بنی سعد ہذیم کا وفد بھی حاضر ہوا۔ جس میں سے ایک نعمان نامی شخص نے قصہ بیان کیا: ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی قوم کی جماعت کے ایک وفد کے ہمراہ حاضر ہوا ہوں۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ملکوں پر غلبہ پالیا ہے۔ اور اب آپ ﷺ عرب کے نگران بن

Marfat.com

چکے ہیں۔ لوگوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں: پہلی وہ قسم جو اسلام میں اس سے رغبت کی وجہ سے داخل ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری وہ قسم ہوتی ہے جو تلوار سے ڈر رہی ہوتی ہے۔ ہم مدینے کے ایک کونے سے حاضر ہوئے۔ پھر ہم مسجد کی طرف کا ارادہ کر کے نکلے، یہاں تک کہ مسجد کے دروازے تک جا پہنچے۔ ہم نے وہاں رسول اللہ ﷺ کو جنازے کی نماز پڑھاتے پایا۔ چنانچہ ہم بھی ان کے پیچھے ایک کونے میں کھڑے تو ہو گئے مگر (ان) ہم لوگوں کے ساتھ نماز میں داخل نہیں ہوئے۔ اور ہم نے یہ سوچا کہ جب رسول اکرم ﷺ نماز پڑھ لیں گے تو ہم ان سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر رسول اکرم ﷺ مڑے اور ہماری طرف دیکھ کر ہمیں بلایا اور فرمایا: ''کیا تم لوگ مسلمان ہو؟؟؟'' ہم نے جواب دیا: ''جی ہاں!'' تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا: پھر تم نے اپنے بھائی کی نماز جنازہ ادا کیوں نہیں کی؟ ہم نے جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم یہ سمجھے کہ بیعت ہو جانے سے پہلے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جہاں کہیں بھی تم اسلام لے آؤ تم مسلمان شمار ہو گے۔'' آگے وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم لوگ اسلام لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر اپنے کجاوے کی طرف لوٹ آئے۔ یہاں ہم اپنے سب سے چھوٹے شخص کو چھوڑ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے ہماری طلب میں ایک آدمی کو روانہ فرمایا۔ وہ شخص ہمیں پھر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں لے گیا۔ تو اس وقت ہمارا وہ چھوٹا ساتھی آگے بڑھا اور نبی ﷺ نے اس کو اسلام پر بیعت کر لیا۔ ہم نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ہم میں سب سے چھوٹا اور ہمارا خادم ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قوم کا سردار ہی اس کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ اس کو برکت دیں۔'' نعمانؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ہم میں سب سے بہتر اور قرآن کریم کا اچھا قاری وہی خادم تھا، جس کو رسول اللہ ﷺ نے دعا دی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اجازت دی اور یہ واپس چلے گئے۔

وفود بنی فزارہ
(بنو فزارہ کی جماعت)

انہی وفود میں سے بنی فزارہ کا ایک وفد ہے، جو ایک جماعت کی شکل میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور ان میں سے کچھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل بھی ہو چکے تھے۔ دراصل ان

Marfat.com

پر عرصہ دراز سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط آپڑا تھا۔تو حضور انور ﷺ نے ان سے ان کے شہروں کے حال احوال پوچھے تو ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر عرض کی: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے شہر تو قحط زدہ ہو گئے ہیں۔ ہمارے مال مویشی ہلاک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ارد گرد بھی قحط نے فقر و فاقہ مچا رکھا ہے۔ اور ہمارے اہل خانہ بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے التماس ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب ذوالجلال سے ہمارے حق میں دعا فرمایئے کہ ہمارے شہروں میں بارش ہو جائے۔ اور اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجیے۔ اور آپ کا رب ہمارے حق میں آپ سے شفاعت کرے۔" نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: "سبحان اللہ! آپ کی یہ بات انتہائی غیر معقول ہے! میں اپنے رب کے حضور تو شفاعت کروں گا، مگر ایسا کون آ گیا کہ جس کے سامنے میرا رب شفاعت کرے؟ الٰہ و معبود وہی ہے۔ وہ بڑا ہے۔ عظمت والا ہے۔ اس کی کرسی آسمان و زمین سے بڑی ہے۔ اور وہ کرسی اللہ رب العزت اور اس کے جلال سے (ڈر کر) بالکل ویسے ہی آواز نکالتی ہے، جیسا کہ کجاوہ (بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے) آواز نکالتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر ان کے لیے دعا فرمائی یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اپنی شان رحمانی سے اس وفد کے شہروں میں خوب موسلا دھار بارش برسائی اور مکمل رحمت فرمائی۔

وفود بنی اسد

(بنی اسد کا وفد)

ان میں سے ایک وفد بنو اسد والوں کا بھی ہے۔ اسی وفد میں ضرار بن ازور اور طلیحہ بن خویلد نامی وہ بدبخت بھی تھا، جس نے یہاں سے جا کر نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کر ڈالا۔ اس وفد کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو آپ ﷺ کی خدمت میں سیاہ رات کو بھی اپنی چادر بنا کر حاضر ہوئے حالانکہ یہ تو سال بھی قحط سالی کا ہے، مگر آپ نے ہماری طرف کوئی قافلہ نہیں بھیجا۔" تو اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے ۲۶/ چھبیسویں پارے کی سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۷ میں ان کے اس اعتراض کا یوں جواب دیا:

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ

Marfat.com

هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

''یہ لوگ آپ پر یوں احسان کرتے ہیں کہ یہ اسلام لے آئے۔آپ ان کو فرما دیجیے کہ اپنے اسلام لانے کے ذریعے سے مجھ پر احسان مت جتلاؤ بلکہ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے تم پر احسان کیا کہ تمہاری ایمان کی طرف رہنمائی کی۔''

پھر انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنے ان کاموں کے متعلق دریافت کیا جو وہ اسلام لانے سے پہلے جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔یعنی وہ پرندوں کو اکسا کر ان کی آوازوں اور گذرگاہوں سے اچھا یا بُرا شگون لینے کی روش اختیار کیا کرتے تھے۔اسی طرح وہ کاہن تھے غیب کی خبریں لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔اور لوگوں کو تنگی میں ڈالنا وغیرہ وغیرہ۔حضور ﷺ نے ان کو ان کاموں سے منع فرما دیا۔پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ''ضرب الرمل'' کے بارے میں دریافت کیا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی کو وہ سکھایا جاتا ہے۔پس جو شخص اس کو نبی کی تعلیمات کے مطابق ادا کرے تو ٹھیک ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔'' پھر انہوں نے کچھ روز قیام کر کے فرائض وغیرہ سیکھے اور پھر واپسی کی اجازت ملنے پر چل دیے۔

وفود بنی عذرہ و بنی بلی و بنی مرہ و خولان

(بنو عذرہ، بنو بلی، بنو مرہ اور خولان والوں کے نمائندے)

انہی وفود کے سلسلے میں سے وفد بنی عذرہ، بنو بلی، وفد بنی مرّہ اور خولان کے وفود کا آنا بھی (قابل ذکر) ہے۔یہ یمنی قبیلے تھے۔آنحضرت ﷺ نے ان کو اسلام کی تعلیمات سکھاتے ہوئے عہد و پیمان کی پاسداری، امانت کی ادائیگی، پڑوس والوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنا اور کسی پر ظلم نہ کرنے کا درس دیا۔کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی شکل میں ہوگا۔

وفود بنی محارب

(بنو محارب قبیلے کے لوگ)

انہی وفود میں سے بنی محارب کا بھی وفد ہے۔یہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ عکاظ کے بازار میں مختلف قبائل کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیا کرتے تھے تو بڑی بدتمیزی سے پیش آتے

Marfat.com

تھے۔

اندازہ کیجیے! اللہ سے بڑا احسان کرنے والا کون ہوسکتا ہے جوان جیسے خونی دشمنوں کو بھی مُطیع و فرمانبردار مسلمان بنا کر اپنے نبی ﷺ کے قدموں میں لے آیا۔

وفود غسّان وبنی عبس والنخع
(غسان، عبس اور نخع کے لوگ)

اوران میں سے غسّان قبیلے کا وفد، بنی عبس کا اور نخع کا وفد بھی حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس گروہ سے اپنی اسی فطری بشاشت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ پیش آئے جن کے ساتھ خالق کائنات نے آپ ﷺ کو متصف فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو چند عطیات اور تحائف دے کر ان کے دل کو موہ لیا۔ اور ان کو ایمان وشریعت سکھلائی تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کے ان دیگر لوگوں کو سکھائیں جو اس وقت حاضر خدمت ہونے کی سعادت حاصل نہ کرسکے۔ اور یہ وفد دیہات کے باشندوں تک دین کے پہنچانے کا بڑا اہم وسیلہ بنا۔

وفاۃ ابراھیم بن محمد ﷺ
(جگر گوشہء رسول ﷺ کی وفات)

اسی سال رسول اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انتقال فرما گئے۔

Marfat.com

باب شانزدہم

السنة حاديه عشره

هجرت کا گیارھواں سال

Marfat.com

سریۃ اسامہ بن زید ؓ الیٰ اھل اُبنی
(جیش اسامہ)

خون کا بدلہ:

ماہ صفر کے مکمل ہونے میں ابھی چار دن باقی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر حضرت اسامہ ابن زیدؓ کی قیادت میں ''ابنیٰ'' کے مقام کی طرف روانہ فرمایا۔ جہاں ان کے والد حضرت زید بن حارثہؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ فرماتے ہوئے تلقین کی: ''اپنے والد صاحب کے قتل کے مقام پر جا کر وہاں اپنے گھوڑوں کو دوڑاؤ۔ میں اس لشکر کا قائد آپ کو بناتا ہوں۔ تم جاؤ، اور جا کر صبح سویرے ان ''ابنیٰ'' کے رہائشیوں پر حملہ کر دو۔ اور ان پر آگ جلاؤ۔ اور جلدی جلدی جاؤ تا کہ تمہیں خبر موصول ہوتی رہے۔ اگر وہاں اللہ عزّ وجل تمہیں فتح سے ہمکنار کر دیں تو ان لوگوں کے مابین کم توقف کرنا اور رہبروں کو لے لینا اور جاسوسوں اور مقدمۃ الجیش کو اپنے آگے آگے رکھنا۔''

حضرت اسامہؓ کے ساتھ اس لشکر میں مہاجرین وانصار کے کئی بڑے بڑے گرانقدر صحابہؓ تھے۔ جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت سعدؓ وغیرہ شامل تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت اسامہؓ کے لیے جھنڈا باندھ دیا اور فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں لڑائی کا سلسلہ شروع کرو۔ اور جو اللہ کے ساتھ کفر وشرک کرے اس سے جنگ وقتال کرو۔'' ایک جماعت نے حضرت اسامہؓ کو امیر بنانے پر اعتراض کیا، کیونکہ وہ نوجوان تھے جو سترہ/ ۱۷ سال کی عمر سے بڑھے نہیں تھے، جب کہ ان کو ایک ایسے لشکر کا امیر بنایا جا رہا تھا، جس میں بڑے بڑے مہاجرین صحابہؓ تھے۔ جب حضور اکرم تک یہ چہ مگوئیاں پہنچیں تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور باہر آ کر فرمایا: ''اللہ کی حمد وثناء کے بعد! اے لوگو! یہ کیا باتیں ہیں جو میرے اسامہ کے سپہ سالار بنانے پر تمہارے کچھ لوگوں کی طرف سے سُننے میں آ رہی ہیں؟ اگر آج تم کو ان کے امیر بنائے جانے پر اعتراضات ہو رہے ہیں، تو یقیناً تم کل تک ان کے والد صاحبؓ پر بھی اعتراض کرتے ہو گے! حالانکہ اللہ کی قسم! وہ سپہ سالاری کے بالکل لائق تھے۔ اب ان کے بعد ان کا جواں سال بیٹا بہت مناسب ہے۔ یقیناً ان کی کیا بات ہے! مجھے وہ سب لوگوں میں سب

Marfat.com

سے زیادہ پسندیدہ تھے۔ اور ان دونوں (باپ بیٹے) کے بارے میں ہر طرح کی بھلائی کا گمان کیا جاتا ہے۔ پس تم اس کے بارے میں بھلائی کا ہی سوچو کیونکہ وہ تم میں بہتر ہے۔"

مگر حضور انور محمد مصطفیٰ ﷺ کے عرصہ حیات میں اس لشکر کا نکلنا ممکن نہ ہوا۔ کیونکہ آپ ﷺ کا مرض وفات شروع ہو چکا تھا، لہٰذا آپ ﷺ کو اللہ نے رفیق اعلیٰ کے طور پر چُن لیا۔ قاری اس لشکر کے نکلنے اور فتح یاب لوٹنے کا ذکر ہماری دیگر کتابوں مثلاً "اتمام الوفاء بسیرۃ الخلفاء" میں مطالعہ کرسکتا ہے۔ انشاء اللہ۔

مرض الرّسول ﷺ
(جدائی کی دہلیز پر)

میرا محسن ابوبکر ہے!

جب حضور انور ﷺ نے وہ کام، جس کے لیے آپ ﷺ مبعوث ہوئے تھے تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور جو امانت آپ ﷺ کو سونپی گئی تھی، وہ سپرد کر دی۔ اور اللہ رب العزّت نے آپ ﷺ کے ذریعے سے امت کو ہدایت دے دی۔ تو رب کائنات نے اعلیٰ دوست کو اپنی ملاقات کے لیے پسند فرمایا۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اسی دوران فرمایا: "اللہ پاک نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی رنگینی کو چُن لے یا جو نعمت اللہ کے پاس ہے، اس کو اختیار کر لے۔ تو اس بندے نے دوسری کو لے لیا۔" یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدّیقؓ رونے لگے اور فرمایا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ پر اپنے ماں باپ قربان کر چکے ہیں۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "یقیناً تمام لوگوں میں اپنی صحبت اور مال کے ذریعے سے مجھ پر احسان کرنے والا شخص ابوبکر ہے۔ اگر میں کسی کو ولی اور دوست بناتا تو ابوبکر صدّیق کو بناتا۔ لیکن خلیل (جس کی محبّت دل کے نہاں خانوں تک جا پہنچے) تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔ ہاں البتّہ یہ میرے اسلامی بھائی تو ہیں ہی۔" پھر ارشاد فرمایا: "مسجد میں کوئی کھڑکی ایسا نہ بچے جو جو بند نہ کی گئی ہو سوائے حضرت ابوبکر صدّیق کی کھڑکی کے۔"

ہجرت کے گیارہویں سال کے صفر کے مہینے کے اختتام پر آنحضرت ﷺ جب امّ المؤمنین میمونہؓ کے ہاں قیام پذیر تھے، تب ہی سے آپ ﷺ کا مرض بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ تیرہ/دن ت

Marfat.com

بیمار رہے۔ اس مرض میں بھی آپ ﷺ اپنے عام معمول کے مطابق جن جن ازواج مطہراتؓ کے ہاں قیام کی باری ہوتی، وہیں قیام فرماتے، مگر جب مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں قیام فرمانے کی اجازت چاہی۔ جو انہوں نے بخوشی دے دی۔ جب آنحضرت ﷺ عائشہؓ کے گھر میں رہنے لگے اور مرض بڑھتا چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے اوپر سات ایسے مشکیزے ڈالو جن کی رسیاں تک نہ کھولی گئیں ہوں تاکہ میں لوگوں کی طرف جا سکوں۔'' تو تعمیل ارشاد کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کو ایک بڑے سے مشکیزے میں بٹھادیا گیا اور پانی انڈیلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ بس اب کافی ہے۔ یہ پانی بہانے کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ گرمی کی شدت ذرا کم ہو جائے، جو اتنی سخت تھی کہ اگر ہاتھ کپڑے سے باہر نکلے تو تپ جائے۔

صلاۃ ابی بکرؓ بالنّاس

(امامت ابو بکرؓ)

پھر جب حضور ﷺ کے لیے گھر سے نکل کر مسجد میں جا کر نماز پڑھانا محال ہو گیا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یعنی آپ ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی زندگانی میں ہی اپنا خلیفہ بنانے پر رضامند ہو گئے تھے۔ اور جب انصارؓ نے یہ دیکھا، کہ رسول اللہ ﷺ کی تکلیف شدّت اختیار کر چکی ہے، تو انہوں نے مسجد کے گرد چکّر لگانا شروع کر دیے۔ حضرت عباسؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انصار کے اس اجتماع اور ان کو لاحق ہونے والے خطرے کے بارے میں آپ ﷺ کو باخبر کیا۔ یہ سُن کر حضور اکرم ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ کا سہارا لے کر نکلے۔ اور حضرت عباسؓ آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ ﷺ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور ٹانگیں گھسٹتی ہوئی خط بناتی جا رہی تھیں۔ آپ ﷺ مسجد میں پہنچ گئے حتیٰ کہ منبر کی نچلی سیڑھی پر تشریف فرما ہو گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اللہ کی تعریف کی اور اس کی ثناء بیان کر کے فرمایا: ''اے لوگو! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم اپنے نبی کے انتقال سے خوف کھا رہے ہو؟ کیا مجھ سے پہلے بھی کوئی نبی جس کو اللہ نے مبعوث فرمایا ہو، ہمیشہ زندہ رہا ہے جو میں ہمیشہ

Marfat.com

رہوں؟ خبردار! میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں۔اور تم بھی مجھ سے ایک روز آ ملنے والے ہو، میں تم کو مہاجرین سے بھلائی کی تلقین کرتا ہوں، جو دین میں سبقت لے جانے والے ہیں۔اور مہاجرین کو بھی آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔کیونکہ اللہ رب العزّت (تیسویں پارے کی سورۂ العصر میں فرماتے ہیں:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.

''قسم ہے زمانے کی! بے شک تمام انسان ہی خسارے میں ہیں۔سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔اعمال صالحہ کیے۔اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

اور تمام اُمور اللہ کے حکم سے چلتے ہیں۔تم کو کسی معاملے کی بھوک اس کے جلدی طلب پر نہ ابھارے کیونکہ اللہ عزّ وجل کسی کی جلدی سے جلدی نہیں کرتے۔اور جو اللہ کی طرف شوق و رغبت دکھاتا ہے، اللہ پر غالب ہونا چاہتا ہے وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔اور جو اللہ کو دھوکہ دینے کی (ناکام) کوشش کرے گا، اللہ اس کو رسوا کر کر رکھ دیں گے، جیسے کہ قرآن کریم کے چھبیسویں پارے کی سورہ محمد کی آیت نمبر۲۲/ بائیس میں ارشاد ربانی ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ.

''پھر اگر تم نے (جہاد سے) منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ اور اپنے خونی رشتے کاٹ ڈالو۔''

اور میں تم کو انصار کے ساتھ بھلائی کی وصیّت کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے بھلائی میں سبقت کرتے ہوئے تمہارے ان کے ساتھ احسان کرنے سے پہلے ہی تم مہاجرین کو رہنے کی جگہ فراہم کی۔کیا انہوں نے تمہیں اپنے پھلوں میں شریک نہیں کیا؟ کیا انہوں نے تمہارے لیے اپنے گھروں میں وسعت پیدا نہیں کی؟ کیا انہوں نے اپنے آپ پر تم لوگوں کو ترجیح نہیں دی حالانکہ وہ خود ضرورتمند تھے؟ خبردار! تم میں سے جو شخص دو آدمیوں کے مابین فیصلہ کرنے پر ولی بنایا جائے تو اس کو چاہیے کہ جو شخص نیکوکار ہے اس کی بات کو قبول کرے اور جو گناہگار ہے اس سے درگزر کرے۔خبردار! کبھی خود کو ان

Marfat.com

انصاریوں پر ترجیح مت دینا۔ سن لو میں تمہارے لیے لشکر کا وہ حصہ ہوں جو لشکر سے آگے آگے چلتا ہے۔ اور تم بھی میرے ساتھ آ کر ملنے والے ہو۔ خبردار! تمہارا ٹھکانہ حوض کوثر ہے۔ باخبر رہو کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کل بروز قیامت مجھ سے آ کر ملاقات کرے تو اس کو اپنی زبان اور ہاتھ سے صرف اور صرف ایسے افعال سرانجام دینے چاہیں جو مناسب ہوں!

۱۳ ربیع الاوّل بروز پیر کو لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی امامت میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ اچانک رسول اکرم ﷺ نے امّی عائشہؓ کے حجرے سے پردہ اُٹھایا اور ان لوگوں کی طرف دیکھا جب کہ وہ نماز کی صفیں باندھ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ مسکرائے۔ تو سیّدنا ابو بکر صدیقؓ اپنی صف سے ذرا پیچھے ہٹے تا کہ رسول خدا ﷺ صف تک پہنچ سکیں۔ دراصل وہ یہ سمجھے تھے کہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھنے تشریف لا رہے ہیں۔ جبکہ دیگر مسلمان یہ سمجھے کہ رسول خدا ﷺ کو دیکھ کر لوگ خوشی سے بے چین ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز مکمل کرو۔ پھر آپ ﷺ واپس اپنے حجرے میں داخل ہو گئے اور پردہ گرا لیا۔

وفاۃ رسول اللہ ﷺ

(حضور ﷺ کا وصال پر ملال)

اسی پُر ملال روز دھوپ کی روشنی بھی صحیح طرح سے نہیں چڑھی تھی کہ رسول خدا ﷺ اس دار فانی سے رحلت فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے!!!

یہ المناک واقعہ گیارھویں ہجری سال میں ۱۳/ تیرہ ربیع الاوّل کو بروز پیر بمطابق ۸/ آٹھ جولائی ۶۳۳ء کو پیش آیا۔ اس وقت قمری لحاظ سے آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک مکمل ۶۳/ تریسٹھ سال ۳/ تین دن تھی۔ اور شمسی لحاظ سے ۶۱/ اکسٹھ سال ۲/ دو ماہ ۲۴/ چوبیس دن تھی۔

اس وقت سیّدنا ابو بکر صدیقؓ بنو حارث بن خزرج کے گھروں کی طرف ''سُنح'' کے مقام پر اپنی زوجہ حضرت حبیبہؓ بنت خارجہ بن زید کے پاس گئے ہوئے تھے۔ (صحابہ کرامؓ پر یہ خبر بجلی بن کر گری یہاں تک کہ) سیّدنا عمر فاروقؓ نے تو یہ المناک خبر سُن کر اپنی تلوار کو نیام سے نکال کر سونت لیا۔ اور جو بھی یہ کہتا کہ رسول خدا ﷺ وفات فرما گئے ہیں اس پر سخت برہم ہو کر برس پڑتے۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ

Marfat.com

آپ ﷺ کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہوا تھا کہ وہ چالیس دن تک اپنی قوم سے دور رہے۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں۔

جب سیّدنا ابوبکر صدیقؓ واپس تشریف لائے۔

اور ان کو اس المیے کی اطلاع دی گئی تو یہ بے یقینی کے عالم میں بھاگتے ہوئے، حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر کا پردہ ہٹایا۔ اور آپ ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کو بوسہ دیا اور بے حد روتے ہوئے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ ﷺ تو وصال فرما گئے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ پر اللہ عزّ وجل کی رحمتیں ہوں۔ آپ کی زندگانی کیا خوب تھی!! اور آج آپ کا وصال بھی کتنے اچھے انداز سے ہوا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائیں گے۔''

اس کے بعد آپؓ لوگوں کے پاس گئے۔ اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''اے لوگو سنو! جو محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتے تھے وہ سن لیں کہ آج محمد ﷺ انتقال کر گئے۔ اور جو اللہ ربّ العزّت کی عبادت کیا کرتا تھا تو بے شک اللہ ربّ العزّت (اب بھی) ہیں جن کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

پھر آپؓ نے ۲۳/ تیئیسویں پارے کی سورۃ الزّمر کی آیت نمبر ۳۰/ تیس میں وارد ہونے والا فرمان سُنایا:

اِنَّکَ مَیِّت'' وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْن.

''(اے محمد ﷺ!) آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔''

پھر چوتھے پارے کی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴/ ایک سو چوالیس پڑھ کر سنائی جس میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا ہے:

وَمَا مُحَمَّد'' اِلَّا رَسُوْل'' قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْن.

''محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں۔ آپ (ﷺ) سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو اگر محمد (ﷺ) انتقال فرما گئے یا شہید ہو گئے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (اور یہ بھی سُنو کہ) جو

Marfat.com

شخص الٹے پاؤں پھرے گا، وہ اللہ ربّ العزّت کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ ربّ العزّت عنقریب شکر گزاروں کو بدلہ عطا فرمائیں گے۔''

سیّدنا عمرؓ بیان فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ آیت کریمہ میں نے کبھی پڑھی ہی نہیں تھی۔

بیعت خلافت:

اس کے بعد سرور کونین ﷺ کا جسم اطہر اس پیر کے بقیہ دن اور اگلے روز منگل کے پورے دن اور رات اور بدھ کی رات تک یعنی کُل ملا کر دو دن تک اپنے گھر میں ہی رکھا رہا۔ اور اسی دوران مسلمانوں نے سیّدنا صدّیق اکبرؓ کو آپ ﷺ کا خلیفہ مقرر فرما لیا۔ اور اس کاروائی کے بعد آنحضرت ﷺ کو غسل کر کے دفن کر دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ کو غسل دینے والے:

آپ ﷺ کو غسل دینے والوں میں سیّدنا علی بن ابو طالبؓ تھے۔ ان کی مدد سیّدنا عباس اور ان کے دو صاحبزادے سیّدنا فضلؓ اور سیّدنا قثمؓ اور آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام اسامہ بن زیدؓ اور شقرانؓ کر رہے تھے۔

آپ ﷺ کی نماز جنازہ کی امامت کس نے کروائی؟؟

سرور کائنات ﷺ کو تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا جن میں کوئی سلی ہوئی قمیص تھی نہ عمامہ۔ جب یہ حضراتؓ کفن دے کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کے جسد اطہر کو آپ ﷺ کے گھر میں ایک چارپائی پر رکھ دیا گیا پھر لوگوں نے قطار در قطار، پے در پے آ کر نماز جنازہ ادا کرنا شروع کر دی مگر کوئی ان کی امامت نہیں کرا رہا تھا۔

قبر میں اتارنے والے:

اس مرحلے کے بعد امّی عائشہؓ کے حجرے مبارک میں جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اسی جگہ لحد کھودی گئی۔ اور ہادی عالم ﷺ کے جسم اطہر کو سیّدنا علیؓ، حضرت عباسؓ، ان کے صاحبزادے فضلؓ اور قثمؓ نے اپنے باسعادت ہاتھوں سے قبر میں اتارنے کی سعادت حاصل کی۔ جب کہ سیّدنا بلالؓ نے

Marfat.com

آپ ﷺ کی قبر مبارک پر پانی کے چھڑکاؤ کی سعادت حاصل کی۔ سرور کونین ﷺ کی قبر مبارک سطح زمین سے فقط ایک بالشت اوپر رکھی گئی۔

ہدایت کا سامان:

رسول اللہ ﷺ کی مبارک ہستی تو اس دار فانی سے کوچ فرما گئی مگر اپنے بعد مسلمانوں کے لیے کچھ ایسی قابل قدر اشیاء چھوڑ گئی کہ اگر مسلمان اپنے شب و روز میں ان کی اتباع کریں تو ان کو کوئی چیز بالکل نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ ان اشیاء میں سرفہرست کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہے، جس کے آگے باطل ٹھہر سکتا نہ اس کے پیچھے۔ یہ حکیم اور قابل تعریف ذات کی جانب سے نازل کردہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے پیچھے اپنے نیک اور معزز صحابہ ؓ کو بھی چھوڑا۔ جو جا بجا ہمارے سامنے دین کی وضاحت فرماتے رہے اور ملکوں کو فتح کرتے رہے اور دنیا میں مسلسل مظبوط دین اسلام کے سورج کو غالب کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اپنے کلمے کو غالب کر دکھایا۔ اور اپنے وعدے کو برحق کر دکھایا جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا تھا۔ اب ہم خداوند تعالیٰ سے استدعاء کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اس نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم پر شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

پُرنور کلام

در

سیرتِ سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

مولانا اخ الاسد محمد راجھستانی

جامعۃ الرشید کراچی

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب دامت برکاتہم

استاذ و معین مفتی جامعۃ الرشید، کراچی

ادارۃ الرشید کراچی

Marfat.com